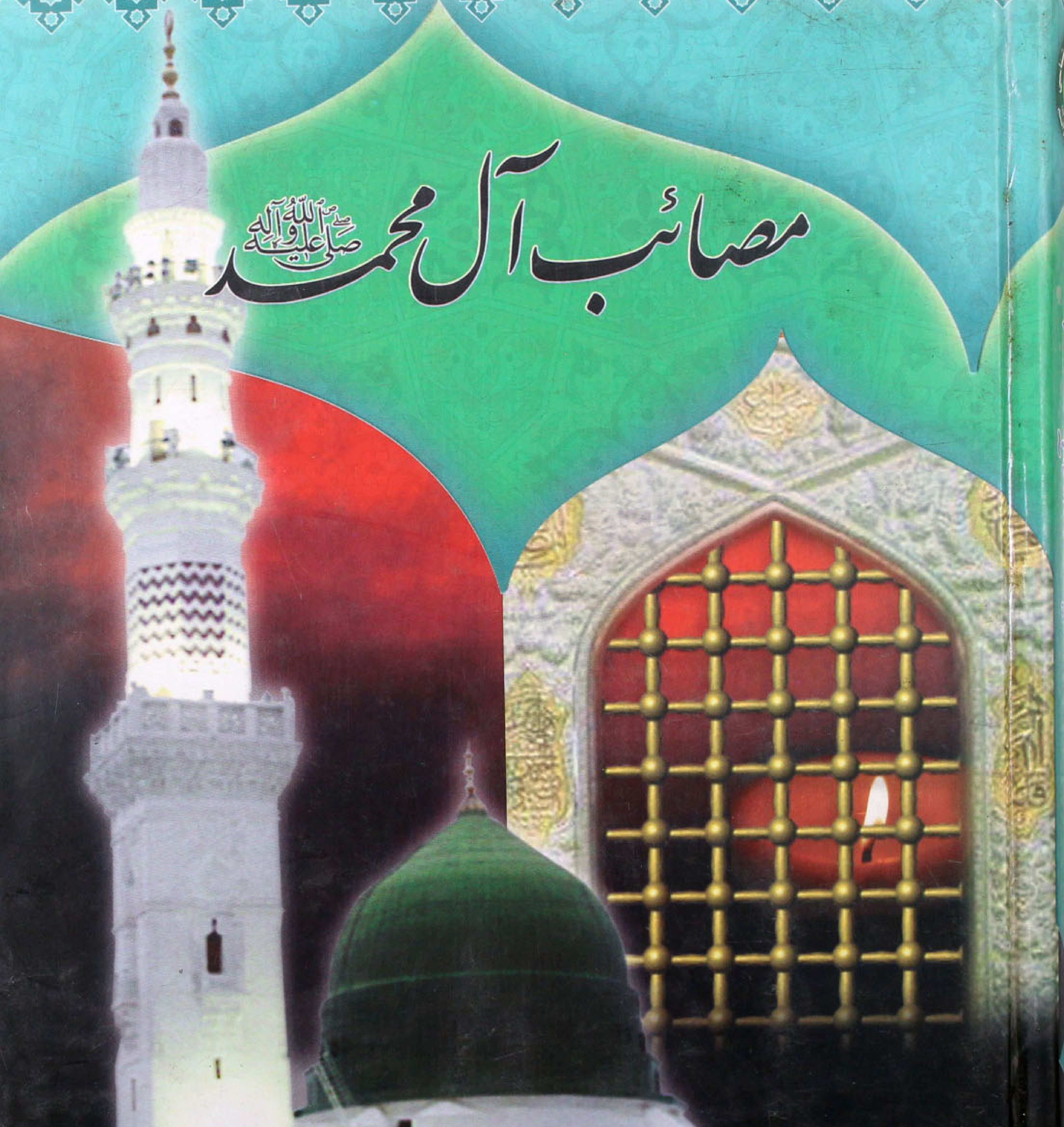
مصائب آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ



مؤلف حجت الاسلام والمسلمین محمد محمدی اشتہاردی

ترجمہ مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

بسم الله الرحمن الرحيم

مصائب آل محمدؐ

ترجمہ

سوگنامۂ آل محمدؐ

مؤلف

حجۃ الاسلام والمسلمین آقای محمد محمدی اشتہاردی

مترجم

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

نام کتاب	:	مصائب آل محمدؑ / ترجمہ سوگنامۂ آل محمدؑ
مؤلف	:	حجۃ الاسلام آقای محمد محمدی اشتہاردی
مترجم	:	ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضویؒ شعورؔ گوپال پوری
اشاعت اول	:	جنوری ۲۰۰۷ء
تعداد	:	۲۰۰۰
شابک	:	۹۷۸-۹۶۴-۹۴۹۷۶-۰-۰
مطبع	:	آشیانہ مہر
ناشر	:	قرآن وعترت فاؤنڈیشن (ممبئی) مجمع جہانی شیعہ شناسی (قم)

مجمع جهانی شیعه شناسی

THE WORLD CENTER FOR SHIITE STUDIES

المَجمَعُ العالمي لِمَعرِفَةِ الشيعَةِ وَ التَشَيُّع

www.ShiaStudies.com

info@ShiaStudies.com

قم-٤٥ متری عمار یاسر- پلاک ٩٠/ص.ب ٦٤٤-٣٧١٨٥

تلفن: ٧٧١٣٧٧٣-٧٧٥٦٠٩٢ / دورنگار: ٧٧١٣٧٧٤

پیشکش

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور

انکے اہلبیت علیہم السلام کی بارگاہ میں

فہرست مطالب

حصہ اوّل

نویں معصوم امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مصائب

ساتویں امام حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام روز یکشنبہ کی صبح سات صفر ۱۲۸ھ مکہ ومدینہ کے درمیان واقع آبادی (ابواء) دنیا میں تشریف لائے اور ۲۵ / رجب ۱۸۳ھ بغداد میں واقع ہارون رشید کے قید خانے میں ہارون رشید کے حکم سے زہر دینے کی وجہ سے شہادت ہوئی، آپ کی عمر شریف ۵۵ / سال تھی، آپ کا روضہ بغداد کے نزدیک شہر کاظمین میں ہے۔

آپ نے ۳۵ / سال امامت فرمائی (۱۴۸۔۱۸۳) جس میں ۲۳ سال دو مہینے ۷ / دن ہارون رشید ہی کے زمانے میں گذرے۔

امام مظلوم حق گوئی اور عباسی خلفاء کی مخالفت، خاص طور سے ہارون کی مخالفت کی وجہ سے زندان میں محبوس رہے۔ چار سال سے سات سال تک بھیانک ترین قید خانے میں بسر کی۔

کافی میں ہے کہ ہارون حضرتؑ کو ۲۰ / شوال ۱۷۹ھ کو اپنے ساتھ لے گیا اور ۶ / رجب ۱۸۳ھ کو بغداد کے قید خانے میں سندی بن شاہک کے زہر دینے کی وجہ سے شہید ہوئے۔ (۱)

ان تفصیلات کو سمجھنے کے لئے درج ذیل واقعات پر توجہ دینی چاہیے۔

حدود فدک

تیسرا عباسی خلیفہ مہدی عباسی اپنے جرائم پر پردہ ڈالنے کے لئے ایک دن اعلان کرنے لگا: میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کے حقوق ومظالم جو میری گردن پر ہیں ان کو ادا کروں۔

امامؑ نے یہ اعلانیہ سنا تو مہدی عباسی کے پاس گئے، آپ نے دیکھا کہ وہ بظاہر لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں مشغول ہے، آپ نے فرمایا:

"ما بال مظلمتنا لا ترد" (ہمارا مظلمہ (حقوق) واپس کیوں نہیں کرتے ہو؟)

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۷۶

مہدی نے پوچھا: آپ کے حقوق کیا ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: فدک

مہدی نے کہا: فدک کے حدود متعین کیجئے تا کہ آپ کو واپس کردوں۔

امامؑ نے فرمایا: اس کی اول حد کوہ احد ہے، دوسری حد عریش مصر ہے، تیسری حد سیف البحر (حدود شام) ہے اور چوتھی حد دومۃ الجندل (شام وعراق کے درمیان) ہے۔

مہدی نے پوچھا: کیا یہ سب فدک کے حدود ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں۔

مہدی بہت زیادہ پریشان ہوا، اس کے چہرے پر غصے کے آثار نمایاں ہوگئے، کیونکہ اس نے امامؑ کا مطلب سمجھ لیا تھا کہ تمام دنیائے اسلام اماموں کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔

مہدی وہاں سے اٹھ گیا وہ بڑبڑاتا جارہا تھا کہ ''یہ حدود بہت زیادہ ہیں ہمیں اس کے بارے میں سوچنا چاہئے۔''(۱)

ایک دن یہی تقاضہ ہارون نے آپ سے کیا، فدک لے لیجئے تا کہ باقاعدہ طور سے آپ کو واگذار کردوں۔

امامؑ نے کوئی جواب نہ دیا، ہارون نے بہت اصرار کیا تو فرمایا: میں فدک کو اس کے تمام حدود کے ساتھ لوں گا۔

ہارون نے پوچھا: اس کے حدود کہاں تک ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: اگر متعین کروں گا تو تم کبھی نہ دوگے۔

ہارون نے کہا: آپ کے جد رسول خداؐ کی قسم قطعاً آپ کے اختیار میں دیدوں گا۔

امامؑ نے فرمایا: اول حد عدن (یمن) ہے، یہ سن کر ہارون کا چہرہ متغیر ہوگیا۔

امامؑ نے فرمایا: دوسری حد سمرقند ہے، یہ سن کر تو اور بھی ہارون بدحواس ہوا۔

امامؑ نے بات آگے بڑھائی۔ تیسری حد آفریقہ ہے، ہارون یہ سنکر اس قدر پریشان ہوا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا۔

امامؑ نے فرمایا: اس کی چوتھی حد سیف البحر (شہر حلب کے قریب) ہے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۱۵۶۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۵۴۳

ہارون نے کہا: پھر تو ہمارے لئے کچھ بھی نہیں بچا۔''فلم یبق لناشیء''

امامؑ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں آگاہ کیا تھا کہ اگر حدودفدک کو متعین کروں تو مجھے نہیں دوگے۔

ہارون نے اسی وقت آپ کے قتل کا مصمم ارادہ کرلیا۔(۱)

ایک عجیب حادثہ

ہارون سفر حج میں مدینہ آیا، قبر رسولؐ پر پہونچ کر فخریہ انداز میں بولا: السلام علیک یابن عم (آپ پر سلام اے چچیرے بھائی! خیال رہے کہ عباس رسول خداؐ کے چچا تھے نتیجہ میں رسول خداؐ کے چچا کا بیٹا ہارون ہوا)۔

اسی وقت امام موسیٰ کاظمؑ قبر رسولؐ پر آئے اور فرمایا: 'السلام علیک یا رسول اللّٰہ السلام علیک یا ابہ'' (آپ پر سلام اے خدا کے رسول! آپ پر سلام اے پدر!)

مغرور ہارون کا چہرہ امامؑ کے اس سلام سے متغیر ہو گیا، اسی وقت امامؑ کو قید کرنے کا حکم دیا، آپ کو مسجد رسولؐ سے گرفتار کرلیا گیا۔(۲)

امامؑ کے بھتیجے محمد بن اسماعیل کی بدگوئی

امامؑ کی گفتگو، حرکات اور طریقہ زندگی بلکہ امامؑ کا سکوت بھی عباسی حکومت کے خلاف ایک طرح کی جنگ تھی، ہارون کوئی بہانہ تلاش کررہا تھا تا کہ آپ کو شہید کرنے کا موقع ہاتھ آئے، ایک شخص جس نے یہ موقع دیدیا اور ہارون کے ارادوں کو جلد پورا کردیا، وہ محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق امام کا بھتیجہ تھا۔ بعض روایات میں اس کا نام علی بن اسماعیل آیا ہے چنانچہ اگلی روایت میں بیان ہوگا، ہوسکتا ہے کہ یہ دو شخص ہوں۔

امام موسیٰ کاظمؑ کے بھائی علی بن جعفر کہتے ہیں کہ میں عمرہ ادا کرنے کے لئے ماہ رجب میں مکے میں تھا، اسی وقت محمد بن اسماعیل نے میرے پاس آکر کہا: چچا جان! میں نے بغداد جانے کا ارادہ کیا ہے۔ چاہتا ہوں

۱۔ مناقب بن شہر آشوب، ج۴، ص۳۲۱

۲۔ مناقب بن شہر آشوب، ج۴، ص۳۲۱

کہ چچا موسیٰ بن جعفرؑ کو خدا حافظ کہوں: میری خاطر سے آپ بھی میرے ساتھ چلئے، میں اسکے ساتھ امامؑ کے حضور میں پہونچا وہ اپنی گردن میں رنگین کپڑا باندھے ہوا تھا۔ اور آستانے پر پہنچتے ہی بیٹھ گیا، میں نے جھک کر امامؑ کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ بھتیجہ محمد بن اسماعیل بغداد جانا چاہتا ہے، آپ کو خدا حافظ کہنے آیا ہے۔

فرمایا: اس سے کہہ دیجئے کہ آجائے، میں نے اسے آواز دی، نزدیک آکر اس نے امامؑ کے سر کا بوسہ لیا اور کہا: قربان جاؤں۔ مجھے نصیحت فرمائیے۔

امامؑ نے فرمایا: ”اوصیک ان تتقی اللّٰہ فی دمی“

میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون سے اپنا ہاتھ رنگین نہ کرنا خدا سے ڈرنا (میرا خون بہانے کے لئے کوئی اقدام نہ کرنا)۔

محمد نے کہا: جو بھی آپ کی برائی کرتا ہے وہ اپنے کیفر کو پہونچتا ہے۔ پھر اس نے امامؑ کی بدگوئی کرنے والوں پر نفرین کی۔

دوبارہ محمد نے امامؑ کے سر کا بوسہ لیکر کہا: مجھے نصیحت فرمائیے۔

امامؑ نے پھر فرمایا: تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون کے بارے میں خدا سے ڈرنا۔

پھر اس نے اپنی بات کی تکرار کی اور تیسری بار بھی امامؑ نے یہی فرمایا کہ میرے خون سے اپنا ہاتھ رنگین نہ کرنا۔

محمد نے پھر امامؑ کے بدخواہوں پر نفرین کی۔

علی بن جعفر کہتے ہیں کہ اس وقت میرے بھائی امام موسیٰ کاظمؑ نے مجھ سے فرمایا: یہیں ٹھہر جائیے، میں بیٹھ گیا، حضرت گھر کے اندر تشریف لے گئے اور مجھے پکارا، میں ان کے نزدیک گیا، آپ نے مجھے سو دینار کی تھیلی دے کر فرمایا: اسے اپنے بھتیجے کو دے دیجئے تا کہ سفر میں خرچ کرے، دو تھیلیاں اور بھی دیں اور فرمایا: اسے بھی دے دیجئے۔

میں نے عرض کی: اگر آپ نے جیسا کہ فرمایا کہ ایک اس سے اندیشہ فرماتے ہیں تو کیوں اپنے خلاف اس کی مدد کر رہے ہیں؟

فرمایا: میں جب بھی صلۂ رحم کروں گا وہ قطع رحم کرے گا اور اس طرح خدا اس کی عمر ختم کر دے گا، اس کے بعد آپ نے تھیلی میں رکھ کر تین ہزار درہم اور بھی دئے اور فرمایا: اسے دیدیجئے۔ میں محمد بن اسماعیل کے

پاس گیا، پہلی تھیلی سو دینار کی دی وہ بہت خوش ہوا اور اپنے چچا کو دعائیں دیں، دوسری اور تیسری تھیلی دی تو اس قدر خوش ہوا کہ میں سمجھا اب وہ بغداد نہیں جائے گا، پھر اس کے بعد میں نے تین سو درہم اور بھی دئے۔

لیکن اس کے باوجود وہ بغداد ہارون کے پاس گیا اور کہا: میں نہیں سمجھتا کہ زمین پر دو خلیفہ ہوں گے، میں نے تو دیکھا ہے کہ میرے چچا موسیٰ بن جعفر کو لوگ خلیفہ کی حیثیت سے سلام کرتے ہیں (اس طرح اس نے بد گوئی کر کے ہارون کو امامؑ کے خلاف بھڑکایا)

ہارون نے ایک لاکھ کی تھیلی اس کو بھجوادی، لیکن خدا نے اسے (ذُبحہ) گلے کی شدید بیماری میں مبتلا کر دیا کہ وہ ایک درہم سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکا، نہ خرچ کر سکا۔ اس طرح وہ مر گیا۔(۱)

علی بن اسماعیل کی چغل خوری

ہارون کے وزیر یحییٰ بن خالد کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن مریم سے کہا: مجھے آل ابو طالب میں سے کسی ایسے کو بتاؤ جو دنیا پرست ہو تا کہ میں اس کی زندگی میں آسائش بھر دوں (اور نتیجے میں اسے قتل امام کا پل بنادوں) یحییٰ بن ابی لیلی نے کہا: میں ایسے شخص کو پہچانتا ہوں، وہ اسماعیل بن امام صادقؑ کا بیٹا علی ہے۔ یحییٰ بن خالد نے اس کے پاس آدمی بھیجا وہ حاضر ہو گیا تو پوچھا:

تمہارے چچا (موسیٰ بن جعفرؑ) کی کیا خبر ہے؟

علی بن اسماعیل نے کہا: ان کے بہت سے ماننے والے ہیں جو ان کو دولت لا کر دیتے ہیں، اسی دولت سے ابھی کچھ دن ہوئے انہوں نے تیس ہزار درہم میں ایک باغ خریدا ہے جس کا نام ''بُشیرہ'' ہے۔

یہاں تک کہ ایک سال ہارون نے حج کیا یہ بھی شریک تھا، مراسم حج کے بعد وہ عراق جانے لگا تو علی بن اسماعیل نے بھی عراق جانے کا ارادہ کیا۔ امامؑ نے بھتیجے علی بن اسماعیل کو بلایا اور پوچھا: تم خلیفہ کے ساتھ عراق کیوں جانا چاہتے ہو؟

علی بن اسماعیل نے کہا: میں مقروض ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا۔

۱۔ اصول کافی، ج۱، ص۴۸۵

اس نے کہا: میں گھر والوں کی روٹی روزی کا بندوبست کرنا چاہتا ہوں۔

امامؑ نے فرمایا: میں ان کی روٹی روزی کا ذمہ لیتا ہوں۔

کہنے لگا: نہیں! میں بہر حال سفر پر جاؤں گا۔

امامؑ نے اس کو اپنے بھائی محمد بن جعفر کے ذریعے تین سو دینار اور چار ہزار درہم بھیجے اور پیغام بھیجا، اب جبکہ تم نے سفر کا ارادہ کرلیا ہے، سفر کے خرچ کے لئے رکھ لو اور میرے بچوں کو یتیم نہ کرو۔

"اجعل هٰذا فی جهازک و لا توتم ولدی "(۱)

دوسری روایت میں ہے امامؑ نے ان سے فرمایا: خدا کی قسم وہ میرا خون بہانے کے لئے چغل خوری اور بدگوئی کرے گا اور میرے بچوں کو یتیم کرے گا۔

آخر کار علی بن اسماعیل بغداد میں یحییٰ بن خالد کے پاس پہونچ گیا اور امامؑ کے واقعات اس نے بیان کئے۔ یحییٰ اس کو ہارون کے پاس لے گیا، اس نے ہارون سے کہا: انہوں نے بہت سی دولت اکٹھا کرلی ہے۔ کئی گھر دولت جمع کرنے کے لئے بنوائے ہیں، مشرق ومغرب ان کے پاس آتے ہیں، ایک باغ تیس ہزار دینار کا خریدا ہے۔ اس کا نام بشیرہ رکھا ہے۔

ہارون نے حکم دیا کہ اسے بیس ہزار درہم انعام دیا جائے تاکہ علاقۂ بغداد ہی میں گھر بنوا لے اور آسائش سے زندگی گذارے۔

اس نے بغداد کے مشرقی حصے میں سکونت اختیار کی یہاں تک کہ ایک دن بیت الخلاء گیا، اسے مخصوص قسم کی بیماری ہوگئی تھی، اس کی تمام آنتیں اترنے لگیں۔ وہ وہی گر گیا۔ موجودہ لوگوں نے ہر جتن کر ڈالا کہ وہ ٹھیک ہو جائے لیکن کامیاب نہ ہوسکا، اس پر موت طاری ہونے لگی، اس کے پاس اس کی ساری دولت لائی گئی تو دہاڑا۔ **"ما اصنع به و انا فی الموت "** (میں ان روپیوں کا کیا کروں میں تو موت جھیل رہا ہوں)۔(۲)

۱۔ عیون الاخبار، ج۱،ص ۶۹

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۳۲

امامؑ گرفتار کئے گئے

اسی سال ہارون حج کرنے کے لئے حجاز آیا اور رسول خداؐ کے مرقد پر آ کر بولا: اے رسول خداؐ! میں نے جو ارادہ کرلیا ہے اس کے لئے آپ کی بارگاہ میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں موسیٰ بن جعفرؑ کو گرفتار کرنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ اپنے پروگرام کے مطابق آپ کی امت میں ٹکراؤ پیدا کرنا چاہتے ہیں اور مسلمانوں کا خون بہانا چاہتے ہیں۔

اس کے بعد ہارون نے حکم دیا: امام کو مسجد النبیؐ سے گرفتار کرلیا جائے (جہاں آپ نماز میں مشغول تھے) آپ کو گرفتار کر کے ہارون کے سامنے لایا گیا۔ ہارون نے حکم دیا کہ دو محمل آراستہ کی جائے، دونوں پر بہت سے سپاہی متعین کئے، امامؑ کو ان میں سے ایک پر سوار کیا گیا اور یہ ظاہر کیا گیا کہ ایک بصرہ کی طرف جا رہی ہے اور دوسری کوفے کے راستے بغداد جا رہی ہے تاکہ لوگ یہ نہ سمجھ سکیں کہ امام ان دونوں میں سے کس کارواں میں ہیں۔

امامؑ بصرے کے کارواں میں تھے، آپ کو بصرہ لایا گیا اور گورنر بصرہ عیسیٰ بن جعفر بن منصور دوانقی کے سپرد کر دیا گیا۔ امامؑ ایک سال اس کے قید خانہ میں رہے۔(۱)

زندان بدلتے رہے

امام موسیٰ کاظمؑ کے بارے میں روایات میں ملتا ہے **"لا یزال ینتقل من سجن الی سجنٍ"** (آپ کو متواتر ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں منتقل کیا جاتا رہا)

اس کی تفصیل یہ ہے۔

عیسیٰ بن جعفر کا زندان

جس وقت امامؑ کو بصرہ لایا گیا، پہلے عیسیٰ بن جعفر بن منصور کے قید خانے میں رکھا گیا، ایک سال گذر گئے تو عیسیٰ نے ہارون کو یہ خط لکھا: زمانہ گذرا کہ موسیٰ بن جعفر میرے قید خانے میں ہیں، میں نے اس عرصے میں انہیں آزمایا، جاسوس اور نگراں بھی معین کئے لیکن ان کی زبان سے سوائے عبادت اور دعا کے کچھ نہ سنا

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۳۱

گیا۔ میں نے کچھ لوگوں کو لگایا کہ وہ سنیں کہ دعا میں کیا کہتے ہیں۔ کبھی نہ سنا گیا کہ انہوں نے مجھے یا آپ پر نفرین کی ہو اور اپنے لئے بھی سوائے مغفرت کے کچھ نہیں کہتے۔ اس لئے آپ اب کسی کو بھیجئے تا کہ میں موسیٰ بن جعفرؑ کو آپ کے حوالے کردوں ورنہ میں انہیں آزاد کردوں گا۔ کیونکہ اب اس سے زیادہ میں انہیں قید خانے میں نہیں رکھوں گا۔ امامؑ کی دعاؤں میں ایک یہ تھی۔ **"اللھم انک تعلم انی کنت اسئلک ان تفرغنی لعبادتک اللھمّ وقد فعلت فلک الحمد"**

خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے تجھ سے سوال کیا تھا کہ مجھے تنہائی میں عبادت کرنے کا موقع دیدے۔ خدایا! تو نے مجھے یہ موقع دیدیا تو بس تیری ہی حمد اور ستائش ہے۔

فضل بن ربیع کا زندان

ہارون نے عیسیٰ کا خط پا کر ایک شخص کو بھیجا کہ عیسیٰ سے موسیٰ بن جعفرؑ کو اپنی تحویل میں لے اور بغداد میں فضل بن ربیع کے حوالے کردے۔ جو ہارون کا وزیر تھا۔

اس نے ہارون کے حکم پر عمل کیا اور امامؑ طویل عرصے تک فضل کے قیدی اور اس کی نگرانی میں رہے۔

ہارون نے فضل سے کہا کہ امامؑ کو قتل کردے لیکن اس نے یہ عمل انجام نہیں دیا، اس وقت ہارون نے فضل کو خط لکھا کہ امام کو فضل بن یحییٰ برمکی کے حوالے کردے۔

فضل بن یحییٰ برمکی کا زندان

ہارون کے حکم کے مطابق فضل بن یحییٰ نے بغداد میں امام کو فضل بن ربیع کے حوالے کردیا، اس نے آپ کو اپنے گھر کے ایک کمرے میں جگہ دی اور کچھ نگراں مقرر کردیئے۔ آپ شب و روز عبادت میں مصروف رہتے تھے، زیادہ دنوں میں روزہ رکھتے، محراب عبادت سے کبھی دوسری طرف رخ بھی نہ کیا، فضل نے یہ دیکھا تو آپ کو کچھ آسانیاں فراہم کیں، ان کی عزت کرنے لگا، جب اس کی خبر ہارون کو ہوئی تو اس نے فضل کو خط لکھ کر امامؑ کے احترام سے منع کیا اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا، فضل اس کام کے اقدام سے باز رہا۔

سندی بن شاہک کا زندان

ہارون سخت غصہ ہوا اور اپنے خادم مسرور کو بلا کر کہا کہ ابھی بغداد جاؤ، سیدھے موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس پہونچ جانا، اگر انہیں آسائش میں دیکھنا تو یہ خط عباس بن محمد کو دے کر کہنا کہ جو کچھ اس خط میں لکھا ہے اس پر عمل کرے۔ ایک دوسرا خط دے کر کہا کہ یہ خط سندی بن شاہک کو دیدنا اور حکم دینا کہ عباس بن محمد کی اطاعت کرے۔

مسرور تیزی سے بغداد پہونچ کر فضل بن یحیٰ کے مکان میں چلا گیا کسی کو معلوم نہیں ہوا کہ کیوں آیا ہے، وہ موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس پہونچا تو انہیں آرام و آسائش میں دیکھا فوراً ہی عباس بن محمد اور سندی بن شاہک کے پاس پہونچ گیا اور دونوں کو ہارون رشید کا خط دیدیا۔

عباس نے جو کہ فوجی افسر تھا سندی بن شاہک کو طلب کیا اور اسے حکم دیا کہ امامؑ کو برہنہ کر کے سو تازیانے لگائے ...اس طرح امامؑ سندی بن شاہک کے خوفناک اور تاریک ترین قید خانے میں اذیت جھیلنے کے لئے پہونچا دئے گئے۔(۱)

کنیز کی زندگی میں انقلاب

عامری کہتا ہے کہ ہارون رشید نے ایک انتہائی خوبصورت اور خوش قامت کنیز کو امامؑ کے قید خانے میں بھیجا تا کہ وہ قید خانے میں امامؑ کی خدمت کرے امامؑ نے اس کنیز کو قبول نہیں کیا اور عامری سے فرمایا: ہارون سے کہہ دو "بل انتم بهديّتكم تفرحون "(۲)

بلکہ تمہارا ہدیہ تمہیں کو مبارک ہو۔

عامر نے واپس جا کر ہارون کو ساری بات بتائی، ہارون کو بہت غصہ آیا اور کہا کہ قید خانے میں جا کر موسیٰ بن جعفرؑ سے کہو: نہ میں نے تمہاری خوشی سے تمہیں قید کیا ہے نہ تمہاری مرضی سے کنیز بھیجی ہے، یہ کنیز اسی قید خانے میں رہے گی۔

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۳۱۔ ۲۳۴

۲۔ سورۂ نمل/۳۶

پھر ہارون نے نگراں متعین کئے تا کہ دیکھے کہ کنیز کیا کرتی ہے، نگراں نے دیکھا کہ کنیز (عبادت امامؑ کو دیکھ کر) سجدے میں گری ہوئی ہے اور کہتی جاتی ہے "قدوس. سبحانک .سبحانک"۔(اے خدائے پاک۔ تو ہر عیب اور ہر نقص سے پاک ہے)

نگراں نے ہارون سے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ ہارون نے کہا: بخدا موسیٰ بن جعفرؑ نے کنیز پر جادو کر دیا ہے، اس کنیز کو میرے سامنے حاضر کرو۔

کنیز اس حال میں ہارون کے سامنے لائی گئی کہ اس کا سارا بدن کپکپا رہا تھا، وہ آسمان کو دیکھ رہی تھی بالکل مبہوت۔

ہارون نے پوچھا۔ تیری حالت ایسی کیوں ہے؟

کنیز نے کہا: میں موسیٰ بن جعفرؑ کے سامنے بیٹھی تھی، وہ رات دن عبادت میں مصروف تھے۔ بعد نماز تسبیح وتقدیس الٰہی بجالاتے تھے۔ میں نے عرض کی: اے میرے آقا! کوئی ضرورت ہے جسے میں پورا کروں؟ میں آپ کی خدمت گزاری کے لئے یہاں آئی ہوں۔

فرمایا: یہ لوگ (ہارون اور اس کے ساتھی) میرے بارے میں کیا سوچ رہے ہیں، اچانک آپ نے ایک طرف توجہ کی میں نے ادھر دیکھا تو بڑا شاداب باغ نظر آیا، خوبصورت فرش، ریشمی پردے اور دل انگیز ہوا تھی، وہاں ہر قسم کی غذا فراہم تھی، بہشت کے حور وغلماں پذیرائی کر رہے تھے، میں بے اختیار سجدے میں گر گئی یہاں تک آپ کے نگراں مجھے اٹھا کر یہاں لے آئے۔

ہارون نے کہا: اے گندی عورت! تو خواب میں سجدہ میں گئی تھی اور یہ سب دیکھا تھا۔

کنیز نے کہا: نہیں۔ خدا کی قسم! اس باغ کو سجدے سے پہلے دیکھا تھا اسی لئے سجدے میں گر گئی تھی۔

ہارون نے عامری سے کہا کہ اس خبیث عورت کو اپنی نگرانی میں رکھو تا کہ کسی سے بیان نہ کرے، وہ کنیز اسی طرح عبادت ودعا میں مشغول رہی یہاں تک کہ امامؑ سے قبل ہی دنیا سے چلی گئی۔(۱)

۱۔مناقب بن شہر آشوب، ج۴،ص ۲۹۷، ۲۹۸

امامؑ کی شہادت کا واقعہ

آخر کار ہارون تنگ آ گیا، اس نے دیکھا کہ روز بروز امامؑ کی عظمت بڑھتی ہی جاتی ہے اور شیعوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے، ان کا اعتقاد بھی بڑھ رہا ہے، یہ دیکھ کر اسے خطرے کا احساس ہونے لگا اور اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ امام کو زہر دیدے۔

اس نے کچھ خرمے منگائے اس میں سے کچھ کھایا پھر ایک طشت منگایا اور اس میں بیس خرمے ڈال دئے، پھر سوئی اور ریشمی دھاگے منگا کر اس دھاگے کو زہر میں بجھایا اور اس سوئی کو دھاگے کے ساتھ خرموں میں چبھویا۔ اس طرح اس نے تمام خرمے زہر میں بجھا دئے۔ پھر اس طشت کو غلام کے حوالے کر کے کہا: اسے موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے جاؤ اور کہنا کہ اس میں سے امیر المومنین نے چند خرمے کھائے ہیں اور اتنے آپ کی خدمت میں بھیجے ہیں اور آپ کو اپنے حق کی قسم دی ہے کہ ان تمام خرموں کو کھا جائیے، کیونکہ انہیں خود انہوں نے چنا ہے کسی کو نہیں دیا ہے صرف آپ کے لئے منتخب کیا ہے۔

غلام خرما لے کر قید خانے میں گیا اور امامؑ سے ہارون کا پیغام کہا: امامؑ نے اس میں سے دس خرمے کھا لئے پھر فرمایا: "**حسبک قد بلغت ما یحتاج الیه فیما امرت به**" (اتنا ہی کافی ہے، تم اتنے ہی کے لئے مامور تھے۔ تم اپنا مقصد پا گئے) (۱)

امامؑ، زہر کھانے کے بعد تین روز تک بستر شہادت پر رہے پھر دنیا سے گذر گئے۔

سندی بن شاہک نے دیکھاوے کے لئے، چند قاضی اور دیگر عادل نما افراد کو گواہی دینے کے لئے بلایا کہ موسیٰ بن جعفرؑ کو زہر نہیں دیا گیا ہے، آپ کو کسی قسم کی بیماری یا تکلیف نہیں تھی۔

امامؑ اس کے مقصد کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم لوگ گواہی دینا کہ مجھے تین روز پہلے زہر دیا گیا، بظاہر میں ٹھیک ہوں لیکن میرے سارے بدن میں زہر کا اثر ہے، میں بہت جلد اس زہر کے اثر سے مر جاؤں گا، آخر تیسرے دن آپ نے شہادت پائی۔ (۲)

۱۔ عیون اخبار الرضا، ج ۱، ص ۱۰۰۔ بحار الانوار، ج ۴۸، ص ۲۲۳

۲۔ بحار، ج ۴۸، ص ۲۴۷، عیون المعجزات، ص ۹۵

ارشاد شیخ مفید میں ہے کہ امامؑ کو ہارون نے سندی کے ذریعے میسّب کے گھر میں واقع مشہور قید خانے میں ہارون کی سلطنت کے پندرہویں سال زہر سے شہید کیا۔(۱)

روایت ہے کہ جب امام کاظمؑ کا وقت وفات قریب آیا تو آپ نے سندی بن شاہک سے فرمایا کہ جو لوگ بغداد میں مدینے والے آپ کے دوست ہیں انہیں آپ کے گھر واقع عباس بن محمد میں بلالاؤ تا کہ وہ میرے غسل وکفن کا انتظام کریں۔

سندی کہتا ہے کہ میں نے عرض کی: مجھے اجازت دیجئے کہ میں یہ کام خود انجام دوں۔ مجھے اجازت نہ دی اور فرمایا: ہم اس خاندان سے ہیں جو اپنی عورتوں کا مہر اولین حج کے اخراجات اور مردوں کے کفن پاک مال سے کرتے ہیں، میرا کفن میرے پاس ہے، میں چاہتا ہوں کہ میرے غسل وکفن کا انتظام فلاں شخص کرے، امامؑ نے جس کا نام لیا تھا اس نے آپ کے تمام امور انجام دئے۔(۲)

طبیب کی آمد اور جنازے کی توہین

روایت ہے کہ آخری ساعتوں میں طبیب آپ کے سرہانے آیا طبیب نے پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟ امامؑ نے اس کی طرف توجہ نہ کی، جب اس نے زیادہ اصرار کیا تو آپ نے ہتھیلی کی زردی دکھاتے ہوئے فرمایا: میری بیماری یہ ہے۔

طبیب وہاں سے اٹھ کر نگرانوں کے پاس گیا اور کہا: خدا کی قسم وہ تم سے زیادہ اپنے زہر دیئے جانے سے آگاہ ہیں، اس کے بعد امامؑ دنیا سے گذر گئے۔

راوی کہتا ہے: اس کے بعد اس غریب مظلوم امامؑ کا جنازہ تابوت میں رکھ کر قید خانے سے باہر لایا گیا، ایک شخص آگے آگے چلا رہا تھا۔"ھذا امام الرّفضة فاعرفوه"(یہ رافضیوں کا امام ہے اسے پہچان لو)۔

جنازے کو بازار میں لیجا کر رکھ دیا گیا اور اعلان کر دیا گیا کہ یہ موسیٰ بن جعفر ہیں جو اپنی موت سے مرے ہیں، آکر دیکھ لو۔ لوگ آکر جنازہ دیکھتے رہے۔(۳)

۱۔منتخب التواریخ،ص ۵۱۸

۲۔ترجمۂ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۳۵۔۲۳۶

۳۔انوار البہیہ،ص ۲۰۹۔۲۱۲، عیون الاخبار، ج ۱، ص ۱۰۸، کمال الدین، ج ۱، ص ۱۱۸

شیخ حر عاملیؒ نے اثبات الہداۃ میں لکھا ہے کہ سندی بن شاہک نے حکم دیا کہ جنازے کو بغداد کے پل پر رکھ کر اعلان کیا جائے کہ موسیٰ بن جعفرؑ اپنی موت سے مر گئے۔ لوگ امامؑ کا جنازہ دیکھ رہے تھے لیکن آپ کے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں تھا۔

روایت ہے کہ ایک مخلص شیعہ نے جب یہ اعلان سنا کہ موسیٰ بن جعفرؑ قتل نہیں کیے گئے بلکہ اپنی موت سے مرے ہیں تو حاضرین سے کہنے لگا کہ میں خود امامؑ سے اس بارے میں پوچھوں گا۔

لوگوں نے کہا وہ تو دنیا سے گذر گئے، کیسے اپنا حال بتائیں گے؟ وہ جنازے کے قریب آ کر بولا:

اے فرزند رسولؐ! آپ سچے اور آپ کے پدر بزرگوار سچے۔ مجھے بتائیے کہ کیا آپ کو قتل کیا گیا ہے؟ یا اپنی موت سے مرے ہیں؟

امامؑ نے لب کھولے اور تین بار فرمایا:

"قتلاً قتلاً قتلاً" (مجھے قتل کیا گیا ہے) (۱)

مقبرۂ قریش میں امامؑ کی تدفین

مظلوم امامؑ کے جنازے کو نگہبانوں اور نوکروں کی نگرانی میں لایا گیا، لوگ جمع ہو گئے تھے اور ایک شور وفغاں بلند تھا، اتنے میں سلیمان بن جعفر نے (منصور دوانیقی کا بیٹا، ہارون کا چچا) نہر کے کنارے واقع اپنے محل سے لوگوں کا شور وفغاں سنا تو اسے حادثے کی خبر ہوئی۔ اپنے غلاموں کو جمع کر کے ان سے کہا: طاقت کے زور پر جنازہ چھین لو تا کہ احترام کے ساتھ قبرستان بنی ہاشم کی طرف لے چلیں۔

سلیمان سرو پا برہنہ باہر آیا، گریبان چاک تھا، جنازے کے پاس آ کر حکم دیا کہ پکارو:

جو شخص طیب بن طیب کو دیکھنا چاہے وہ موسیٰ بن جعفرؑ کا جنازہ دیکھے۔

یہ سن کر تمام لوگ جمع ہو گئے اور قبرستان بنی ہاشم تک جنازے کی مشایعت کی۔

سلیمان نے بحسب ظاہر حکم دیا کہ وہ کفن جس کی قیمت ڈھائی ہزار دینار تھی اور اس پر پورا قرآن لکھا ہوا تھا۔ آپ کو وہی کفن دیا گیا اور احترام کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔

۱۔ اثبات الہداۃ حالات امام موسیٰ کاظم

ہارون نے دکھاوے کے لئے اپنے چچا سلیمان کو خط لکھ کر اسے سراہا اور لکھا کہ سندی بن شاہک ملعون نے بغیر میری مرضی کے امامؑ پر یہ مظالم ڈھائے، میں آپ کے اس کام سے خوش ہوں۔(۱)

مناجات امامؑ

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کو زندان کی تاریکی میں شکنجہ دیا جاتا تھا۔ آپ کے ہاتھ پاؤں زنجیر میں جکڑے رہتے تھے۔

آپ نے زندان میں جاتے ہوئے فرمایا: خدایا تیری حمد وثنا کہ تو نے مجھے ایسی خلوت عطا کی جہاں پوری یکسوئی سے تیری عبادت کرسکوں، لیکن زندان کے آخری ایام میں یہ مناجات تھی۔

"یا مخلّص الشّجر من بین رملٍ..."

اے وہ خدا جو درخت کو مٹی پانی اور ریگزار سے نجات دیتا ہے، اے وہ خدا جو آگ کو آگ اور لوہے سے نجات دیتا ہے، اے وہ جو دودھ کو خون اور فضلے سے نجات دیتا ہے، اے وہ خدا جو بچے کو پردۂ رحم سے نجات دیتا ہے، اے خدا جو رفع کو داخلی حجاب سے نجات دیتا ہے، مجھے ہارون کے چنگل سے نجات دے۔(۲)

امامؑ پر صلوات

امامؑ کی صلوات کے سلسلے میں وارد ہے کہ

"اللھم صلی علی ... المعذّب فی قعر السجون"

خدایا صلوات بھیج ...اس پر جس کو تاریک زندان اور اندھیرے کنویں میں شکنجہ دیا جاتا تھا، جس کی پنڈلیاں حلقۂ زنجیر سے گھل گئی تھیں، جس کے جنازے پر بڑی ذلت سے آواز دی جاتی تھی، جس بزرگ کی وراثت چھن گئی، حق لے لیا گیا، امر مغلوب اور خون طلب کیا گیا، مسموم حالت میں اپنے جد مصطفیٰؐ اور پدر مرتضیٰؑ،

۱۔انوار البھیہ، محدث قمی، ص ۲۱۵

۲۔عیون الاخبار، ج ۱، ص ۹۴

مادر سیدہ کی بارگاہ میں پہونچے۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ امامؑ نے وصیت کی تھی کہ آپ کو اسی زنجیر میں دفن کیا جائے جس میں آپکو شکنجہ دیا جاتا تھا۔(۲)

یہ وصیت شاید اس لئے تھی کہ جس وقت آپ اپنے جد رسول خداؐ یا مادر گرامی حضرت زہراؑ سے ملاقات کریں تو عرض کریں کہ مجھے زنجیروں اور زندانوں میں شکنجہ دیا گیا۔

۱۔ مصباح الزائر سید ابن طاوس و کبریت الاحمر، ص ۱۷۶

۲۔ منتخب التواریخ، ص ۵۱۷

دسویں معصوم امام رضا علیہ السلام کے مصائب

آٹھویں امام حضرت علی بن موسیٰ علیہ السلام کی ۱۱رذی قعدہ ۱۴۸ھ کو مدینہ میں ولادت ہوئی اور آخر صفر ۲۰۳ھ میں پچپن سال کی عمر میں ساتویں عباسی خلیفہ مامون رشید کے ذریعے سنا بادنوقان میں جو آج مشہد مقدس کا حصہ ہے زہر سے شہادت پائی، آپ کا روضہ مشہد مقدس (ایران) میں ہے۔

آپ کی امامت کا زمانہ بیس سال (۱۸۳تا ۲۰۳) ہے۔اس میں سترہ سال مدینے میں اور تین سال خراسان میں گذرے۔

امامؑ ہارون کے زمانے میں

امام رضاؑ کی امامت کے دس سال (۱۸۳۔۱۹۳) ہارون رشید پانچواں عباسی خلیفہ اور قاتل امام موسیٰ کاظمؑ کے زمانۂ حکومت میں گذرے۔اس زمانے میں امام رضاؑ مدینے میں تھے، آپ مسلسل ہارون کے متعین حکمرانوں کی زیرنگرانی زندگی بسر کررہے تھے، بطور نمونہ۔

۱۔جس وقت ہارون نے رقّہ سے مکہ جانے کا ارادہ کیا عیسیٰ بن جعفر (ہارون کے چچا) نے اس سے کہا: تم نے قسم کھائی تھی کہ جو بھی موسیٰ بن جعفرؑ کے بعد امامت کا دعویٰ کرے اس کی گردن ماردو۔اب ان کے فرزند امام رضاؑ یہی دعویٰ کرتے ہیں۔

ہارون نے غضبناک نگاہوں سے اس کو دیکھ کر کہا: تم کیا چاہتے ہو؟ میں کیا کروں؟ کیا سب کی گردن ماردوں؟ (۱)

۲۔صفوان بن یحییٰ کہتا ہے کہ حضرت امام کاظمؑ کی شہادت کے بعد امام رضاؑ نے خطبہ فرمایا اور اپنی امامت ظاہر کی،۔میں اس کے انجام سے خوفزدہ تھا، امامؑ کے حضور میں پہونچ کر عرض کی: آپ نے اپنی امامت ظاہر فرمائی ہے لیکن مجھے اس طاغوت (ہارون) کے گزند سے ڈرلگتا ہے۔

۱۔عیون الاخبار، ج۲، ص۲۲۶

امامؑ نے فرمایا: وہ جتنی چاہے کوشش کرڈالے مجھ پر اس کا کوئی قابو نہ چل سکے گا۔

صفوان کہتا ہے: اس خبر سے مجھے اطمینان ہوگیا کہ وزیر ہارون یحیٰ بن خالد برمکی نے ہارون سے کہا کہ یہ علی بن موسیٰؑ اپنی امامت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ہارون نے جواب دیا: میں نے ان کے باپ کے ساتھ جو کچھ کیا اس کا کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔ کیا تم چاہتے ہو کہ سبھی کو قتل کردوں؟

برمکیوں کا ہارون کی سلطنت میں بڑا رسوخ تھا، یہ آل محمدؐ کے شدید دشمن تھے، جب بھی موقع پاتے ہارون کو آل محمدؐ کے خلاف ابھارتے رہتے تھے۔(۱)

۳۔ محمد بن سنان کہتا ہے: میں نے امام رضاؑ سے عرض کی: آپ نے اپنے والد بزرگوار کے بعد امامت ظاہر کی، حالانکہ ہارون کی تلوار سے خون ٹپک رہا ہے۔

امامؑ نے جواب دیا: رسول خداؐ کے ارشاد نے مجھے اس کام کی ہمت دلائی، آپ نے فرمایا تھا کہ اگر ابو جہل میرا ایک بال بھی بیکا کرسکے تو تم گواہی دینا کہ پیغمبر نہیں ہوں۔(۲)

۴۔ ابوصلت ہروی کہتا ہے: ایک دن حضرت امام رضاؑ اپنے گھر میں تھے۔ ہارون کا قاصد آپ کی خدمت میں آکر بولا: ابھی آپ کو ہارون نے بلایا ہے تشریف لے چلئے۔ امامؑ اٹھے اور مجھ سے فرمایا: اے ابوصلت! اس وقت مجھے ہارون نے صرف اس لئے بلایا ہے کہ مجھ پر عظیم بلا نازل کرے لیکن وہ کچھ نہ کرسکے گا، میں رسول خداؐ کی ایک دعا کے ذریعے اس کے گزند سے خود کو محفوظ کرلوں گا۔

ہم امامؑ کے ہمراہ ہارون کے پاس پہونچے۔ ہارون کی نظر آپ پر پڑی تو آپ وہی دعا پڑھ رہے تھے، ہارون نے انہیں دیکھ کر کہا: اے ابوالحسن! میں نے حکم دیا ہے کہ آپ کو ایک لاکھ درہم دیا جائے تاکہ آپ اس سے اپنے گھر کی ضرورتیں پوری کریں۔

جب آپ ہارون کے گھر سے باہر آئے تو ہارون نے کہا: آپ کے لئے میں نے کچھ اور ارادہ کیا تھا۔

۱۔ عیون الاخبار، ج۲، ص۲۲۶

۲۔ روضۃ الکافی، ص۲۵۷

لیکن خدا نے دوسرا ہی ارادہ کیا اور ارادۂ خدا بہتر ہے۔(۱)

☆ یہ تاریخی کلمات بتاتے ہیں کہ آٹھویں امامؑ اور آپ کے شیعہ، ہارون کے زمانۂ خلافت میں شدید ترین نگرانی میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن ہارون نے امام کاظمؑ کو شہید کر کے اجتماعی و سیاسی اعتبار سے بری طرح شکست کھائی تھی اس لئے وہ چاہتا تھا کہ امام رضاؑ کے ساتھ یک گونہ نرمی کا برتاؤ کرے۔

امامؑ خلافت مامون کے زمانے میں

لگ بھگ ۱۹۶ھ میں ہارون کا بیٹا مامون رشید مسند خلافت پر بیٹھا، اس کی خلافت اکیس سال تک رہی، اس نے آٹھویں امامؑ کو مدینہ سے خراسان بلایا اور اس نے حضرت سے اپنی قربت ظاہر کرنے کے لئے شورشیں دبائیں اور لوگوں کو خود سے راضی ہونے کا ڈھونگ رچایا اس کی مختصر وضاحت یوں ہے۔

عباسیوں سے مسلسل دو طاقتیں نبرد آزما تھیں ایک علویوں کا گروہ دوسرا ایرانی۔

واقف کاروں کی نظر میں قوی احتمال ہے کہ یہی امر باعث ہوا کہ اس نے امامؑ کو خراسان طلب کیا اور انہیں ولیعہدی قبول کرنے پر آمادہ کیا، اس طرح اس نے علویوں کو بھی راضی کرنا چاہا اور ایرانیوں کو بھی جن کی زندگی کا سرنامہ حبّ علیؑ و آل علیؑ تھا، خوش کرنا چاہا لیکن جیسا کہ ہم آگے پڑھیں گے آٹھویں امامؑ کی روش نے مامون کی سازش کو ناکام بنا دیا اور کچھ لوگوں نے یہ سمجھ لیا کہ مامون بھی باپ کی طرح طاغوت ہے اور اس کی پیروی طاغوت کی پیروی ہے۔

مامون نے ۲۰۰ھ میں بہت سے خطوط اور فرستادے مدینے میں امامؑ کی خدمت میں بھیجے اور حضرت کو تاکید و شدت پسندی کے ساتھ خراسان آنے کی دعوت دی اور حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ امامؑ نے صلاح اسی میں دیکھی کہ اس مسافرت پر تن بہ تقدیر راضی ہو جائیں، ان چند روایات پر غور کرنا چاہئے۔

۱۔ مہج الدعوت۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۱۱۶

مکہ و مدینہ سے حضرت رخصت ہوئے

۱۔ جس وقت مامون کے فرستادے حضرت رضاؑ کو خراسان لے جانے کے لئے مدینہ آئے حضرت رضاؑ مسجد النبیؐ میں قبر رسولؐ سے رخصت ہونے آئے، آپ بار بار قبر رسولؐ سے رخصت ہو رہے تھے، ہر بار بلند آواز سے گریہ فرماتے تھے۔

محول سجستانی کہتا ہے کہ میں امامؑ کی خدمت میں پہونچا اور سلام کیا، آپ نے سلام کا جواب دیا، میں نے آپ کو سفر خراسان کی مبارکباد دی، فرمایا: میری زیارت کے لئے آؤ کیونکہ میں اپنے جد کے جوار سے نکل رہا ہوں اور عالم غربت میں دنیا سے جاؤں گا، قبر ہارون کے پہلو میں دفن ہوں گا، میں حضرت کے ہمراہ خراسان گیا، یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے اور قبر ہارون کے قریب دفن کئے گئے۔ (۱)

۲۔ امیہ بن علی کہتا ہے کہ جس سال حضرت رضاؑ نے مراسم حج میں شرکت فرمائی اور خراسان کی طرف چلے میں مکے سے آپ کے ساتھ رہا، آپ کے پانچ سالہ فرزند امام جوادؑ بھی آپ کے ساتھ تھے، امام خانۂ خدا سے رخصت ہوئے، جب طواف سے فارغ ہوئے، مقام پر گئے وہاں نماز پڑھی۔ امام جوادؑ موفّق غلام کے دوش پر تھے جو آپ کو طواف کرا رہا تھا اور حجر اسماعیل کے نزدیک امام جوادؑ اس کے دوش پر سے زمین پر آئے اور طویل مدت تک وہاں بیٹھے رہے، موفق نے کہا: قربان جاؤں۔ اٹھیئے!

امام جوادؑ نے فرمایا: میں یہاں سے اٹھنا نہیں چاہتا جب تک خدا چاہے، آپ کے چہرے سے آثار غم نمایاں تھے۔

موفق حضرت رضاؑ کے پاس گیا اور کہا کہ قربان جاؤں حضرت جوادؑ حجر اسماعیل کے پاس بیٹھ گئے ہیں، اٹھتے نہیں ہیں۔

امام رضاؑ فرزند کے قریب آئے اور کہا: پیارے! اٹھو۔

حضرت جوادؑ نے عرض کی: کیسے اٹھوں، آپ خانۂ خدا سے اس طرح وداع ہو رہے ہیں جیسے اب کبھی نہ آئیں گے۔

۱۔ عیون الاخبار، ج ۲، ص ۲۱۶

امام رضاؑ نے فرمایا: پیارے اٹھو۔ اس وقت امام جوادؑ اٹھے اور امام راہ طئے کرنے لگے۔ (۱)

۳۔ امام رضاؑ جس وقت مدینے سے چلنے لگے۔ آپ نے اپنے خاندان اور رشتہ داروں کو بلا کر ان سے فرمایا: اس وقت تم لوگ میرے اوپر گریہ کرلو تا کہ میں تم لوگوں کی صدائے گریہ و نالہ سن لوں۔

پھر آپ نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کئے اور ان سے فرمایا: میں اب ہرگز اپنے اہلبیتؑ میں واپس نہیں آؤں گا، اس کے بعد اپنے فرزند حضرت جوادؑ کا ہاتھ تھام کر مسجد میں تشریف لے گئے اور ان کا ہاتھ قبر رسولؐ پر رکھا، انہیں قبر رسولؐ سے چسپاں کر کے رسول خداؐ کے حوالے کیا، ان کی حفاظت کے لئے بواسطہ رسول، خدا سے دعا کی۔ حضرت جوادؑ نے امام رضاؑ کو دیکھا اور کہا: خدا کی قسم آپ خدا کی طرف جا رہے ہیں۔

پھر امام رضاؑ نے تمام غلاموں اور وکیلوں کو اطاعت حضرت جوادؑ کا حکم دیا اور فرمایا کہ ان کی مخالفت نہ کریں، اس طرح ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپ ہی امام رضاؑ کے جانشین ہیں۔ (۲)

امامؑ نیشاپور میں

شہر مرو خراسان کی راجدھانی تھا اور مامون وہیں حکومت کرتا تھا، اس نے رجاء بن ضحاک کو ایک جمعیت کے ساتھ امامؑ کے استقبال کے لئے مرو بھیجا کہ کہیں امامؑ اپنے راستے میں شیعی شہروں میں ان سے ملاقات نہ کریں، رجاء کو حکم دیا تھا کہ حضرت کو بصرہ سے اہواز اور وہاں سے فارس پھر وہاں سے خراسان لیکر آئے، کوفے کے راستے سے نہ لائے، (۳) بعض تاریخوں میں ہے کہ امامؑ قم کے راستے سے آئے۔ (۴)

امام رضاؑ راستہ طے کرتے ہوئے نیشاپور پہونچے، وہاں بہت سے لوگوں نے آپ کا استقبال کیا، جب آپ نے مرو جانے کا ارادہ کیا تو بہت سے اہلبیت کے علماء سر راہ آئے تا کہ آپ کی زیارت کریں، انہوں نے آپ سے آباء کرام کے واسطے سے حدیث بیان کرنے کی گذارش کی، امامؑ نے حکم دیا کہ پردہ ہٹایا جائے،

۱۔ کشف الغمہ، ج ۳، انوار البہیہ، ص ۲۳۹ اعیان الشیعہ، ج ۲، ص ۱۸

۲۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۴۱۔ انوار البہیہ، ص ۲۳۹

۳۔ الخرائج والجرائح، ص ۲۳۶، عیون اخبار رضا، ج ۲، ص ۱۸۰

۴۔ فرحۃ الغری بن طاووس۔ انوار البہیہ، ص ۲۴۰

لوگوں کی بھیڑ تھی، ایک شور بلند تھا، امامؑ نے لوگوں کو چپ کرایا اور فرمایا:

میرے والد نے اپنے والد سے یہاں تک کہ امیر المومنین علیؑ نے حضرت رسول خداؐ اور انہوں نے جبرئیل سے روایت کی کہ خدا فرماتا ہے:

"کلمة لا اله الا الله حصنی فمن دخل حصنی امن من عذابی" کلمہ توحید میرا حصار محکم ہے، جو شخص اس میں داخل ہوا وہ عذاب سے بے خوف ہو گیا۔

امامؑ نے تھوڑی دیر بعد ان سے فرمایا: اس بات کی شرطیں ہیں: "و انا من شروطها" امامت کا اعتقاد رکھنا اس کی لازمی شرط ہے، یہ حدیث سلسلة الذہب کے نام سے مشہور ہے۔

اس حدیث کو بیس ہزار اور بقولے ۲۴ رہزار لوگوں نے لکھ لیا۔(۱)

اس طرح امامؑ نے لوگوں کی علی و آل علیؑ سے دوستی کو طرحدار بنایا اور چاہا کہ علیؑ کی دوستی کو اصل اعتقاد سے مربوط فرمائیں۔

امامؑ مرو میں اور ولیعہدی کا مسئلہ

اس کے بعد امامؑ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ مرو کی طرف چلے یہاں تک کہ مرو پہونچ گئے، مامون نے امامؑ کو علیحدہ مکان میں ٹھہرایا اور حضرت کا بہت زیادہ اعزاز و اکرام کیا۔ پھر ایک شخص کو خدمت امامؑ میں بھیج کر مطالبہ کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے دستبردار ہو جاؤں اور اسے آپ کے حوالے کر دوں۔

امامؑ نے سختی سے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا، مامون نے دوسری بار پیش کش کی، لیکن امامؑ نے قبول نہ کیا، آخر کار مامون نے کہا: اب جبکہ آپ خلافت قبول نہیں کرتے تو میری ولیعہدی قبول فرمایئے؟ امامؑ سختی کے ساتھ اس کام سے رکے...... آخر مامون نے تہدید آمیز انداز میں کہا: (عمر بن خطاب نے خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان بطور مشاورت قرار دیا تھا، اس میں آپ کے جد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ بھی تھے، اس نے شرط کی تھی کہ ان میں سے جو بھی مخالفت کرے، اس کی گردن ماردی جائے اور آپ کو چار و نا چار میری خواہش قبول کر لینی

۱۔ اعیان الشیعہ طبع ارشاد، ج۲، ص ۱۸

چاہئے مجھے اس کے سوا کوئی راستہ نظر نہیں آرہا ہے۔

اس وقت امام رضاؑ نے فرمایا:

میں ولیعہدی قبول کرتا ہوں اس شرط سے کہ نہ میں حکم دوں گا نہ روکوں گا نہ فتویٰ دوں گا نہ فیصلہ کروں گا نہ منصب بانٹوں گا نہ معزول کروں گا نہ موجودہ معاملات میں تبدیلی کروں گا۔ مامون نے تمام شرطیں مان لیں۔(۱)

مامون کی ترکیب ناکام ہوئی

اس سے پہلے بتایا گیا کہ مامون خود چاہتا تھا کہ اس ترکیب سے اعتراضات اور شورشوں کو دبا دیا جائے، یہاں تک کہ لوگوں میں امام رضاؑ کے رسوخ کو بھی ختم کیا جائے اور ....اس نے اس راہ میں ایک دوسرا نقشہ بھی مرتب کیا کہ بظاہر تو وہ امامؑ کا احترام کرتا تھا لیکن بباطن وہ خود اپنا تحفظ کر رہا تھا، لیکن وہ دیکھ رہا تھا کہ یکے بعد دیگرے میری تمام چالوں کو مات ہو رہی ہے، برعکس اس کے یہ نتیجہ ظاہر ہو رہا ہے کہ دن بدن امامؑ کی سیاسی ومعاشرتی حیثیت اور علمی ومعنوی مقام بڑھتا جا رہا ہے۔ آخر کار اس دنیا پرست بدباطن نے اس کے سوا کوئی چارہ نہ دیکھا کہ پوشیدہ طریقے پر امامؑ کو زہر دیکر شہید کر دے۔

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سمجھ لو کہ علماء شیعہ وسنی میں اس بات پر اختلاف ہے کہ امام رضاؑ طبعی موت سے گذر گئے یا آپ کو زہر دیکر شہید کیا گیا، مامون نے آپ کو زہر دیا یا کسی دوسرے نے۔ علماء میں زیادہ مشہور یہ بات ہے کہ امامؑ کی شہادت اس زہر سے ہوئی جسے مامون نے آپ کو دیا تھا۔(۲)

وہ آخر میں کہتے ہیں کہ '' کمینے افراد کو لوگوں کے سامنے نصیحت کرنا'' خاص طور سے ان لوگوں کو جو خلافت اور فضیلت کا دعویٰ کرتے ہیں، کینہ وعناد اور حسد کا موجب ہوتا ہے۔ امام رضاؑ لوگوں کے درمیان مامون کو موعظہ فرماتے تھے جس کی وجہ سے اس نے دل میں کینہ رکھ لیا، خیال رہے کہ مامون نے ابتدا ہی سے سازش کے ماتحت یہ چال چلی تھی تا کہ سادات اور علویوں کی ابھرتی شورش کو دبایا جا سکے، جب اس نے اپنا مطلب حاصل

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۱۵

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۹، ص ۳۱۱، ۳۱۳

کرلیا اور حکومت مستحکم ہوگئی تو اپنی نیرنگی ظاہر کردی۔

"فالحقّ ما اختاره الصّدوق و المفيد ..."

صحیح وہی رائے ہے جو صدوق، شیخ مفید اور دوسروں کی ہے کہ امام رضاؑ اس زہر کے اثر سے شہید ہوئے جسے مامون ملعون نے امامؑ کو دیا تھا۔(۱)

شہادت امامؑ کی نوعیت

امامؑ کے واقعۂ شہادت کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ روایت میں عبداللہ بن بشیر کا بیان ہے کہ مجھے مامون نے حکم دیا کہ اپنے ناخن بڑھانے کی عادت ڈال لوں اور کسی پر اپنے لمبے ناخن ظاہر نہ کروں، میں نے ایسا ہی کیا، پھر مجھے بلالیا اور کوئی چیز مجھے دی جو املی کے مانند تھی، مجھ سے کہا کہ اسے اپنے دونوں ہاتھ میں مل لو۔ میں نے ایسا ہی کیا، پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ کر اٹھ گیا، امام رضاؑ کے پاس جا کر پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟

امامؑ نے فرمایا: بھلائی کا امیدوار ہوں۔

مامون نے کہا: میں بھی آج بحمد اللہ بہتر ہوں کیا آج کوئی غلام یا آپ کا عقیدتمند آیا تھا؟

حضرت نے فرمایا: نہیں۔

مامون غصے میں لال ہوگیا، اپنے غلاموں کو پکارنے لگا (کہ کیوں امامؑ کی خدمت میں حاضری نہ دی)۔

عبداللہ بن بشیر کہتا ہے: مامون نے اس درمیان مجھ سے کہا: میرے واسطے انار لے آؤ، میں نے چند انار لا کر دئے، مامون نے مجھ سے کہا: اپنے ہاتھ سے اس کو نچوڑو۔ میں نے نچوڑا تو وہ آب انار لیکر امامؑ کی خدمت میں پہونچا اور اپنے ہاتھوں سے پلایا، یہی آپ کی وفات کا سبب ہے، اس جوس کو پینے کے بعد امامؑ دو روز سے زیادہ زندہ نہ رہے۔

ابوصلت ہروی کہتا ہے: جیسے ہی مامون امامؑ کے پاس سے گیا میں آپ کی خدمت میں پہونچا۔

۱۔ بحار الانوار، ج۴۹، ص۳۱۱۔ ترجمہ ارشاد مفید، ج۲، ص۲۶۰

امامؑ نے مجھ سے فرمایا:

اے اباصلت! ان لوگوں نے اپنا کام کردیا۔

اسی حالت میں آپ کی زبان سے حمد خدا جاری تھی (۱)۔

یہی روایت تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ عیون الاخبار میں بھی ہے۔

۲۔ روایت ہے کہ محمد بن جہم کہتا ہے: امام رضاؑ انگور پسند کرتے تھے تھوڑے سے انگور مہیا کئے گئے، ان کے ریشوں میں سوئی سے کچھ دنوں تک زہر بجھایا گیا، پھر ان سوئیوں کو نکال لیا گیا۔ اور اسے امامؑ کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ چونکہ بیمار تھے، انہیں نوش فرمایا اور یہی سبب شہادت ہوا۔ (۲)

۳۔ علی بن حسین کاتب سے نقل ہے کہ امام رضاؑ بخار میں مبتلا ہوئے اور صاحب فراش تھے کہ آپ نے فصد کا ارادہ کیا (رگ کھلوا کر بدن کا خون کم کرنا چاہا) مامون نے اس موقعے سے فائدہ اٹھایا، اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ اپنے ناخن کچھ عرصے تک نہ کٹوائے تاکہ بڑھ جائیں، پھر ایسے زہر سے جو املی کے مانند تھا اس غلام کو دیا کہ اسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں اپنے ناخنوں میں بھر لے، اس کے بعد اپنے ہاتھ نہ دھوئے اور اس بات کو کسی پر ظاہر نہ کرے۔

اس درمیان مامون حضرت امام رضاؑ کی عیادت کے لئے گیا، تھوڑی دیر تک وہاں موجود رہا، جب فصد کھولی گئی تو اس نے اپنے اسی غلام کو حکم دیا کہ امامؑ کے باغ سے کچھ انار اپنے ہاتھوں سے توڑ کر لائے، وہ انار توڑ کر لے آیا۔ مامون نے اس سے کہا: اپنے ہاتھوں سے نچوڑ کر ایک برتن میں رکھ دے، اس نے ایسا ہی کیا، مامون نے وہ جوس امامؑ کے سامنے پیش کر کے کہا: اسے نوش فرمائیے۔

امامؑ نے فرمایا: جب تم چلے جاؤ گے تو اسے پی لوں گا، مامون نے بہت اصرار کیا کہ خدا کی قسم! آپ کو میرے سامنے پینا پڑے گا، امامؑ نے تھوڑا سا پی لیا، اور مامون چلا گیا۔ ہم نے ابھی نماز عصر نہیں پڑھی تھی کہ دیکھا امامؑ کا حال منقلب ہے، وہ شدت درد سے پچاس بار کمرے سے باہر گئے اور آئے... اس قدر درد بڑھ گیا تھا کہ صبح تک شہادت ہوگئی۔ (۳)

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۶۱۔ عیون اخبار رضا، ج ۲، ص ۲۴۰

۲۔ عیون الاخبار، ج ۲، ص ۲۴۰۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۲۶۱

۳۔ عیون الاخبار، ج ۲، ص ۲۴۰

اس طرح سے مامون نے بیمار امامؑ کو زہر دیا، واقعی اس نے عجیب مہمان نوازی اور تیمارداری کی۔

تذکرۃ سبط بن جوزی میں ہے، امام رضاؑ حمام گئے جب باہر آئے تو آپ کی خدمت میں انگور کا طبق پیش کیا گیا ان انگوروں میں سوئی کے ذریعے زہر ملایا گیا تھا، امامؑ نے اسے تناول فرمایا اور وہی آپ کی وفات کا سبب ہوا۔(۱)

امامؑ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ جب امامؑ کے وفات کا وقت آیا تو آخری گھڑیوں میں آپ بہت کمزور ہو گئے تھے، آپ نے نماز ظہر پڑھ کے مجھ سے فرمایا:

کیا غلاموں اور خدمتگاروں نے کھانا کھالیا؟ میں نے عرض کی: حضور! آپ کا یہ حال ہے، ایسے میں کون کھانا کھائے گا؟

امامؑ اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمایا: دسترخوان بچھاؤ۔ پھر آپ نے تمام خدمتگاروں کو دسترخوان پر بٹھایا اور خود اس کے ایک گوشے میں بیٹھ گئے اور ایک ایک کے کھانے پر خصوصی توجہ فرمانے لگے، اس کے بعد آپ کے حکم سے عورتوں کی غذا کا انتظام کیا گیا، جب سب نے کھانا کھالیا تو امامؑ بیہوش ہو گئے، آپ پر کمزوری کا غلبہ ہوا، حاضرین نے صدائے نالہ وشیون بلند کیا، مامون بھی دکھاوے کے لئے رونے لگا، آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے وہ افسوس ظاہر کر رہا تھا، آپ کے بالائے سر کھڑا تھا کہ امامؑ کو ہوش آیا، آپ نے مامون سے فرمایا:

ابو جعفرؑ (امام محمد تقیؑ) کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا، رات کا تھوڑا حصہ گذرا تھا کہ آپ کی وفات ہوئی۔

ابوصلت کی روایت اور امام جوادؑ

ایک دوسری روایت میں ہم کو ملتا ہے کہ امام رضاؑ نے ابوصلت سے فرمایا:

کل میں اس بدکردار (مامون) کے پاس جاؤں گا، اگر میں سر برہنہ رہوں تو مجھ سے بات کرنا، میں تمہاری بات کا جواب دوں گا۔ اور اگر سر ڈھانک کر آؤں تو مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوصلت کہتا ہے: دوسرا دن آیا جب آپ نے باہر جانے کا لباس پہنا اور محراب عبادت میں بیٹھ گئے، آپ انتظار کر رہے تھے کہ اچانک مامون کا غلام آیا اور امامؑ سے کہنے لگا: امیر المومنین نے آپ کو بلایا ہے ابھی

۱۔ انوار البہیہ ص ۲۵۴

تشریف لے چلئے، امامؑ نے عبا اوڑھی، جوتے پہنے اور اٹھ کر مامون کے گھر تشریف لے گئے، میں آپ کے بعد ہی وہاں چلا، امام مامون کے پاس پہونچ گئے تھے، میں نے دیکھا کچھ انگور اور دوسرے میوے مامون کے سامنے رکھے ہیں، مامون کے ہاتھ میں ایک خوشۂ انگور تھا جس میں سے تھوڑا سا اس نے کھالیا تھا اور تھوڑا باقی تھا۔ جس وقت مامون نے امامؑ کو دیکھا تو تعظیم میں کھڑا ہو گیا اور بڑے احترام کے ساتھ آپ سے گلے ملا، حضرت کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیکر اپنے پہلو میں بٹھالیا، پھر وہی خوشہ جو اس کے ہاتھ میں تھا امامؑ کی طرف بڑھا کر کہا:

فرزند رسولؐ! اس سے بہتر انگور میں نے نہیں دیکھا، اسے تناول فرمایئے۔

امامؑ نے فرمایا: کتنے ہی انگور بہشت میں ہیں جو اس سے بہتر ہیں۔

مامون نے کہا: آپ کو حتماً کھانا ہی ہوگا، ہوسکتا ہے کہ آپ اسے نہیں کھائیں اور میرے اوپر اتہام رکھیں حالانکہ میں آپ سے بہت خلوص رکھتا ہوں۔

مامون نے اس خوشۂ انگور کو حضرت کے ہاتھ سے لیکر ان دانوں کو جنہیں وہ پہچانتا تھا کہ اس میں زہر نہیں ہے کھالیا، دوبارہ حضرت کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: اسے کھایئے۔

امامؑ نے اس میں تین دانے کھائے، اس کے تھوڑی ہی دیر بعد حضرت کی حالت دگرگوں ہونے لگی، بقیہ خوشۂ انگور کو زمین پر پھینک دیا اور اسی وقت واپس جانے کے لئے اٹھ گئے۔

مامون نے پوچھا: کہاں جارہے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: "الیٰ حیث وجّھتنی" (جہاں تو مجھے بھیج رہا ہے)

امامؑ اپنے سر کو چھپائے ہوئے (عبا سر پر ڈالے ہوئے تھے) باہر آئے میں نے ان کے ارشاد کے مطابق بات نہیں کی، یہاں تک کہ آپ گھر میں تشریف لے گئے اور فرمایا: دروازہ بند کردو اور پھر دروازہ بند کردیا گیا، اس کے بعد آپ بستر پر دراز ہو گئے اور میں گھر کے صحن میں غمگین واداس بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک خوبصورت جوان جس کے بال گھونگھریالے تھے۔ اسے دیکھا۔ وہ امام رضاؑ سے بہت زیادہ مشابہ تھا، میں ان کی طرف لپکا اور کہا: دروازہ بند ہے کہاں جارہے ہیں؟

فرمایا: جس خدا نے مجھے مدینے سے یہاں پہونچایا ہے وہ مجھے دروازہ بند ہونے کے باوجود گھر میں پہونچادے گا۔

میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟

فرمایا:" انا حجۃ اللہ علیک یا ابا صلت " (ابوصلت! میں حجۃ خدا ہوں) میں محمد بن علیؑ ہوں۔ پھر آپ والد ماجد کے پاس بڑھ گئے۔ کمرے میں داخل ہو کر مجھ سے فرمایا: تم بھی کمرے میں آجاؤ۔

جس وقت امام رضاؑ نے انہیں دیکھا لپک کر جوان کی گردن میں بانہیں حمائل کر دیں اور اپنی آغوش میں چمٹا لیا، پھر دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیکر اپنے بستر پر لٹا لیا۔

امام جوادؑ نے خود کو پدر بزرگوار پر ڈال دیا اور بوسہ دینے لگے۔ اس درمیان امام رضاؑ نے آپ کو اسرار امامت تفویض کئے اور کچھ ایسی باتیں کہہ رہے تھے جنہیں میں نہ سمجھ سکا، اسی حال میں امام رضاؑ فرزند کی آغوش میں دنیا سے گذر گئے۔

ابوصلت کا بیان ہے: امام جوادؑ نے مجھ سے فرمایا: اٹھو اور اس خزانے کے اندر جا کر وہاں سے پانی اور تخت لے آؤ۔

میں نے عرض کی: وہاں پانی اور تخت نہیں ہے، فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں کرو۔

میں خزانے کے اندر گیا تو پانی اور تخت دیکھا اسے لیکر آپ کی خدمت میں حاضر کیا اور غسل دینے کی تیاری کرنے لگا۔

امام جوادؑ نے مجھ سے فرمایا: تم یہاں سے الگ ہو جاؤ، کچھ لوگ غسل میں میری مدد کریں گے۔ آپ نے غسل دیکر مجھ سے فرمایا: جاؤ اس خزانے سے کفن اور حنوط لے آؤ، وہاں پہونچا تو ایک گلدستے میں کفن اور حنوط رکھا ہوا تھا لا کر امامؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ امامؑ نے حنوط کیا اور کفن پہنایا۔ پھر آپ نے جنازے پر نماز پڑھی اس کے بعد فرمایا: تابوت لے آؤ۔

میں نے عرض کی: بڑھئی کے پاس جانا پڑے گا۔

فرمایا: خزانے کے اندر سے لے آؤ۔

میں گیا تو دیکھا کہ تابوت رکھا ہوا ہے۔ جبکہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، امامؑ نے اس تابوت میں جنازہ رکھ دیا۔ اس درمیان مامون اپنے غلاموں کے ساتھ آ گیا۔ وہ لوگ رو رہے تھے اور اظہار تاسف کر رہے تھے....(۱)

یہاں یہ نکتہ لائق توجہ ہے کہ امام رضاؑ نے اپنے گھر والوں سے وداع کے وقت مدینے میں فرمایا تھا۔ اب تم لوگ جی بھر کے مجھ پر گریہ کر لو، میں اس سفر سے دوبارہ واپس نہیں آؤں گا۔

لیکن امام حسینؑ نے اپنے اہل حرم سے فرمایا تھا:

۱۔ عیون الاخبار، ج ۲، ص ۲۴۳، ۲۴۴

''اسکتن فانّ البکاء امامکنّ '' (خاموش رہو گریہ تمہارے آگے ہے)

اور سکینہ سے فرمایا: جب تک جسم میں جان ہے گریہ کر کے میرا دل نہ جلاؤ، جب میں قتل کردیا جاؤں تو جو بھی میرے جسد کے قریب آئے مجھ پر گریہ کر لے۔اے برگزیدگان حرم!

امامؑ کی اس فرمائش کا سبب یہ تھا کہ آپ جانتے تھے کہ شہادت کے بعد دل گداز مصائب پیش آئیں گے، اہلحرم کو ان مصائب کے لئے اپنے آنسو ذخیرہ کرنا چاہئے، جو بہر حال ان پر وارد ہوں گے۔(۱)

دفن شبانہ وغریبانہ

مامون نے ایک رات اور ایک دن وفات کو چھپایا، اس کے بعد امامؑ کے چچا محمد بن جعفر اور خاندان ابو طالب کے دوسرے افراد جو خراسان میں تھے انہیں آدمی بھیج کر بلایا۔ جب وہ آئے تو انہیں وفات امامؑ کی خبر دی اور دکھاوے کے لئے رویا اور بیتابی ظاہر کی، ان سے کہا کہ جنازہ صحیح وسالم ہے۔(۲) جب دوسری صبح آئی تو لوگ جمع ہوئے اور فریاد وگریہ کی آوازیں بلند ہوئیں۔سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ امامؑ اس مامون کے حیلے سے قتل ہوئے ہیں۔مامون نے خطرے کا احساس کیا اور محمد بن جعفر سے کہا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ آج جنازے کے مشایعت نہیں ہوگی، انہوں نے پیغام پہونچایا تو لوگ منتشر ہو گئے اس طرح امامؑ کو راتوں رات بغیر مشایعت کے غریبانہ دفن کردیا گیا۔مامون نے حکم دیا کہ اسکے باپ ہارون کی قبر کے پہلو میں قبر کھودی جائے، پھر موجود لوگوں سے بولا:

اس جنازے کے صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ جب میری قبر کھودی جائیگی تو پانی اور مچھلی ظاہر ہوگی، ابھی اور قبر کھودو جب زیادہ کھودی گئی تو پانی ومچھلی ظاہر ہوئی پھر زمین کے اندر چلی گئی اور امامؑ وہیں سپرد خاک کئے گئے۔(۳)

۱۔ کبریت الاحمر، ص۱۸۲

۲۔ ترجمہ ارشاد مفید، ج۳، ص۲۶۲

۳۔ انوار البہیہ، ص۲۵۵

گیارہویں معصوم امام جواد علیہ السلام کے مصائب

حضرت محمد تقی، امام جواد علیہ السلام دس رجب ۱۹۵ھ مدینہ میں پیدا ہوئے اور آخر ذیقعدہ ۲۲۰ھ ۲۵ رسال کی عمر میں آپ کی زوجہ ام الفضل کے زہر دینے کی وجہ سے شہادت واقع ہوئی، ام الفضل کو آٹھویں عباسی خلیفہ معتصم نے زہر دینے کا حکم دیا تھا۔

آپ کا روضہ کاظمین میں ہے، آپ حضرت امام رضاؑ کے اکلوتے فرزند تھے، امام رضاؑ کو آپ کے سوا کوئی فرزند نہیں تھا، آپ نے سترہ سال (۲۰۳ تا ۲۲۰) مامون کے عہد حکومت میں اور ڈھائی سال کے قریب معتصم کے زمانۂ حکومت میں گذارے جو مامون کا بھائی تھا۔

ام الفضل سے شادی کا قصہ

امام جوادؑ اپنے والد کی شہادت کے وقت مدینہ میں تھے، آپ لگ بھگ سات سال کے تھے، مامون عباسی نے اسی سال اپنی بیٹی ام الفضل سے جس کی عمر نو سال تھی، آپ کا عقد کر دیا۔

اس کی وضاحت یوں ہے کہ امام رضاؑ کی شہادت کے بعد ۲۰۳ھ میں مامون خراساں سے بغداد گیا (تحفظ حکومت کے لئے اس نے مناسب سمجھا کہ سیاسی اعتبار سے امام جوادؑ سے رشتہ قائم کیا جائے)۔

مامون نے مدینہ میں امام جوادؑ کو خط لکھ کر بغداد آنے کا حکم دیا۔ بنی عباس کو جب مامون کے ارادے کی خبر ملی تو زبان اعتراض دراز کرنے لگے۔ ہر طرف تنقید ہونے لگی کہ اگر مامون نے ایسا کیا تو اندیشہ ہے کہ خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی ہاشم میں چلی جائے گی، سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ مامون خود کو اس قدر حقیر کیوں بنا رہا ہے کہ اپنی بیٹی ایک سات یا نو سال کے بچے کو دے رہا ہے۔ یہ تو شوکت حکومت وخلافت کے خلاف ہے۔

مامون کہتا تھا: صحیح ہے کہ امام جوادؑ نو سالہ ہیں لیکن کمال اور علمی اعتبار سے تمام بزرگ اور کمسن دانشوروں سے زیادہ تجربہ کار اور افضل ہیں، لیکن بنی عباس مامون کی یہ دلیل نہیں مانتے تھے۔ آخر کار مامون نے بغداد میں ایک بزم سجائی اور بنی عباس کے سربرآوردہ افراد اور دوسرے لوگوں کے سامنے امامؑ کی علمی عظمت اور

اوج وکمال کا مظاہرہ کرایا۔

امام جوادؑ میدان علم کے بادشاہ

نمونے کے طور پر مامون نے ایک عظیم بزم سجائی اور بزرگ علماء کو اس بزم میں بلایا، ان میں ایک یحییٰ بن اکثم قاضی بغداد بھی تھے، وہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم اور دانشور تھے۔ امام جوادؑ کو صدر بزم میں جگہ دی گئی، مامون بھی حضرت کے پہلو میں بیٹھ گیا، اس بزم میں اس نے امام جوادؑ کی اجازت سے ایک مسئلہ پوچھا: ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے حالت حج میں شکار کیا؟

امامؑ نے فرمایا: اس مسئلے کے بہت سے پہلو ہیں۔

۱۔ وہ حرم میں محرم تھا یا حرم کے باہر تھا۔

۲۔ وہ مسئلے سے واقف تھا یا ناواقف۔

۳۔ اس نے جان بوجھ کر شکار کیا یا خطاً۔

۴۔ وہ آزاد تھا یا غلام۔

۵۔ وہ صغیر تھا یا کبیر۔

۶۔ پہلی بار شکار کیا یا اس سے قبل بھی شکار کر چکا تھا۔

۷۔ وہ شکار پرندہ تھا یا اس کے علاوہ دوسرا کوئی جانور۔

۸۔ وہ جانور چھوٹا تھا یا بڑا تھا۔

۹۔ اسے اپنی حرکت پر اصرار ہے یا اظہار پشیمانی کرتا ہے۔

۱۰۔ اس نے دن میں شکار کیا یا رات میں۔

۱۱۔ اس کا احرام حج کا تھا یا عمرہ کا۔

یحییٰ بن اکثم ان مسائل کو سن کر ہوش کھو بیٹھا، اس کی درماندگی چہرے سے ظاہر ہو رہی تھی، زبان میں لکنت ہونے لگی اس طرح موجود لوگوں پر امامؑ کی علمی عظمت واضح ہوگئی۔

لوگوں نے اب ان سے سوالات کے جوابات کا بھی مطالبہ کیا۔ امامؑ نے ہر ایک کے الگ الگ جواب دیئے۔

یہ سن کر مامون چیخ پڑا "احسنت .احسنت "(کیا کہنا۔کیا کہنا)(۱)

اب لوگوں نے امامؑ سے مطالبہ کیا کہ آپ بھی یحیٰ بن اکثم سے مسئلہ پوچھئے۔

امامؑ نے یحیٰ کی طرف رخ کر کے فرمایا: مجھے آپ اس مرد کے بارے میں بتایئے جس نے ایک عورت کی طرف نگاہ کی تو وہ حرام تھی۔ چند ساعتوں کے بعد نظر کی تو حلال تھی ،ظہر کے وقت وہ عورت اس پر حرام ہوگئی اور عصر کے وقت حلال ہوگئی ،غروب آفتاب کے وقت حرام ہوگئی ،آخر شب حلال ہوگئی ،آدھی رات کو حرام ہوگئی۔

ذرا بتایئے تو۔ یہ مسئلہ کس طرح ہے؟

یحیٰ نے عاجزی ظاہر کی ،خدا کی قسم میں ان مسائل کا جواب نہیں جانتا ،نہ ان کے وجوہ کی خبر ہے۔

امامؑ نے فرمایا: وہ عورت ایک مرد کی کنیز تھی۔ایک شخص نے اسے دیکھا تو اس پر حرام تھی ،چند گھنٹوں کے بعد اسے خرید لی وہ حلال ہوگئی ،ظہر کے وقت اس عورت کو آزاد کر دیا اب وہ اس پر حرام ہوگئی ،عصر کے وقت اس سے عقد کر لیا جائز ہوگئی ،غروب کے وقت اس نے ظہار کیا (یعنی مرد نے عورت سے کہا تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے) وہ حرام ہوگئی ،آخر شب ظہار کا کفارہ دیدیا وہ جائز ہوگئی ،آدھی رات کو طلاق دیدی وہ حرام ہو گئی ،صبح کو رجوع کر لیا حلال ہوگئی ،تمام حاضرین نے امامؑ کے حسن بیان کی ستائش کی اور سب پر آپ کی علمی عظمت ظاہر ہوگئی۔(۲)

اسی بزم میں امام جوادؑ نے مامون کے اصرار سے ام الفضل کا خطبہ وعقد ازدواج پڑھا اور وہ باقاعدہ آپ کی زوجہ ہوگئی بڑے شان وشوکت سے مراسم عروسی ادا کئے گئے۔(۳)

۱۔الفصول العلیہ محدث قمی ،ص ۱۳۸۔۱۳۹

۲۔کشف الغمہ ،ج ۳،ص ۲۰۷،۲۰۸

۳۔کشف الغمہ ،ج ۳،ص ۲۰۷،۲۰۸

امامؑ کی مدینہ واپسی

اس کے بعد امامؑ اپنی زوجہ کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے، تقریباً پندرہ سال تک اپنی اس زوجہ کے ساتھ مدینے میں رہے، لیکن ام الفضل بانجھ تھی، یہی وجہ ہوئی کہ امام جوادؑ نے ایک مغربی کنیز جناب سمانہ سے شادی کی (جو دسویں امامؑ کی مادر گرامی تھیں) اور اسی وجہ سے ام الفضل نے امامؑ سے نزاع اور جھگڑا شروع کر دیا، اپنے باپ مامون کو خط لکھا اور ڈھیر ساری شکایت کی کہ انہوں نے میرے اوپر ایک کنیز مسلط کر دی ہے، جس کی وجہ سے میری غیرت سلگتی رہتی ہے۔

مامون نے جواب میں لکھا (میری بیٹی! میں نے تیری شادی حضرت جوادؑ سے اس لئے نہیں کی ہے کہ میں ان پر حلال خدا کو حرام کر دوں، آج کے بعد کبھی اس قسم کی شکایت مجھ سے نہ کرنا۔(۱)

شہادت امامؑ کے لئے معتصم کی سازش

مامون ۱۷؍رجب ۲۱۸ھ کو مر گیا اور اس کا بھائی معتصم اس کی جگہ مسند خلافت پر بیٹھا، معتصم کا نام محمد یا بقولے ابراہیم تھا، معتصم تمام طواغیت کی طرح لوگوں کو اپنا غلام سمجھتا تھا، کسی دوسرے کو بلند شخصیت کا حامل نہیں دیکھ سکتا تھا، اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ امام جوادؑ کو جو مدینہ میں بلند شخصیت کے حامل ہیں، بغداد بلائے۔ آخر کار ۲۸؍محرم ۲۲۰ھ کو امام جوادؑ اپنی زوجہ کے ساتھ بغداد تشریف لائے۔

ان دنوں امامؑ کی زوجہ ام الفضل، اپنے بھائی جعفر بن مامون اور چچا معتصم کی معاون بن گئی، سب نے امامؑ کے قتل کی سازش تیار کی اور طئے پایا کہ ام الفضل آپ کو زہر دیدے۔(۲)

معتصم اور جعفر کو اندیشہ تھا کہ خلافت کہیں بنی عباس سے نکل کر علویوں میں نہ چلی جائے، اس لئے انہوں نے ام الفضل کو تلقین کی اور اسے سمجھایا کہ تم خلیفہ کی بیٹی ہو تمہارا احترام سب پر لازم ہے، لیکن محمد بن علیؑ (امام جوادؑ) اپنی دوسری زوجہ مادر امام ہادی کو تم پر ترجیح دیتے ہیں، یہ سنکر ام الفضل بھڑک اٹھی اور اس نے شوہر کو زہر دینے کا ارادہ کر لیا۔

۱۔ کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۰۹

۲۔ کامل بن اثیر ج ۵، ص ۲۳۸

معتصم اور جعفر نے مکارانہ طریقے سے انگور میں زہر ملایا اور ام الفضل کے پاس بھیج دیا، ام الفضل نے اسے طشت میں رکھا اور اپنے جوان شوہر امام جوادؑ کے سامنے پیش کیا، وہ انگور کی بہت زیادہ تعریف کرنے لگی ،آخر کار امامؑ نے اس میں سے کچھ انگور کھالئے، زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ امامؑ نے اپنے جگر میں آثار زہر محسوس کئے، تھوڑا تھوڑا درد ہونے لگا، پھر بڑھتے بڑھتے شدید ہونے لگا۔

یہ حالت دیکھ کر ام الفضل شرمندہ ہوئی اور رونے لگی، حضرت نے اس سے فرمایا: روتی کیوں ہو؟ اب جبکہ تو نے مجھے قتل کر دیا ہے اب تیرا رونا مفید نہیں ہے، یہ سمجھ لے کہ اپنی اس حرکت سے تو ایسے درد میں مبتلا ہوگی جس کا علاج ہرگز نہیں ہوسکتا، ایسی تنگدستی میں مبتلا ہوگی جس کا مداوا نہ ہوسکے گا۔

امامؑ کی نفرین کا اثر یہ ہوا کہ ام الفضل کے مخفی اعضاء میں شدید درد ظاہر ہونے لگا، علاج میں اپنی ساری دولت خرچ کر دی لیکن فائدہ نہ ہوا اور بڑی ذلت اور افلاس کے عالم میں ہلاک ہوئی، اس کا بھائی جعفر بھی شراب کے نشے میں کنویں کے اندر گر گیا اور اس کی لاش نکالی گئی۔(۱)

دوسری روایت میں ہے کہ معتصم نے اپنے وزیر عبدالملک زیات کو لکھا کہ امام جوادؑ اور ام الفضل کو میرے پاس بغداد میں حاضر کرے، اس نے ان لوگوں کو بغداد بھیج دیا۔ معتصم نے ان کا شاندار استقبال کیا اور پر شکوہ دعوت کی، اس کے بعد اس نے شیریں اور ترش شربت تیار کیا جس میں زہر ملایا گیا تھا، اس میں برف ملا کر امامؑ کی خدمت میں بھیجا۔ شیشے کا منھ بند کر کے غلام کو تاکید کی، اسے حضرت جواد کی خدمت میں پیش کرو اور کہنا کہ اگر برف پگھل گئی تو مزہ جاتا رہے گا اور لازمی طور سے امامؑ سے کہنا کہ یہ آپ کو پینا ہی ہے۔

غلام آپ کی خدمت میں آیا اور کہا کہ خلیفہ نے آپ کے لئے شربت بھیجا ہے، یہ آپ کا حصہ ہے کہ برف پگھلنے سے پہلے اسے پی لیجئے، امامؑ نے پی لیا اور سارے جسم میں زہر کا اثر پھیل گیا۔

ام الفضل کے ذریعے امامؑ کی شہادت کی نوعیت کو دوسرے طریقوں سے بھی نقل کیا گیا ہے۔(۲)

ہاں۔ ان امام عالی مقام نے عین جوانی کے عالم میں کہ زندگی کی ۲۵ ربہاریں بھی نہ دیکھی تھیں۔ اپنے والد کی طرح مظلومانہ طریقے سے عالم غربت میں شہادت پائی۔ واقعی عجیب مہمان نوازی تھی۔

۱۔ انوار البہیہ ،ص ۲۹۷۔۲۹۸۔ اعیان الشیعہ ،ج ۲،ص ۳۶

۲۔ مناقب بن شہر آشوب ،ج ۴،ص ۳۸۴۔۳۹۱

بارہویں معصوم حضرت امام ہادی علیہ السلام کے مصائب

حضرت علی بن محمد علیہ السلام، جنہیں امام ہادیؑ بھی کہتے ہیں۔ پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ھ کو ولادت ہوئی اور تیسری رجب ۲۵۴ھ بیالیس سال کی عمر میں پندرہویں خلیفہ عباسی معتمد کے زہر دینے کی وجہ سے مہتدی عباسی کے دور حکومت میں شہر سامرہ میں شہادت ہوئی، آپ کا روضہ سامرہ میں ہے۔

آپ کا زمانۂ امامت ۳۳ رسال (۲۲۰ تا ۲۵۴) تھا، آپ کا مصائب سے بھرپور زمانہ لگ بھگ پندرہ سال متوکل عباسی کے عہد حکومت میں گذرا۔ (۲۳۲۔۲۴۷)

اولاد علیؑ سے متوکل کی دشمنی

متوکل بہت خبیث اور بدطینت شخص تھا، اسے اولاد علیؑ سے گہرا عناد تھا، جس قدر مصائب، ستم اور رنج والم اس کے زمانے میں اولاد علیؑ کو پہونچے، مثلاً مصیبتوں کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ تمام علوی عورتوں کے پاس صرف ایک ہی پیراہن رہ گیا تھا، جب بھی نماز کا وقت آتا وہ اسی کپڑے کو پہن کر نماز ادا کیا کرتی تھیں۔

متوکل نے ایک غضب یہ بھی ڈھایا کہ قبر حسینؑ ویران کیا اور زائروں کو قبر حسینؑ کی زیارت سے روکا ۔ایسے نگراں مقرر کئے کہ جو بھی زیارت کے لئے آئے اسے قید کر کے قتل کردیا۔(۱)

امامؑ کی سامرہ میں جلاوطنی

امام ہادیؑ مدینے میں رہتے تھے، آپ کا انداز حیات اس طرح کا تھا کہ جیسے آپ متوکل کی حکومت کے مخالف ہیں، اس کے علاوہ جب بھی موقع ملتا آپ لوگوں کو حکومت متوکل کی حمایت سے روکتے اور اہم ومہم کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے کرتوت ظاہر کرتے، گورنر مدینہ عبداللہ بن محمد نے اس کی شکایت متوکل کو لکھ بھیجی، متوکل

۱۔اعلام الوریٰ، ص ۳۴۷۔ ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۲۹۸

نے امامؑ کو احترام آمیز خط لکھ کر سامرہ آنے کی دعوت دی، امام یحییٰ بن ہرثمہ کے ساتھ سامرہ کے لئے روانہ ہوئے، جب سامرہ پہونچے تو متوکل نے جو وعدۂ احترام کیا تھا، نظر انداز کر کے ایک دن تک ملاقات نہیں کی، آپ کو فقیروں کے محلے میں ٹھہرایا، آپ وہاں ایک دن رہے، دوسرے دن متوکل کے حکم سے ایک علیحدہ مکان میں منتقل کیا گیا اور آپ کی سخت نگرانی کی جانے لگی۔(۱)

امامؑ بھیانک زندان میں

ابوسلیمان نے ابن اورمہ سے روایت کی ہے کہ متوکل کے زمانۂ خلافت میں امامؑ کو سعید حاجب کے یہاں قید کیا گیا تاکہ وہ آپ کو قتل کرے۔

میں سعید کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ کیا تم خدا کو دیکھنا چاہو گے؟ میں نے کہا کہ پاک و منزہ ہے وہ ذات اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔(''سبحان الذی لا تدرکہ الابصار'')

اس نے کہا: میرا مطلب اس شخص (امام ہادیؑ) سے ہے جسے تم اپنا امام سمجھتے ہو۔

میں نے کہا: میرا میلان ہے تو۔

کہنے لگا: مجھے معین کیا گیا ہے کہ انہیں قتل کردوں، میں کل انہیں قتل کردوں گا، ڈاک کا منتظم سعید کے پاس تھا، وہ میرے لئے واسطہ بن گیا اور میں امام ہادیؑ کی خدمت میں پہونچ گیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ امامؑ کے سامنے ایک قبر کھودی گئی ہے، خدمت میں حاضر ہو کر سلام کیا اور بہت زیادہ رویا۔

فرمایا: روتے کیوں ہو؟

عرض کی: جو کچھ دیکھ رہا ہوں اسی پر رو رہا ہوں۔

فرمایا: گریہ نہ کرو۔ ان لوگوں کو اس بات پر قدرت نہیں، یہ سن کر مجھے اطمینان ہوا، اس واقعے کو دو روز بھی نہیں ہوا تھا کہ متوکل اور اس کا ہمدم فتح بن خاقان قتل کر دیئے گئے۔

جی ہاں! دو روز بھی نہ ہوئے تھے یہ دونوں قتل کئے گئے۔(۲) ان دونوں کو متوکل کے بیٹے نے قتل کیا۔

۱۔ تتمۃ المنتہیٰ ص ۲۳۸، ۲۳۹

۲۔ مختار الخرائج ص ۲۱۲، بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۱۹۵، ۱۹۶

متوکل کے دسترخوان پر شراب

دشمنوں نے متوکل سے یہ جھوٹ بکا کہ علی بن محمدؑ (امام ہادیؑ) کے مکان میں قم والوں نے اسلحہ جمع کیا ہے اور وہ انہیں خطوط لکھتے رہتے ہیں کہ امامؑ حکومت کے خلاف بغاوت کریں۔

متوکل نے اپنے فوجیوں کو رات کے وقت حضرت کے گھر پر روانہ کیا وہ رات ہی میں چھاپہ مار کر گھر میں گھس گئے اور تلاش کرنے لگے، امامؑ ایک بند کمرے میں اونی لباس پہنے زمین پر رو بہ قبلہ قرآن پڑھ رہے تھے۔

اسی حالت میں فوجیوں نے حملہ کیا اور آپ کو اسی وضع میں سر و پا برہنہ متوکل کے سامنے حاضر کیا، یہ بھی رپورٹ دی کہ ہم نے ہر چند تلاش کیا لیکن محمد بن علیؑ کے گھر میں کوئی چیز نہیں ملی، ہم نے دیکھا کہ وہ رو بہ قبلہ بیٹھے ہوئے قرآن پڑھ رہے ہیں، متوکل شراب کے دسترخوان پر بیٹھا ہوا تھا، اس کے ہاتھ میں جام شراب تھا، اٹھ کر امامؑ کے شایان شان استقبال کیا اور اپنے پہلو میں بٹھایا، آپ کی خدمت میں شراب کی تعریف کی۔

امامؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میرے گوشت و خون میں قطعی شراب نہیں ملی ہے، یہ نہیں ہوگا، مجھے معاف رکھ۔

متوکل نے انہیں چھوڑ دیا اور کہا کہ کچھ اشعار سنائیے۔

امامؑ نے فرمایا: مجھے شعری ذوق بہت کم ہے۔

متوکل نے کہا: آپ کو سنانا ہی ہوگا۔

امامؑ نے یہ غرور شکن اشعار سنائے جن میں دنیا کی بے وفائی کا تذکرہ ہے۔

"باتوا علی قلل الاجبال تحرسهم ..."

طاقت ور مغروروں نے پہاڑ کی چوٹیوں پر سکونت کے لئے اپنے مکان بنائے لیکن انہیں قبر کے گڑھے میں جگہ ملی، واقعی بری جگہ ثابت ہوئی، وہ اپنے پر شکوہ اور بلند مکانوں سے نیچے آگئے، دفن کے بعد ایک منادی نے آواز دی، کہاں گئے وہ طلائی کڑے، وہ تاج، وہ زیور؟ کہاں گئے وہ خوبصورت چہرے جن پر حجابات اور زیورات تھے؟

قبر نے ان سوالوں کے جواب میں کہا: یہ چہرے اب کیڑے مکوڑوں کی نذر ہیں، برباد ہو چکے ہیں،

انہوں نے طویل عرصے تک کھایا پیا، اب وہ خود مٹی اور کیڑوں کی خوراک ہیں۔

متوکل پران اشعار کا شدید اثر ہوا، اس قدر گریہ کیا کہ ڈاڑھی بھیگ گئی، تمام حاضرین رونے لگے، اس کے بعد اس نے حکم دیا کہ احترام کے ساتھ امامؑ کو گھر واپس پہونچا دیا جائے۔

اور روایت ہے کہ متوکل اس قدر متغیر ہوا کہ جام شراب کو زمین پر پٹک دیا اور وہ دن عیش کے بجائے عزا سے بدل گیا۔(۱)

امام ہادیؑ بیس سال تک وطن سے دور سامرہ میں نظر بند رہے، آخر کار آپ حکومت معتمد کے آخری دنوں میں پوشیدہ طریقے پر زہر دیئے جانے کی وجہ سے شہادت سے سرفراز ہوئے۔

اس وقت آپ کے رشتہ داروں میں سے ایک شخص بھی سامرہ میں نہیں تھا، صرف امام حسن عسکریؑ تھے جنہوں نے آپ کو غسل وکفن دے کر نماز پڑھی اور دفن کیا، اس جلاوطن امامؑ کا جنازہ آپ ہی کے گھر میں سپرد خاک کیا گیا، ہنگام شہادت آپ کی عمر ۴۰ یا ۴۲ سال تھی۔(۲)

امام ہادیؑ کا جنازہ بہت سے بنی ہاشم، بنی عباس اور طالبیوں کی جمعیت میں امام حسن عسکریؑ نے اٹھایا اور دفن کیا۔ امام حسن عسکریؑ شدت غم سے سروپا برہنہ، گریباں دریدہ روتے ہوئے گھر سے برآمد ہوئے۔

"و خرج ابو محمد الحسن حاسراً مکشوف الرّاس مشقوق الثّیاب"

فضا ایسی تھی کہ باوجود اس کے کہ امام حسن عسکریؑ موجود تھے لوگوں سے واقعات شہادت گڑھ کر بیان کئے کہ معتمد (جو آپ کا پوشیدہ قاتل تھا) نے خود بھی آپ کی نماز جنازہ پڑھی، پھر لوگوں نے جنازہ اٹھایا اور معتمد عباسی نے نماز جنازہ پڑھی (امام حسن عسکریؑ نے پہلے ہی آپ کی نماز جنازہ پڑھ لی تھی)

بعض افراد نے امام حسن عسکریؑ کے گریبان چاک کرنے پر اعتراض کیا، آپ نے فرمایا: اے نادان! تو کیا جانے کہ موسیٰ بن عمران نے اپنے بھائی ہارون کے غم میں اپنے کپڑے پھاڑے اور گریبان چاک کیا۔(۳)

۱۔ مروج الذہب۔ تذکرہ سبط جوزی ص ۲۰۳۔ بحار الانوار، ج ۵ ص ۲۱۱، ۲۱۳

۲۔ مناقب بن شہر آشوب، ج ۶ ص ۱۰۴

۳۔ اعیان الشیعہ، ج ۲ ص ۳۹، ۴۰

تیرہویں معصوم امام حسن عسکری علیہ السلام کے مصائب

حضرت حسن بن علیؑ ۸/ربیع الثانی یا ۲۴/ربیع الاول ۲۳۲ھ مدینہ میں متولد ہوئے اور ۸/ربیع الاول ۲۶۰ھ معتمد عباسی کی عیاری سے سامرہ میں ۲۸/سال کے سن میں شہادت پائی۔ آپ کا روضہ عراق کے شہر سامرہ میں ہے۔

آپ کا زمانۂ امامت چھ سال (۲۵۴۔۲۶۰) تھا۔ زیادہ تر آپ جلاوطنی، قید اور نظر بندی کی حالت میں رہے، آخرکار معتمد عباسی کے حکم سے پوشیدہ طریقے پر آپ کو زہر دیکر شہید کیا گیا۔

خراسانی منتخب میں لکھتے ہیں کہ زیادہ صحیح یہ ہے کہ آپ کا قاتل معتمد عباسی ہے، ایسا ہی کفعمی نے جدول مصباح میں لکھا ہے۔ اور ملا صالح نے شرح کافی میں شیخ صدوق سے نقل کیا ہے کہ آپ کو معتمد نے قتل کیا۔ (۱)

تین طاغوت اور امام حسن عسکریؑ

خیال رہے کہ امام حسن عسکریؑ نے ۳/رجب ۲۵۴ھ میں امامت پائی۔ امامت کا ابتدائی زمانہ معتز کے زمانۂ خلافت میں گذرا وہ ۲/شعبان ۲۵۵ھ تک رہا، آخر رجب ۲۵۵ھ کو مہتدی باللہ مسند خلافت پر بیٹھا اس کی خلافت ۱۶/رجب ۲۵۶ھ تک رہی، اس کے بعد معتمد مسند خلافت پر بیٹھا اور اس کی خلافت ماہ رجب ۲۵۶ھ سے آخر رجب ۲۷۹ھ یعنی تیئس سال تک رہی۔ (۲)

بنابریں امامؑ کا زمانۂ امامت تین طاغوتوں کی حکومت (المعتز . المهتدی ،المعتمد) کے مقابل رہا۔ آپ کا زیادہ زمانۂ امامت چار سال سے چھ سال تک معتمد عباسی کے زمانے میں تھا۔

آپ نے تینوں طاغوتوں سے ظلم وستم، شکنجہ اور اذیتیں اور قید خانے کے مصائب جھیلے، ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جائے گا۔

سید بن طاؤس فرماتے ہیں: اپنے وقت کے تین بادشاہوں نے امام حسن عسکریؑ کو قتل کرنے کی کوشش کی، کیونکہ انہوں نے سنا تھا کہ حضرت مہدیؑ (ظالموں کی حکومت ختم کرنے والے) انہیں کے صلب سے

۱۔ منتخب التواریخ، ص ۲۲۸

۲۔ تتمۃ المنتہیٰ ص ۲۵۱ تا ۲۵۹

ہوں گے اور کئی بار امامؑ کو زندان میں ڈالا، امامؑ نے ان میں سے کچھ کو کئی بار نفرین کی اور وہ بہت جلد ہلاک ہو گئے (۱) (چنانچہ معتز نے تین سال اور مہتدی نے ایک سال حکومت کی اور ہلاک ہو گئے)۔

علامہ سید محسن امین کہتے ہیں: امام حسن عسکریؑ کی چھ سال کی امامت سامراء کے شہر میں جس میں سے کچھ مہینے معتز کا زمانہ خلافت تھا اور گیارہ مہینے اٹھالیس دن مہتدی کا زمانہ خلافت تھا اور پانچ سال اس میں سے معتمد عباسی کی خلافت کے زمانے میں گذرے تھے (۲)

یہاں اس کا تذکرہ ضروری ہے کہ امام حسن عسکری ۲۳ رسال اور کچھ مہینے پدر بزرگوار کے ساتھ سامرہ میں رہے اور چھ سال بعد از پدر سامرہ میں قیام پزیر رہے۔

اس بنا پر اسی دوران طفولیت جبکہ آپ کے پدر بزرگوار متوکل کے زمانہ میں جلا وطنی کی زندگی گذار رہے تھے آپ سامرہ میں اپنے والدہ کے ساتھ تھے اور بعض کا احتمال ہے کہ آپ سامرہ ہی میں متولد ہوئے۔ (۳)

امامؑ زندان میں

امام حسن عسکریؑ اپنی امامت کے زمانے میں ہمیشہ نظر بندی اور شدید فشار کا شکار رہے۔ زیادہ تر آپ نے طاغوتوں کے زندان میں بسر کی۔ بطور نمونہ

۱۔ المعتز نے امامؑ کو اکثر طالبیوں کے ساتھ قید کر دیا، داؤد بن قاسم کہتا ہے کہ میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قید خانے میں تھا۔ اور زندان کا نگراں صالح بن وصیف تھا، ایک دن ہم نے دیکھا کہ وہ امام حسن عسکریؑ کو قید خانے میں لایا، قید خانے میں ایک عجمی شخص تھا جو حکومت کا جاسوس تھا اور ہم اسے نہیں پہچانتے تھے، وہ شخص خود کو علوی کہتا تھا، امام حسن عسکریؑ نے مجھ سے فرمایا: اگر ہمارے درمیان ایک غیر شخص نہ ہوتا تو ہم تمہیں خبر دیتے کہ تم کب آزاد ہو گے اور آپ نے اس عجمی کی طرف اشارہ کیا کہ باہر جائے، وہ باہر چلا گیا، امامؑ نے مجھ

۱۔ انوار البہیہ، ص ۳۴۸

۲۔ اعیان الشیعہ۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۴۰

۳۔ اعیان وارشاد، ج ۲، ص ۴۰

سے فرمایا: یہ شخص تم میں سے نہیں ہے بلکہ جاسوس ہے، اس سے احتیاط کرو اس کے لباس میں کاغذ ہے جس میں اس نے تمہارے حالات خلیفہ کے لئے لکھے ہیں، ہم میں سے ایک نے اس کا لباس ٹٹولا تو وہی کاغذ برآمد ہوا۔(۱)

۲۔صالح بن علی کچھ فوجیوں کے ساتھ آیا اور صالح بن وصیف سے بولا کہ ابو محمدؑ کو قید خانے میں زیادہ اذیت دو اور زندگی ان پر تنگ اور سخت کردو۔

صالح نے جواب دیا: میں نے دو آدمیوں کو زندان میں مامور کیا ہے تاکہ ان پر سختیاں کریں لیکن یہ دونوں ان کی روحانیت سے اس قدر متاثر ہوئے ہیں کہ عبادت و نماز کے ذریعے عظیم مرتبے پر فائز ہو چکے ہیں، پھر اس نے حکم دیا کہ ان دونوں کو حاضر کیا جائے، ان دونوں سے عباسی گروہ کے سامنے اس نے کہا: تف ہے تم پر اس شخص (امام) کے بارے میں تم کیا کہتے ہو، اور تمہارا کام کہاں تک پہونچا؟

دونوں نے جواب دیا: ہم اس انسان کے بارے میں کیا کہیں جو رات دن عبادت اور روزہ میں گذارتا ہے، عبادت کے سوا کوئی کام نہیں، جس وقت وہ مجھ پر نظر کرتے ہیں ہم بے اختیار لرزنے لگتے ہیں، یہ سن کر وہ عباسی گروہ سر جھکائے زندان سے باہر نکل گیا۔(۲)

۳۔امام حسن عسکریؑ کو عرصے تک ایک تجربہ کار اور سخت مزاج شخص کے حوالے رکھا گیا جس کا نام نحریر تھا وہ آپ کو شکنجہ دیتا اور بڑی سختیاں کرتا۔

اس کی زوجہ مومنہ تھی، ایک دن کہنے لگی، خدا سے ڈرو تم نہیں جانتے کہ تمہارے زندان میں کیسی شخصیت ہے، پھر عورت نے حضرت کی عبادت کے کچھ حالات بیان کر کے کہا: مجھے ڈر ہے کہ تیرے اوپر کوئی بلا نازل ہوگی۔

نحریر نے غصے میں کہا: خدا کی قسم میں اس کو برکۃ السباغ (درندوں کے باغ) میں ڈال دوں گا۔

نحریر نے اپنے افسروں کی اجازت سے یہ کام کر ڈالا اور اس نے ذرا بھی شک نہیں تھا کہ درندے امامؑ کو پھاڑ کھائیں گے، لیکن تھوڑی دیر بعد امامؑ کو دیکھا گیا کہ آپ نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپ کے

۱۔اعلام الوریٰ، ص ۳۵۴۔ بحار الانوار، ج ۵۰، ص ۳۱۲

۲۔ارشاد شیخ مفید، ص ۳۲۴

حصہ دوّم

اردگرد مجتمع ہیں، یہ دیکھ کرنحریر نے حکم دیا کہ امامؑ کو باہر نکال لو۔(۱)

۴۔ابو ہاشم جعفر کہتا ہے: میں امام حسن عسکریؑ کے ہمراہ قید خانہ مہتدی عباسی میں تھا،امام نے مجھ سے فرمایا:

اے ابو ہاشم! یہ طاغوت (مہتدی) آج رات سرور وعیاشی میں گذارنا چاہتا ہے،لیکن خدانے اس کی عمر ختم کردی ہے اور خلافت اس کے بعد کے خلیفہ کو ملے گی (اسے فرزند نہیں ہے جسے خلیفہ بنائے)۔

ابو ہاشم کا بیان ہے: صبح ہمیں خبر ملی کہ ترک فوجیوں نے اس پر یورش کر کے قتل کردیا اور معتمد عباسی اس کی جگہ خلیفہ بن گیا۔(۲)

۵۔معتمد عباسی نے عرصے تک امامؑ کو علی بن حزین کی حراست میں رکھا وہ ابن حزین سے آپ کی خبر پوچھتا رہتا تھا۔ابن حزین جواب دیتا تھا۔امام دن میں روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر عبادت کرتے ہیں۔(۳)

۶۔عیسیٰ بن صبیح کا بیان ہے کہ ہم قید خانے میں تھے،امام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تمہاری عمر ۶۵ رسال چھ مہینے ایک دن گذر چکی میرے پاس دعا کی کتاب تھی جس میں میری تاریخ ولادت لکھی تھی اس میں دیکھا کہ جو کچھ امامؑ نے فرمایا وہی اس میں درج ہے،امامؑ نے مجھ سے فرمایا: کیا تمہیں فرزند ہے؟ میں نے کہا:نہیں۔فرمایا: اے خدا اس کو ایک فرزند عطا کر جو اس کا سہارا بنے،فرزند اچھا سہارا ہے،پھر یہ شعر پڑھا:

من كان ذاولد يدرك ظلامته   انّ الذليل الذى ليست له عضد

جو شخص فرزند والا ہوتا ہے وہ اپنا حق لے لیتا ہے،بے شک ذلیل اور بیچارہ وہ ہے جو قوت باز و نہیں رکھتا۔

میں نے عرض کی: کیا آپ کو بھی فرزند ہے؟ فرمایا: ہاں،خدا کی قسم! بہت جلد مجھے خدا ایک فرزند عطا کرے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔(۴)

۷۔دوسری بار امامؑ کو علی بن اوتاش کے قید خانے میں رکھا گیا، وہ بے رحم اور خونخوار آدمی تھا اور

۱۔ارشاد شیخ مفید،ص ۳۲۴،بحارالانوار، ج ۵۰،ص ۳۰۹

۲۔غیبۃ الشیخ،ص ۱۳۲۔مناقب بن شہر آشوب، ج ۴،ص ۴۳۰

۳۔انوار البہیہ ص ۳۴۸

۴۔انوار البہیہ،ص ۳۴۳

آل محمدؐ سے اس کو سخت عناد تھا، اسے حکم دیا گیا تھا کہ تم جیسے چاہو امام کو تڑپاؤ اور اذیت دو، لیکن امامؑ کی روحانی حالت یہ تھی کہ ایک ہی دن میں ابن اوتاش آپ سے متاثر ہو گیا اور آپ کے سامنے عاجزی سے دوزانو ہو کر بیٹھنے لگا یہاں تک کہ امامؑ کے احترام میں آنکھیں بھی نہیں اٹھاتا تھا۔

اور یہی علی بن اوتاش جب امام قید خانے سے باہر آ گئے تو وہ معرفت و ایمان کے اعتبار سے بہترین انسان بن گیا تھا۔(۱)

ابوالادیان کا واقعہ اور امامؑ کی شہادت

ابوالادیان کا بیان ہے: میں امام حسن عسکریؑ کا خادم تھا اور آپ کے خطوط اطراف اور شہروں میں پہنچایا کرتا تھا،۔امام صاحب فراش ہو گئے اسی میں آپ کی رحلت ہوئی۔ میں ان کی بارگاہ میں پہونچا، آپ نے کچھ خط مدائن والوں کو لکھے تھے۔، مجھے دے کر فرمایا: انہیں مدائن لے جاؤ، اب تم پندرہ روز بعد سامرہ میں واپس آؤ گے تو میرے گھر سے گریہ وزاری کی آواز سنو گے، میرا جنازہ تختے پر رکھ کر غسل دیا جا رہا ہو گا۔

ابوالادیان کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی: میرے آقا! اگر ایسا واقعہ پیش آئے تو میں کس کی طرف رجوع کروں۔

فرمایا: جو تم سے میرے خطوں کے جواب مانگے وہی میرے بعد قائم ہے۔

میں نے عرض کی: کچھ اور علامت بیان فرمائیے۔

فرمایا: جو میرے جنازے کی نماز پڑھائے۔

عرض کی: مزید نشانی بیان فرمائیے۔فرمایا: جو تمہاری تھیلی کے بارے میں بتائے وہی میرے بعد قائم آل محمدؐ ہے۔

اس کے بعد امامؑ کا جلال مانع ہوا کہ زیادہ سوال کروں، میں مدائن چلا گیا، جن کے خطوط تھے انہیں دیکر جواب لیا، پھر پندرہویں دن سامرہ واپس آ گیا۔

ناگہاں امامؑ کے ارشاد کے مطابق صدائے گریہ وزاری بلند تھی، میں امامؑ کے گھر میں داخل ہوا، میں نے دیکھا کہ جعفر کذّاب (امامؑ کے بھائی) گھر کے گوشے میں بیٹھے ہیں اور ان کے چاروں طرف شیعہ بیٹھے ہوئے انہیں تعزیت اور بعد کے امام کی حیثیت سے مبارکباد پیش کر رہے ہیں۔

۱۔اعلام الوریٰ ص ۳۵۹

میں نے سوچا: اگر یہ شخص امام ہے تو منزلت امام برباد ہوئی کیونکہ میں جعفر کو پہچانتا تھا کہ شراب و جوئے میں مست رہتے تھے، انہیں صرف ساز و آواز سے سروکار تھا، ان کے قریب جا کر تعزیت اور تہنیت پیش کی، انہوں نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا۔

اس کے بعد عقید (امامؑ کا غلام) نے آکر جعفر سے کہا: اے آقا! آپ کے بھائی کا جنازہ تیار ہو گیا، نماز کے لئے چلئے۔

ان کے ساتھ اطراف کے شیعہ بھی گھر میں داخل ہوئے، میں بھی وہاں موجود تھا، میں امام کے جنازے کے پاس ٹھہر گیا۔

جعفر آگے آئے کہ نماز پڑھائیں، جیسے ہی وہ تکبیر کہنا چاہتے تھے کہ ایک بچہ، جس کی شکل گندم گوں اور گھونگھریالے بال تھے۔ دانتوں میں قدرے فاصلہ تھا، آگے آکر اس نے جعفر کی ردا کھینچی اور فرمایا: "تأخّر یا عمّ فانا احقّ بالصلاۃ علیٰ ابی" (چچا پیچھے ہٹئے کیونکہ اپنے باپ کی نماز جنازہ پڑھانے کا میں زیادہ حقدار ہوں)

جعفر پیچھے ہٹ گئے، ان کا چہرہ متغیر اور دھول دھول ہو گیا تھا، بچہ آگے آیا اور نماز پڑھائی، پھر اس کے بعد امامؑ کو آپ کے والد امام علی نقیؑ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا۔

اس کے بعد اس بچے نے مجھ سے کہا: تمہارے پاس جو خطوں کے جواب ہیں مجھے دو، میں نے وہ سب ان کے حوالے کر دئے اور دل میں کہا: یہ دو علامتیں، (نماز اور مطالبہ خط) تو سامنے آئیں، لیکن تیسری نشانی (تھیلی کی خبر) باقی ہے، میں اس کے بعد جعفر کذّاب کے پاس گیا، میں نے دیکھا وہ بہت پریشان ہیں، ایک شخص حاجز وشاء نے جعفر سے کہا:

وہ بچہ کون تھا؟ حاجز چاہتا تھا کہ اس سوال سے جعفر کو زچ کرے۔

جعفر نے کہا: خدا کی قسم، میں نے اس بچے کو کبھی نہیں دیکھا نہ اسے پہچانتا ہوں۔

ابوالادیان کہتا ہے: میں بیٹھا تھا اتنے میں کچھ قم کے لوگ آئے اور امام حسن عسکریؑ کو تلاش کرنے لگے، انہیں بتایا گیا کہ وہ دنیا سے گذر گئے، انہوں نے پوچھا: ان کے بعد کون امام ہے؟ لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔

انہوں نے جعفر کو سلام کیا اور انہیں تعزیت اور تہنیت پیش کی اور کہا: ہمارے پاس کچھ خطوط اور روپیہ

ہیں، مجھے بتائیے کہ یہ خطوط کس نے لکھے ہیں اور روپیہ کتنا ہے؟

جعفر اپنا لباس جھاڑتے ہوئے اٹھے اور بولے:

''مجھے علم غیب نہیں''۔

اس وقت خادم (امام عصرؑ) باہر آیا اور بولا:

کیا تم لوگوں کے پاس خطوط ہیں، وہ فلاں اور فلاں کے ہیں (سب کے نام لئے) اور تمہارے پاس تھیلی ہے جس میں ہزار دینار ہیں، ان میں دس دینار (اشرفی) سنہری ہے۔

قم والوں نے وہ خطوط اور تھیلی اس خادم کے حوالے کر دی اور کہا کہ جنہوں نے میرے پاس تمہیں بھیجا وہی امام ہیں۔

اس واقعے کے بعد جعفر کذّاب پندرہویں عباسی خلیفہ معتمد کے پاس گئے اور کہا: میرے بھائی حسن عسکریؑ کے گھر میں ایک بچہ ہے جس کی امامت کے تمام شیعہ معتقد ہیں....

معتمد نے فوجیوں کو اس بچے کی گرفتاری کے لئے بھیجا، وہ بڑی تلاش کے بعد ایک کنیز جس کا نام صیقل تھا گرفتار کر کے بچے کے بارے میں پوچھنے لگے، اس نے کہا: میں نہیں جانتی نہ مجھے کچھ معلوم ہے، پھر ان فوجیوں کی توجہ اس بچے سے ہٹانے کے لئے کہنے لگی، مجھے امامؑ کا حمل ہے (یعنی حاملہ امام حسن عسکریؑ سے)۔

وہ فوجی کنیز کو ابوالشوارب کے سامنے لائے کہ بچے کی ولادت کے بعد اس کنیز کو قتل کر دیا جائے، اس درمیان عبید اللہ بن یحییٰ بن خاقان کی موت ہوگئی جو معتمد کا وزیر تھا اور صاحب الزنج (زنگیوں کے امیر) نے بصرہ میں بغاوت کر دی اس طرح خلافت کی توجہ ان واقعات کی طرف مڑ گئی اور وہ بچے کی جستجو سے باز آئے، صیقل کنیز بھی قاضی کے یہاں سے اپنے گھر آ گئی۔(۱)

جیسا کہ ہم نے بیان کیا: امام حسن عسکریؑ معتمد عباسی کے حکم سے پوشیدہ طریقے پر زہر دئے جانے سے صاحب فراش ہوئے، جعفر کذّاب جو ایک بدکردار شخص تھے، انہوں نے کچھ لوگوں کے ساتھ جا کر معتمد کو واقعے کی اطلاع دی، خلیفہ نے پندرہ قابل اطمینان اشخاص کو متعین کیا کہ وہ امامؑ کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور سخت

۱۔ کمال الدین، ج ۱ ص ۱۵۰، ۱۵۲۔ بحار الانوار، ج ۵۰ ص ۳۳۲، ۳۳۳

نگرانی کریں۔امامؑ کی عمر کے آخری تین روز میں آپ کی حالت انتہائی تشویشناک ہوگئی۔دوروز قبل خلیفہ کوخبر دی گئی کہ امامؑ کی حالت تشویشناک ہے۔دیکھاوے کے لئے اس نے طبیب اور قاضی کوامام کے گھر بھیجا اوران سے کہا کہ رات دن امامؑ کے گھر میں رہیں وہ وہیں تھے کہ امامؑ دنیا سے گذر گئے،شہادت کی خبر شہر سامرہ میں ہوئی تو تمام شہر عزامیں ڈوب گیا۔(۱)

بیماری کی آخری گھڑیوں میں امام حسن عسکریؑ کواس قدر شدت ضعف تھا کہ آپ دوابھی نہیں پی سکتے تھے۔اپنے غلام عقید سے فرمایا:

اس کمرے میں جاؤ جس بچہ کوسجدے میں گرا ہوادیکھنا اسے بلالاؤ،غلام وہاں گیااور انتہائی درخشاں صورت بچے کوسجدے کی حالت میں دیکھا،گھونگھریالے بال تھے،دانتوں میں ذرا ذرا فاصلہ تھا،پدر بزرگوار کی خدمت میں آئے،جس وقت امام حسن عسکریؑ نے دیکھا،رونے لگے۔فرمایا:" **یا سیّد اهلبیته اسقنی الماء فانّی ذاهب الیٰ ربّی** " (اے گھر والوں کے سردار! مجھے پانی پلاؤ کہ میں اب سوئے پروردگار جارہا ہوں)۔

آقازادے نے پانی کا برتن گرم کیا،ہاتھ میں لے کراپنے ہاتھوں سے پدر بزگوار کو پلایا،پھرامام نے فرمایا مجھے نماز کے لئے بٹھادو،انہوں نے وضوکرنے میں امام کی مدد کی،امامؑ نے ان سے فرمایا:

اے بیٹا! تمہیں بشارت ہو کہ تم ہی صاحب الزماں (عج) ہو،تم ہی مہدی اورزمین پر خدا کی حجّت ہو....

یہ عہد ہے جسے میرے والد نے اپنے آباء کرام کے واسطے سے رسول خداؐ تک پہونچایا ہے۔(۲)

۱۔کمال الدین،ج۱،ص۱۲۰،۱۲۴

۲۔منتہیٰ الآمال،ج۲،ص۲۷۸

چودہویں معصوم حضرت مہدی (ع) کے مصائب

حضرت مہدی (ارواحنا له الفدا) پندرہ شعبان ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ شہر سامرہ میں متولد ہوئے اور پدر بزرگوار کے زیر کفالت مخفی طریقے سے زندگی بسر کر رہے تھے، خواص کے سوا کسی کو آپ کے وجود کی خبر نہ تھی۔

کیونکہ آپ کو عباسی طاغوتوں سے خطرہ تھا اس لئے آپ کو پوشیدہ رکھا گیا تھا۔

آپ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ کو جب آپ کے پدر بزرگوار شہید کئے گئے، پانچ سال کی عمر میں مرتبۂ امامت پر فائز ہوئے، حکم خدا سے آپ کی دو غیبتیں ہیں۔

۱۔ غیبت صغریٰ جو ۲۶۰ھ سے شروع ہوتی ہے اور ۳۲۹ھ پر ختم ہوتی ہے جو تقریباً ستر (۷۰) سال ہوتے ہیں۔ (اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں)

۲۔ غیبت کبریٰ جو ۳۲۹ھ سے شروع ہوئی ہے اور جب تک حکم خدا ظہور کے لئے نہ ہو، قائم رہے گی۔

حضرت کی زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

۱۔ پدر بزرگوار کے دوران (لگ بھگ پانچ سال)

۲۔ دوران غیبت صغریٰ۔ جس میں آپ کے چار نائب یا سفیر تھے۔

عثمان بن سعید۔ محمد بن عثمان، حسین بن روح اور علی بن محمد سیمری۔ آپ نے علی بن محمد سیمری کو حکم دیا کہ اپنا نائب کسی کو معین نہ کریں۔

۳۔ غیبت کبریٰ اور امام سے بعض لوگوں کی ملاقات .... اس زمانے میں امام، زمام امور کو ولی فقیہ (جامع الشرائط مجتہد) کے سپرد کئے ہوئے ہیں۔

۴۔ آپ کے درخشاں ظہور کا زمانہ اور آپ کی عالمی حکومت۔

مصائب حضرت ولی عصر (ع)

آپ کے مصائب بہت زیادہ ہیں، تمام معصوم اماموں کا سوگ پیغمبر خداؐ کا سوگ، فاطمہ زہراؑ کا سوگ اور

تمام مصائب جو خاصان خدا پر وارد ہوتے ہیں، یا وہ شہید ہوتے ہیں یا زخمی ہوتے ہیں ان کا سوگ، ان تمام مصیبتوں کا آپ پر اثر ہوتا ہے، یہاں صرف آپ کے جد امام حسینؑ کے ارتباط اور ذکر مصیبت پر اکتفا کی جاتی ہے۔

سانحۂ کربلا بہت دلگداز اور غم انگیز ہے، امام زمانہ (عج) سے زیادہ کسی نے بھی اس کو محسوس نہیں کیا، آپ اس جگر سوز مصائب حسینؑ کی یاد میں جو کچھ بیان فرماتے ہیں اس کا کچھ حصہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

"لئن اخّرتنی الدّھور ..."

اگر زمانے نے مجھے تاخیر میں ڈال دیا (اور میں دنیا میں بہت بعد میں آیا) اور میری تقدیر نے آپ کی مدد سے مجھے روکا، میں دن رات آپ کے مصائب میں روتا رہتا ہوں ....میں صبح وشام آنکھوں سے آنسو بہاتا رہتا ہوں اور میں آپ پر آنسوؤں کے بدلے خون بہاتا ہوں۔

"امر اللّعین جنوده فمنعوک ..."۔

(اے جد بزرگوار! میں بھولتا نہیں ہوں کہ) عمر سعد ملعون نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ خیمے میں پانی جانے سے روکا جائے، آپ پر حملہ کیا جائے اور آپ کے جسم نازنین پر تیروں اور نیزوں کی بارش کی جائے، آپ کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیا گیا، تمام بدن داغ داغ کردیا گیا۔ **"وا سرع فرسک شارداً ...."**

(اے جد بزرگوار) بغیر سوار کے آپ کا گھوڑا خیمے کی طرف دوڑتا ہوا آیا، صیحہ کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی، وہ چلا رہا تھا، ہائے یہ کیسا ظلم ہے، ہائے یہ کیسا ظلم ہے، ہائے یہ کیسا ظلم ہے۔ رسول کی امت نے ان کے نواسے کو قتل کردیا۔

"فلمّا رأین النساء جوادک مخزیاً..."

(ہائے یہ کیسا دلخراش منظر تھا کہ) جس وقت اہل حرم نے گھوڑے کو دیکھا کہ زین ڈھلی ہوئی ہے تو خیمے سے نالہ وشیون کرتی ہوئی نکل پڑیں، وہ بالوں کو پریشان کئے ہوئے اپنے منہ پر طمانچے مار رہی تھیں، فریاد و فغاں بلند کررہی تھیں، کیونکہ انہوں نے دیکھا عزت کے بدلے ذلت نصیب ہورہی ہے، وہ اسی حال میں سوئے مقتل دوڑ رہی تھیں، انہوں نے دیکھا کہ شمر آپ کے سینے پر سوار ہے، اپنی تلوار آپ کے گلے پر چلا رہا ہے اور آپ کا سر بدن سے جدا کرنا چاہتا ہے۔

"فھویت الیٰ الارض جریحاً تطئوک الخیول ..."۔

(اے جد بزرگوار وہ وقت بھی کس قدر دلگداز تھا) کہ جب آپ کا زخمی بدن زمین پر آیا۔ایک سرکش گروہ گھوڑوں پر سوار ہوا اور آپ کے جسم کو گھوڑے کے ٹاپوں سے پامال کیا، حالانکہ آپ کی زندگی کی وہ آخری گھڑیاں تھیں، روح نکلنا چاہتی تھی۔ "وسُبِیَ اھلک کالعبید ..."۔

اور آپ کے اہل حرم کو غلاموں کی طرح اسیر کیا گیا، انہیں آہنی زنجیروں میں جکڑا گیا اور سرکش اور تیز رفتار اونٹوں پر سوار کیا گیا جس میں محمل بھی نہیں تھی کہ ان اہل حرم کی کھالیں گرمی کی شدت سے جھلس گئی تھیں، انہیں بیابانوں اور شاہراہوں میں گھمایا گیا، ان کے ہاتھ گردنوں سے بندھے ہوئے تھے اور انہیں کوچوں اور میدانوں میں پھرایا جارہا تھا۔تف ہے ان گنہگار اور بے شرم ظالموں پر....

"فقام ناعیک الیه بالدّمع...."۔

آپ کی خبر شہادت قبر رسولؐ پر (بشیر) نے دی اس حال میں کہ وہ رو رہا تھا۔اس نے عرض کی: اے رسول خداؐ! آپ کا نواسہ قتل کیا گیا میں آپ کے فرزند کی سنانی لیکر آیا ہوں، آپ کا جواں مرد قتل کیا گیا، اے رسول خداؐ! آپ کے فرزند اور گھر والے بڑی اذیت اور سختی کے ساتھ دشمنوں کے ہاتھوں اسیر ہوئے رسول خداؐ اس خبر سے روئے اور قلب داغدار اندوہ سے بھر گیا...۔(۱)

امام زمانہ (عج) کا درود وسلام

حضرت ولی عصر (عج) ایک دوسرے موقع پر امام حسینؑ کی بارگاہ میں درود وسلام پیش کرتے ہیں اور آپ کے ہر اعضاء پر سلام کہتے ہیں۔

ان میں کچھ جو آپ کے جد مظلوم امام حسینؑ کے مصائب سے متعلق ہیں اس طرح یاد کرتے ہیں:

۱۔الحوادث والوقایع، ج ۳، ص ۳۰۱،۳۰۴

''السلام علیٰ المغسل بدم الجراح ''

سلام ہواس پر جسے اس کے زخموں کے خون سے غسل دیا گیا۔

''السلام علی المجرّع بکاسات الرّماح ''

سلام ہواس پر جسے نیزوں کے جام پلا کر شہید کیا گیا۔

''السلام علی المقطوع الوقین ''

سلام ہواس پر جس کی رگ قلب دشمن کے تیر سے قطع ہوئی۔

''السلام علی الشیب الخضیب ،السلام علی الخدّ التّریب''

سلام ہواس پر جس کی ریش خون سے خضاب ہوئی، اس چہرے پر سلام ہو جو خاک پر پڑا رہا۔

''السلام علی البدن السّلیب ''

سلام ہواس بدن پر جسکے کپڑے اتار لئے گئے۔

''السلام علی الثّغر المقروع بالقضیب ''

اس دانت پر سلام جسے چوب خیزران سے کوبیدہ کیا گیا۔

''السلام علی الرّاس المرفوع ''

سلام ہواس سر پر جو نوک نیزہ پر بلند کیا گیا۔

''السلام علی الشفاۃ الذّابلات ''

سلام ہوان لبوں پر جو تشنہ اور خشک تھے۔

''السلام علی الاعضاء المقطعات ''

سلام ہوان اعضاء پر جو ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔

''السلام علی الرؤس الشاملات ''

سلام ہوان سروں پر جو نیزے پر بلند کر کے پھرائے گئے۔

"السلام علی النسوۃ البارزات"

سلام ہو ان مخدرات عصمت پر جو دیار بہ دیار پھرائی گئیں۔(الحوادث والوقایع ،ج۳،ص۳۰۵،۳۰۷)

ہم دعائے ندبہ میں پڑھتے ہیں کہ:

"این الطالب بذحول الانبیاء"

کہاں ہے پیغمبروں کے خون کا بدلہ لینے والا اوران کے فرزندوں کا قصاص لینے والا؟ کہاں ہے شہید کربلا کے خون کا بدلہ لینے والا؟ کہاں ہے وہ جو سرکشوں اورافتراپردازوں سے بدلہ لے گا؟

زیارت ناحیہ میں جسے سید بن طاؤس نے نقل کیا ہے۔اس میں ۷۹ شہیدان کربلا اوران کے اوصاف کا ذکر ہے،اس کے فقرے ہیں۔

"السلام علیکم بما صبرتم ..."

سلام ہوتم پر اس خاطر سے کہ تم نے صبر کیا،اب تم بہترین گھر میں ہو،خداتمہیں نیکوں کی جگہ عطا کرے،میں گواہی دیتا ہوں کہ خدانے تمہاری آنکھوں سے پردے ہٹادئے اورشہادت کے وقت زمین گہوارہ بن گئی،تمہیں بے حساب اجر دیا،تم حق کی راہ میں سخت گوش تھے،تم اس راہ میں ہم سے آگے بڑھ گئے اور ہم بھی دار بقامیں تمہارے ندیم ہوں گے۔(۱)

۱۔بحارالانوارج،۴۵،ص۶۵ تا۷۳

مصائب آلِ محمدؐ

حصّہ دوم

شہداء کربلا کے مصائب

یزید سے معاویہ کی وصیت

امام حسینؑ ۵۰ھ میں امام حسنؑ کی شہادت کے بعد امام ہوئے آپ کے زمانۂ امامت میں ۵۰ھ سے ۶۱ھ تک ۹ سال ۴ مہینے معاویہ کی خلافت کے زمانے میں گذرے اور تقریباً چھ مہینے خلافت یزید کے زمانے میں گذرے۔

معاویہ چالیس سال کے بعد آمرانہ خلافت کر کے ۶۰ھ کے وسط رجب میں دنیا سے گذر گیا، لیکن چونکہ اس نے خود امام حسنؑ کے صلح نامے میں یہ عہد کیا تھا کہ وہ خود کسی کو خلیفہ یا جانشین معین نہیں کرے گا، اپنی زندگی ہی میں یزید کے لئے لوگوں سے بیعت لے لی اور رسمی طور سے اپنا ولی عہد بنا دیا۔

مشاہیر حضرات مثلاً! امام حسینؑ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے خلافت یزید کی مخالفت کی۔

معاویہ نے بستر مرگ پر اپنے بیٹے یزید سے کہا: میں نے تیرے لئے سب سے بیعت لے لی اور سب کو رام کر لیا، لیکن تین افراد سے ڈرتا ہوں کہ تیری مخالفت کریں گے، حسین بن علیؑ، عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر۔ ان تینوں کے بارے میں میری وصیت یہ ہے۔

عبداللہ بن عمر تو تیرے ساتھ ہے۔ لیکن ابن زبیر پر جہاں بھی قابو پانا اسے قتل کر کے بدن ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنا، کیونکہ اگر وہ موقع پا کر تجھے قابو میں کرے گا تو تجھے شیر کی طرح پھاڑ کھائے گا، ورنہ جس طرح لومڑی کتے سے سلوک کرتی ہے وہ تجھ سے کرے گا، لیکن امام حسینؑ کا مرتبہ اور رسول خداؐ سے ان کی نسبت کو تو جانتا ہے، وہ رسول خداؐ کا گوشت اور خون ہیں، میں جانتا ہوں کہ عراق والے ان کی طرف جھکیں گے، لیکن انہیں تنہا چھوڑ دیں گے اور آپ کا مرتبہ برباد کر دیں گے، اگر وہ تیرے قبضے میں آجائیں تو ان کا حق اور مرتبہ پہچاننا، ان پر سختی نہ کرنا خیال رہے کہ ہمارا ان سے رشتہ بھی ہے لازمی طور سے ٹکراؤ سے پرہیز کرنا۔ (۱)

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۱۱

یزید کا خط حاکم مدینہ کو اور اس کے واقعات

جب معاویہ دنیا سے گذر گیا تو یزید نے اس کی وصیت پر توجہ نہ کی اور حاکم مدینہ ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو جو اس کا چچیرا بھائی بھی تھا۔ یہ خط لکھا:

....اے ولید! بغیر تاخیر کے حسینؑ بن علیؑ سے بیعت لے اور کسی قسم کی مہلت نہ دے۔

ولید نے رات کے وقت ایک شخص کو بھیج کر امامؑ کو بلایا۔

امام حسینؑ واقعے سے آگاہ ہو گئے، اپنے چند رشتہ داروں کو بلا کر فرمایا: اپنے ہتھیار لے لو، ولید نے مجھے رات کے وقت بلایا ہے اور مجھے اندیشہ ہے کہ وہ مجھے کسی ایسے کام پر مجبور کرے جسے میں قبول نہ کروں اور ولید کی طرف سے اطمینان کے لئے (کہ وہ مجھے گزند نہ پہونچائے) تم سب لوگ ہمارے ساتھ رہنا جس وقت میں اس کے پاس جاؤں اور میری آواز بلند ہو تو میرے پاس آجانا اور میرا دفاع کرنا۔

امامؑ کی ولید سے گفتگو

رات کے وقت امام حسینؑ ولید کے پاس گئے آپ نے دیکھا کہ مروان بھی اس کے پاس بیٹھا ہے، ولید نے امامؑ کو معاویہ کے مرنے کی خبر سنائی، امامؑ نے فرمایا: "انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون"

اس کے بعد ولید نے یزید کا خط پڑھ کر سنایا جس میں حکم دیا گیا تھا کہ حسینؑ سے بیعت لے۔

امامؑ نے فرمایا: میرے خیال میں تو اس بات کو کافی نہیں سمجھے گا کہ میں پوشیدہ طریقے سے بیعت کروں بلکہ تو بھی چاہتا ہے کہ لوگوں کے سامنے اعلانیہ بیعت کروں۔

ولید نے کہا: جی ہاں! ایسا ہی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اس لئے اس مسئلے کو کل تک کے لئے ملتوی کر دے اور اس پر سوچنا۔

ولید نے کہا: خدا کا نام لے کر اس وقت واپس جائیے کل صبح لوگوں کے ساتھ میرے پاس آکر بیعت کیجئے۔

اس وقت مروان نے ولید سے کہا: اگر اس وقت حسینؑ تمہارے ہاتھ سے نکل گئے اور بیعت نہیں کی تو پھر کبھی ہاتھ نہ آئیں گے، جب تک کہ تم سے خون خرابہ نہ ہو جائے، انہیں روکو کہ بیعت کریں ورنہ گردن مار دو۔

امام حسینؑ کھڑے ہوئے اور مروان سے فرمایا:

"انت یابن الزرقاء تقتلنی اَمْ ھو ؟ کذبت و اللہ و اثمت "۔

اے نیلی آنکھوں والی عورت کے بچے! تو مجھے قتل کرے گا یا یہ؟ خدا کی قسم تو نے جھوٹ بکا اور ناہنجار بات کہی۔

اسی وقت امام حسینؑ دارالامارہ سے واپس ہوئے اور اپنے عزیزوں کے ساتھ گھر آ گئے۔

مروان اور ولید کی گفتگو

جب امام حسینؑ چلے گئے تو مروان نے ولید سے کہا: تم نے میری بات پر توجہ نہ دی، بخدا اب حسینؑ کبھی موقع نہ دیں گے کہ ان پر قابو پایا جا سکے۔

ولید نے کہا: تف ہے دوسروں کے حال پر۔ اے مروان! تم نے میرے لئے ایسا کام چنا تھا جس میں میرے دین کی بربادی تھی۔ خدا کی قسم میں نہیں چاہتا کہ سورج جہاں طلوع کرتا اور ڈوبتا ہے۔ مجھے دنیا کی حکومت و دولت مل جائے اور میں حسین کو قتل کروں، سبحان اللہ! کیا میں صرف اس لئے انہیں قتل کردوں کہ انہوں نے کہا: میں بیعت نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ کسی سے قیامت کے دن خون حسینؑ کی باز پرس ہو۔ اس کی ترازو ہلکی ہو (یعنی میں سوچ بھی نہیں سکتا کہ اس کی سزا کم ہوگی)۔

مروان نے کہا: اگر تم نے اس لئے حسینؑ کو آزاد کر دیا تو اچھا کیا، مروان نے صرف زبان سے کہا لیکن اس کی رائے یہ نہیں تھی بلکہ ولید کو خوش کرنے کے لئے ایسا کہا تھا۔ (۱)

اس گفتگو سے پتہ چلتا ہے کہ اگرچہ ولید طاغوت کا حکمراں تھا لیکن تھوڑی بہت اس کے پاس دین ومتانت کی رمق تھی۔

دوسری صبح مروان نے امام حسینؑ سے ملاقات کی اور کہا: اگر آپ میری پیروی کریں تو نجات پائیں گے، میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں کہ یزید کی بیعت کر لیجئے، اس روش سے آپ کی دنیا و آخرت سنور جائے گی۔

امام حسینؑ نے جواب دیا:

" و علی الاسلام السلام اذقد بلیت الاسلام براعٍ مثل یزید ، و لقد سمعت جدّی

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲ص ۳۰، ۳۱

یقول الخلافة محرمة علیٰ آل سفیان "

اگر میں یزید کی بیعت کرلوں تو مجھے اسلام سے علیحدہ ہو جانا چاہئے، کیونکہ اسلام کا رہبر یزید جیسا شخص ہو جائے گا۔ میں نے اپنے جد سے سنا ہے کہ خلافت آل سفیان پر حرام ہے۔(۱)

(اس اسلام کو دور سے سلام جو اسلام یزید جیسے چرواہے کی آزمائش میں مبتلا ہو، میں نے اپنے جد کو فرماتے سنا ہے کہ خلافت آل سفیان پر حرام ہے)۔

امام حسینؑ اور انصار کی مدینے سے مکے ہجرت شبانہ

امام حسینؑ کی ولید سے ملاقات ۲۷/رجب ۶۰ھ کو ہوئی امام اس رات مدینے میں اپنے گھر کے اندر رہے۔

ولید نے سنیچر کے دن عصر کے وقت ایک گروہ کو بھیجا کہ اس کے سامنے یزید کی بیعت کریں۔

امامؑ نے ولید کے پیادوں سے فرمایا: کل صبح تک مہلت دو تاکہ آج رات، ہم بھی اور تم بھی اس بارے میں غور کریں، یہ خبر ولید کو ہوئی تو ولید نے مہلت دیدی، امام حسینؑ اسی رات جو ۲۸/رجب ۶۰ھ کی رات تھی، اپنے بیٹوں، بھائیوں، بھتیجوں اور اکثر خاندان کے افراد سوائے محمد حنفیہ کے اسی رات مدینے سے مکہ چلے گئے، امامؑ اپنے ہمراہیوں کے ساتھ شب جمعہ تیسری شعبان مکہ پہونچے۔(۲)

کوفیوں کے خطوط

معاویہ کی موت اور امام حسینؑ کا انکار بیعت نیز مکہ میں تشریف آوری کی اطلاع کوفہ والوں کو ہوگئی۔

کوفے کے شیعوں نے سلیمان بن صرد خزاعی کے گھر پر اجتماع کیا، سلیمان کی گفتگو اور بیانات کے بعد امام حسینؑ کو خط لکھا گیا کہ آپ کوفہ تشریف لائیں خط لکھنے والوں میں سلیمان بن صرد، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، حبیب بن مظاہر کے علاوہ دوسرے ایماندار شیعہ تھے۔

۱۔ مثیر الاحزان ابن نما

۲۔ ترجمۂ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۳۱۔۳۲

کچھ لوگ یہ خط لیکر تیزی سے مکہ امامؑ کے پاس پہونچے اور ماہ رمضان المبارک کی دس تاریخ کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

کوفہ والوں نے دوسرے خطوط بھی لکھے اس طرح ڈیڑھ سو خط ہو گئے، انہیں میں ایک خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ خط ہے امام حسینؑ کی خدمت میں امام کے شیعوں اور دیگر مومنوں اور مسلمانوں کی طرف سے۔

حمد وثنائے الٰہی کے بعد۔ جس قدر جلد ہو ہم لوگوں کے درمیان تشریف لائیے، کیونکہ لوگ آپ کی راہ تک رہے ہیں، یہ لوگ آپ کے سوا کسی دوسرے کے بارے میں نہیں سوچ رہے ہیں، جلد تشریف لائیے۔ جلد تشریف لائیے، جلد تشریف لائیے۔ والسلام (۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ کوفہ والوں نے لکھا: کوفے میں ایک لاکھ تلواریں آپ کی حمایت میں ہیں اس لئے کوفے آنے میں دیر نہ کیجئے۔ (۲)

جناب مسلم نے کوفہ پہونچکر امامؑ کا خط پڑھا

امام حسینؑ نے آغاز کار میں حضرت مسلم بن عقیل کو منتخب کیا جو آپ کے چچیرے بھائی اور بہن رقیہ کے شوہر تھے، آپ کو کوفہ والوں کے لئے خط دیکر کوفہ روانہ کیا۔

حضرت مسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوفہ روانہ ہو گئے اور پانچ شوال ۶۰ھ کو کوفہ پہونچکر مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر میں ٹھہرے جو سالم بن میسّب کے گھر کے نام سے مشہور تھا اور طبری کی روایت کے مطابق مسلم بن عوسجہ کے گھر میں اترے، شیعوں کی بھاری جمعیت وہاں آگئی، حضرت مسلم نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا، ان لوگوں نے مضمونِ خط سنکر گریہ کیا، اس خط کا مضمون یہ تھا:

''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یہ خط ہے حسین بن علیؑ کا، مومنوں اور مسلمانوں کی طرف۔

۱۔ ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۳۵

۲۔ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۵۸۹

امابعد۔ ہانی اور سعید نے تم لوگوں کا خط ہمیں پہونچایا اور یہ دونوں تمہارے آخری فرستادہ تھے، میں نے تم لوگوں کے تمام مطالب اور گفتگو سے آگاہی حاصل کی، زیادہ تر تمہاری باتیں یہ ہیں کہ ہم بے امام ہیں، اس لئے ہمارے پاس آیئے، شاید خداوند عالم آپ کے وسیلے سے ہماری ہدایت کرے، میں بھی اس وقت اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے مسلم بن عقیل کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں، یہ ہمارے خاندان میں بھروسہ مند آدمی ہیں تا کہ اگر مسلم بن عقیل مجھے خط لکھیں گے کہ دانشمندوں اور واقف کاروں کی رائے تمہارے بھیجے ہوئے لوگوں کے مطابق ہوئی تو انشاءاللہ میں بہت جلد تمہاری طرف آؤں گا۔

"فلعمری ما الامام الّا الحاکم بالکتاب، القائم بالقسط ...."

میری جان کی قسم! امام اور پیشواوہی ہے جو کتاب خدا کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے، انصاف پر قائم رہے دین حق کے مطابق دینداری کرے اور اپنے کو ذات خدا کے مطابق باتوں میں اخلاص کا مظاہرہ کرے۔ والسلام (۱)

مصائب حضرت مسلمؑ

تھوڑے تھوڑے شیعہ حضرت مسلم کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور انہوں نے آپ کی بیعت کر لی تھی کہ حکومت کوفہ آپ کے زیر نگیں آجائے اس طرح اٹھارہ ہزار افراد نے حضرت مسلم کی بیعت کر لی تھی (اس بارے میں بیعت کرنے والوں کی تعداد ۲۵ ر ہزار اور چالیس ہزار بھی بیان کی گئی ہے)۔ (۲)

چنانچہ حضرت مسلم نے اس بات کو امام حسینؑ کی خدمت میں خط لکھ کر بتا دی، اس وقت کوفے کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔

یزید کے طرفداروں نے یزید کو خط لکھ کر واقعات کوفہ کی اطلاع دی، یزید نے اپنے قریبی لوگوں سے مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی عبیداللہ بن زیاد، جو بصرہ کا گورنر تھا۔ کوفہ کا گورنر بھی بنادیا جائے اور اس طرح حضرت مسلم اور ان کے طرفداروں کے چنگل سے کوفہ کو نکالے۔

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۳۶، ۳۸

۲۔ مثیر الاحزان، ص ۱۱۔ مناقب بن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۱۰

یزید نے ابن زیاد کو خط لکھ کر کوفے کے واقعے کی اطلاع دی اور تمام اختیارات دیکر حکم دیا کہ کوفہ کو اپنے کنٹرول میں کرے۔

ابن زیاد کی مکاری اور تہدید

ابن زیاد نے خط پڑھتے ہی سامان سفر تیار کیا اور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام بنا کر خود کوفے کی طرف چل پڑا، جب کوفے کے نزدیک پہونچا، سیاہ عمامہ سر پر باندھ لیا اور منہ پر کپڑا لپیٹ لیا، اس طرح وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کوفہ پہونچا۔

کوفے والے سن چکے تھے کہ بہت جلد حضرت امام حسینؑ کوفہ پہونچنے والے ہیں، ابن زیاد کو انہوں نے بنی ہاشم کی شکل میں آتے دیکھا تو سمجھے کہ وہ امام حسینؑ ہیں، بڑی گرمجوشی سے اس کا استقبال کیا، نعرہ لگانے لگے: خوش آمدید اے فرزند رسول....

جب بھاری بھیڑ اکٹھا ہوگئی تو ابن زیاد کے ساتھی مسلم بن عروہ نے چلا کر کہا: لوگو منتشر ہو جاؤ یہ حسین بن علی نہیں ہیں بلکہ کوفہ کا نیا گورنر ابن زیاد ہے (لیکن اس کے اعلان کو بہت سے لوگوں نے نہیں مانا اور اکثر لوگ شک وتردد میں پڑ گئے)۔

فضا تاریک تھی، ابن زیاد اور اس کے ساتھی قصر دارالامارہ پہونچے ابھی اکثر یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ امام حسینؑ ہیں۔

نعمان بن بشیر جو گورنر کی حیثیت سے دارالامارہ میں تھا اس نے دروازے بند کر لئے، ابن زیاد کے ایک ساتھی نے ہانک لگائی: دروازہ کھولو۔

نعمان ابھی اس فکر میں تھا کہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھی دارالامارہ پر قبضہ کرنے کے لئے آئے ہیں، چھت سے سر نکال کر کہا:

اے فرزند رسول! آپ کو خدا کا واسطہ یہاں سے چلے جائیے کیونکہ جو امانت میرے اختیار میں ہے آپ کو نہیں دوں گا اور آپ سے جنگ کی ضرورت بھی نہیں ہے۔

ابن زیاد نے اپنے کو قصر سے قریب کیا اور نعمان بھی چھت سے نیچے آیا ابن زیاد نے اپنے کو پہچھوایا اور کہا:

دروازہ کھولو رات لمبی ہوگئی۔

ایک شخص نے ابن زیاد کی یہ بات سنکر لوگوں سے کہا: منتشر ہو جاؤ یہ شخص امام حسینؑ نہیں ہے بلکہ پسر مرجانہ ہے۔

اس طرح قصر کھلا تو ابن زیاد داخل ہوا، لوگوں کے لئے دروازہ بند کر دیا گیا، لوگ بھی پراگندہ ہو گئے۔

دوسری صبح ابن زیاد نے اجتماع میں خطبہ پڑھا اور لوگوں کو حکومت یزید سے بہت ڈرایا دھمکایا اور کہا: جو بھی ہماری مخالفت کرے گا اس کا خون اور مال میرے لئے مباح ہے، قبیلوں اور محلوں کے بزرگوں کو آگاہ کرتا ہوں جو بھی دشمنان یزید کو پہچانتا ہے وہ مجھے خبر کرے ورنہ اسے اسی کے دروازے پر سولی دی جائے گی اور اس کے ماہانہ حقوق کو بند کر دیا جائے گا۔(۱)

تعجب کی بات یہ ہے کہ جس وقت ابن زیاد کوفے آیا تو لوگ یہ سمجھ کر کہ امام حسینؑ آئے ہیں گروہ در گروہ آکر سلام کر رہے تھے اور چالیس ہزار سے زیادہ افراد نے نعرہ لگایا تھا، ہم آپ کے ساتھ ہیں۔

ایک عورت چلاّئی تھی: اللہ اکبر۔ فرزند رسول اللہؐ۔

اس کے ساتھ مردوں نے بھی نعرۂ تکبیر بلند کیا تھا۔(۲)

ابن زیاد کے جاسوس کی مخبری

جس وقت حضرت مسلمؑ کو معلوم ہوا کہ ابن زیاد آگیا ہے اور تقریر کر کے لوگوں کو ڈرایا دھمکایا ہے، آپ کو یہ بھی معلوم ہوا کہ سر برآوردہ افراد شدید خطروں سے دوچار ہیں، تو آپ مختار کے گھر سے ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ آپ کے شیعہ پوشیدہ طریقے پر ہانی کے گھر پر آپ سے ملتے رہتے تھے۔ (تاریخ یہ بھی بتاتی ہے مختار قید میں ڈال دئے گئے)

ابن زیاد نے اپنے ایک غلام معقل کو بلا کر تین ہزار درہم دئے اور کہا کہ مسلم بن عقیل کا پتہ لگاؤ اور

۱۔ مثیر الاحزان، ص۱۱، مناقب، ج۲، ص۳۰۱

۲۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص۵۹۰

اپنے کو ان سے قریب کر کے ان کے مخصوص لوگوں میں ہو جاؤ، جب ان کے اور ساتھیوں کے مقرب ہو جانا تو انہیں یہ روپیہ دیکر کہنا کہ یہ پیسہ دشمنوں سے جنگ میں خرچ کیجئے اور اپنے کو ایسا ظاہر کرنا کہ انہیں کے پیرو ہو۔ تم روپیہ دو گے تو وہ مطمئن ہو جائیں گے، پھر صبح وشام حضرت مسلم کے پاس جانا اور دیکھنا کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں، ان ساری باتوں کو مجھ سے آ کر بتانا۔ معقل نے اس پروگرام پر عمل شروع کر دیا، اس نے حضرت مسلمؑ کے طرفداروں سے ایسی راہ ورسم پیدا کی کہ وہ لوگ اپنا آدمی سمجھنے لگے اس قدر قربت ہوگئی کہ حضرت مسلمؑ سے ملنے والوں میں اولین شخص وہی ہوتا اور باہر جانے والا آخری شخص وہی ہوتا، وہ تمام باتوں کی ابن زیاد کو خبر دیتا۔(۱)

لوگوں کی بے وفائی اور حضرت مسلم کی غربت

جاسوس کی مخبری کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ ہانی بن عروہ کو حاضر کیا جائے۔ اور ہانی بن عروہ سے بڑی دلخراش باز پرس کی، اب تھوڑا تھوڑا لوگوں کی بھیڑ جان کے خوف سے حضرت مسلمؑ کے اطراف سے منتشر ہونے لگی، حالت یہ ہوگئی کہ جس وقت حضرت مسلمؑ نماز جماعت کے لئے آئے (جس نماز میں دسیوں ہزار افراد شریک ہوئے تھے) صرف تیس آدمی مغرب میں شریک ہوتے تھے، جس وقت آپ مسجد سے باہر آئے اور باب الکندہ پر پہونچے تو دس افراد آپ کے ساتھ رہ گئے تھے، جب آپ اس سے باہر آئے تو ایک شخص بھی آپ کے ساتھ نہیں تھا، وہ اکیلے راستہ طئے کر رہے تھے۔

وہ غریب مظلوم، حیران وپریشان شخص کی طرح کبھی داہنی طرف دیکھتے تھے اور کبھی بائیں طرف، اسی طرح آپ ایک گلی میں پہونچے اور آپ نہیں جانتے تھے کہ کدھر جا رہے ہیں۔

اس طرح راستہ طئے کر رہے تھے کہ اچانک آپ نے دیکھا ایک خاتون اپنے دروازے پر بیٹھی فرزند کا انتظار کر رہی ہیں، اس خاتون کا نام طوعہ تھا، حضرت مسلمؑ نے اس سے فرمایا:

اے کنیز خدا تھوڑا پانی پینے کے لئے دے۔

وہ عورت گھر میں گئی اور پانی کا کوزہ لا کر حضرت کو دیا، آپ نے پانی پیا اور وہیں بیٹھ گئے۔

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۴۴

طوعہ انہیں نہیں پہچانتی تھی۔ اس نے کہا: اے بندۂ خدا یہاں آپ کا ٹھہرنا مناسب نہیں، اپنے گھر جائیے۔

طوعہ بوڑھی عورت تھی اور شیعہ خاتون تھی دوستدار اہلبیت تھی لیکن حضرت مسلمؑ کو نہیں پہچانتی تھی۔

حضرت مسلمؑ نے اس سے کہا:

اے کنیز خدا! میرا اس شہر میں گھر نہیں، کیا ممکن ہے کہ آج رات مجھے مہمان بنا لے شاید آئندہ میں اس کا بدلہ دے سکوں۔

طوعہ نے پوچھا: آپ کون ہیں؟

آپ نے فرمایا: میں مسلم بن عقیل ہوں، لوگوں نے میرا ساتھ دیا تھا، اب مجھ سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔ مجھے جھٹلا کر خود سے دور کر دیا ہے۔

طوعہ نے کہا: کیا واقعی آپ مسلمؑ ہیں؟

حضرت مسلمؑ نے کہا: ہاں

طوعہ نے کہا: تب تو آپ میرے گھر میں تشریف لائیے۔

حضرت مسلمؑ گھر میں داخل ہو گئے، طوعہ ان کی پذیرائی میں مشغول ہو گئی، اتنے میں طوعہ کا فرزند جس کا نام بلال تھا گھر میں آیا اور واقعے سے باخبر ہوا۔

طوعہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کا بیٹا اس واقعے سے مطلع ہو لیکن فرزند نے اصرار کیا کہ تجھے بتانا ہی ہوگا کہ اس کمرے میں کون ہے؟

طوعہ نے اسے قسم دی کہ کسی سے یہ بتائے گا نہیں۔ اس نے قسم کھائی کہ کسی سے نہیں کہوں گا تو اس کی ماں نے کہا: حضرت مسلمؑ ہمارے مہمان ہیں۔

بلال سو گیا اور اس رات صبح تک گھر میں رہا، سحر دم ابن زیاد کے فوجی عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے سارا ماجرا کہہ دیا، عبدالرحمٰن نے اپنے باپ محمد سے کہ وہ بھی فوجی افسر تھا، آہستہ سے کہا کہ مسلم طوعہ کے گھر میں ہیں، ابن زیاد کو واقعہ معلوم ہوا تو محمد بن اشعث سے کہا کہ ابھی جاؤ اور مسلم کو یہاں لے آؤ۔

وہ اٹھا اور عبیداللہ بن عباس سلمی کے ہمراہ ستر یا تین سو فوجیوں کو لے کر طوعہ کے گھر کی طرف چل پڑا۔

طوعہ نے حضرت مسلم کی بڑی مہمان نوازی کی، آپ کے لئے کھانا لائی لیکن آپ نے نہیں کھایا، اس رات آپ تھوڑی دیر سوئے، پھر اٹھ کر عبادت کرنے لگے۔ طوعہ اذان صبح کے وقت پانی لائی تا کہ آپ وضو کر لیں عرض کی کہ اے مولا! اس رات آپ بالکل نہیں سوئے۔

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: تھوڑی دیر سویا تھا، خواب میں اپنے چچا امیر المومنینؑ کو دیکھا کہ فرما رہے تھے:

" الوحا . الوحا . العجل العجل "(جلدی اور تیزی سے میرے پاس آؤ) میرے خیال میں یہ میری عمر کے آخری ایام ہیں۔ آپ نے وضو کیا اور نماز پڑھی اس کے بعد آپ مشغول دعا و تعقیب ہو گئے، اتنے میں آپ نے دشمن کے لشکر کی آواز سنی، اپنی دعا جلد تمام کی اور اسلحہ اٹھا کر آمادۂ جنگ ہو گئے، خود سے خطاب کیا:

باہر نکلو اس موت کے لئے جو نا گزیر طریقہ سے آئے گی۔

طوعہ نے عرض کی: میرے مولا! موت کے لئے تیار ہو گئے؟؟۔

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: ہاں۔ اس کے سوا چارہ نہیں، تم نے اپنی ذمہ داری نبھائی اور کمالِ احسان کیا اور شفاعت رسولؐ سے بہرہ مند ہوئی۔

اتنے میں ابن زیاد کے تین سو فوجی حضرت مسلمؑ کو گرفتار کرنے کے لئے طوعہ کے گھر میں داخل ہو گئے، آپ ڈرے کہ کہیں یہ لوگ گھر میں آگ نہ لگا دیں، آپ نے ان پر ایسا شدید حملہ کیا کہ وہ گھر سے باہر نکل گئے، انہوں نے گھر کا محاصرہ کر لیا، کچھ چھت پر چڑھ گئے اور حضرت مسلمؑ پر پتھر پھینکنے لگے، کچھ نرکل میں آگ لگا کر حضرت مسلمؑ کے سر پر پھینکنے لگے، حضرت نے گلی میں ان پر تلوار سے حملہ کیا اسی طرح وہ برابر لڑتے رہے۔

ایک روایت ہے کہ حضرت مسلمؑ نے دروازے کو اپنی سپر بنا لی اور ایک سو اسّی سواروں کو قتل کر ڈالا۔

محمد بن اشعث نے ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ فوجی کمک بھیجے، ابن زیاد نے فوج بھیجی، دوبارہ محمد بن اشعث نے کمک کا تقاضہ کیا تو ابن زیاد نے جواب میں لکھا کہ تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔ کیا ایک شخص نے تمہارے اتنے آدمیوں کو قتل کر ڈالا؟ اگر میں تم کو اس شخص (امام حسینؑ) سے جنگ کے لئے بھیجتا تو تمہاری کیا حالت ہوتی، ابن اشعث نے جواب دیا: تو نے خیال کیا ہے کہ مجھے کسی بقال کوفہ یا حیرہ کے کسان سے جنگ کے لئے بھیجا ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ مجھے ایک شجاع شیر، مرد قوی اور رسولؐ کی تلوار سے جنگ کے لئے بھیجا ہے۔

ابن زیاد نے پانچ سو سواروں کی مزید کمک بھیجی اور لکھا کہ تف ہے تم پر۔ اسے امان دیدو ورنہ تم سب کو بھون ڈالے گا۔(۱)

محمد بن اشعث نے جناب مسلم سے چلا کر کہا: ہم نے آپ کو امان دی، بلا وجہ اپنے کو قتل کے حوالے مت کیجئے۔

لیکن حضرت مسلمؑ کو امان پر اطمینان نہیں تھا، اسی طرح رجز پڑھتے رہے اور دشمن پر حملہ کرتے رہے، اپنے حملوں سے انہیں شدید نقصان پہونچا رہے تھے۔

دوسری بار محمد بن اشعث نے کہا: آپ سے جھوٹ نہیں کہا جا رہا ہے نہ آپ کو دھوکہ دیا جا رہا ہے، آپ امان میں ہیں، یہ لوگ (ابن زیاد وغیرہ) آپ کے چچیرے بھائی ہیں، آپ کو قتل نہیں کریں گے۔

حضرت مسلمؑ دشمنوں کی سنگباری اور تیر اندازی سے شدید طور پر زخمی ہو گئے تھے، جسم کا زیادہ تر خون بہہ چکا تھا، تھوڑی دیر آرام کیا اب آپ جنگ جاری نہیں رکھ سکتے تھے، دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے تا کہ دوبارہ اپنے کو تیار کریں۔

ابن اشعث نے پھر کہا: آپ امان میں ہیں۔

آپ نے ان سے پوچھا: کیا میں امان میں ہوں؟

سب نے کہا: آپ امان میں ہیں۔

اسی درمیان ایک خچر لایا گیا اس پر حضرت مسلمؑ کو سوار کیا گیا لیکن اسی وقت اپنی امان کا عہد توڑ دیا، آپ کے گرد جمع ہو کر تلوار چھین لی۔

آپ نے آنسو بہاتے ہوئے فرمایا: " هذا اوّل الغدر " (یہ تمہاری پہلی بد عہدی ہے)(۲)

۱۔ مقتل ابی مخنف، ص ۶۲، ۶۳۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۳۵

۲۔ اعلام الوریٰ، ۲۲۵، ۲۲۶۔ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۵۹۲

حضرت مسلمؑ اور ابن زیاد کی گفتگو

حضرت مسلمؑ کو قید کر کے ابن زیاد کے سامنے لایا گیا۔ جس وقت آپؑ ابن زیاد کے پاس پہونچے آپ نے اسے سلام نہیں کیا۔

ایک محافظ نے کہا: امیر اور حاکم کو سلام کرو۔

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: چپ رہ۔ تف ہے تجھ پر! یہ میرا امیر و حاکم نہیں ہے۔

ابن زیاد نے کہا: کوئی بات نہیں، سلام کرو نہ کرو تم قتل کئے جاؤ گے۔

حضرت مسلمؑ نے کہا: اگر تو مجھے قتل کرے گا تو یہ نئی بات نہیں، تجھ سے بدتر لوگوں نے مجھ سے بہتر لوگوں کو قتل کیا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: اے سرکش مخالف، اپنے امام پر تو نے خروج کیا، مسلمانوں کا اتحاد پارہ پارہ کیا اور فتنہ و آشوب کو ہوا دی۔

حضرت مسلمؑ نے کہا: اے پسر زیاد! مسلمانوں کا اتحاد تو معاویہ اور یزید نے ختم کیا اور فتنہ و آشوب تو نے اور تیرے باپ نے پھیلایا، مجھے امید ہے کہ خداوند عالم بدترین مخلوق سے مجھ کو مقام شہادت پر سرفراز کرے گا۔

ابن زیاد نے کہا: تم ایسی تمنا میں تھے کہ خدا نے اسے ثمر بار نہیں کیا اور اس کے اہل کے حوالے کی۔

حضرت مسلمؑ نے کہا: اے مرجانہ کے بیٹے! کون اس کی صلاحیت رکھتا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: یزید بن معاویہ۔

حضرت مسلمؑ نے کہا: ساری تعریف خدا کے لئے مخصوص ہے، میں خدا کی رضا پر راضی ہوں، وہی خدا ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا۔

ابن زیاد نے غصے میں جناب مسلمؑ، حضرت علیؑ، امام حسن و حسینؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا، تو جناب مسلمؑ نے فرمایا:

"انت و ابوک احقّ بالشّتیمة فاقض ما انت قاضٍ یا عدوّ الله"

ان ناسزا باتوں کا حقدار تو اور تیرا باپ ہے، اب تو جو چاہے فیصلہ کرائے اے دشمن خدا۔

ابن زیاد نے بکر بن حمران کو حکم دیا کہ آپ کو بالائے قصر سے زمین پر پھینک دے اور قتل کر دے، بکر بن حمران جناب مسلمؑ کو کوٹھے پر لے گیا اس وقت جناب مسلم تسبیح اور ذکر خدا کر رہے تھے اور پیغمبرؐ پر صلوات پڑھ رہے تھے۔ آپ کہتے جا رہے تھے:

اے خدا! تو ہی ہمارے اور اس گروہ کے درمیان فیصلہ کر۔

بکر بن حمران نے حضرت مسلمؑ پر شدید ضرب لگائی، اسے حضرت مسلمؑ سے کینہ وعناد تھا، آپ کو بالائے قصر لے گیا اور وہاں سے زمین پر پٹکا اس کے بعد آپ کی گردن کاٹ کر سر مقدس کو جدا کیا، سر کو زمین پر رکھا اس کے بعد بدن کو کوٹھے سے نیچے پھینک دیا۔ اس طرح حضرت مسلم شہید ہو گئے۔ (۱)

حضرت مسلمؑ کی وصیتیں

دوسری روایت میں ملتا ہے کہ حضرت مسلمؑ سخت زخمی اور کمزور ہو گئے تھے، قید کر کے دار الامارہ میں لائے گئے، آپ پر پیاس کا سخت غلبہ تھا، دروازۂ قصر کے پاس بہت سے لوگ اندر داخل ہونے کی اجازت کا انتظار کر رہے تھے، عمرو بن حریث بھی وہیں تھا اور ایک کوزۂ آب وہیں رکھا ہوا تھا۔ حضرت مسلمؑ نے فرمایا: مجھے پانی پلاؤ۔ یہ کہہ کر آپ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے، عمرو بن حریث نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ حضرت کو پانی پلا دے، اس نے ایک کوزہ لا کر دیا، حضرت نے پانی کو پینا چاہا لیکن وہ خون آلود ہو گیا، پانی کو پھینک دیا۔ دوسری مرتبہ پھر پانی لا کر دیا گیا حضرتؑ نے پانی ہاتھ میں لیکر پینا چاہا لیکن منھ اور لبوں سے خون بہہ کر کوزے میں بھر گیا اور آپ پانی نہ پی سکے تیسری بار بھی کوزہ بھر کر دیا گیا اور آپ نے پینا چاہا تو آگے کے دانت کوزے میں گر گئے، آپ نے فرمایا: " الحمد للہ کان لی من الرزق المقسوم شربتہ "

تمام ستائش خدا کے لئے ہے، اگر یہ پانی میری قسمت میں ہوتا تو میں پی لیتا۔ (میری تقدیر میں ہے کہ میں پیاسہ رہوں)

اسی حال میں ابن زیاد کا فرستادہ آیا اور حکم دیا کہ آپ کو قصر میں پہنچایا جائے۔

۱۔ اللہوف، ص ۵۷، ۵۸۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۲۶

حضرت مسلم قصر میں داخل ہوئے، ابن زیاد نے بہت سی بے شرمی کی باتوں کے بعد کہا: تم لازمی طور سے قتل کئے جاؤ گے۔

حضرت مسلمؑ نے فرمایا: اب جبکہ میں قتل کیا جاؤں گا تو اجازت دیدے کہ اپنی وصیت بیان کردوں، ابن زیاد نے اجازت دی۔ حضرت مسلمؑ نے عمر سعد کو وہاں دیکھا اور اس سے فرمایا:

اے پسر سعد! میرے اور تیرے درمیان رشتہ داری ہے، کچھ وصیت ہے اسے پوری کر دینا، لیکن میں اپنی وصیت پوشیدہ طریقے سے بیان کرنا چاہتا ہوں، عمر سعد نے حضرت مسلمؑ کی وصیت سننے سے انکار کیا تو ابن زیاد نے کہا: اپنے چچیرے بھائی کی وصیت سن لو۔

عمر سعد اٹھ کر گیا اور حضرت مسلمؑ مجلس کے ایک گوشے میں تشریف لائے اور الگ گوشے میں بیٹھ گئے، ابن زیاد دونوں کو دیکھ رہا تھا۔

حضرت مسلمؑ نے عمر سعد سے کہا:

۱۔ میں نے کوفے میں سات سو درہم قرض لیا ہے۔ میری زرہ اور تلوار بیچ کر وہ قرض ادا کر دینا۔

۲۔ جب قتل ہو جاؤں تو ابن زیاد سے میری لاش لیکر دفن کر دینا۔

۳۔ کسی کو امام حسینؑ کے پاس بھیج دینا کہ وہ اس سفر سے باز آئیں کیونکہ میں نے انہیں لکھ دیا ہے کہ تمام لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔ اب میرا خیال ہے کہ وہ راستے میں ہوں گے اور کوفہ آرہے ہوں گے۔

عمر سعد نے یہ سوچ کر کہ ابن زیاد بدگمان نہ ہو، ابن زیاد کے پاس آکر حضرت مسلمؑ کی تمام وصیت بیان کردی، ابن زیاد نے اس سے کہا: امانت دار شخص خیانت نہیں کرتا (یعنی اگر تو امانت دار ہوتا تو حضرت مسلمؑ کی پوشیدہ وصیت میں خیانت کر کے فاش نہ کرتا)۔

رہ گئی قرض کی ادائیگی، تو وہ تمہارے اختیار میں ہے، اب رہ گئی دفن کی بات تو اس میں بھی کوئی رکاوٹ نہیں، لیکن حسینؑ کے سلسلے میں یہ ہے کہ اگر وہ مجھ سے کوئی سروکار نہ رکھیں تو مجھے بھی ان سے کوئی سروکار نہیں۔

اس کے بعد ابن زیاد حضرت مسلمؑ کی طرف متوجہ ہوا اور حد سے زیادہ گستاخانہ باتیں کیں، یہاں تک کہا: تمہیں ان باتوں سے کیا سروکار، کیا تم مدینے میں شراب نہیں پیتے تھے۔ حضرت مسلم نے کہا: خدا کی

قسم تو جھوٹ بکتا ہے، تو شراب نوشی کا مجھ سے زیادہ سزاوار ہے۔ شراب نوشی کا سزاوار وہ ہے جو کتے کی طرح مسلمان کے خون سے اپنی زبان تر کرے اور خدا نے جن کا خون بہانا حرام قرار دیا ہے ان کا خون بہائے ۔

ابن زیاد میں اس سے زیادہ سننے کی طاقت نہیں تھی، اپنے جلاد کو حکم دیا کہ حضرت مسلمؑ کو بالائے قصر گردن مار دے۔

ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۶۱، ۶۲ میں ہے کہ حضرت مسلمؑ نے منگل کے دن ۸/ذی الحجہ ۶۰ھ کو خروج کیا اور بدھ کے دن ۹/ذی الحجہ (روز عرفہ) شہید کئے گئے۔

شہادت عبداللہ بن مسلم

حضرت مسلمؑ کے ایک فرزند کا نام عبداللہ تھا، وہ روز عاشورا اپنے ماموں امام حسینؑ کے ساتھ تھے (ابوالفرج نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ مسلم کی زوجہ رقیہ بنت علیؑ تھیں جنہیں ام کلثوم صغریٰ بھی کہتے ہیں، ان سے دو فرزند تھے، ایک عبداللہ دوسرے محمد۔ یہ دونوں فرزند کربلا میں شہید ہوئے)۔(۱)

حضرت عبداللہ بن مسلم جناب طرماح کی شہادت کے بعد امام حسینؑ کی خدمت میں آئے اور امامؑ سے اذن جہاد طلب کیا۔

امامؑ نے فرمایا: میرے فرزند! مسلم کی شہادت تمہارے خاندان کے لئے کافی ہے۔

عبداللہ نے عرض کی: چچا جان اگر آپ کی نصرت نہ کروں تو قیامت کے دن رسول خداؐ کو کیا منھ دکھاؤں گا۔ میرے آقا! یہ ہرگز نہ ہوگا، میں بہر حال آپ کی نصرت میں جنگ کروں گا تا کہ خدا سے ملاقات کروں، آپ میدان میں گئے، ہاتھ پھیلا کر یہ رجز پڑھا:

میں بنی ہاشم کا فرد ہوں، میں فرزند رسولؐ کی نصرت کروں گا جو شیر مرد علیؑ کی نسل سے ہیں، تمہیں اپنے اسلحے سے ضربیں لگاؤں گا، اس طرح مجھے قیامت میں بارگاہ خدا میں رستگاری کی امید ہے دشمن پر حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو قتل کیا آخر کار ایک تیر آپ کے گلے میں لگا اور آپ زمین پر گر پڑے، آپ کی زبان پر آخری فقرے یہ تھے:

۱۔ ریاحین الشریعہ، ج ۳، ص ۲۹۹

اے بابا (مسلم) میری کمر ٹوٹ گئی۔

امام حسینؑ آپ کے سرہانے آئے، دیکھا کہ سارا جسم خون میں آغشتہ ہے فرمایا: انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون۔ خدایا! آل عقیل کے قاتلوں کو قتل کر۔(۱)

دوسری روایت میں ہے کہ جناب عبداللہ بن مسلم نے علی اکبر شہداء بنی ہاشم کی اولین فرد کے بعد میدان میں آکر یہ رجز پڑھا۔

الیوم اُلقی مسلماً وھو ابی و عُصبةً بادوا علیٰ دین النبی

آج میں اپنے بابا مسلم سے ملاقات کروں گا خاندان کے ان افراد سے ملاقات کروں گا جو دین محمدؐ پر تھے۔

آپ نے تین بار دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے اشقیاء کو قتل کیا، اتنے میں یزید بن رقاد نے ایک تیر جناب عبداللہ کو مارا، پیشانی کی طرف جاتے ہوئے اس تیر کو عبداللہ نے ہاتھ سے روکا، وہ تیر ہاتھ کو چھیدتا ہوا پیشانی میں لگا، اس طرح آپ کا ہاتھ پیشانی سے چپک گیا، آپ اسے نکال نہ سکے، فریاد کی۔ خدایا! ہمارے دشمنوں کو قتل کر جس طرح انہوں نے مجھے قتل کیا، اس درمیان ایک دوسرے ظالم نے آکر سینے پر نیزہ لگایا اور آپ کو قتل کر دیا۔

اس کے بعد یزید بن رقّاد آپ کے سرہانے آیا اور اپنا تیر پیشانی سے نکالنے لگا لیکن نوک تیر پیشانی سے نہ نکل سکا۔ (مقتل المقرم، ص ۳۱۷، ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۸)

ہانی بن عروہ کی شہادت

ہانی بن عروہ معزز شیعہ اور قبیلۂ مذحج سے تھے اور روایت ہے کہ آپ نے زمانۂ رسولؐ دیکھا تھا اور آپ صحابی رسولؐ تھے، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۸۹ سال کی تھی۔

ہانی کی شخصیت کوفے میں عظیم تھی اور مسعودی کی روایت کے مطابق معاشرے میں ان کا اثر اس قدر تھا کہ چار ہزار سوار زرہ پوش ان کے ہمرکاب ہوتے تھے اور آٹھ ہزار پیادے ان کے زیر فرمان تھے۔(۲)

۱۔ مقتل ابی مخنف ص ۱۱۶

۲۔ منتہیٰ الآمال، ج ۱، ص ۲۳۰

ہانی نے حضرت مسلمؑ کی جہاں تک توانائی تھی حمایت کی، وہ آپ کے میزبان تھے لوگوں کو ابن زیاد کے خلاف بھڑکاتے تھے، آپ کو گرفتار کرلیا تھا، شہادت حضرت مسلمؑ کے بعد ابن زیاد نے اپنے غلام رشید کو حکم دیا کہ ہانی کو بازار کوفہ میں قتل کردے۔

دوسری روایت ہے کہ اس ۸۹ سالہ بوڑھے مجاہد کو کناسہ کوفہ لیجا کر قتل کیا تھا اور سولی پر لٹکا دیا گیا۔(۱)

سید بن طاؤس کی روایت ہے کہ ابن زیاد کے حکم سے ہانی کو گھر سے باہر لایا گیا، وہ بار بار آواز دے رہے تھے، اے قبیلۂ مذحج والو! کہاں ہو، مذحج والو میری مدد کرو۔

ابن زیاد کے فوجی نے کہا: ان کی گردن ماردے (کہ یہ قتل ہونے کے لئے بہت زیادہ آمادہ ہیں)

ہانی نے کہا: بخدا میں ایسی سخاوت نہیں کروں گا، تمہیں قتل کا موقع نہیں دوں گا، آخر کار ابن زیاد کے ایک ترکی غلام نے جس کا نام رشید تھا آپ کی گردن پر ضرب لگائی لیکن وہ کارگر نہ ہوئی، ہانی نے فرمایا:

"الیٰ اللّٰہ المعاد اللّٰھمّ الیٰ رحمتک و رضوانک"

خدا کی طرف بازگشت ہے، خدایا میں تری رحمت ورضوان کی طرف آرہا ہوں۔

غلام نے دوسری طرف سے اس مظلوم پر ضرب لگائی اور وہ اسی وقت شہید ہوگئے، ابن زیاد نے جناب مسلمؑ وہانی کا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیج دیا اور سارا واقعہ لکھ مارا، یزید نے جواب میں اس کا شکریہ ادا کیا اور سختی سے تاکید کی کہ امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں سے مقابلہ کے لئے آمادہ ہوجائے۔

نیز یہ بھی روایت ہے یزید نے حکم دیا کہ دونوں کا سر دروازۂ دمشق پر لٹکا دیا جائے۔

عبداللہ بن زبیر اسدی نے جناب مسلم وہانی کے سوگ میں چار شعر کہے ہیں:

"فان کنت لا تدرین ماالموت ...." (اگر تم نہیں جانتے کہ موت کیا ہے تو حضرت مسلمؑ و ہانی کے جسد کو بازار میں دیکھو۔ ایسے بہادروں کو جنہیں تلوار نے توڑ کر رکھ دیا۔ اور دوسرا جسے بام خانہ سے زمین پر پھینک دیا گیا، امیر کے حکم سے دونوں کو گرفتار کیا گیا اور انکا تذکرہ ہر بزم میں ہوتا ہے، ان کے بے سر جسموں کو دیکھو کہ موت نے رنگ دگرگوں کردیا ہے اور ان کے خون کا رنگ تمام راستوں میں بکھرا ہوا ہے۔(۲)

۱۔ مثیر الاحزان بن نما، ص ۳۷

۲۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲ ص ۶۵، اعلام الوریٰ، ص ۲۲۷، لہوف ص ۵۹، معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۴۲

کمینے اور اوباش لوگوں نے حضرت مسلمؑ اور ہانی کے بے سر جسدوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر اور بازار میں گھمانے لگے، جب قبیلۂ مذحج کے لوگوں کو معلوم ہوا تو اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ان کمینوں سے جنگ کر کے دونوں بزرگوں کی لاشیں چھین لیں اور غسل دیکر دفن کیا۔ (معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۴۴)

ایک عرب شاعر حضرت مسلمؑ کا مرثیہ کہتا ہے:

"رموک من القصر اذا او ثقوک ....."

تجھے (رسیوں سے) جکڑ کر بام قصر سے زمین پر پھینک دیا گیا، کیا تیرے بدن کا کوئی حصہ صحیح و سالم تھا؟

تیرے جنازے کو رسیوں میں باندھ کر بازاروں میں پھرایا گیا کیا تو ایک رات پہلے شہر کا امیر اور رہبر نہیں تھا؟

تو گذر گیا اور رونے والے تجھ پر رو رہے ہیں، کیا شہر کوفہ میں کوئی ایسا نہ تھا جو تجھ پر روتا؟

اگر چہ تو جلد موت کے راستے چلا گیا لیکن سرزمین زرود پر جب خبر شہادت پہونچی تو وہاں رات بھر رونے کی آوازیں بلند تھیں۔

مقاتل میں ہے کہ:

"و امر ابن زیاد بسحب مسلم ...."

ابن زیاد نے حکم دیا کہ حضرت مسلمؑ اور ہانی کے پیروں میں رسیاں باندھی جائیں اور بازاروں میں پھرایا جائے، پھر بے سر جنازوں کو کناسہ میں الٹا لٹکایا جائے اور ان دونوں بزرگواروں کے سروں کو یزید کے پاس بھیج دیا، یزید نے انہیں دروازۂ دمشق پر لٹکا دیا۔ (۱)

پسران مسلمؑ کے مصائب

حضرت مسلمؑ کے دو فرزند جن کے نام ابراہیم اور محمد تھے، یہ دونوں دس سال سے کم عمر کے تھے۔ محمد، ابراہیم سے بڑے تھے، ان کی شہادت کے بارے میں ایک روایت یوں ہے۔

۱۔ مقتل الحسین المقرم ص ۱۸۷

ابراہیم اور محمد حضرت مسلمؑ کے ساتھ کوفے میں تھے اور پوشیدہ طریقے سے زندگی بسر کر رہے تھے، حضرت مسلمؑ نے خطرے کا احساس کر کے قاضی شریح کو بلایا اور محمد وابراہیم کو حوالے کر کے ان سے محبت کا برتاؤ کرنے کی سفارش کی، قاضی شریح نے انہیں اپنے گھر میں جگہ دی یہاں تک کہ حضرت مسلمؑ شہید کر دئے گئے۔

ابن زیاد نے منادیوں کو حکم دیا کہ کوفے میں اعلان کر دیں (جو شخص بھی فرزندان مسلم کے حالات سے باخبر ہے اگر وہ ہمیں خبر نہ دے تو اس کا خون مباح ہے)۔

جس وقت قاضی شریح نے یہ اعلان سنا تو ان دونوں آقازادوں کے پاس آ کر رونے لگا، ان دونوں کو ٹوٹ کر پیار کرنے لگا۔

ان دونوں نے پوچھا: آپ کیوں رو رہے ہیں؟

شریح نے کہا: آپ کے پدر بزرگوار شہید کر دئے گئے۔

دونوں نے یہ سن کر سخت گریہ کیا، فریاد وواویلا کرنے لگے، ان کا نالہ تھا. وا ابتاہ، واغربتاہ (ہائے بابا جان۔ ہائے ہماری مسافرت!!)

شریح نے ان کو تسلی دے کر چپ کرایا، اس کے بعد ابن زیاد کے اعلان سے باخبر کیا، وہ دونوں ڈر کے مارے چپ ہو گئے۔

شریح نے ان سے کہا کہ تم لوگ میری آنکھوں کے نور ہو، میوۂ قلب ہو، میں ہرگز ایسا نہیں ہونے دوں گا کہ ابن زیاد کا کوئی آدمی تم پر قابو پا جائے۔

میرا خیال ہے کہ تم دونوں کو کسی امانت دار شخص کے ہاتھوں مدینہ روانہ کر دوں۔ شریح نے اپنے بیٹے اسد کو بلا کر کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ایک قافلہ مدینہ جانے والا ہے ان دونوں بچوں کو قافلے میں لیجا کر کسی امانت دار کے حوالے کر دو کہ وہ مدینہ پہونچا دے۔

شریح نے ان دونوں آقازادوں کے بوسے لئے اور ہر ایک کو پچاس دینار دئے اور انہیں وداع کر کے خدا حافظ کہا۔ جس وقت رات کا ایک حصہ گذرا، اسد نے دونوں بچوں کو اپنے دوش پر اٹھایا اور کوفے کے پشت پر آئے، یہ لوگ چند کیلومیٹر نکل آئے انہیں معلوم ہوا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے۔

اسد نے ان دونوں سے کہا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے لیکن دور سے اس کی سیاہی دکھائی دے رہی ہے، تم دونوں اس کے پیچھے چلے جاؤ تا کہ قافلہ میں شامل ہو جاؤ، چلنے میں جلدی کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں رہ جاؤ۔ وہ انہیں خدا حافظ کہہ کے واپس آ گیا۔

وہ دونوں بچے اندھیری رات بیابان میں تیزی سے چلنے لگے، وہ چلتے چلتے تھک گئے، اس درمیان ان دونوں کو ایک کوفے کے باشندے نے دیکھ لیا اور ان دونوں کو پکڑ کر ابن زیاد کے پاس لایا۔

ابن زیاد نے زندان بان کو بلا کر اس کے حوالے کر دیا، داروغہ زندان کا نام مشکور تھا اور وہ خاندان اہلبیت کا شیدائی تھا، جب اس نے قید خانے میں انہیں پہچان لیا تو دونوں پر بڑی مہربانی کرنے لگا، انہیں کھانا پانی لا کر دیا اور رات میں قید خانہ سے آزاد کر کے انہیں اپنی انگوٹھی دی اور کہا کہ اس راستے سے چلتے چلے جاؤ، جب تم قادسیہ پہونچو گے وہاں میرے بھائی سے اپنا تعارف کرانا، جب تم میری انگوٹھی اسے دو گے تو وہ تم سے مطمئن ہو جائے گا، وہ تمہیں مدینہ جانے کا راستہ بتا دے گا بلکہ مدینہ جانے میں تمہاری مدد کرے گا۔

ابراہیم ومحمد رات کے وقت کوفے سے باہر نکلے اور قادسیہ کی طرف چل پڑے لیکن چونکہ وہ راستہ نہیں جانتے تھے، رات بھی تاریک تھی، وہ صبح تک اسی طرح راستہ چلتے رہے اور صبح کے وقت اپنے کو اطراف کوفہ ہی میں پایا ڈر کے مارے دونوں ایک نخلستان درخت خرما کے اوپر چڑھ کر چھپ گئے۔

اسی درمیان ایک کنیز حبشی، پاس کے کنویں سے پانی بھرنے آئی ناگاہ اس نے دو چھوٹے بچوں کا عکس پانی میں دیکھا، اوپر دیکھا تو دو بچوں پر نگاہ پڑی، جن کے حسن وخوبصورتی کا مثل نہ تھا، اس نے بچوں سے پیار بھری باتیں کیں اور دونوں درخت سے نیچے اترے، اس طرح کنیز ان دونوں کو اپنے گھر لے گئی، اپنی مالکہ سے اس نے سارا واقعہ بتایا، وہ مالکہ حارث کی زوجہ تھی۔ زوجۂ حارث نے دونوں بچوں کو اپنی آغوش میں بھینچ لیا اور پیار سے پوچھا: مرے پیار و تم کون ہو؟

دونوں نے کہا کہ ہم عترت محمدؐ اور حضرت مسلمؑ کے فرزند ہیں، جب اس مالکہ نے دونوں کو پہچان لیا تو عزت واحترام کرنے لگی ان کے لئے پانی کھانا لائی، خوشی کے مارے اس نے اپنی کنیز کو آغوش میں بھینچ لیا اور اس سے کہا: میرے شوہر سے نہ بتانا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا شوہر بدکار اور درندہ صفت ہے۔

ادھر ابن زیاد کو خبر ملی کہ داروغۂ زندان مشکور نے پسران مسلم کو آزاد کر دیا ہے تو حکم دیا کہ اسے پانچ سو تازیانے لگائے جائیں، مشکور نے سزا کے درمیان خدا سے مناجات شروع کر دی، وہ اسی طرح تازیانے کھاتا رہا اور اپنی جان دیدی۔

ابراہیم و محمد نے کھانا کھایا، پانی پیا اور بستر پر سو گئے، جب آدھی رات ہوئی، گھر کا مالک حارث بن عروہ گھر میں آیا لیکن بہت زیادہ غم و غصے میں بھرا ہوا تھا، اس کی زوجہ نے وجہ پوچھی تو بتایا کہ میں امیر ابن زیاد کے قصر کے پاس تھا، میں نے اعلان سنا کہ مشکور نے پسران مسلم کو آزاد کر دیا ہے، جو شخص بھی انہیں تلاش کر کے لائے گا اسے پائدار انعام دیا جائے گا اور اس کی ضرورتیں پوری کی جائیں گی، میں اس وقت سے گھوڑے پر سوار ہو کر گلیوں کوچوں اور شاہراہوں پر مارا مارا پھر رہا ہوں، ایک بار تو میرا گھوڑا بدکا اور میں زمین پر گر گیا، پیدل چل کر لمبا راستہ طئے کر کے گھر تک آیا ہوں، پیاس کی شدت سے ہلاک ہوا جاتا ہوں۔

اس کی زوجہ نے کہا: تمہارے اوپر تف ہے، خدا سے ڈرو، اس دن سے ڈرو جب محمد مصطفیؐ تمہارے دشمن ہوں گے، ان بچوں کی تلاش میں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

حارث نے کہا: اے عورت چپ رہ۔ اگر میں انہیں ڈھونڈ نکالوں تو امیر مجھے سونے چاندی سے بھر دے گا، اٹھ کے جا، میرے لئے کھانا پانی لا۔

عورت اٹھ کر کھانا لے آئی، حارث کھانا کھا کر بستر پر لیٹ گیا اور نیند نے اسے دبوچ لیا۔

ابراہیم و محمد الگ کمرے میں سوئے ہوئے تھے، ناگاہ بڑے بھائی محمد نے نیند سے بیدار ہو کر ابراہیم سے کہا:

اٹھو تا کہ میں نے جو خواب دیکھا ہے تم سے بیان کروں، میرا خیال ہے ہم جلدی ہی قتل کئے جائیں گے، میں نے خواب دیکھا ہے کہ محمد مصطفیٰؐ علی مرتضیٰؑ فاطمہ زہراؑ حسنؑ و حسینؑ بہشت میں یکجا بیٹھے ہوئے ہیں، ہمارے بابا مسلم بھی وہیں حاضر ہیں، رسول خداؐ مجھے دیکھ کر رونے لگے، اس کے بعد بابا کی طرف دیکھ کر فرمایا:

کیسے تمہارا دل مانا کہ اپنے بچوں کو دشمنوں میں چھوڑ آئے۔

بابا نے عرض کی: وہ دونوں کل ہمارے پاس آجائیں گے۔

ابراہیم نے کہا: میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے: اس کے بعد دونوں نے باہم گلے میں بانہیں حمائل کیں اور ایک دوسرے کو سونگھنے لگے۔

ان دونوں کی گفتگو حارث نے سنی تو فوراً اٹھا اور شمع ہاتھ میں لے کر حجرے میں تلاش کرنے لگا، یہاں تک کہ محمد و ابراہیم کے پاس آکر دیکھا کہ ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں حمائل کئے ہوئے ہیں۔

اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟

دونوں نے جواب دیا:

"نحن اضیافک و من عترۃ نبیّک و ابنی مسلم بن عقیل "

ہم آپ کے مہمان ہیں، ہم آپ کے رسول کی عترت اور مسلم بن عقیل کے فرزند ہیں۔

حارث دہاڑا، میں نے تمہاری تلاش میں خود کو اور اپنے گھوڑے کو ہلاک کر لیا اور تم ہمارے ہی گھر میں ہو، پھر اس نے زور سے دونوں کو طمانچہ مارا اور دونوں کے بازو باندھ کر حجرے کے گوشے میں ڈال دیا۔

حارث کی زوجہ آکر حارث کے پیروں کا بوسہ لینے لگی منت سماجت کرنے لگی کہ بچوں کو تکلیف نہ دے اور بولی میرے سرتاج! یہ دونوں یتیم ہیں، بچے ہیں، آپ کے رسولؐ کی ذریت ہیں، ہمارے مہمان ہیں، انہیں چھوڑ دیجئے۔ لیکن بے رحم ظالم نے زوجہ کی بات پر دھیان نہ دیا، وہ دونوں بچے اسی حالت میں صبح تک پڑے رہے۔

صبح ہوئی تو حارث نے اسلحہ اٹھایا اور غلام کو ساتھ لیکر دونوں بچوں کو فرات کے کنارے لے گیا، حارث کی زوجہ روتی ہوئی پیچھے پیچھے دوڑتی چل رہی تھی، حارث نے اسے تلوار سے دھکا دیکر ہٹا دیا۔

حارث نے تلوار اپنے غلام کو دیکر کہا کہ ان دونوں کے سر اڑا دے، اس نے حارث کا حکم نہ مانا نتیجے میں حارث نے غلام کو قتل کر دیا۔ دوسری بار اس نے اپنے بیٹے کو تلوار دی اور کہا کہ ان دونوں کی گردن مار دے۔

بیٹے نے کہا: معاذ اللہ میں ایسا کام ہرگز نہیں کر سکتا، میں تجھے بھی قتل نہیں کرنے دوں گا۔

زوجہ نے خوشامد کی، ان دونوں بچوں نے کیا گناہ کیا ہے؟ انہیں امیر کے پاس زندہ لے چلو۔

حارث نے کہا: میں انہیں قتل کر کے رہوں گا، مجھے اطمینان نہیں ہے کہ راستے میں شیعہ انہیں مجھ سے چھین لیں گے۔

اس وقت اس بے رحم نے اٹھ کر تلوار نیام سے نکالی اور اپنے فرزند کو قتل کرنے کے لئے پکڑا۔

زوجہ ہر چند روتی چلاتی رہی لیکن کوئی فائدہ نہ نکلا۔

آخر کار اس نے اپنے فرزند کو قتل کر ڈالا۔

پھر وہ دونوں بچوں کی طرف مڑا، وہ دونوں رونے لگے اور خوف سے کانپ رہے تھے۔

انہوں نے کہا: ہمیں دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دیجئے۔

ایک روایت کے مطابق اس نے نماز پڑھنے کی مہلت نہ دی، اس نے پہلے محمد کو قتل کرنا چاہا تو ابراہیم نے اپنا گلا بڑھا دیا، ابراہیم کو قتل کرنا چاہا تو محمد نے اپنا گلا بڑھا دیا۔

آخر کار اس نے محمد کو قتل کر دیا اور لاش فرات میں پھینک دی، چھوٹے بھائی نے سر کو آغوش میں لیکر بوسہ دینا شروع کیا، حارث نے اس کا سر بھی قلم کر دیا اور لاش فرات میں ڈال دی۔ دونوں سروں کو تھیلے میں رکھ کر تیزی سے ابن زیاد کے قصر کی طرف چلا، دونوں سروں کو اس کے سامنے ڈال دیا۔

ابن زیاد نے پوچھا: یہ سر کس کے ہیں؟

حارث نے جواب دیا: یہ سر آپ کے دشمنوں کے ہیں، میں نے ان پر قابو پایا اور سر قلم کر کے آپ کی خدمت میں لایا ہوں تاکہ آپ کا وعدۂ انعام پورا ہو سکے اور اچھا انعام ملے۔

ابن زیاد نے پوچھا: میرے کون دشمن؟

حارث نے کہا: یہ مسلم کے دونوں فرزندوں کے سر ہیں۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان سروں کو دھویا جائے اور صاف کر کے میرے سامنے پیش کیا جائے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے حارث کی طرف رخ کیا:

تیرے اوپر تف ہے، تجھے خدا کا ذرا بھی خوف نہ ہوا کہ تو نے دو بے گناہ بچوں کو قتل کر ڈالا۔

پھر اس نے اپنے ندیم جس کا نام مقاتل تھا، کی طرف رخ کیا جو محبّ اہلبیتؑ تھا، اس ملعون نے میری اجازت کے بغیر ان بچوں کو قتل کیا ہے، اسے لے جاؤ اور جس طرح سے تم چاہنا اسے قتل کر ڈالنا۔

مقاتل یہ حکم پاتے ہی بہت زیادہ خوش ہوا، اس نے حارث کے بازؤں کو سختی سے باندھا، اسے سر و پا

برہنہ کوفے کی گلی کوچوں میں پھرانے لگا، اس کے ساتھ پسران مسلم کے سر بھی تھے، وہ گلیوں اور شاہراہوں میں پکارتا جاتا تھا۔

"ایھا الناس ھٰذا قاتل الصّبیّین "(اے لوگو! یہ پسران مسلم کے بچوں کا قاتل ہے)

لوگ رو رہے تھے اور حارث پر لعنت کرتے تھے، بھاری بھیڑ اکٹھا ہوگئی، سبھی فرات کے کنارے آئے، انہوں نے دیکھا کہ وہاں دو لاشیں، حارث کے غلام اور فرزند کی پڑی ہیں، پاس ہی ایک زخمی عورت، حارث کی زوجہ بھی ہے، سب نے اس کی بے رحمی پر بہت زیادہ تعجب کیا، حارث نے مقاتل سے کہا: میں دس ہزار دینار تمہیں دوں گا مجھے آزاد کردو۔

مقاتل نے کہا: خدا کی قسم اگر مجھے ساری دنیا کی دولت مل جائے تب بھی تجھے نہیں چھوڑوں گا، میں تجھے قتل کر کے جنت کا امیدوار ہوں۔ اس کے بعد اس نے حارث کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر پانی میں ڈال دیا، اس کی آنکھیں پھوڑیں کان کاٹے اس کا پیٹ پھاڑ دیا، اس کے بعد لوگوں نے اس کی نجس لاش کو جلا ڈالا۔(۱)

امالی صدوق کی انیسویں مجلس میں ہے کہ:

حارث صبح کے وقت دونوں بچوں کے سرہانے آیا اور اپنے سیاہ غلام فلیح کو آواز دی اور اس سے کہا کہ ان دونوں بچوں کو فرات کے کنارے لیجا کر قتل کردے اور ان کے سر میرے پاس لے آتا کہ ابن زیاد کے پاس لیجا کر ایک ہزار درہم انعام حاصل کروں، غلام ان دونوں بچوں کو تلوار نکال کر لئے جا رہا تھا راستے میں ایک نے غلام سے کہا:

تیرے رنگ کی سیاہی رسول خداؐ کے موذن بلال کی سیاہی سے کس قدر مشابہ ہے؟

غلام نے پوچھا: میرے مالک نے تمہیں قتل کرنے کا حکم دیا ہے، تم لوگ کون ہو؟

انہوں نے کہا: ہم تمہارے رسول خداؐ کی عترت ہیں اور ابن زیاد کے قید خانے سے بھاگے ہیں، ہمیں ایک بوڑھی معظمہ نے مہمان بنایا تھا، اب تمہارا مالک ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے، غلام نے ان لوگوں کو پہچان لیا تو پیروں پر گر پڑا اور بوسہ دینے لگا، بولا:

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۴۷

ہماری جان فدا ہو تم لوگوں پر۔ تم عترت محمد مصطفیؐ ہو۔ خدا کی قسم ہم ایسا کام نہیں کریں گے کہ قیامت کے دن رسول خداؐ ہمارے دشمن ہوں، تلوار پھینک دی اور فرات میں چھلانگ لگا کر اس پار نکل گیا۔

حارث چلّایا: اے غلام میری نافرمانی کی؟

غلام نے کہا: میں تیری اس معاملے میں اطاعت کروں گا جس میں خدا کی نافرمانی نہ ہو، لیکن جب تو نے خدا کی نافرمانی کی ہے تو میں تجھ سے دنیا و آخرت میں بیزار ہوں۔

حارث اپنے غلام سے مایوس ہو گیا تو اپنے بیٹے کو بلایا اور غلام کی طرح اس سے بھی بچوں کو قتل کرنے کے لئے کہا:

فرزند بھی بچوں کو فرات کے کنارے لے چلا، راستے میں بچوں نے اس سے کہا: اے جوان! اس جوانی کے زمانے میں تو خدا سے نہیں ڈرتا؟

اس نے پوچھا: تم کون لوگ ہو؟

انہوں نے کہا: ہم ذریت رسول خدا محمد مصطفیؐ ہیں، تمہارا باپ ہمیں قتل کرنا چاہتا ہے۔

فرزند نے ان دونوں کو پہچان کر قدموں کا بوسہ دیا اور غلام کی طرح ان سے باتیں کیں۔ تلوار پھینک کر اپنے کو فرات میں ڈال دیا اور پار کر کے نکل گیا۔

باپ نے چلا کر کہا: میرے بیٹے تو میری نافرمانی کرتا ہے؟

بیٹے نے جواب دیا: میں خدا کی فرماں برداری میں تیری نافرمانی کر رہا ہوں، خدا کی اطاعت میں تیری نافرمانی بہتر ہے۔

حارث نے کہا: میرے سوا کوئی انہیں قتل نہ کرے گا، تلوار لیکر انہیں کھینچتا ہوا فرات کے کنارے قتل کرنے کے لئے لایا، جس وقت بچوں نے تلوار دیکھی تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

انہوں نے حارث سے کہا: ہمیں بازار میں بیچ دو اور ان پیسوں سے فائدہ اٹھاؤ، ایسا کام نہ کرو کہ قیامت کے دن رسول خداؐ تمہارے دشمن ہوں۔

حارث نے کہا: نہیں! میں تمہیں ضرور قتل کروں گا اور تمہارے سروں کو ابن زیاد کے پاس لے جا کر

ہزار درہم انعام لوں گا۔

بچوں نے کہا: اے حارث! رسول خداؐ سے ہماری رشتہ داری جانتے ہوئے بھی تمہیں ہم سے محبت نہیں ہوتی؟

حارث نے کہا: تمہاری رسول خداؐ سے رشتہ داری نہیں۔

بچوں نے کہا: ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے چلو تاکہ وہ کوئی فیصلہ کرے۔

حارث نے کہا: اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ تمہیں قتل کر کے ابن زیاد کا تقرب حاصل کروں۔

بچوں نے کہا: ہمارے بچپن پر بھی تمہیں رحم نہیں آتا؟

حارث دہاڑا: خدا نے ہمارے دل میں تمہارے لئے کوئی رحم نہیں رکھا ہے۔

انہوں نے کہا: اب جبکہ تم نے قتل کا ارادہ کرلیا ہے تو چند رکعت نماز پڑھنے کی اجازت دیدو۔

حارث نے کہا: جتنی چاہے نماز پڑھ لو اگر تمہیں فائدہ پہونچائے، انہوں نے چار رکعت نماز پڑھی اور ہاتھ بلند کر کے کہا:

"یا حیّ یا حکیم یا احکم الحاکمین احکم بیننا او بینہ بالحق" (اے حیّ۔ اے احکم الحاکمین، ہمارے اور اس شخص کے درمیان فیصلہ کر)

حارث نے پہلے محمد کا سر قلم کیا اور تھیلے میں ڈال لیا۔ پھر ابراہیم کی طرف بڑھا جو بھائی کے جسد سے لپٹا ہوا، کہہ رہا تھا، رسول خداؐ سے اس طرح ملوں گا کہ بھائی کے خون سے رنگین ہوں گا، حارث نے ابراہیم کا سر بھی جدا کر کے تھیلے میں رکھا اور لاشوں کو فرات میں ڈال دیا، سروں کو ابن زیاد کے پاس لایا، وہ تخت پر بیٹھا تھا، ہاتھ میں خیزران کی چھڑی تھی، حارث نے سروں کو سامنے ڈال دیا، ابن زیاد نے دیکھا تو تین بار کھڑا ہوا اور بیٹھا، حارث سے کہا: تف ہے تجھ پر۔ پھر اس سے سارا واقعہ پوچھا۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے اسے قتل کر کے اس کا سر میرے پاس لاؤ، اس نے ایسا ہی کیا اور حارث کے سر کو نیزہ پر نصب کر دیا گیا۔ بچے اس کے سر پر سنگباری کرتے تھے اور کہتے تھے: یہ ذریت رسول کا قاتل ہے۔(۱)

۱۔ امالی صدوق مجلس ۱۹ ر بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۰۳، ۱۰۵

امام حسینؑ اور ساتھیوں کی مکّے سے روانگی

پہلے بیان کیا گیا کہ امام حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شبِ یکشنبہ ۲۸ رجب ۶۰ھ مدینہ سے مکہ تشریف لے گئے اور شب جمعہ تیسری شعبان مکہ پہونچے۔

امام حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسی طرح یزید کی طاغوتی حکومت کے خلاف ایک عظیم انقلاب کی فضا تیار کرتے رہے اور گروہوں نیز انفرادی حیثیت سے بھی لوگوں سے ملتے رہے، یہاں تک کہ آپ اور آپ کے رفقاء آٹھویں ذی الحجہ (روز ترویہ) ۶۰ھ مکہ سے عراق روانہ ہوئے۔ بنابریں امام حسینؑ اوران کے ساتھی لگ بھگ ۹۵ دن مکہ میں قیام پذیر رہے۔

امام حسینؑ نے ذی الحجہ کے آغاز ہی سے خطرہ محسوس کیا، کیونکہ آپ کو اندیشہ تھا کہ یزید کے فوجی پوشیدہ طریقے سے آپ کو گرفتار کر کے یزید کے پاس شام روانہ کردیں۔ آپ نے خانۂ خدا کا طواف کیا۔ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور احرام سے باہر آگئے۔ احرام حج کو عمرہ سے بدل دیا، کیونکہ آپ حج کو تمام نہیں کر سکتے تھے، امامؑ آٹھویں ذی الحجہ ۶۰ھ اپنے خاندان، فرزندوں اور وابستہ شیعوں کے ساتھ مکہ سے عراق کے لئے باہر آگئے، ابھی آپ کو شہادتِ مسلم کی خبر نہیں ملی تھی، کیونکہ جناب مسلم اسی روز جبکہ آپ مکہ سے نکل رہے تھے، آغاز جنگ فرمایا تھا۔(۱)

جس وقت آپ مکہ سے نکل رہے تھے، آپ نے کاغذ منگوایا اور بنی ہاشم کے لئے یہ خط لکھا:

"بسم الله الرحمن الرحيم : من الحسين بن علی الیٰ بنی هاشم امّا بعد فانّه من لحق بی منكم استشهد و من تخلف عنّی لم يبلغ الفتح و السلام"

خدائے رحمان ورحیم کے نام سے۔ یہ خط ہے حسین بن علیؑ کا تمام بنی ہاشم کی طرف۔ اما بعد۔ جو شخص بھی مجھ سے ملحق ہوگا وہ شہادت سے ہمکنار ہوگا اور جو مجھ سے ملحق ہونے سے رہ جائے وہ کامرانی (معنوی رستگاری اور فوز شہادت) تک نہ پہونچ سکے گا۔(۲)

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۲، ص ۶۷، ۶۸

۲۔ لہوف ص ۶۶۔ مثیر الاحزان ابن نما ص ۳۹

امام حسینؑ کا وصیت نامہ

امام حسینؑ نے عراق کی روانگی کے وقت ایک وصیت نامہ لکھ کر اپنے بھائی محمد حنفیہ کو دیا، اس وصیت نامے میں وحدانیت خدا اور صداقت نبوت اور حقانیت معاد کے بعد یہ لکھا:

"و ان لم اخرج اشراً و لا بطراً"

میں خود پسندی اور گردن کشی اور ظلم وفساد کے لئے نہیں نکل رہا ہوں بلکہ اپنے جد کی امت اور اپنے بابا علیؑ کے شیعوں کی اصلاح کے لئے قیام کر رہا ہوں، جو شخص بھی میری دعوت قبول کرے تو اس کا سروکار خدا سے ہے کیونکہ حق خدا کا ہے اور جو شخص میری دعوت رد کرے تو میں صبر کروں گا، یہاں تک کہ خداوند عالم میرے اور اس گروہ کے درمیان حق کے ساتھ انصاف کرے اور وہ بہترین انصاف کرنے والا ہے۔

میرے بھائی! یہ ہے میری وصیت تمہیں، کامرانی خدا کی طرف سے ہے اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف میری بازگشت ہے۔

پھر امامؑ نے خط بند کیا اور آخر میں اس پر اپنی انگوٹھی سے مہر فرما کر اپنے بھائی کو دیدیا۔(۱)

بعض روایات کے مطابق عبداللہ بن عباس نے امام حسینؑ سے عرض کی: عراق کی طرف نہ جائیے بلکہ یمن کی طرف تشریف لے جائیے کیونکہ وہاں آپ کے ماننے والے ہیں جو آپ کی حفاظت کریں گے، یہ سن کر امامؑ نے مندرجہ بالا جواب دیا۔(۲)

روانگی مکہ سے قبل امامؑ کا خطبہ

امام حسینؑ نے روانگی مکہ سے ایک دن پہلے اپنے ساتھیوں کے سامنے تقریر فرمائی، جو خطبہؑ (خطّ الموت) کے نام سے مشہور ہے، خطبہ کے آخر میں ہے:

"....من كان باذلاً فينا مهجته و موطّناً علىٰ لقاء الله "

۱۔ نہج الشہادۃ، ص ۲۶۹

۲۔ مناقب بن شہر آشوب، ج ۴، ص ۸۹

جو شخص بھی چاہتا ہے کہ اپنا خون دل ہماری راہ میں نثار کرے اور ہمارے ساتھ چلنے پر آمادہ ہے تو اسے ہمارے ساتھ چلنا چاہئے کیونکہ میں کل صبح انشاءاللہ کوچ کروں گا۔(۱)

کوفہ والوں کے دل اوران کی تلواریں

امام حسینؑ اپنے عزیزوں اور ساتھیوں کے ہمراہ مکہ سے عراق کی طرف منزل بہ منزل بڑھ رہے تھے، مکہ سے تنعیم ،صفاح ، ذات عرق ،خزیمہ ، زرود ، حاجز ، ثعلبیہ ، ذوحسم ،شقوق ، زبالہ بطن العقبہ ،شراف ، بیضہ، رہیمہ، قادسیہ، عذیب الھجانات ،قصر بنی مقاتل، کربلا کے دیہات اور خود کربلا۔

اس راہ میں حوادث پیش آئے ،آپ سے مختلف افراد کے مابین باتیں ہوئیں اور ہر مناسب موقع پر آپ نے لوگوں کو اپنے سے وابستہ ہونے اور اپنے انقلاب کی تائید کی دعوت دی۔

ایک اہم بات تو یہ ہے کہ امامؑ نے لوگوں سے ملاقات کی تو آپ کو بتایا گیا کہ کوفے والوں کے دل تو آپ کی طرف ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں ابھی کوفہ والوں کا ایمان اتنا بلند نہیں ہوا ہے کہ انہیں مجاہدین کی شکل میں شیفتہ شہادت بنایا جائے مثلاً منزل صفاح پر جو مکہ سے چند فرسخ پر ہے، فرزدق کوفے سے آرہا تھا، امامؑ سے ملاقات کی، امامؑ نے اس سے پوچھا: کیا خبر ہے؟

اس نے جواب دیا:

”**قلوبهم معک و السیوف مع بنی امیة و القضاء ینزل من السماء**“ ان کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور قضا وقدر خدا کی طرف سے ہے۔

امامؑ نے فرمایا: تم نے سچ کہا۔ ہر چیز خدا کی طرف سے ہے اور ہر دن اسی کی نئی شان ہے اور اگر قضائے الٰہی میرے مطابق ہوئی تو حمد و شکر بجالاؤں گا ورنہ جس کی نیت حق ہے اور باطن میں تقویٰ ہے تو پھر کوئی پرواہ نہیں۔(۲)

۱۔مثیر الاحزان، ص ۴۱۔لہوف، ص ۶۱

۲۔کامل بن اثیر، ج ۴، ص ۱۶۔تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۱۸

منزل ذات العرق پر امامؑ کی بشر بن غالب سے ملاقات ہوئی۔آپ نے پوچھا کیا خبر ہے؟ اس نے بھی یہی کہا۔

"السیوف مع بنی امیة و القلوب معک"

تلواریں بنی امیہ کے ساتھ ہیں اور دل آپ کے ساتھ۔(۱)

منزل عذیب الھجانات (قادسیہ کے نزدیک) پر امامؑ کی ملاقات طرماح بن عدی اور اس کے ساتھیوں سے ہوئی، اس سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ اس نے بھی یہی جواب دیا۔ اور بتایا کہ اپنی دولت اس کے حوالے کر دی ہے اور آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے ہیں لیکن تمام لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف برہنہ ہیں۔(۲)

قاصد حسینؑ کی شہادت

جب امام حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ منزل حاجز پر پہونچے تو آپ نے قیس بن مسہّر صیداوی کو اپنا نمائندہ بنا کر کوفہ بھیجا، ایک خط بھی دیا جس میں بعد حمد وثنائے الٰہی تحریر تھا۔

مسلم بن عقیل کا خط مجھے ملا، اس خط کے مطابق تم لوگوں نے اچھی رائے، اتحاد و نصرت میں پیش کی ہے اور ہماری نصرت پر آمادہ ہوئے، میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہماری تم لوگوں سے ملاقات اچھی طرح انجام پائے اور تم لوگ اس راہ میں استوار رہو، میں سہ شنبہ کے دن روز ترویہ تمہاری طرف چل پڑا ہوں، میں اپنے قاصد (قیس) کو تمہاری طرف بھیج رہا ہوں، تیزی کے ساتھ اپنے کو آمادہ و تیار کرو کہ بہت جلد انشاء اللہ تمہارے پاس آ رہا ہوں۔

قیس بن مسہّر گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے قادسیہ پہونچے، لیکن یہاں ابن زیاد کے ایک فوجی حصین بن نمیر نے انہیں گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے سامنے حاضر کیا، قیس نے امامؑ کا خط منھ میں رکھ لیا اور چبا کر کھا گئے تا کہ کوئی اس کے مضمون سے واقف نہ ہو سکے۔

۱۔ مثیر الاحزان، ص ۴۲

۲۔ مثیر الاحزان، ص ۴۴

ابن زیاد نے پوچھا: تم کون ہو؟

قیس نے جواب دیا: میں امیر المومنین علیؑ کا شیعہ ہوں۔

ابن زیاد نے پوچھا: خط کو چبا کر کیوں کھا گئے۔

قیس نے کہا: تا کہ تم کو معلوم نہ ہو سکے کہ خط میں کیا لکھا ہے۔

ابن زیاد نے پوچھا: وہ خط کس نے کس کے لئے لکھا تھا؟

قیس نے کہا: وہ امام حسینؑ کا خط کوفہ کے چند افراد کے نام تھا جن کے نام میں نہیں جانتا۔

ابن زیاد غصے میں کہا: منبر پر جا کر جھوٹے کے بیٹے حسین بن علیؑ پر لعنت کرو۔

قیس منبر پر گئے، حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا:

اے لوگو! حسینؑ مخلوقات میں سب سے بہتر فاطمہ (س) بنت رسول خداؐ کے فرزند ہیں، میں ان کی طرف سے تمہارے پاس آیا ہوں، میں سرزمین حاجز پر ان سے جدا ہوا، ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان سے رابطہ قائم کرو، اس کے بعد عبید اللہ اور اس کے باپ پر لعنت کی، تمام بنی امیہ پر لعنت کی، امام حسین اور علی بن ابی طالبؑ پر درود وسلام بھیجا۔

ابن زیاد اس قدر غصہ ہوا کہ جلادوں کو حکم دیا کہ بالائے قصر سے زمین پر پھینک دیا جائے، اس طرح قیس شہید کر دیئے گئے، ابن زیاد کے ایک فوجی عبد المالک بن عمیر نے آپ کا سر تن سے جدا کیا۔(۱)

اسی طرح کا ایک واقعہ امامؑ کے دوسرے قاصد عبد اللہ بن یقطر کے ساتھ پیش آیا، آپ کی شہادت کی خبر امامؑ کو منزل زبالہ پر ملی۔(۲)

امامؑ کا قافلہ سرزمین حاجز سے نکل کر چل رہا تھا کہ کوفے سے آتے ہوئے قافلے سے ملاقات ہوئی جس میں ہلال بن نافع اور عمر بن خالد تھے، آپ نے ان سے اپنے قاصد قیس بن مسہر کی خیریت پوچھی۔

۱۔ مثیر الاحزان ص ۴۳۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۷۰۔ لہوف، ص ۶۷

۲۔ طبری، ج ۶، ص ۲۲۶۔ مقتل الحسین المقرم، ص ۲۱۱

ان لوگوں نے کہا کہ ابن زیاد نے انہیں قتل کر دیا، امامؑ نے فرمایا: "انا لله و انا اليه راجعون" اور گریہ فرماتے ہوئے کہا:

خدا نے انہیں بہشت میں جگہ دی، اس کے بعد بارگاہ خداوندی میں ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدایا تو ہمیں اور ہمارے شیعوں کو بہترین مقام پر جگہ دے کہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ (لہوف، ص ۶۷)

امامؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ منزل ذوحسم پر پہونچے اور وہاں دنیا کی بے وفائی پر ایک خطبہ فرمایا۔ آخر میں اپنے انقلابی اقدام کی وضاحت کی:

" الاترون الىٰ الحق لا يعمل به ...."

کیا تم نہیں دیکھتے کہ حق پر عمل نہیں ہو رہا ہے اور باطل کو روکا نہیں جا رہا ہے، اس صورت حال میں مومن کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ لقائے الٰہی اور شہادت طلبی کے لئے آمادہ ہو جائے، میں ایسی صورت میں موت کو خوش بختی کے سوا کچھ نہیں دیکھتا اور ظالموں کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو نکبت وافلاس کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ (۱)

علی اکبرؑ کی پیاری بات

منزل ثعلبیہ پر ظہر کا وقت ہو گیا تھا، امام حسینؑ پر غنودگی طاری ہوئی، پھر بیدار ہو کر فرمایا: میں نے خواب میں ایک ہاتف کو کہتے سنا کہ تم تیزی سے عبور کر رہے ہو لیکن تم لوگوں کے تعاقب میں موت بھی تیزی سے بہشت کی طرف لئے جا رہی ہے۔

علی اکبر نے عرض کیا: بابا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں بیٹا! اس خدا کی قسم جس کی طرف ہماری بازگشت ہے، ہم حق پر ہیں۔

یہ سن کر علی اکبرؑ نے کہا:

"اذاً لانبالی بالموت" (پھر تو ہمیں موت کی پرواہ نہیں ہے)

امامؑ نے یہ سن کر فرمایا: میرے لعل! خدا تمہیں ایک باپ کی جانب سے بہترین جزا عطا کرے۔ (۲)

۱۔ مثیر الاحزان، ص ۴۴، حلیۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۳۹

۲۔ لہوف سید بن طاووس، ص ۷۰

امامؑ کے طلب نصرت کے نمونے

امام حسینؑ نے راستے میں لوگوں اور سرداران قبائل سے مدد طلب کی، اس راہ میں بعض تو سرخرو ہوئے اور عاقبت بخیر ہوئی اور بعض سیاہ رو اور بدبخت ہوئے، اس سلسلے میں تین نمونے پیش ہیں:

ا۔ پشیمان سردار

امامؑ جس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ قصر بنی مقاتل پہونچے تو وہاں ٹھہر گئے، امامؑ نے دیکھا کہ بیابان میں ایک خیمہ نصب ہے، جس کے اطراف میں گھوڑے بیٹھے ہیں اور نیزوں کو زمین پر نصب کیا گیا ہے، آپ نے اس کے مالک کے بارے میں پوچھا۔

لوگوں نے جواب دیا: یہ عبداللہ بن حر جعفی کا خیمہ ہے۔

امامؑ نے اس کے ایک رشتہ دار حجاج بن مسروق کو اس کے پاس مدد و نصرت طلب کرنے کے لئے بھیجا۔

حجاج اس کے پاس گئے اور امامؑ کی بات پہونچاتے ہوئے کہا: اگر تم نے امام حسینؑ کے دفاع میں دشمنوں سے جنگ کی تو خدا سے اجر پاؤ گے، اگر اس راہ میں قتل کئے گئے تو شہادت سے سرفراز ہو گے۔

عبیداللہ نے جواب دیا: خدا کی قسم میں کوفے سے صرف اس لئے نکلا ہوں کہ وہاں بہت سے دشمن امام حسینؑ سے جنگ پر آمادہ ہیں ان کے شیعوں کو تنہا کر دیا ہے، میں نے سمجھ لیا کہ یہ حسینؑ کو قتل کریں گے اور میں ان کی نصرت نہیں کر سکتا، میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ وہ مجھے دیکھیں نہ میں انہیں دیکھوں۔

حجاج واپس امامؑ کی خدمت آئے اور ساری بات سنا دی، امام حسینؑ اپنے مخصوص ساتھیوں اور عزیزوں کے ساتھ خود تشریف لے گئے، اس نے امامؑ کا شایان شان استقبال کیا اور اپنے خیمے کے صدر مجلس میں جگہ دیکر کہا:

میں نے آج تک امام حسینؑ سے زیادہ خوبصورت اور دلکش انسان نہیں دیکھا اور امام حسینؑ سے زیادہ کسی کے لئے دل نہیں کڑھتا کہ آپ نے اپنے بچوں اور عورتوں کے ساتھ سفر اختیار کیا ہے، میں نے حسینؑ کی

ریش کو دیکھا کہ جیسے کوے کے پر کی طرح سیاہ تھی۔ میں نے پوچھا یہ سیاہ ہے یا خضاب کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: اے فرزند حر! بڑھاپا میرے اوپر تیزی سے مسلط ہو گیا۔ امامؑ کے اس فقرے سے میں سمجھ گیا کہ آپ نے خضاب کیا ہے۔

جب بزم پر سکون ہوئی تو امامؑ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: اے عبید اللہ بن حر، تمہارے شہر (کوفہ) والوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ تمام لوگوں نے میرے اوپر ایکا کر لیا ہے اور مجھ سے گذارش کی ہے کہ میں کوفے پہونچوں اور اب صورت حال یہ ہے کہ ورق الٹ چکا ہے اور تیری گردن پر بہت زیادہ گناہ کا بوجھ ہے، کیا تو چاہتا ہے کہ توبہ کرے؟ اور اس عمل کے بدلے تیرے تمام گناہ ختم ہو جائیں؟

عبید اللہ نے پوچھا: وہ توبہ کیا ہے؟

امامؑ نے فرمایا: وہ توبہ یہ ہے کہ بنت رسولؐ کے فرزند کی نصرت اور اس کے دشمنوں سے جنگ کرے۔

عبید اللہ نے کہا: خدا کی قسم میں جانتا ہوں کہ جو بھی آپ کے ہمراہ رہے گا وہ آخرت میں خوش بخت رہے گا، لیکن مجھے ایسی توفیق کی امید نہیں ہے کہ آپ کے لئے یہ کام انجام دوں کیونکہ کوفہ میں آپ کا ایک بھی مددگار نہیں، لیکن میرے پاس ایک گھوڑا ہے کہ خدا کی قسم اس گھوڑے سے کسی کا بھی پیچھا کیا اسے پالیا اور کسی نے میرا تعاقب کیا تو مجھے نہ پاسکا، میں یہ گھوڑا آپ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔

امام حسینؑ اس سے مایوس ہو گئے اور فرمایا:

جبکہ تو میری نصرت سے جی چرا رہا ہے تو نہ مجھے تیرے گھوڑے کی ضرورت ہے نہ تیری۔

"و ما کنت متخذ المضلّین عضداً"

اور میں کسی گمراہ کو اپنا قوت بازو نہیں بناتا ہوں۔

اب میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ اگر تو نہیں چاہتا کہ میری آواز سنے اور جنگ میں شرکت کرے تو تجھے اختیار ہے لیکن یہ سمجھ لے کہ جو بھی میری آواز سن کر بھی میری مدد نہ کرے تو خداوند عالم اس کو جہنم میں جھونک دے گا۔

عبید اللہ نے ان لمحوں میں اپنے دل کو دنیا سے علیحدہ کرنے اور نصرت حسین کے لئے اپنے کو حساس نہ

بنا سکا، مگر اس کے بعد وہ پشیمانی کا اظہار کرتا تھا کہ میں نے کیوں حسینؑ کی مدد نہ کی لیکن کیا فائدہ کہ اب تو موقع کھو چکا تھا اور اس کی تقدیر میں بدبختی لکھ دی گئی تھی۔(۱)

۲۔اجلے چہرے والا خوش قسمت سردار

زہیر بن قین اپنے عزیزوں کے ساتھ ایک قافلے کی شکل میں حج کے لئے مکہ آئے تھے، انہوں نے امام حسینؑ کی روانگی کا واقعہ سن لیا تھا، وہ شیعہ تھے لیکن اس کے باوجود وہ اپنے اندر یہ حوصلہ نہیں پیدا کر سکے کہ امامؑ سے مل جائیں اور آپ کے ساتھ کربلا جائیں، اس لئے مکہ سے واپس ہوتے ہوئے ان کی کوشش ہوئی تھی کہ ان کا قافلہ امامؑ کے قافلے سے ملاقات نہ کر سکے، کیونکہ امام حسینؑ اگر انہیں دیکھیں گے تو اپنی مدد کے لئے کہیں گے، اور زہیر کے لئے بڑا سخت تھا کہ انکار کریں۔ اس لئے کیا ہی بہتر ہو کہ ان سے دور دور ہی رہا جائے۔

لیکن قضائے روزگار سے ایسا ہوا کہ زہیر کا قافلہ دم لینے کے لئے ایسی جگہ ٹھہرا جہاں امام حسینؑ کا قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، اب یہاں سے بقیہ داستان سنئے۔

قبیلۂ فرازہ اور بجیلہ کے کچھ لوگ نقل کرتے ہیں کہ ہم زہیر بن قین بجلی کے قافلے میں تھے، مکہ اور کوفہ کے راستے میں بنی امیہ کے خوف سے ہم لوگ نہیں چاہتے تھے کہ امام حسینؑ کے قافلے سے ہماری ملاقات ہو، ہم سب سے زیادہ اسی بات کو ناپسند کرتے تھے کہ امامؑ کا قافلہ اور ہمارا ایک منزل پر ہو۔ لیکن ناچار ایک منزل پر امامؑ ٹھہرے ہوئے تھے اور ہم بھی مجبوراً وہیں ٹھہر گئے۔ اسی درمیان کہ ہم لوگ کھانا کھا رہے تھے کہ امام حسینؑ کا فرستادہ ہم لوگوں کی طرف آکر سلام کر کے زہیر سے بولا:

اے زہیر بن قین! ابو عبداللہ الحسینؑ نے مجھ سے کہا ہے کہ جا کر زہیر سے کہو کہ مجھ سے ملاقات کر لیں، یہ سن کر وہاں ہم لوگوں میں جو بھی بیٹھا تھا لقمہ پھینک کر خاموش اور مبہوت ہو گیا۔

اتنے میں زہیر کی زوجہ دُلہم نے اٹھ کر زہیر سے کہا: سبحان اللہ فرزند رسولؐ نے تمہارے پاس اپنا آدمی بھیجا ہے اور تم جاتے نہیں، اگر وہاں جا کر سن لو اور واپس آ جاؤ تو تمہارا کیا بگڑے گا؟

غیور زہیر کو زوجہ کی بات سن کر جھرجھری آئی، وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور امام حسینؑ کی خدمت میں پہونچے۔

۱۔مقتل الحسین المقرم، ص ۲۲۱، ۲۲۴

تھوڑی ہی دیر میں ہنستے چہکتے واپس آئے، ان کا چہرہ دمک رہا تھا، انہوں نے حکم دیا کہ خیموں کو یہاں سے اکھاڑ کر اسباب وسامان سمیت امام حسینؑ کے قافلہ میں لے چلو، پھر اپنی زوجہ سے کہا: میں نے تمہیں طلاق دی اب تم آزاد ہو اپنے میکے چلی جاؤ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم پریشانی میں مبتلا ہو۔

اپنے ساتھیوں سے کہا کہ جو بھی میرے ساتھ آنا چاہے تو آئے (جس کو بھی ہے ہوس کرب وبلا بسم اللہ) ورنہ ہمارا اور اس کا یہ آخری دیدار ہے، ذرا توجہ سے سن لو کہ میں تم لوگوں کو ایک حدیث سنا رہا ہوں۔

ہم ایک بحری جنگ میں دشمن سے نبرد آزما تھے ہمیں بہت سی غنیمت ہاتھ آئی، سلمان فارسی نے ہم سے کہا: کیا تم اس غنیمت اور کامیابی سے خوش ہو؟

ہم نے کہا: ہاں!

انہوں نے فرمایا: جس وقت سردار جوانان آل محمد (حسین علیہ السلام) کا دیدار کرو گے تو ان کی نصرت میں جنگ کر کے زیادہ خوشی محسوس کرو گے۔ اس مال غنیمت سے کہیں زیادہ۔

اس کے بعد کہا: ہم تم سب لوگوں کو خدا کے حوالے کرتے ہیں، یہ کہہ کر چلے گئے اور امامؑ سے مل گئے، یہاں تک آخر دم تک ہمرکاب رہے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔(۱)

زہیر بن قین کی وفاداری وایثار یہاں تک تھا کہ شب عاشور امام حسینؑ سے کہا:

اگر ہزار بار بھی آپ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور زندہ کیا جاؤں تو آپ کی نصرت سے باز نہ آؤں گا۔

زہیر نے عاشور کے دن امامؑ کے شانے پر ہاتھ رکھ کر عرض کی: جنگ کی اجازت دیجئے!!

امامؑ نے انہیں اجازت دی اور وہ شیرانہ میدان میں گئے، وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

انا زهير و انا ابن القين اذودكم بالسّيف عن الحسين

میں زہیر ہوں، میں قین کا بیٹا ہوں، اپنی تلوار سے تمہیں حریم حسین سے دور کروں گا۔(۲)

دشمن کے ایک سو بیس افراد کو قتل کیا، اس کے بعد دو دشمنوں نے مل کر آپ پر حملہ کر کے شہید کیا۔

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۲، ص۷۳۔ نفس المہموم، ص۸۹

۲۔ تاریخ طبری، ج۶، ص۲۳۹

امام حسینؑ نے زہیر کے سرہانے پہونچکر فرمایا:

اے زہیر! خدا تمہیں اپنی بارگاہ کا قرب عطا کرے اور تمہارے دونوں قاتلوں پر لعنت کرے۔(۱)

۳۔ وہب کی شہادت

منزل ثعلبیہ کے بیابان میں تین افراد ڈیرا ڈالے ہوئے تھے، (ایک ماں تھی، ایک اس کا بیٹا اور اس کی دولہن) یہ تینوں اپنے جانوروں کی رکھوالی کر رہے تھے، ماں کا نام قمر تھا، بیٹے کا وہب اور دولہن کا نام، ہانیہ تھا۔ بڑی سادہ زندگی بسر کر رہے تھے، وہب اپنی بکریاں چرانے پہاڑ کی طرف جاتے اور رات کو واپس آجاتے، ان کی ہانیہ سے نئی نئی شادی ہوئی تھی، یہ تینوں عیسائی تھے۔

امام حسینؑ اپنے ساتھیوں کے ساتھ کربلا کی سمت جا رہے تھے، آپ کی ثعلبیہ کے صحرا میں پڑے ہوئے سیاہ خیموں پر نظر پڑی، امامؑ اس خیمے کے قریب گئے، دیکھا کہ ایک فقیر بڑھیا اس میں زندگی بسر کر رہی ہے، بڑھیا کا نام قمر تھا، امامؑ نے اس کے گذر بسر کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ زندگی تو کسی طرح بسر ہو رہی ہے، لیکن ہمیں یہاں پانی کی بڑی تکلیف ہے، اگر یہاں پانی میسر ہوتا تو بڑا اچھا تھا، امام حسینؑ اس کے ساتھ ایک طرف گئے ایک پتھر کے پاس ٹھہر گئے اور نیزے سے اس پتھر کو ہٹایا تو میٹھے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا، وہ بڑھیا بہت خوش ہوئی، اس نے امامؑ کا شکریہ ادا کیا، امامؑ نے رخصت ہوتے ہوئے اپنا واقعہ اس سے بیان کیا اور بوڑھی ماں سے کہا:

مجھے مددگاروں کی ضرورت ہے جب تمہارا بیٹا وہب واپس آئے تو اس سے کہنا کہ میرے ساتھ چل کر راہ حق میں ہمارا دفاع کرے۔

امامؑ تشریف لے گئے، لیکن وہ بڑھیا حیرت میں ڈوبی رہی، آپ کی عظمت و کرامت، اور مہربانی کے بارے میں سوچنے لگی، اس کا دل پوری طرح امامؑ پر وارفتہ ہو چکا تھا، وہ امام کے ساتھ ہی جانا چاہتی تھی لیکن صبر کیا اتنے میں اس کا بیٹا اپنی دولہن کے ساتھ آگیا، انہوں نے اپنے خیمے کے پاس شیریں چشمہ دیکھا، اس کی وجہ ماں

۱۔ مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۲۰۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۵۳

سے پوچھی تو قمر نے سارا واقعہ کہہ سنایا اسی کے ساتھ امامؑ کا پیغام بھی پہونچا دیا، یہ تینوں افراد شیفتۂ امامؑ ہو گئے، اپنا ساز وسامان اٹھایا اور قافلۂ امامؑ کی طرف روانہ ہو گئے اور امامؑ کی بارگاہ میں آکر اسلام قبول کر لیا، پھر امامؑ کی فوج کے جزو ہو کر انتہائی وابستگی اور عشق کا مظاہرہ کرنے لگے، اسی طرح وہ کربلا میں پہونچ گئے، وہب اور ہانیہ کی عروسی کو ابھی صرف نو دن ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنے شہد آگیں ایام کو کربلا میں امام حسینؑ اور ان کے گرامی خاندان کے ساتھ گذارا، آخر کار عاشور کے دن عروسی کے سترہویں دن وہب اور ہانیہ شہادت سے ہمکنار ہوئے اور قمر نے بڑی بہادری کے ساتھ جنگ کی اور دونوں جہاں کی سرخروئی حاصل کی، وہب و ہانیہ کی شہادت کے مندرجہ ذیل حالات لائق توجہ ہیں۔

عاشور کا دن آگیا قمر نے وہب سے کہا:

میرے بیٹے! اٹھو اور فرزند رسولؐ کی مدد کرو۔

وہب نے کہا: اماں جان! میں حتمی مدد کروں گا، ذرا سی کوتاہی بھی نہ کروں گا۔

ام وہب اس طرح اپنے لعل کو عاشقانہ طریقے سے میدان کی دعوت دے رہی تھی جیسے چاہتی ہو کہ اس کا (روح) کبوتر میدان میں اڑ کر پہونچ جائے، وہ شوق کے آنسو بہا رہی تھی کہ اسکا جوان، جس کی نئی نئی شادی ہوئی ہے، امام حسینؑ کی رکاب میں شہادت کا شہد چکھے۔ اور اپنے بال اور ریش کو خوبصورت خون سے خضاب کرے۔

وہب کی زوجہ ہانیہ اپنی مسافرت اور تازہ عروسی کا خیال کرتے ہوئے شروع میں شوہر کو میدان میں نہیں جانے دینا چاہتی تھی اور وہب کا فراق اس کے لئے ناقابل برداشت تھا، لیکن قمر کو اصرار تھا کہ وہب میدان میں جائے اس نے کہا:

میرے فرزند! میں تجھ سے خوش نہیں ہوں گی، بس تجھے بہر حال فرزند رسولؐ کی مدد کرنی چاہئے اور تجھے امام حسینؑ کے جد کی شفاعت اسی وقت نصیب ہوگی جبکہ حسینؑ اور میں راضی رہوں۔

آخر کار ہانیہ نے وہب سے کہا: جب تم قتل ہو جاؤ گے تو بہشت میں جاؤ گے، حور العین تمہاری آغوش میں ہوگی، اس وقت تم مجھے فراموش کر دو گے، اگر تم مجھے مطمئن کرنا چاہتے ہو تو ہم تم امام حسینؑ کی بارگاہ میں چلیں

وہیں تم مجھ سے عہد کرو کہ مجھے فراموش نہ کرو گے۔

وہب و ہانیہ امامؑ کی بارگاہ میں آئے، ہانیہ نے عرض کی: میری دو حاجت ہے۔

ا۔ جب وہب قتل کئے جائیں گے تو میں بے سرپرست ہو جاؤں گی، مجھے آپ اپنے اہلبیت میں شامل کر دیجئے۔

۲۔ جب وہب قتل ہوں اور حور العین کے ساتھ محشور ہوں تو آپ ذمہ لیں کہ یہ مجھے فراموش نہ کریں۔

دل جلی ہانیہ کی باتوں نے امامؑ پر بڑا اثر کیا، آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، ہانیہ کو مطمئن کیا، آپ نے زبان دی کہ تیری خواہش پر عمل ہوگا۔

وہب لپک کر میدان پہونچے اور وجد آفریں رجز پڑھا اور پھر والہانہ حملہ کیا۔ بہت سے لوگوں کو قتل کر کے ماں کی خدمت میں واپس آئے، عرض کی: آپ مجھ سے راضی ہوئیں؟

قمر نے جواب دیا: میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گی جب تک حسین کی راہ میں قتل نہ ہو جاؤ، وہ پھر میدان میں گئے اور اس طرح حیرتناک صورت سے جنگ کی کہ انیس سواروں اور بیس پیادوں کو قتل کیا، پھر آپ کے دونوں ہاتھ قطع ہو گئے۔

ان کی زوجہ ہانیہ نے ایک عمود خیمہ اٹھایا اور شوہر کے قریب جا کر کہا: میرے ماں باپ تم پر قربان! پاک لوگوں کی رکاب میں جنگ کرتے رہو۔ وہب نے زوجہ کا دامن تھام لیا کہ خیام حسینی تک پہونچا دیں، لیکن اس نے کہا: میں واپس نہیں جاؤں گی جب تک تمہارے ساتھ قتل نہ ہو جاؤں۔

امام حسینؑ نے فرمایا: ہماری طرف سے تمہیں بہترین اجر عطا ہو خیمے میں واپس آجا۔ ہانیہ یہ سنکر واپس آ گئی۔

وہب اسی طرح لڑتے رہے یہاں تک کہ قید ہو کر عمر سعد کے سامنے پیش کئے گئے، عمر سعد نے ان کی صلابت اور جنگ دیکھی تھی کہنے لگا:

"ما اشدّ صولتک" (تیری جنگ میں کس قدر شدت تھی)

پھر حکم دیا کہ ان کی گردن ماردی جائے، آپ کا سر کاٹ کر امامؑ کے لشکر کی طرف پھینک دیا گیا۔

ان کی ماں قمر نے سر کو آغوش میں لیا، چہرے سے خون صاف کرتی جاتی تھیں اور کہتی جاتی تھیں:

حمد و ستائش خدا سے مخصوص ہے جس نے تمہیں شہادت سے سرفراز کر کے مجھے سرخرو کیا۔

اس کے بعد سر کو دشمنوں کی طرف پھینک دیا (یعنی جو چیز راہ خدا میں دیدی واپس نہیں لوں گی) کچھ عمود خیمہ اکھاڑ کر میدان کی طرف دوڑیں، دشمن کے دو افراد کو قتل کیا۔

امام حسینؑ نے فرمایا: اے مادر وہب خیمہ میں واپس آجاؤ، اس وقت تمہارا فرزند رسول خداؐ کی بارگاہ میں ہے۔

وہ خیمہ میں واپس آ کر کہنے لگیں: خدایا میری امید کو نا امید نہ کرنا۔

امامؑ نے فرمایا: اے مادر وہب! تیری امید بر آئی۔

ہانیہ نے وہب کے خون میں آغشتہ لاش تک اپنے کو پہونچایا، اٹھا کر آغوش میں رکھا، خون پاک کرتے ہوئے کہتی تھیں:

"ھنیئاً لک الجنة" (تمہیں جنت مبارک ہو)

شمر نے زوجۂ وہب کو دیکھا تو اپنے غلام رستم کو حکم دیا کہ اسے قتل کردے، اس نے وہی عمود خیمہ سر پر مارا اور ہانیہ شہید ہوگئیں، یہ اولین خاتون تھیں جو کربلا میں حریم حسینؑ کے دفاع میں شہادت سے ہم کنار ہوئیں۔

شہادت کے وقت وہب کی عمر پچیس سال تھی۔ وہ اور ان کا خاندان صرف دس دن پہلے اسلام سے سرفراز ہوا تھا، وہب کے جسم پر نیزہ و تلوار و تیر کے ستّر زخم دیکھے گئے۔ (۱)

خبر شہادت حضرت مسلم و ہانی

قبیلۂ بنی اسد کے عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشعل روایت کرتے ہیں:

جس وقت ہم امام حسینؑ کے ہمراہ منزل زرود پر پہونچے وہاں ایک مسافر کو دیکھا جو کوفے سے آرہا تھا، اس نے امام حسینؑ کو دیکھا تو راستہ بدل دیا، امامؑ نے اسے دیکھا جیسے وہ اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں

۱۔ اقتباس از معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۸۶، ۲۸۸۔ ریاحین الشریعۃ، ج ۳، ص ۳۰۰، ۳۰۳

لیکن وہ چلا گیا اور امامؑ اپنی راہ چلتے رہے، ہم نے ایک دوسرے سے کہا تھا کہ بہتر ہوتا ہم لوگ اس شخص سے کوفے کی خبر معلوم کریں۔ ہم دونوں نے اس کے پاس جا کر پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا کہ قبیلۂ بنی اسد سے ہیں۔

ہم نے کہا: ہم بھی اسی قبیلے کی فرد ہیں۔

اس نے کہا کہ ہم کوفے سے چلے تو دیکھا کہ مسلم اور ہانی کی لاش کو رسّی میں باندھ کر گھسیٹا جا رہا تھا۔

ہم لوگ امامؑ کی خدمت میں آئے اور آپ کے ساتھ چلتے چلتے منزل ثعلبیہ پر پہونچے اور عرض کی:

ہمارے پاس تازہ خبر ہے۔ اگر آپ فرمائیں تو اسے علانیہ بیان کریں ورنہ پوشیدہ طریقے سے کہیں۔

امامؑ نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا: ان لوگوں کے درمیان ہماری کوئی بات راز نہیں ہے علانیہ کہہ دو۔

ہم نے آپ کو جناب مسلم اور ہانی کا جنازہ کوفے میں پھرائے جانے کی خبر سنائی۔

امامؑ نے فرمایا: "انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون رحمۃ اللّٰہ علیھما" یہ عبارت آپ بار بار دہراتے رہے۔

ہم نے عرض کی: آپ کو خدا کا واسطہ یہ سفر ختم کر دیجئے، اب واضح ہو گیا کہ کوفے میں آپ کا کوئی ناصر و مددگار نہیں۔

امامؑ نے پسران عقیل کی طرف دیکھ کر فرمایا:

تمہاری رائے کیا ہے، مسلم تو قتل کر دیئے گئے؟

ان لوگوں نے کہا: خدا کی قسم ہم واپس نہیں جائیں گے جب تک ان کے خون کا انتقام نہ لے لیں یا انہیں کی طرح شربت شہادت پی لیں۔

امام حسینؑ نے فرمایا:

"لا خیر فی العش بعد ھٰولاء"

ان (مسلم وہانی) کے بعد زندگی میں کوئی مزہ نہیں۔

ہم لوگوں نے سمجھ لیا کہ امامؑ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے، ہم نے کہا کہ خدا آپ کے معاملات

کو بخیر گذارے۔

امامؑ نے فرمایا: خدا تم پر رحم نازل کرے۔

(بعض روایات میں ہے کہ آپ کو شہادت مسلم کی خبر منزل زبالہ پر ملی)۔

عزاداری حضرت مسلمؑ

جس وقت حضرت مسلمؑ کی خبر شہادت ملی، فضاؤں میں صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی، اشکوں کا سیلاب جاری ہوگیا۔

دنیا کی بے وفائی کا یہ بھی مظاہرہ ہوا کہ مکے سے ایک جماعت جو دنیا کی لالچ میں امامؑ کے ساتھ چل رہی تھی، جس وقت حضرت مسلمؑ کی خبر شہادت سنی اور کوفے کے سیاسی حالات سے مطلع ہوئے اور امامؑ نے بھی حقیقت حال بیان کردی تو وہ لوگ دائیں بائیں کھسکنے لگے، اسی وجہ سے علیحدہ ہوگئے، صرف امامؑ کے اعزہ، خواص اور ناصر ہی باقی رہ گئے۔(۱)

فرزدق نے امام حسینؑ سے ملاقات کی اور کہا:

فرزند رسولؐ! آپ کوفے والوں پر کیسے اعتماد کررہے ہیں جبکہ انہوں نے آپ کے چچازاد بھائی مسلم اور ان کے ساتھیوں کو قتل کیا۔

امامؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ فرمایا:

" فلقد صار الیٰ روح اللّٰہ و ریحانہ و جنتہ و رضوانہ اما انہ قد قضیٰ ما علیہ و بقی ما علینا "

(ان کی بازگشت روح وریحان وجنت ورضوان کی طرف ہوئی، ان پر جو ذمہ داری تھی اسے نبھایا اب ہماری باری ہے، جو کچھ میرے اوپر پڑے گی انجام دوں گا۔)

اس کے بعد آپ نے بے وفائی دنیا کے بارے میں اشعار پڑھے۔(۲)

۱۔اعیان الشیعہ، ج۱ص ۵۹۵، لہوف، ص۷۳، ارشاد شیخ مفید، ج۲، ص۷۶

۲۔لہوف سید بن طاووس، ص۷۳۔۷۴

محدث قمی بعض تاریخوں سے نقل کرتے ہیں کہ

حضرت مسلمؑ کی ایک تیرہ سالہ دختر (جن کا نام تاریخوں میں حمیدہ ملتا ہے) امام حسینؑ کے ساتھ قافلے میں تھیں۔ حضرت مسلمؑ کی خبر شہادت سن کر امامؑ اپنے خیمے میں تشریف لائے اور اسے بلا کر بہت زیادہ پیار اور شفقت فرمانے لگے اسے اپنے زانو پر بٹھایا۔ ہاتھوں کا اور پیشانی کا بوسہ لیا (بظاہر یہ دختر آپ کی بھانجی تھیں، جن کی والدہ کا نام رقیہ بنت علیؑ تھا، جنہیں ام کلثوم صغریٰ بھی کہتے ہیں اور آپ کی بہن تھیں)۔(۱)

حمیدہ نے بات سمجھ لی اور امامؑ سے عرض کی:

ماموں جان! آپ تو میرے اوپر ایسی شفقت فرما رہے ہیں جیسے کسی یتیم کے ساتھ کیا جاتا ہے، کیا میرے بابا مسلم کو شہید کر دئے گئے؟ آپ اس سے قبل میرے ساتھ ایسا برتاؤ نہیں کرتے تھے۔

امامؑ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ فرمایا:

بیٹی! غم نہ کرو۔ اگر مسلم نہیں تو میں تمہارا باپ ہوں، میری بہن (زینب) تیری ماں ہے، میری بیٹی اور بیٹے تیرے بھائی بہن ہیں۔

دختر مسلم اپنے باپ کی غریبی اور مظلومیت پر زار و قطار رونے لگی، پسران مسلم نے عمامے زمین پر پھینک دئے، سب کی آواز گریہ بلند ہوگئی۔ تمام اہلبیت نے عزاداری مسلم کا اہتمام کیا، امام شہادت مسلم سے بہت زیادہ غم زدہ تھے۔(۲)

لشکر حُر کا سامنا

امام حسینؑ کی کوفے کی طرف روانگی ایسی خبر تھی جس کی وجہ سے ابن زیاد رات دن اس فکر میں لگ گیا کہ لشکر تیار کیا جائے اور علاقے کو اپنے کنٹرول میں کیا جائے، اس نے تیس ہزار سپاہیوں (بعض قول کی بناء پر بیس ہزار) کو تیار کیا اور ان کے ایک تہائی کو کربلا کی طرف روانہ کیا تا کہ امام حسینؑ کوفہ نہ آسکیں۔

۱۔ منتخب التواریخ، ص ۳۰۰

۲۔ منتہیٰ الآمال، ج ۱، ص ۲۳۸

روایتوں میں کم سے کم تعداد جو بتائی گئی ہے وہ بارہ ہزار کی ہے، لیکن غالباً تیس ہزار کی تعداد مندرجہ ذیل ترتیب کے مطابق تھی۔

(۱) حر ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ (۲) مصایر بن رہینہ تین ہزار کے ساتھ (۳) شمر چار ہزار کے ساتھ (۴) یزید بن رکاب دو ہزار کے ساتھ (۵) حصین بن نمیر چار ہزار کے ساتھ (۶) شیث بن ربعی ایک ہزار کے ساتھ (۷) کعب بن طلحہ تین ہزار کے ساتھ (۸) حجاز بن ابجر ایک ہزار کے ساتھ (۹) نصر بن حرشہ دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ۔

چھ محرم کو بیس ہزار افراد عمر سعد کے پاس جمع ہو گئے تھے اور ابن زیاد برابر لشکر بھیجتا رہتا تھا، یہاں تک کہ مجموعی تعداد تیس ہزار تک پہونچ گئی۔(۱)

علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں ان کی تعداد ۲۲ ر ہزار لکھی ہے اور صواعق المحرقہ میں ان کی تعداد بیس ہزار بتائی گئی ہے۔(۲)

کاروان حسینی نے رات منزل شراف پر بسر کی صبح سویرے امامؑ نے حکم دیا کہ ظروف اور مشکوں کو پانی سے بھر لیا جائے اور آپ آگے بڑھنے لگے، ظہر کے وقت آپ کے ایک ساتھی نے تکبیر کی آواز بلند کی۔ امامؑ نے وجہ پوچھی تو کہا:

کوفے کے باغات دکھائی دے رہے ہیں۔

جو لوگ راستے سے واقف تھے انہوں نے کہا کہ یہ جگہ کہاں اور کوفہ کہاں؟

جب راستے کو غور سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اسلحہ سے آراستہ ایک فوج سامنے سے آرہی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: ہاں آراستہ فوج آرہی ہے....

اس درمیان اصحاب سے مشورہ فرمایا کہ دشمن کی فوج کے سامنے کہاں ڈیرا ڈالا جائے۔

لوگوں نے کہا: یہیں داہنی جانب علاقے میں ذوحسم دیہات ہے وہی مناسب ہوگا۔

۱۔ مقتل المقرم، ص ۲۳۹

۲۔ کبریت الاحمر، ص ۱۴۱

قافلہ وہاں ٹھہر گیا۔ خیمے برپا کئے گئے اور دفاع کے لئے تیار ہو گئے۔ دیر نہ گذری تھی کہ حر بن یزید ریاحی کی سرکردگی میں ایک ہزار کا لشکر ہتھیاروں سے سجا سجایا آپہونچا۔ لیکن معلوم ہوا کہ ابھی یہ جنگ کی غرض سے نہیں آیا ہے۔

امامؑ نے ان کے چہروں پر آثار تشنگی دیکھے، اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو پانی موجود ہے انہیں اور ان کے جانوروں کو پلا دیا جائے۔ امامؑ کے حکم کے مطابق لشکر کے آخری شخص کو بھی سیراب کر دیا گیا۔

علی بن طعان محاربی کہتا ہے: میں اس دن حر کے لشکر میں تھا، میں آخری شخص تھا جسے پانی پلایا گیا، جب حسینؑ نے میری اور گھوڑے کی پیاس دیکھی تو فرمایا: راویہ (شتر آبکش) لٹاؤ، میں نے اونٹ لٹا دیا، فرمایا: پانی پیو، میں نے پی لیا اور اپنے گھوڑے کو بھی سیراب کیا۔(۱)

نماز جماعت

اس درمیان امامؑ اور حر میں گفتگو نہیں ہوئی، امام حسینؑ نے نماز پڑھنی چاہی، حجاج بن مسروق جعفر سے فرمایا کہ اذان ظہر کہو، آپ نے نماز سے پہلے دونوں لشکر کے درمیان کھڑے ہو کر اس طرح حجت تمام کی، حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

اے لوگو! میں بغیر تمہارے دعوت کے یہاں نہیں آیا ہوں، بلکہ تم لوگوں نے ہمارے پاس خطوط لکھے، فرستادے اور قاصد روانہ کئے اور اصرار کے ساتھ کوفہ آنے کی دعوت دی، تم نے کہا کہ ہم بے امام ہیں، تشریف لائیے تا کہ شاید خداوند عالم آپ کی رہنمائی میں راہ حق ہمیں دکھا دے، اب میں آ گیا ہوں، اگر تم اپنے عہد پر باقی ہو تو تمہارے درمیان رہوں ورنہ اپنے وطن واپس جاؤں۔

سبھی اپنے گریبانوں میں سر ڈالے ہوئے خاموش تھے، یہاں تک کہ امامؑ کے حکم سے حجاج نے اذان ظہر دی، امامؑ نے حر سے فرمایا: تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھو، میں اپنے اصحاب کے ساتھ پڑھوں۔

۱۔ نفس المہموم، ص ۹۳۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۸۰۔ مقتل المقرم، ص ۹۳

حر نے کہا: نہیں! آپ نماز پڑھائیے، ہم آپ کی اقتدا میں نماز پڑھیں گے، دونوں لشکر نے امامؑ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔(۱)

حر سے امامؑ کی گفتگو

نماز ظہر کے بعد امامؑ نے حر کے لشکر کی طرف رخ کیا اور حمد وثنائے الٰہی اور پیغمبرؐ پر صلوات کے بعد فرمایا:

اے لوگو! اگر تقویٰ و پرہیزگاری اختیار کرو اور حق کو حق والوں کے ساتھ پہچانو تو رحمت خدا تمہارے شامل حال ہو، ہم خانوادۂ محمدؐ کی فرد ہیں اور دوسروں سے زیادہ حکومت و رہبری کے سزاوار ہیں، اس کے علاوہ خود تمہارے خطوط نے اس بات کا اقرار کیا ہے، اچھی طرح غور کرو، اگر تم چاہو تو ہم یہیں سے واپس چلے جائیں۔

حر نے کہا: ہمیں ان خطوط کا پتہ نہیں، امامؑ نے حکم دیا تو آپ کے صحابی نے دو تھیلیاں بھری ہوئی سامنے لاکر رکھیں، حر نے ان خطوط کو دیکھ کر کہا:

میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جنہوں نے یہ خط لکھے، ہمیں آپ سے کوئی مطلب نہیں، مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ جہاں بھی آپ سے ملوں، آپ سے جدا نہ ہوں، یہاں تک آپ کو کوفہ ابن زیاد کے سامنے پیش کروں۔

امامؑ نے حر کی بات سنی تو غصے سے فرمایا:

تیرے اس خیال سے تیری موت نزدیک ہے۔

حر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

امامؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: اٹھو ہم لوگ واپس چلیں، حر قافلے سے آگے آکر راستہ روکنے لگا، امامؑ نے حر سے فرمایا: تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے، ہم سے کیا چاہتا ہے؟

حر نے عرض کی: اگر عرب کا باشندہ کوئی آپ کے علاوہ میری ماں کا نام لیتا تو میں بھی اس کی ماں کا نام لیتا، لیکن خدا کی قسم! آپ کی والدہ کا نام عزت ہی سے لیا جاسکتا ہے اس کے سوا چارہ نہیں۔

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۲، ص۸۰

حصہ سوّم

امامؑ نے فرمایا: اب تو کیا چاہتا ہے۔
حر نے عرض کی: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آپ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کروں، اسی طرح بات بڑھتی گئی ،حر نے کہا: حقیقت یہ ہے کہ مجھے آپ سے جنگ کا حکم نہیں، مجھے صرف یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے جدا نہ ہوں یہاں تک کہ ابن زیاد کے پاس خط لکھوں تا کہ وہاں سے کوئی تازہ حکم آئے، مجھے امید ہے کہ ہمارے درمیان کوئی برا حادثہ پیش نہ آئے گا۔ اس کے بعد حر نے امامؑ کو نصیحت کرنی چاہی، بولا:
اے حسینؑ! خدا کے لئے آپ اپنی جان کی حفاظت کیجئے، مجھے یقین ہے کہ اگر جنگ کیجئے گا تو قتل ہو جائیے گا۔

امامؑ نے فرمایا:
"افبا الموت تخوّفنی و ھل یعدوبکم الخطب ان تقتلونی" (کیا تو مجھے موت سے ڈراتا ہے، کیا میرے قتل کے بعد تمہارے حالات ٹھیک ہو جائیں گے؟)

امامؑ کے بلیغ اشعار

گفتگو کے آخر میں امامؑ نے حر سے فرمایا کہ میں وہی کہوں گا جو قبیلۂ اوس کی ایک فرد نے، رسول خداؐ کی مدد کے لئے جا رہا تھا تو اس کے چچیرے بھائی نے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ وہاں تمہیں قتل ہونا ہے، اس نے جواب میں یہ اشعار پڑھے تھے۔

"سامضی و ما بالموت عار علی الفتیٰ"

میں جاؤں گا اور موت کسی جواں مرد کے لئے باعث ننگ نہیں جبکہ اس کی نیت حق ہو اور حالت اسلام میں جنگ کرے اور نیک مردوں کے ہمراہ جانبازی کرے اور ہلاک ہونے والوں سے جدا ہو جائے اور مجرموں سے روگردانی اختیار کرے۔

پس اگر میں زندہ رہا تو پشیمان نہیں ہوں گا اور اگر مر گیا تو مجھے ملامت نہیں کی جائے گی اور یہ ذلت تمہارے لئے کافی ہے کہ تو زندہ رہے اور تجھے خاک میں چھپا دیا جائے۔

حر نے یہ اشعار سنے تو اسے امامؑ کا مقصد معلوم ہو گیا کہ آپ مرنا قبول کرتے ہیں لیکن ذلت کی

زندگی پسند نہیں، وہ الگ ہو گیا اور اپنی فوج میں شامل ہو کر چلنے لگا، امامؑ بھی اپنے سپاہیوں کے ساتھ چلنے لگے۔

منزل بیضہ پر امامؑ کا خطبہ

دونوں لشکر، حر اور امامؑ کے سپاہی ذرا فاصلے سے چلتے چلتے منزل بیضہ پر پہونچے، امامؑ نے وہاں بھی ایک عظیم الشان خطبہ پڑھا، آپ نے اس میں اپنا مقصد واضح کیا، خطبہ شروع کرتے ہوئے حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

"ایھا الناس انّ رسول اللہ قال من رأی سلطاناً ...."

اے لوگو! رسول خداؐ نے فرمایا کہ جو شخص بھی ظالم بادشاہ کو دیکھے کہ حرام خدا کو حلال اور حلال خدا کو حرام کر رہا ہے، عہد شکنی کرے، سنت رسولؐ کی مخالفت کرے اور بندگان خدا کے ساتھ ظلم و زیادتی کا برتاؤ کرے لیکن ایسے ظالم بادشاہ کے عمل پر شدید اعتراض نہ کرے تو خدا پر لازم ہے کہ اسے اسی دوزخ میں جہاں ظالم بادشاہ ہے، اس کی جگہ قرار دے۔

دونوں سپاہی اس کے بعد اپنی راہ چلتے رہے، یہاں تک کہ ابن زیاد کا خط حر کے نام آیا کہ جیسے ہی میرا خط تجھے ملے حسینؑ اور ان کے ساتھیوں کو ایسے بیابان میں اتارنا جہاں پانی اور چارہ نہ ہو، انہیں وہیں روک دینا۔(۱)

امام حسینؑ کربلا میں

اس وقت امامؑ کا قافلہ سرزمین نینوا پر پہونچ گیا تھا، امامؑ نے حر سے فرمایا:

تف ہے تجھ پر۔ مجھے چھوڑ دے اسی دیہات میں یعنی نینوا یا غاضریہ میں، یا دوسرے دیہات شفیہ میں اتر جاؤں۔

حر نے کہا: میں اجازت نہیں دے سکتا کیونکہ یہ ابن زیاد کا قاصد یہاں نگراں کی حیثیت سے آیا ہے کہ میں اس کے حکم پر عمل کرتا ہوں یا نہیں، میں اس کی آنکھوں کے سامنے ابن زیاد کے حکم پر عمل کرنے کے لئے مجبور ہوں۔

۱۔ارشاد شیخ مفید، ص ۲۰۶۔ تاریخ طبری، ج ۴، ص ۳۲۵۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۰۳، ترجمہ ارشاد مفید، ص ۸۲

اسلامی لشکر کے سردار زہیر قین نے امامؑ سے عرض کی:

اس وقت مناسب ہے کہ ہم اس گروہ سے جنگ کریں۔

امامؑ نے فرمایا: میں ہرگز جنگ میں پہل نہیں کروں گا۔

زہیر نے کہا: یہاں شط فرات کے قریب ایک دیہات ہے جو ہماری پناہ کے لئے موزوں ہے۔

امامؑ نے پوچھا: اس دیہات کا نام کیا ہے؟

انہوں نے کہا: عقر۔ آپ نے فرمایا: ''نعوذ اباللہ من العقر'' (میں عقر) ہلاکت اور پے کرنے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

امامؑ نے حر سے فرمایا: رکاوٹ نہ ڈالو تاکہ میں قریب ہی کے مقام پر (فرات کے کنارے) چلا جاؤں۔

حر اور اس کے سپاہی رکاوٹ بن گئے، اسی کشمکش میں حسینی کارواں چلتا رہا، اچانک حسین کا گھوڑا رک گیا۔

امامؑ نے پوچھا: اس زمین کا کیا نام ہے؟

زہیر نے کہا: طف (ساحل فرات) نام ہے۔

امامؑ نے پوچھا: کیا دوسرا بھی نام ہے؟

زہیر نے عرض کی: اسے کربلا بھی کہتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: خدایا میں کرب و بلا سے تیری پناہ چاہتا ہوں، پھر فرمایا: ''**ھٰھنا مناخ رکابنا و محطّ رحالنا و مسفک دمائنا**'' (یہی ہمارے سامان سفر اترنے کی جگہ ہے، یہیں ہمارے خون بہائے جائیں گے، یہی ہمارے قبروں کی جگہ ہے، میرے جد رسول خداؐ نے مجھے ایسا ہی بتایا تھا)۔

یہیں اتر پڑو، امامؑ اور ان کے ساتھی دوسری محرم کو وہیں اترے، حر کے سپاہی بھی دوسری جانب اتر پڑے۔(۱)

ام کلثوم بھائی کے پاس آئیں اور عرض کی:

۱۔ مقتل خوارزمی، ج۱ص۲۳۷۔ فصول مہمہ، ص۱۸۰

میرے بھیا! یہ بیابان خوفناک ہے۔ مجھے یہاں بڑا ڈر لگ رہا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: پیاری بہن۔ صفین کے محاذ پر جاتے ہوئے ہم یہیں بابا کے ساتھ اترے تھے۔ میرے بابا بھیا حسنؑ کے زانو پر تھوڑی دیر لیٹ کر سوئے تھے۔ میں وہاں موجود تھا۔ بابا بیدار ہوئے اور رونے لگے۔ بھیا حسن نے پوچھا روتے کیوں ہیں؟

بابا نے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ یہ بیابان خون کا دریا ہے اور حسینؑ اس میں غرق ہیں، فریاد کر رہے ہیں اور کوئی فریاد نہیں سنتا۔ پھر بابا نے میری طرف رخ کر کے کہا: جس وقت یہ حادثہ پیش آئے گا کیا کرو گے؟

میں نے عرض کی: صبر کروں گا کیونکہ صبر کے سوا چارہ نہیں۔ (۱)

کربلا میں عمر سعد کی آمد

ابن زیاد کو خبر مل گئی کہ امام حسینؑ کربلا پہونچ گئے، اس نے امامؑ کو خط لکھ کر یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی اور ڈرایا دھمکایا کہ اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کئے جاؤ گے، امامؑ نے وہ خط پڑھ کر دور پھینک دیا اور نامہ بر سے فرمایا: میرے نزدیک ابن زیاد کا خط جواب دینے کے قابل نہیں، نامہ بر نے سارا واقعہ ابن زیاد سے بیان کر دیا، اسے سخت غصہ آیا اور عمر سعد کو جسے ملک رے کی بڑی حاجت تھی بلا کر کہا: جاؤ پہلے حسین کا معاملہ ختم کر و اس کے بعد آ کر رے کی طرف دس سالہ حکومت کے لئے روانہ ہونا۔ (۲)

عمر سعد نے ایک روز کی مہلت مانگی، ابن زیاد نے مہلت دیدی، عمر سعد نے اپنے دوستوں اور عزیزوں سے مشورہ کیا، سب نے اس سے کہا: یہ کام قبول نہ کرنا، اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے کہا: اے ماموں! آپ کو خدا کا واسطہ حسین کی طرف مت جائیے کیونکہ خاندان کی جڑیں بکھر جائیں گی، خدا کی قسم! اگر ساری دنیا کی دولت آپ کو مل جائے تو اس سے بہتر ہے کہ موت کے وقت آپ سے کہا جائے کہ آپ خون حسینؑ میں شریک ہیں۔

۱۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۲۸۶

۲۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۲۲۵، کبریت الاحمر، ص ۱۹۳

عمر سعد نے کہا: صحیح کہتے ہو، یہ کام نہیں کروں گا۔

رات ہوئی تو فکر میں ڈوب گیا، کیا ملک رے چھوڑ دے اور حسینؑ کا سامنا نہ کرے یا خون حسینؑ بہائے اور ملک رے پالے، لوگوں نے سنا کہ وہ گنگنا رہا تھا۔

فواللہ ما ادری و انی لحائر افکر فی امری علی خطرین

پس خدا کی قسم! میں نہیں جانتا اور حیرت میں ڈوبا ہوں میں دو خطرناک راستے پر کھڑا ہوں، کیا میں ملک رے کو جو میری انتہائی آرزو ہے چھوڑ دوں یا حسین کو قتل کرنے کے بعد گنہگار واپس آؤں حسین میرے چچیرے بھائی ہیں اور مظاہرات بڑے خطرناک ہیں لیکن میری جان کی قسم ملک رے میری خنکی چشم ہے۔

عمر سعد نے اس خطرناک دوراہے میں آخر کار باطل اور غلط توجیہ کے طور پر یوں کہا:

"یقولون ان اللہ خالق جنۃ ...."

لوگ کہتے ہیں کہ خدا نے جنت خلق کیا ہے اور دوزخ کی آگ اور اس میں آہنی زنجیریں ہیں، اگر یہ بات سچ ہو تو واقعہ کربلا کے دو سال بعد توبہ کرلوں گا اور اگر جھوٹ ہے تو میں عظیم دنیا حاصل کرلوں گا۔ وسیع حکومت جو دائمی ہوگی اور دولہن کے زیور کی طرح آراستہ۔

صبح ہوئی تو عمر سعد نے ابن زیاد کے یہاں حاضری دی اور کربلا کی طرف جانے پر آمادگی ظاہر کی، عمر سعد چار ہزار کا لشکر اور بقولے چھ ہزار کا لشکر لیکر تیسری یا چوتھی محرم کو کربلا پہونچ گیا۔ (۱)

امامؑ کے قاصد سے عمر سعد کی گفتگو

عمر سعد ایک بڑی فوج لیکر کربلا میں آ گیا اور امام حسینؑ اور ان کے ساتھیوں پر سختی کرنے لگا، یہاں تک کہ ان پر پانی بھی بند کر دیا۔

بریر بن خضیر (بعض نے ان کا نام یزید بن حصین لکھا ہے) نے امامؑ سے اجازت مانگی کہ پانی کے سلسلے میں عمر سعد سے گفتگو کریں۔ امامؑ نے اجازت دی۔ بریر عمر سعد کے پاس جا کر بغیر سلام کئے بیٹھ گئے۔

۱۔ معالی السبطین، ج۱ص ۳۰۲، ۳۰۷، مقتل ابی مخنف ص ۸۷، اعیان الشیعہ، ج۱ص ۵۹۸

عمر سعد نے غصے میں کہا: تم نے مجھے سلام کیوں نہ کیا، کیا میں مسلمان نہیں ہوں کہ خدا ورسول کو پہچانوں۔

بریر نے کہا: اگر تم مسلمان ہوتے تو اہلبیت محمدؐ سے بغاوت نہ کرتے ان کے قتل اور اہل حرم کے قید کرنے کا ارادہ نہ کرتے، اس کے علاوہ یہ فرات کا پانی ہے جسے کتے اور سور بھی پی رہے ہیں، لیکن حسین فرزند فاطمہؑ اور ان کے عزیزوں کی حالت یہ ہے کہ پیاس سے مر رہے ہیں۔ تم نے ان پر پانی بند کر رکھا ہے اور خیال کرتے ہو کہ خدا ورسول کو پہچان رہے ہو۔

عمر سعد نے تھوڑی دیر تک سر جھکایا، پھر سر اٹھا کر کہا: اے بریر! مجھے یقین ہے کہ جو بھی حسین سے جنگ کے لئے آئے اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرے وہ جہنمی ہے، لیکن میں ملک رے کے لئے کیا کروں، کیا میں اسے چھوڑ دوں اور دوسرا کوئی اسے حاصل کرے؟ خدا کی قسم! میرا دل اس پر راضی نہیں ہو رہا ہے۔

بریر نے امامؑ کی خدمت میں آخر تمام باتیں کہہ دیں، امامؑ نے فرمایا: وہ ملک رے نہیں پا سکے گا، وہ اپنے بستر پر ہی قتل کیا جائے گا۔(۱)

امامؑ کی عمر سعد سے گفتگو

امام حسینؑ نے اتمام حجت کے لئے عمر سعد کے پاس پیغام بھیجا کہ میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔

عمر سعد نے امامؑ کی دعوت قبول کی اور ایک جلسہ دونوں لشکر کے درمیان منعقد ہوا، عمر سعد نے اپنے بیس ساتھیوں کو لیا، امام حسینؑ نے بھی اپنے بیس ساتھیوں کو اس جلسے میں شریک کیا۔ امامؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: عباس، علی اکبر کے علاوہ سب لوگ چلے جائیں۔

عمر سعد نے بھی اپنے ساتھیوں سے کہا: صرف میرا بیٹا حفص اور میرا غلام رہ جائے باقی سبھی لوگ چلے جائیں۔

اس کے بعد اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

۱۔ معالی السبطین، ج۱، ص ۳۰۸

تف ہے تجھ پر اے پسر سعد! تو اس خدا سے نہیں ڈرتا جس کی طرف سب کو جانا ہے، تو مجھ سے جنگ کرنا چاہتا ہے؟ حالانکہ تو مجھے پہچانتا ہے کہ میں فرزند رسولؐ اور فرزند فاطمہؑ ہوں، میں علیؑ کا فرزند ہوں.....

اے پسر سعد، ان یزیدیوں کو چھوڑ کر مجھ سے مل جا، کیونکہ یہ کام تیرے حق میں بہتر ہے، اس طرح تجھ کو خدا کا تقرب حاصل ہوگا۔

عمر سعد نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ میرا گھر برباد کر دیا جائے گا۔

امامؑ نے فرمایا: اگر برباد کیا گیا تو میں بنوا دوں گا۔

عمر سعد نے کہا: ڈرتا ہوں کہ میرا باغ چھین لیا جائے گا۔

امامؑ نے فرمایا: اگر چھین لیا گیا تو میں حجاز کے اپنے دو باغ دیدوں گا، جس میں شاندار نہریں ہیں، ان چشموں پر مجھے معاویہ ہزار ہزار دینار دے رہا تھا لیکن نہیں بیچا۔

عمر سعد نے کہا: میرے بال بچے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ انہیں اذیت دی جائے گی۔

امام خاموش ہو گئے، پھر اس سے کچھ نہ کہا اور اٹھ کر دور چلے گئے، آپ فرماتے جاتے تھے:

تجھ سے کیا مطلب، خدا تجھے تیرے بستر پر قتل کرے گا اور قیامت کے دن نہ بخشے گا۔ مجھے امید ہے کہ تو ''رے'' کے گیہوں سے تھوڑا سا بھی نہ چکھ سکے گا۔

عمر سعد نے ازراہ تمسخر کہا: ''**و فی الشعیر کفایۃ**''۔ اگر گیہوں نہ ملے گا تو جَو پر اکتفا کر لوں گا۔

خدا اس کا منھ کالا کرے، اس کا آخری جواب یہی تھا کہ میں اپنے اہل وعیال کی اذیت سے ڈرتا ہوں لیکن رسول خداؐ کے اہل وعیال اور حضرت فاطمہؑ کی بیٹیوں سے نہ ڈرا اور ان کے لئے دل نہ جلا۔

حمید بن مسلم کہتا ہے: میں عمر سعد کا ساتھی اور دوست تھا۔ واقعہ کربلا کے موقع پر اس کے یہاں پہونچا اور پوچھا کہ کیا حال ہے؟

اس نے کہا: میرا حال نہ پوچھو۔ کوئی غائب اپنے گھر واپس نہ ہوا جو میری طرح گناہوں کا بوجھ لیکر پلٹا ہو، میں نے قطع رحم کیا، میں عظیم گناہ کا مرتکب ہوا۔

(عمر سعد کی امام حسینؑ سے رشتہ داری یہ تھی کہ سعد بن وقاص رسول خداؐ کے پر دادا عبد مناف کی نسل

سے تھا۔)(۱)

عمر سعد کا بناوٹی خط اور ابن زیاد کا جواب

ساتویں تاریخ کو عمرو بن حجاج کی سرکردگی میں فرات پر پہرے بٹھادئے گئے۔ اور اہل بیتؑ پر پانی بند کر دیا گیا۔

عمر سعد کا ارادہ تھا کہ معاملے کو صلح صفائی سے ختم کر دیا جائے۔ ایک جھوٹ کا باندہ ابن زیاد کے پاس خط کی صورت میں بھیجا کہ حسینؑ اس بات کے خواہشمند ہیں کہ اپنے وطن واپس جائیں یا کسی اسلامی ملک میں چلے جائیں یا یزید کے پاس چلے جائیں اور اس سے میل کرلیں، اس صورت میں مسئلہ طئے شدہ ہے۔ اور امت کی اصلاح بھی اسی میں ہے۔

عمر سعد نے یہ جھوٹ اور بہت بڑا اتہام امام حسین پر لگایا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ امامؑ بار بار فرماتے تھے:

" انّ الدّعیّ ابن الدّعیّ قد رکز بین اثنین بین السّلّة و الذّلّة و هیهات منّا الذّلة"

(بلاشبہ زنازادہ پسر زنازادہ مجھے دو چیزوں میں ایک کا اختیار دیتا ہے قتل ہونا یا ذلت سے زندہ رہنا۔ افسوس کہ میں ذلت کو اختیار کروں، خدا اور رسول اور مومنین اور غیرت مند جواں مردوں کو ہرگز ذلت گوارا نہیں۔ اور ذلیلوں کی پیروی سے بہتر اس بات کو سمجھتے ہیں کہ نازش آفریں شہادت قبول کی جائے۔)

عمر سعد کا جس وقت یہ جھوٹ پر مشتمل خط ابن زیاد کو ملا تو اس نے پڑھ کر کہا:

"هٰذا کتاب ناصح مشفقٍ علیٰ قومه"

(یہ خیر خواہ اور مہربان شخص کا خط ہے اپنی قوم کی طرف)

وہ جواب لکھنا چاہتا تھا کہ شمر بن ذی الجوشن نے اٹھ کر ابن زیاد سے کہا: کیا آپ عمر سعد کی اس بات کو مان لیں گے جبکہ حسین اور ان کے ساتھی آپ کی سرزمین پر آگئے ہیں اور آپ کی بیعت بھی نہیں کی ہے تاکہ آپ مضبوط اور وہ کمزور ہوجائیں۔

۱۔ معالی السطبین، ج۱، ص۳۰۴، ۳۰۷

شمر کی اسی بات نے ابن زیاد کی رائے بدل دی، اس نے عمر سعد کے جواب میں لکھا:

میں نے تمہیں صلح اور میل ملاپ یا معاملات ٹالنے اور بیچ بچاؤ کے لئے نہیں بھیجا ہے، دیکھو کہ اگر میرے فرمان پر سر جھکائیں تو انہیں خود سپردگی کے انداز پر میرے پاس بھیج دو ورنہ ان پر سختی کرو اور ان سے جنگ کرو، انہیں قتل کرنے کے بعد لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے روند ڈالو.....اگر تم نے ایسا کیا تو میرے نزدیک مقرب ہو گے بڑا انعام پاؤ گے ورنہ الگ ہو جاؤ اور سرداری شمر کے حوالے کر دو، میرا حکم یہی ہے کہ شمر لشکر کا سردار ہو جائے۔

ابن زیاد نے یہ جواب لکھ کر شمر کے حوالے کیا اور اس کو چار ہزار فوج کے ساتھ کربلا روانہ کر دیا۔

شمر کربلا آیا اور ابن زیاد کا خط عمر سعد کو دیا، اس کے گومگو کو دیکھ کر شمر نے کہا:

ابھی کہو کہ تمہارا ارادہ کیا ہے، اگر امیر کا فرمان نافذ کرتے ہو تو کوئی حرج نہیں ورنہ الگ ہو جاؤ، میں فرمان ابن زیاد نافذ کرنے کے لئے لشکر کی سرداری اپنے ہاتھ میں لے لوں۔

عمر سعد نے کہا: میں خود ہی لشکر کی سرداری اپنے ہاتھ میں رکھوں گا۔

یہ فخر تیرے حوالے نہیں کروں گا۔ لیکن تو پیادوں کا سردار رہے گا۔(۱)

روز تاسوعا کے واقعات

عمر سعد نے نویں محرم کو عصر کے وقت اپنے سپاہیوں میں اعلان کیا "یا خیل اللہ ارکبی و بالجنة ابشری"

(اے خدا کے سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور تمہیں بہشت کی بشارت ہو)

اور محاصرہ تنگ کر واپنے کو خیام حسینی کے قریب پہونچا دو۔ امام حسینؑ خیمہ کے نزدیک تلوار پر ٹیک لگائے ہوئے تھے، اسی لمحے آپ پر غنودگی طاری ہوئی، خواب میں دیکھا کہ رسول خداؐ آپ سے فرمارہے ہیں: تم بہت جلد میرے پاس آجاؤ گے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۳۵، ۲۳۶، تاریخ کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۵۵ مقتل المقرم ص ۲۴۶، ۲۵۰، ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۹۱، ۹۳

حضرت زینب (س) نے دشمن کے سپاہیوں کا شور اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سنی تو بھائی کے پاس آکر عرض کی: دشمن ہم سے قریب ہو گئے۔ امامؑ نے اپنے بھائی عباس سے فرمایا:

(میری طرف سے اس قوم سے جا کر پوچھو کہ کس لئے آئے ہیں ان کا ارادہ کیا ہے)۔

حضرت عباسؑ نے بیس سواروں کو لیا جن میں زہیر بن قین اور حبیب بن مظاہر بھی تھے اور دشمن کے لشکر کی طرف گئے۔ پوچھا کہ تمہارا مقصد کیا ہے اور کیوں آئے ہو؟

دشمن نے کہا: امیر کا فرمان صادر ہوا ہے کہ یا تو بات مانو یا پھر ہم تم سے جنگ کریں گے۔

حضرت عباسؑ واپس امامؑ کی خدمت میں گئے اور ان کا جواب سنا دیا جو لوگ عباس کے ساتھ گئے تھے وہیں ٹھہرے رہے اور دشمن کو نصیحت کرتے رہے، حبیب بن مظاہر نے فرمایا:

خدا کی قسم! تم لوگ بہت برے آدمی ہو، تم لوگ وہ ہو کہ قیامت میں قاتل اہلبیت رسولؐ قرار دئے جاؤ گے، تم لوگ ان نیک اور صالح و عابد بندگان خدا کے قاتل کی حیثیت سے پہچانے جاؤ گے۔

دشمن کی فوج میں ایک شخص عزرہ نام کا تھا۔ اس نے کہا: کیا تم نے اپنے کو پاک صاف کر لیا ہے؟

زہیر نے عزرہ سے فرمایا:

(خدا نے حبیب کو پاک اور ہدایت یافتہ قرار دیا ہے خدا سے ڈرو تقویٰ الٰہی اختیار کرو، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ پاک نفسوں کے مقابلے میں گمراہوں کی مددمت کر....)

امام حسینؑ نے عباس کی طرف رخ کر کے فرمایا:

بنفسی انت یا اخی (میری جان تم پر قربان اے بھائی!)(۱)

یہ تعبیر حضرت عباس کی عظیم شخصیت امام کے نزدیک اجاگر کرتی ہے)

امامؑ نے فرمایا: دشمن کی طرف جاؤ اور کہو کہ آج رات ہمیں مہلت دیدیں تا کہ اس رات میں نماز، مناجات اور دعا و استغفار میں بسر کر لیں۔

"فهو يعلم انّى احبّ الصلوٰة له و تلاوت كتابه و كثرة الدعاء و الاستغفار"۔

۱۔ منتخب التواریخ، ص ۲۵۹

خدا جانتا ہے کہ ہم نماز، تلاوت قرآن اور دعا و استغفار کے بہت شائق ہیں۔
عباس دشمن کی طرف آئے اور امامؑ کا پیغام پہونچایا۔ عمر سعد نے اپنی فوج سے مشورہ کیا۔ بعض نے کہا کہ مہلت مت دو۔
عمرو بن حجاج جو اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس نے عمر سعد سے کہا: سبحان اللہ! اگر یہ لوگ کفار دیلم ہوتے اور ایسا تقاضہ کرتے تو تمہیں مہلت دینی چاہئے تھی۔
اس طرح امامؑ کا یہ تقاضہ مان لیا گیا۔ عمر سعد نے امامؑ کی خدمت میں پیغام بر کے ذریعے کہلوادیا۔ وہ امامؑ کے ساتھیوں کے نزدیک جا کر اس طرح چلایا کہ سب نے سن لیا۔
کل تک ہم تمہیں مہلت دیتے ہیں، اگر تم نے خودسپردگی کی تو ہم تمہیں ابن زیاد کے سامنے لے جائیں گے ورنہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ (۱)

دشمن کی امان مسترد

شمر اسی نویں کی شب انصار حسینی کے قریب کھڑا ہو کر چلایا " این بنو اختنا " (ہمارے بھانجے کہاں ہیں؟)
(واضح رہے کہ شمر ام البنین کے قبیلے کا تھا)
عباس، جعفر، عثمان اور عبد اللہ (پسران ام البنین) سامنے آئے اور کہا: ہم سے کیا چاہتا ہے؟
شمر نے کہا: "یا بنی اختی آمنون " (اے میری بہن کے فرزندو! تم لوگوں کو امان ہے۔)
ان جواں مردوں نے جواب دیا:
"لعنک اللہ و لعن امانک آتومننا و ابن رسول الله لاامان له " (تجھ پر لعنت، تیری امان پر لعنت کیا تو ہمیں امان دے رہا ہے اور فرزند رسول کو امان نہیں؟) (۲)

۱۔ نفس المہموم، ص ۱۱۳۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۳۳۷
۲۔ ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۹۱

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عباسؑ للکارے۔ تیرے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں۔ تیری یہ امان کس قدر بری ہے۔ اے دشمن خدا! کیا تو یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم اپنے سردار فرزند فاطمہ (س) کو چھوڑ دیں اور ملعون بن ملعون کے زیر فرمان آجائیں؟)

شمر غصے میں بھرا ہوا اپنے لشکر کی طرف واپس گیا۔(۱)

دوسری روایت میں ہے کہ امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگ کے لئے تیار ہوئے تو شمر نے پکارا۔ اے بھانجو! خود کو اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ قتل نہ کراؤ۔ اور امیر المومنین یزید کی اطاعت کرلو۔ حضرت عباسؑ نے اس سے کہا: تیرے ہاتھ ٹوٹیں۔ اے دشمن خدا کیا ہم اپنے آقا کو چھوڑ دیں اور ملعون بن ملعون کی اطاعت میں آجائیں۔(۲) (تاریخ طبری میں ہے کہ عبداللہ بن ابی المحل بن خرام (ام البنین کے بھتیجے) ابن زیاد سے اپنے بھانجوں کے لئے امان نامہ لکھوالیا تھا۔ عبداللہ نے اپنے غلام کرمان کے ذریعے عباسؑ کے پاس امان نامہ بھجوایا ان لوگوں نے غلام سے کہا: ہمارا اسلام عبداللہ کو پہونچانا۔ کہنا کہ ہمیں تمہارے امان کی ضرورت نہیں" **امان اللہ خیر من امان ابن سمیه** " (ابن زیاد کی امان سے خدا کی امان بہتر ہے۔(۳)

اس بناء پر شمر نے نویں اور دسویں دونوں دن چاہا کہ اپنے بھانجوں کو قتل ہونے سے بچائے لیکن انہوں نے پامردی سے اس کو رد کر دیا اور آخری سانسوں تک امامؑ کی نصرت وحمایت کی۔

۱۔ نفس المهموم، ص۱۱۳، کامل ابن اثیر، ج۴، ص۵۶

۲۔ مثیر الاحزان ابن نما، ص۵۶

۳۔ منتخب التواریخ، ص۵۷، اعیان الشیعه، ج۴، ص۱۲۹

شب عاشور کے واقعات

ا۔اصحاب کی وفاداری

شب عاشور کے قریب امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو اپنے پاس بلایا۔امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ میں بیمار ہونے کے باوجود قریب پہونچا کہ سن سکوں۔ بابا ان سے کیا کہتے ہیں۔میں نے سنا کہ آپ نے اصحاب کی طرف رخ کیا اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

"اما بعد و انی لااعلم اصحاباً اوفیٰ و لا خیراً من اصحابی و لا اهل بیتٍ ابرّ و لا اوصل من اهل بیتی فجزاکم الله عنّی خیراً"

امابعد۔میں اپنے اصحاب سے زیادہ باوفا کسی کے اصحاب کو اور ان سے بہتر کسی کو نہیں جانتا اور اپنے اہلبیت سے زیادہ صلہ رحم کرنے والا اور نیکوکار کسی کے گھرانے والوں کو نہیں جانتا۔خداوند عالم تم لوگوں کو میری جانب سے بہترین جزاء کرامت فرمائے....آگاہ ہوجاؤ کہ میں ان لوگوں کے علاوہ دوسرے سے نصرت کا گمان بھی نہیں کرتا۔آگاہ ہوجاؤ کہ میں تم سب لوگوں کو جانے کی اجازت دیتا ہوں۔اب تم سب لوگ آزادانہ طریقے سے چلے جاؤ۔میری بیعت تمہاری گردن پر نہیں ہے۔اس رات نے تمہیں ڈھانپ لیا ہے، یہ موقع ہے اسی کو تم اپنی سواری بناؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ۔

(یہ سنکر) آپ کے بھائیوں نے، بیٹوں نے، بھتیجوں اور بھانجوں پسران عبداللہ بن جعفر وزینب نے سامنے آکر کہا:

ہم یہ کس لئے کریں؟ کیا اس لئے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں۔خدا ہمیں ہرگز وہ دن نہ دکھائے۔

حضرت عباسؑ اولین شخص تھے کہ آپ نے فرمایا: ان کے بعد دوسروں نے بھی ایسا ہی کہا۔

امام حسینؑ نے عقیل کے فرزندوں کی طرف رخ کیا اور فرمایا: اے پسران عقیل! مسلم کا قتل ہونا کافی ہے۔اب تم لوگ چلے جاؤ۔میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں۔

ان لوگوں نے عرض کی۔سبحان اللہ۔پھر لوگ ہمارے بارے میں یہی تو کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگ، آقا اور اپنے ستون کو جو بہترین چچا تھے، انہیں چھوڑ دیا۔نہ ایک تیر چلایا نہ ایک نیزے سے کام لیا نہ یہ

معلوم کیا کہ ان پر کیا بیتی؟ نہیں ایسا ہر گز نہیں ہوسکتا۔ ہم کبھی ایسا نہ کریں گے۔ بلکہ ہم لوگ اپنی جان، مال، ناموس اور فرزند کو آپ پر سے قربان کریں گے۔ آپ کی رکاب میں جنگ کریں گے یہاں تک کہ آپ جہاں بھی جائیں گے ہم بھی وہیں جائیں گے۔

"فقبّح الله العيش بعدک" (پس خداوند عالم آپ کے بعد زندگی خراب کر دے)

بنی ہاشم کے علاوہ لوگوں میں مسلم بن عوسجہ اٹھے اور کہا: کیا ہم آپ کی نصرت سے ہاتھ کھینچ لیں؟ پھر ہم بارگاہ خداوندی میں کیا عذر، کیا بہانہ پیش کریں گے؟ سمجھ لیجئے کہ ہم ہرگز آپ کی نصرت سے باز نہ آئیں گے۔ یہاں تک کہ دشمن کے سینے میں نیزہ اتاریں گے۔ انہیں تلوار سے ماریں گے جب تک قبضہ شمشیر پر ہاتھ ہے۔ ورنہ پھر پتھر چلائیں گے۔ خدا کی قسم آپ کی نصرت سے باز نہ آئیں گے یہاں تک کہ خدا دیکھ لے کہ ہم نے آپ کے بارے میں حرمت رسولؐ کا لحاظ کیا۔ اگر مجھے ستر بار بھی آپ کی راہ میں قتل کیا جائے۔ جلا دیا جائے پھر زندہ کیا جائے تو آخری بار بھی آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ یہاں تو صرف ایک بار کا قتل ہونا ہے اور یہ قتل بھی آپ کی راہ میں ابدی کرامت ہے۔

ان کے بعد زہیر بن قین کھڑے ہو کر کہنے لگے: خدا کی قسم۔ میں نہیں چاہتا کہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلا جاؤں چاہے مجھے قتل کیا جائے پھر زندہ کیا جائے ایسا ہی ہزار بار کیا جائے۔ اس طرح میرے قتل ہونے سے خداوند عالم آپ کو اور اپنے جوانوں اور خاندان والوں کو بچا لے۔

آپ کے اکثر انصار نے ایسا ہی کہا۔ امامؑ نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ انہیں دعا دی اور خیمے میں واپس چلے گئے۔(۱)

امام حسینؑ نے حضرت مہدیؑ کو یاد کیا

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: امام حسینؑ نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہیں بہشت کی بشارت ہو۔ خدا کی قسم مجھ پر جو مصائب ڈھائے جا رہے ہیں کچھ مدت گذرے گی۔ اس کے بعد ہم اور تم زندہ کئے جائیں گے

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۹۳، ۹۵

یہاں تک کہ ہمارا قائم (مہدی علیہ السلام) ظہور کرے گا اور ظالموں سے ہمارا انتقام لے گا۔ اور ہم تم اس عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے۔ جب انہیں زنجیریں پنہائی جائیں گی طوق ڈالے جائیں گے۔

ایک شخص نے پوچھا: قائم کون ہے؟ فرمایا: محمد باقرؑ کا ساتواں فرزند ہو گا۔ وہی حجۃ بن الحسن (عج) ہے۔ وہ طویل عرصے تک غائب رہے گا۔ پھر ظہور کرے گا اور تمام زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔(۱)

یہ بھی روایت ہے کہ امام حسینؑ نے اپنے انصار سے فرمایا: خدا تم لوگوں کو جزائے خیر عطا کرے۔ پھر آپ نے ان سب کی بہشت میں جگہیں بتائیں۔ انہوں نے شب عاشور بہشت میں اپنے عالیشان مقامات ملاحظہ کیے۔ اس طرح ان کے یقین میں اضافہ ہوا اسی لئے وہ تلوار، تیر اور نیزوں کا درد محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ شہادت کی اس بلند منزلت پر فائز تھے کہ اس پر فائز ہونے کے لئے ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے۔(۲)

شب عاشور زینبؑ کی بیتابی

امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ میں شب عاشور بیٹھا تھا اور پھوپھی زینبؑ قریب ہی تھیں، وہ میری تیمارداری کر رہی تھیں، اسی وقت میرے بابا خیمے میں تشریف لے گئے اور جون (یا جوین) غلام ابوذر آپ کی تلوار پر صیقل کر رہے تھے اور بابا بے ثباتی دنیا پر یہ اشعار پڑھ رہے تھے:

یا دھر افٍ لک من خلیل　　کم لک بالاشراق و لا صیل
من صاحبٍ او طالبٍ قتیلٍ　　والدھر لا یقنع بالبدیل
و انما الامر الیٰ الجلیل　　و کلّ حیّ سالک سبیلی

بعض روایات میں آخری شعر یہ بھی ہے۔

ما اقرب الوعد من الرحیل　　و انّما الامر الیٰ الجلیل (۳)

۱۔ مقتل المقرم، ص ۲۵۸
۲۔ منتہی الآمال، ج ۲، ص ۲۴۷
۳۔ ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲، ص ۹۶، ترجمہ لہوف، ص ۸۱

امامؑ نے دوبار یا تین بار یہ اشعار پڑھے، میں نے سنکر امامؑ کا مقصد سمجھ لیا مجھے گریہ گلوگیر ہو گیا لیکن خود کو سنبھال کر خاموش ہو گیا، میں نے سمجھ لیا کہ بلا نازل ہو چکی ہے۔

لیکن پھوپھی زینبؑ نے ان اشعار کو سنکر مقصد امام سمجھا تو اپنے کو سنبھال نہ سکیں، روتی ہوئی بے تابانہ امامؑ کی بارگاہ میں پہونچکر کہا:

"واثکلاه لیت الموت اعد منی الحیاة..."

ہائے مصیبت! کاش مجھے موت آجاتی میں زندہ نہ ہوتی آج میں ایسا محسوس کر رہی ہوں کہ بابا، مادر گرامی اور بھیا حسنؑ دنیا سے گذر گئے، اے بقیۂ گذشتگان! اے بچے کھچے لوگوں کے دادرس!!

امامؑ نے انہیں دیکھا تو فرمایا: پیاری بہن! شیطان تمہارا صبر نہ چھین لے، آپ نے یہ فرمایا اور قطرات اشک ڈھلکنے لگے، پھر فرمایا:

"لو ترک القطا لنام" (اگر قطا پرندے کو چھوڑ دیا جائے تو آرام سے سو رہے)

زینب نے عرض کی: افسوس ہے میرے حال پر۔ آپ نے لازمی طور سے اپنے کو موت کے حوالے کیا ہے، میرا قلب الٹ رہا ہے، یہ میرے اوپر بہت شاق ہے، یہ کہا اور اپنے منہ پر طمانچہ لگایا، ہاتھ سے گریبان پھاڑ ڈالا اور زمین پر گر کر بیہوش ہو گئیں۔

امام حسینؑ اٹھے اور بہن کے رخسار پر پانی چھڑکا۔(۱) انہیں تسلی دی اور فرمایا: اے بہن صبر کرو، خدا نے تمہیں صبر و تقویٰ سے نوازا ہے اسے کام میں لاؤ۔ یہ سمجھ لو کہ تمام زمین و آسمان والے مریں گے۔ خدا کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا۔ نانا، بابا اور مادر گرامی مجھ سے بہتر تھے، بھیا حسنؑ مجھ سے بہتر تھے (سبھی گذر گئے) اور مجھے اور ہر مسلمان کو رسول خداؐ کی پیروی کرنی چاہئے۔

بہن تمہیں قسم دیتا ہوں میرے مرنے کے بعد گریبان چاک نہ کرنا، منہ پر طمانچے نہ لگانا۔ واویلا نہ کرنا۔ امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ پھر بابا پھوپھی زینب کو میرے پاس لائے اور بٹھا کر خود اپنے انصار کے پاس چلے گئے۔(۲)

۱۔ مولف نے ارشاد شیخ مفید اور لہوف کے حوالے سے یہ روایت لکھی ہے۔ دونوں ہی کتابیں مترجم کے پاس موجود ہیں۔ ان میں پانی چھڑکنے کا تذکرہ نہیں ہے۔

۲۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید ج ۲، ص ۹۷

(شب عاشور امامؑ نے زینب کو تسلی دی لیکن بعد ظہر کون تھا جو زینب کو تسلی اور دلاسہ دیتا؟!)

۳۔مناجات پروردگار

شب عاشور کے واقعات میں یہ بھی ہے کہ امام حسینؑ اور آپ کے اصحاب دعا، تلاوت قرآن اور نماز و مناجات میں اس طرح مشغول رہے کہ روایات میں ہے:

”و لهم دويّ كدويّ النحل ما بين راكعٍ و ساجدٍ و قائمٍ و قاعدٍ“

(ان کا زمزمہ ایسا تھا جیسے شہد کے چھتّے میں مکھیوں کی بھنبھناہٹ ہوتی ہے۔بعض رکوع میں تھے بعض سجدے میں، بعض قیام اور بعض قعود کی حالت میں تھے۔)

سبھی پرسوز آوازیں پاکبازوں اور خدا کے عاشقوں کے دل سے نکل رہی تھیں، یہی وجہ تھی کہ دشمن کی فوج کے ۳۲ افراد پر اثر ہوا، وہ اسی رات امامؑ کی فوج میں شامل ہو گئے۔(۱)

۴۔شب عاشور نافع کا اندیشہ

شب عاشور امام حسینؑ اکیلے خیمے سے باہر نکلے اور صحرا کی طرف نوعیت دیکھنے کے لئے چلے، آپ اس کے نشیب و فراز اور گڑھے ملاحظہ فرمانے کی غرض سے چلنے لگے، نافع بن ہلال کہتے ہیں کہ میں امام کے پیچھے چلنے لگا (تا کہ اگر دشمن کی طرف سے آپ پر حملہ ہو تو اس کا دفاع کیا جا سکے) امام سمجھ گئے اور فرمایا: کیوں آرہے ہو؟ میں نے عرض کی: کیونکہ آپ اکیلے نکلے تو میں پریشان ہو گیا کہ اس طاغوت کا لشکر قریب ہی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: صحرا کے ٹیلوں اور گڑھوں کا تجزیہ کرنے کے لئے نکلا ہوں تا کہ دشمن کے حملے اور اپنے حملے کی نوعیت کو پہچانا جا سکے۔

نافع کہتے ہیں کہ پھر امامؑ واپس ہوئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا تم نہیں چاہتے کہ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان نکل جاؤ اور اس گیر و دار سے اپنی جان بچاؤ؟

۱۔بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۹۴۔نفس المہموم ص ۱۱۸

نافع یہ سنکر امامؑ کے قدموں پر گر پڑے اور بوسہ دینے لگے، بڑی سلگتی آواز میں عرض کی:

میری ماں میرے سوگ میں بیٹھے (اگر میں چلا جاؤں) میری تلوار ہزار درہم کے برابر ہے، میرا گھوڑا ہزار درہم کے برابر ہے، خدا نے مجھے آپ کی رفاقت کا افتخار بخشا ہے، میں آپ سے ہرگز جدا نہ ہوں گا یہاں تک کہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے۔

اس کے بعد امامؑ زینبؑ کے خیمے میں تشریف لائے، نافع اس خیمہ کے برابر امامؑ کی واپسی کے انتظار میں بیٹھ گئے، نافع نے سنا کہ زینبؑ اپنے بھائی سے کہہ رہی ہیں:

کیا آپ نے اپنے اصحاب کو آزمالیا ہے، مجھے ڈر ہے کہ خطروں کے وقت آپ کو اکیلا چھوڑ دیں۔

امامؑ نے فرمایا: خدا کی قسم میں نے انہیں آزمالیا ہے، میں نے ان سب کو تیار اور استوار پایا ہے، یہ سبھی اس طرح موت کے مشتاق ہیں جیسے بچہ پستان مادر کا مشتاق ہوتا ہے۔

نافع کا بیان ہے کہ جب میں نے حضرت زینبؑ کا یہ بیان سنا تو روتا ہوا حبیب بن مظاہر کے پاس آیا اور جو کچھ سنا تھا ان سے بیان کر دیا۔

حبیب نے کہا: بخدا اگر امامؑ کے حکم کا انتظار نہ ہوتا تو ابھی دشمن پر حملہ کر دیتا۔

میں نے کہا کہ اہل حرم حضرت زینبؑ سے اس طرح کی بات کر کے پریشان ہیں، مناسب ہوگا کہ اصحاب کو جمع کر کے خیمۂ زینبؑ کے پاس چلیں اور اپنی باتوں سے انہیں اطمینان دلائیں، حبیب نے اصحاب کو جمع کر کے نافع کی بات سنائی، سب نے کہا کہ اگر امامؑ کے حکم کا انتظار نہ ہوتا تو ہم ابھی دشمن پر حملہ کر دیتے آپ کی آنکھ روشن اور دل مطمئن رہے کہ ہم سب پوری طرح وفادار ہیں۔

حبیب نے سب کو دعا دی۔ ان سب لوگوں نے اہل حرم کے خیموں کے پاس آکر آواز دی۔

اے اہل حرم، اے حرم رسولؐ! یہ آپ کے جوانوں کی تلواریں ہیں، ہم سب نے قسم کھائی ہے کہ میان میں نہیں جائیں گی جب تک دشمنوں کی گردن نہ اڑائیں۔ یہ آپ کے جوانوں کے نیزے ہیں، قسم کھائی ہے کہ اس وقت تک زمین پر نہیں رکھے جائیں گے جب تک دشمن کے سینے نہ پھاڑ ڈالیں۔

تمام خواتین روتی ہوئی خیموں سے باہر آگئیں اور کہا: اے پاک بازو! حرم رسولؐ اور علی مرتضیٰؑ کی

بیٹیوں کی نصرت کرو، ذرا کوتاہی نہ کرنا۔

تمام اصحاب چیخ مار کر رونے لگے (کہ ہاں ہم والہانہ آپ کی نصرت کریں گے اور اس وقت اشک شوق بہا رہے ہیں۔)(۱)

۵۔ خندق، آگ، سر راہ دشمن

امام حسینؑ نے اصحاب سے فرمایا: خیموں کو ایک دوسرے سے نزدیک رکھو اور مردوں کے خیام کو عورتوں کے خیام کے آگے کر دو، خیموں کی پشت پر خندق کھودی گئی اور اس میں نرکل جلا کر آگ بھڑکائی گئی تاکہ دشمن خیموں کی پشت سے آکر خیموں پر ہجوم نہ کر سکے۔(۲)

۶۔ شب عاشور دو جلسے

حضرت زینبؑ سے منقول ہے: میں نصف شب اپنے بھائی عباسؑ کے خیمے میں گئی، دیکھا کہ جوانان بنی ہاشم ان کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہیں اور وہ شیر ضرغام کی طرح ان سے باتیں کر رہے ہیں، ان سے کہہ رہے ہیں:

اے میرے بھائیو! اے میرے چچا کے فرزندو! کل جب جنگ شروع ہو جائے سب سے پہلے میدان میں جانے والے تم لوگ ہونا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ بنی ہاشم نے سب سے مدد طلب کی اور اپنی زندگی کو دوسروں کی موت پر ترجیح دی۔

جوانان بنی ہاشم نے جواب دیا: ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔

حضرت زینبؑ فرماتی ہیں: وہاں سے میں حبیب بن مظاہر کے خیمے میں گئی، میں نے دیکھا وہ بنی ہاشم کے علاوہ تمام انصار کا جلسہ کر رہے ہیں، ان سے کہہ رہے ہیں:

کل جب جنگ شروع ہو تم پیش قدمی کرنا پہلے تم ہی لوگ میدان میں جانا، ایسا نہ ہونے دینا کہ

۱۔ مقتل المقرم، ص ۲۶۲۔۲۶۳

۲۔ کبریت الاحمر، ۱۹۳

بنیہاشم کی ایک فرد بھی تم سے پہلے شہید ہو جائے، کیونکہ بنی ہاشم سادات اور ہم سب کے بزرگ ہیں.....

اصحاب نے جواب دیا: آپ کی بات درست ہے پھر انہوں نے اپنی بات نبھائی۔(۱)

امام حسینؑ کا خواب

سحر دم امام حسینؑ کو ذرا جھپکی آئی پھر آپ بیدار ہو گئے، وہاں موجود لوگوں سے فرمایا: میں نے خواب دیکھا کہ کچھ کتّے میرے اوپر حملہ آور ہیں تا کہ مجھے پارہ پارہ کر دیں، ان کے درمیان ایک دورنگے کتّے کو دیکھا جو میرے اوپر سب سے زیادہ شدید تھا، میرا خیال ہے کہ میرا قاتل ان دشمنوں میں وہی ہو گا جو کوڑھ میں مبتلا ہو گا۔

اس کے بعد میں نے رسول خداؐ کو ان کے اصحاب خاص کے ساتھ دیکھا، آپ نے فرمایا:

میرے بچے! تو شہید آل محمدؐ ہے، آسمان والے اور ملاء اعلیٰ کے باشندے تمہاری آمد پر خوش ہیں، اس رات تمہارا افطار میرے ساتھ ہو گا، دیر نہ کرو، یہ فرشتہ آسمان سے اترا ہے تا کہ تمہارا خون ایک سبز شیشی میں محفوظ کر لے۔

میں نے یہ خواب دیکھا ہے، اس کی تعبیر یہ ہے کہ موت نزدیک ہے اور بلا شک وشبہ ہنگام کوچ آ گیا۔(۲)

۱۔ کبریت الاحمر، ص ۴۷۹

۲۔ نفس المہموم ص ۱۱۹

وقائع روز عاشورا

۱۔اجتماعی حملہ اور پچاس کی شہادت

صبح عاشورا امامؑ نے نماز صبح کے بعد اپنے اصحاب کی صف بندی کی، ان میں ۳۲ سوار اور ۴۰ پیادے تھے (امامؑ کے سپاہیوں کی تعداد کے بارے میں بے شمار اختلاف ہے، سب سے کم تعداد ۶۱ رکی بتائی جاتی ہے (۱) اور زیادہ سے زیادہ تعداد جو ذکر ہوئی ہے ۴۵ سوار اور سو پیادے تھے۔(۲)

امامؑ نے زہیر بن قین کو میمنہ کا سردار اور حبیب بن مظاہر کو میسرہ کا مقرر کیا، پرچم اپنے بھائی عباسؑ کو عطا کیا اور خود اور بنی ہاشم کے افراد قلب لشکر میں ہو گئے، خیام کو عقب میں قرار دیا، اس سے پہلے ہی خیام کے گرد خندق کھود کر لکڑیاں ڈال دی گئی تھیں اور آگ لگا دی گئی تھی تاکہ دشمن پشت سے حملہ آور نہ ہو سکیں۔

اس طرف عمر سعد نے لشکر آراستہ کیا اور لشکر امامؑ کے سامنے صف بندی کی، میمنہ کا سردار عمرو بن حجاج کو اور میسرہ کا شمر بن ذی الجوشن کو قرار دیا۔

عروہ بن قیس کو سواروں کا سردار اور شیث بن ربعی کو پیادوں کا سردار بنایا، پرچم اپنے غلام درید کو دیا۔ دشمن کی فوج نزدیک آئی اور خیام حسینی کے قریب اپنے گھوڑے دوڑانے لگی، انہوں نے خیموں کے گرد خندق اور آگ روشن دیکھی تو شمر نے چلا کر کہا:

اے حسین! جہنم کی آگ سے پہلے ہی تم نے دنیا میں آگ جلا لی۔

۱۔اثباۃ الوصیۃ، ص ۲۵

۲۔یہ قول امام محمد باقرؑ کا لہوف اور مثیر الاحزان میں ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اے بکری چرانے والی کے بیٹے! تو ہی آگ میں جلے گا اور تو ہی جہنم کے لائق ہے۔
مسلم بن عوسجہ نے چاہا کہ شمر کو اپنے تیر کا نشانہ بنائیں، امامؑ نے انہیں روک دیا۔
مسلم بن عوسجہ نے عرض کی: اجازت دیجئے کہ اس پر حملہ کروں، کیونکہ وہ بدکار دشمن اور بہت بڑا ظالم ہے، اس وقت خدا نے اس کا قتل میرے لئے آسان بنا دیا ہے، امامؑ نے فرمایا:

"لا ترمه فانّی اکره ان ابدأهم" (اسے قتل نہ کرو کیونکہ مجھے پسند نہیں کہ جنگ کی ابتدا کروں)

اس وقت امامؑ نے ناقہ طلب فرمایا: اس پر سوار ہو کر خطبہ فرمایا: (جسے عاشور کا اولین خطبہ کہا جاتا ہے)

اس خطبے میں آپ نے اپنا تعارف کرایا، آپ نے یہ فرمایا کہ کیا تم نے رسول کا یہ ارشاد نہیں سنا ہے:

"هذا ن سیدا شباب اهل الجنة" (حسن و حسین جوانان جنت کے سردار ہیں)

اگر تم کہو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں تو تمہارے درمیان جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید خدری، سہل بن سعد، زید بن ارقم اور انس بن مالک جیسے لوگ موجود ہیں، ان سے جا کر پوچھ لو۔ وہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے خود اپنے کانوں سے اس ارشاد رسول کو سنا ہے۔ کیا اس ارشاد رسول کو سن کر بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں آؤ گے....؟

شمر نے کہا: وہ (حسین علیہ السلام) خدا کو اکیلی زبان سے پوجتا ہے "هو یعبد الله علی حرف" (اقتباس از سورۂ حج/۱۱) اگر میں سمجھ سکوں کہ وہ کیا کہتا ہے؟

حبیب بن مظاہر نے چلا کر کہا:

"و الله انی لا راک تعبد الله علیٰ سبعین حرفاً..."

خدا کی قسم میں نے تجھے دیکھا ہے کہ تو ستر حرفوں میں خدا کی پوجا کرتا ہے (یعنی تیرا وجود سراسر نفاق ہے) اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نہیں جانتا کہ امام حسینؑ کیا فرما رہے ہیں، تیرا قلب سیاہ اور مہر کیا ہوا ہے۔

اسی طرح دوسری باتوں کے بعد دشمن کے لشکر نے حملہ کر دیا، جس وقت حر نے دیکھا کہ اب جنگ شروع ہونے والی ہے۔ فوراً اپنے کو الگ کر لیا (کہ اس کا ذکر بعد میں آئے گا)

عمر سعد نے اپنے پرچم دار کو آواز دی: اے درید! علم نزدیک لاؤ، اس کے بعد تیر کمان میں جوڑ کر لشکر

حسینؑ کی طرف چلاتے ہوئے کہا: گواہی دینا کہ میں پہلا شخص ہوں جس نے تیر چلایا، اس کے بعد لشکر نے تیروں کی بارش کردی اور جنگ شروع ہوگئی، اس طرح جنگ مغلوبہ شروع ہوگئی اور دونوں طرف کے بہت سے لوگ قتل ہوئے بعض قول کی بناء پر اسی حملۂ اولیٰ میں پچاس افراد امامؑ کے لشکر کے شہید ہوگئے۔ اس کے بعد دو دو افراد تین تین افراد اور چار چار افراد میدان میں جاتے رہے، پھر ایک ایک امامؑ کا سپاہی میدان میں جانے لگا۔(۱)

اصحاب امام حسین علیہ السلام

مشہور ہے کہ اصحاب حسینؑ کی تعداد بہتر تھی، لیکن یہ بات طئے شدہ ہے کہ اس سے زیادہ تھی۔

بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ وداع ہونے سے پہلے قتلگاہ کی طرف دیکھا تو بہتر افراد اصحاب اور دوست تھے اور اٹھارہ جوانان بنی ہاشم کی طرف نظر پڑی۔(۲) زحر بن قیس نے ابن زیاد کی رپورٹ یزید کو جو کچھ پہونچائی اس میں ہے کہ امام حسینؑ اپنے اٹھارہ عزیزوں اور ساٹھ انصار واصحاب کے ساتھ ہمارے مقابل کربلا میں وارد ہوئے۔(۳)

مستوفی ناسخ التواریخ میں لکھتے ہیں کہ میرا اپنا ذاتی اجتہاد یہ ہے کہ عاشور کے دن شہیدوں کی تعداد بہتر سے زیادہ تھی، بعض نے ایک ہزار کی تعداد بھی لکھی ہے، لیکن عوام کی زبان پر بہتر کی تعداد مشہور ہے، یہ وہ تعداد ہے جو امام حسینؑ کے ہمراہ مدینے سے کربلا آئی تھی۔(۴)

اور زیارت ناحیہ میں جسے سید بن طاووس نے امام زمانہؑ سے نقل کیا ہے اس میں ۷۹ ر افراد کے نام ہیں۔(۵)

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲ ص ۹۹، ۱۰۶۔ تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۴۵، ۲۴۹۔ بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۱۲

۲۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۵۲

۳۔ مثیر الاحزان، ص ۹۸

۴۔ ناسخ التواریخ، ص ۲۶۶۔ یہ افراد اٹھارہ تو آپ کے اعزہ تھے اور ۵۳ آپ کے اصحاب کہ ان کی مجموعی تعداد خود ہی ۷۲ ہو جاتی ہے۔ انہیں بہتر شہداء کی سنانی مدینے میں پہونچی تھی، بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۳۲۸

۵۔ ناسخ التواریخ، ص ۳۰۰

کتاب فرسان الہیجاء میں محدث محلاتی نے شہید ہونے والے ۲۲۸/ اصحاب امام حسینؑ کو جمع کیا ہے، ان میں سے ایک صحابی سلیمان بن ابی زرین بصرہ میں شہید ہوئے اور بارہ افراد کوفے میں شہید ہوئے جن کے نام یہ ہیں۔

حضرت مسلمؑ اور ان کے دو فرزند۔ محمد بن کثیر اور ان کے فرزند، حضرت ہانی، عبدالاعلیٰ، عباس بن جعدہ، عبداللہ بن حارث، عبداللہ بن عفیف، عبداللہ بن یقطر، قیس بن مسہر اور بقیہ حضرات کربلا میں شہید ہوئے۔(۱)

علامہ سید محسن امین نے اعیان الشیعہ میں ۱۳۹ شہداء کے نام گنائے ہیں اور کہا ہے کہ جو کچھ روایات میں مجھے ملا ان کے مطابق۔

بنی ہاشم میں حضرت امیر المومنینؑ کے دس فرزند (اور ان کے اسماء ذکر کئے ہیں۔)

اولاد امام حسنؑ میں چار افراد (اور ان کے اسماء)

اولاد امام حسینؑ میں تین افراد (علی اکبر، عبداللہ، ابراہیم)

عبداللہ بن جعفر کے تین فرزند (محمد، عون، عبیداللہ)

اولاد حضرت عقیلؑ کے ۹ بہادر (ان کے اسماء)

ایک بزرگ کا نام احمد بن محمد ہاشمی ملتا ہے لیکن ان کا بنی ہاشم میں ہونا مشخص نہیں۔ اس طرح بنی ہاشم کے شہداء کی تعداد تیس تک پہونچ جاتی ہے۔

اور شہداء کربلا میں جو بنی ہاشم کے علاوہ ہیں انکے ۱۰۶ ناموں کی نشاندہی کی ہے اور تین افراد غیر بنی ہاشم کوفہ میں شہید ہوئے جن کے اسماء ہیں، ہانی، عبداللہ بن یقطر اور قیس بن مسہر صیداوی۔

نتیجہ یہ کہ شہداء کوفہ و کربلا کی مجموعی تعداد بنی ہاشم کے تیس افراد اور غیر بنی ہاشم کی ۱۰۹ کی تعداد اس طرح کل شہداء کی تعداد ۱۳۹ ہو جاتی ہے۔(۲)

اب یہاں الگ الگ بعض انصار کی شہادت کے حالات پیش کئے جاتے ہیں۔

۱۔ فرسان الہیجاء، ج ۲، ص ۱۵۴

۲۔ اعیان الشیعہ، ارشاد شیخ مفید، ج ۱، ص ۶۱۰، ۶۱۲

ا۔مصائب حضرت حر بن یزید ریاحی

صبح عاشور جب پہلا حملہ ہوا تو حر نے دیکھا کہ جنگ بہر حال ہونی ہے، انہوں نے عمر سعد سے پوچھا:

کیا تم نے امام حسینؑ سے جنگ کا ارادہ کر لیا ہے؟

عمر سعد نے کہا: (ہاں۔خدا کی قسم! ایسی جنگ ہوگی کہ اس کا معمولی منظر یہ ہوگا کہ سر اور ہاتھ کٹیں گے)

اس طرف سنا کہ امام حسین فرمارہے ہیں "**اما من مغیث یغیثنا لوجه الله اَما من ذابٍ یذبّ عن حرم رسول الله**"

کیا کوئی فریاد کو پہونچنے والا ہے جو برائے خدا ہماری فریاد کو پہونچے کیا کوئی حرم رسول اللہؐ کا دفاع کرنے والا ہے؟

حر فوج سے الگ ہو گیا، اس کے قبیلے کے ایک شخص سے جس کا نام قرہ بن قیس تھا۔نزدیک جا کر پوچھا:

اے قرّہ! کیا آج تم نے اپنے گھوڑے کو پانی پلایا ہے؟

قرہ کہتا ہے کہ بخدا میں سمجھ گیا کہ حر جنگ سے الگ ہونا چاہتا ہے، وہ پسند نہیں کرتا کہ میں اسے اس حال میں دیکھوں، میں نے کہا:

میں جارہا ہوں، گھوڑے کو پانی پلاؤں گا۔

حر آہستہ آہستہ علیحدہ ہونے لگا اور امام حسینؑ سے نزدیک ہوتا جاتا تھا، شامی فوج کے ایک سپاہی مہاجر نے حر سے کہا: تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ کیا تم حسین پر حملہ کرنا چاہتے ہو؟

حر نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن کانپنے لگا، مہاجر نے کہا: بخدا میں نے کسی جنگ میں بھی اس طرح تمہاری حالت نہیں دیکھی تھی، اگر کوئی مجھ سے پوچھتا کہ کوفے میں سب سے بہادر کون ہے تو میں تمہارا نام لیتا، میں آج تمہارے اندر کیسا خوف پا رہا ہوں؟

حر نے جواب دیا: خدا کی قسم میں اپنے کو دوزخ اور جنت کے درمیان پا رہا ہوں، خدا کی قسم میں کسی چیز کو بھی جنت پر ترجیح نہ دوں گا چاہے میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے جائیں، چاہے مجھے جلا ڈالا جائے، یہ کہا اور تیزی کے ساتھ حسینؑ کی طرف چلا گیا اور ان کی فوج میں شامل ہو گیا۔

جس وقت امام حسینؑ کے قریب پہونچا، عرض کی: قربان جاؤں اے فرزند رسولؐ! میں وہی ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا تھا، میں آپ کے ساتھ ساتھ رہا اور آپ کو اس بیابان میں اترنے پر مجبور کیا،، میں نہیں سمجھتا تھا کہ آپ کی پیش کش کو ٹھکرا دیا جائے گا اور اس طرح تنگی میں مبتلا کر دیا جائیگا...۔ میں نے جو کچھ کیا اب شرمندہ ہوں اور بارگاہ خدا میں توبہ کرتا ہوں۔

(افتریٰ لی من ذلک توبۃ۔ کیا میری توبہ قبول ہوگی؟)

امامؑ نے فرمایا: ہاں تمہاری توبہ قبول ہوگی، گھوڑے سے اتر آؤ، حر نے عرض کی: میں سوار ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ اترنے سے قبل تھوڑی دیر دشمنوں سے جنگ کرلوں، آخر کار تو مجھے اترنا ہی ہے۔ امامؑ نے فرمایا: خدا تم پر رحم کرے، جو چاہے کرو۔

حر میدان میں آئے اور لشکر عمر سعد کے مقابل ہو کر خطبہ فرمایا: انہیں سرزنش کرتے ہوئے آخر میں فرمایا: تم نے ذریت رسولؐ کے ساتھ برا برتاؤ کیا۔ خدا تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

دشمن نے حر پر تیر برسانے لگے، حر واپس امامؑ کی خدمت میں آئے اور ایک وفادار سپاہی کی طرح جانبازوں کی صف میں بیٹھ گئے۔ (۱)

حر کا جگر خراش نالہ

بعض روایات میں ہے کہ جب بارگاہ حسینؑ میں حر کو قبولیت سے سرفرازی ملی تو امامؑ سے اجازت طلب کی تا کہ اہل حرم کی خدمت میں معذرت پیش کرے، امامؑ نے اجازت دی، حر اہل حرم کے خیموں کے نزدیک پہونچا، شکستہ دل اور بہتے آنسوؤں کے ساتھ عرض کرنے لگا:

سلام ہو آپ لوگوں پر اے خاندان نبوت۔ میں وہی شخص ہوں جس نے آپ حضرات کا راستہ روکا تھا، آپ کا دل توڑا آپ کو ڈرایا، اب میں شرمندہ ہوں، آپ حضرات سے معافی کا خواستگار ہوں، آپ لوگوں کی پناہ طلب کر رہا ہوں، امیدوار ہوں کہ معاف فرمائیے اور فاطمہ زہراؑ کی بارگاہ میں میری شکایت نہ کیجئے گا۔

۱۔ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۰۲، ۱۰۴، اعلام الوریٰ، ص ۲۳۹

حر کی جگر خراش فریاد نے اہل حرم کو اس قدر منقلب کیا کہ نالہ وشیون کی آواز بلند ہوگئی، حر نے یہ دیکھا تو بلند آواز سے رونے لگا، وہ گھوڑے سے اتر پڑا، زمین پر لوٹنے لگا منھ پر طمانچے مارنے لگا، وہ چلا رہا تھا۔

کاش میرے ہاتھ پاؤں شل ہوتے کہ میں نے جو کچھ کیا نہ کرتا، کاش میں گونگا ہوتا کہ جو کچھ کہا نہ کہا ہوتا۔ کاش میں نے آپ لوگوں کو واپس ہونے سے نہ روکا ہوتا، بعض اہل حرم نے حر کو تسلی دی اور انہیں دعائیں دیں۔ جس سے انہیں سکون ہوا۔(۱)

حر نے بارگاہ امامؑ میں عرض کی: فرزند رسول! پہلا شخص ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا، اب میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے قتل کیا جاؤں، تا کہ شاید قیامت کے دن ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں جو آپ کے جدّ رسول خداؐ سے مصافحہ کریں گے، امامؑ نے اسے اجازت دی۔ حر نے میدان میں گھوڑا دوڑایا اور بجلی کی طرح دشمنوں پر حملہ کیا، وہ یہ رجز پڑھ رہا تھا۔

میں وہ حر ہوں جس کا گھر مہمانوں کی پناہ تھا، میں رسم مہمانی جانتا ہوں، خاص طور سے یہ مہمانی جو مکہ و منیٰ میں خدا کے مہمانوں سے بھی گرامی تر ہے، ان بزرگوں کی دفاع میں جس پر بھی تلوار چلاؤں، کوئی پرواہ نہیں، میں وہ حر ہوں جو آزاد گھرانے میں بڑھا، آزادی وراثت میں ملی۔

حر کے بیٹے علی نے اور بھائی مصعب نے شہادت حر سے پہلے ہی امامؑ کی بارگاہ میں آ کر توبہ کر لی تھی، یہ دونوں بھی میدان میں جنگ کے لئے گئے، حر کے بیٹے علی نے دلیرانہ جنگ کی اور شہید ہوا اور حر نے بیٹے کی شہادت دیکھ کر شادمانی ظاہر کی۔

مصعب نے حر کا رجز سن کر امامؑ کی بارگاہ میں حاضری دی دشمنوں سے جنگ کی اور شہید ہوا، حر کا غلام جس کا نام قرہ تھا اس نے بھی شہادت حر کے بعد امامؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر توبہ کی، امامؑ نے اس کی توبہ قبول کی وہ بھی دشمنوں سے جنگ کر کے شہید ہوا۔(۲)

۱۔ مصائب الابرار بحوالہ القول السدید بشان حر الشہید، ص ۱۱۶

۲۔ ناسخ التواریخ ص ۲۴۸، ۲۵۱، القول السدید بشان حر الشہید، ۱۲۷، روضۃ الشہداء، ص ۲۸۱

واقعۂ شہادت حرؑ

حر نے دشمنوں سے جنگ میں بے مثل شجاعت کا مظاہرہ کیا، بہت سے اشقیاء کو ہلاک کیا، یہاں تک کہ ان کا گھوڑا کمزور ہو گیا، وہ پیادہ ہو گئے اور جنگ جاری رکھی، چالیس سے زیادہ اشقیاء کو قتل کر کے زمین پر گرے، امامؑ کے انصار آپ کو اٹھا کر امامؑ کی خدمت میں لائے، ابھی رمق جان باقی تھی، اس حالت میں امامؑ نے حر کے چہرے سے خون صاف کرتے ہوئے فرمایا:

"انت الحرّ کما سمّتک و انت الحرّ فی الدنیا و الآخرة" (تو آزاد ہے جیسا کہ تیری ماں نے تیرا نام رکھا، تو دنیا و آخرت میں آزاد ہے) (۱)

بعض روایات میں ہے کہ امامؑ میدان میں حر کے بالین سر آئے اور فرمایا (۲)

مادر حر کے نقل کے مطابق حر کے رشتہ داروں نے حر کی لاش اٹھائی اور اس جگہ لائے جہاں آج ان کا روضہ ہے، یہ روضۂ امام حسینؑ سے تین کیلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ (۳)

حضرت سید سجادؑ کا بیان ہے کہ امام حسینؑ کے ایک صحابیؓ نے بیان کیا کہ امامؑ نے حر کی لاش پر یہ اشعار فرمائے:

لنعم الحرّ حرّ بنی ریاح صبور عند مختلف الریاح
و نعم الحرّ اذ واسا حسیناً ....

کیا خوش قسمت ہے حر قبیلۂ ریاح کا حر۔ جس نے مسلسل نیزوں کی بارش میں صبر کا مظاہرہ کیا۔ آفرین ہے حر پر جس نے حسین کی راہ میں فداکاری کا مظاہرہ کر کے ہدایت و فلاح پائی، آفرین ہے حر پر جو حسین کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے سب سے پہلے اپنی جان دی، پس اے پروردگار اسے جنت میں اپنا مہمان بنا اور ملیح حوروں سے اس کی تزویج فرمادے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۴۔۱۵

۲۔ امالی شیخ صدوق، ص ۱۰۶

۳۔ مقتل الحسین المقرم، ص ۳۹۹

منقول ہے کہ امام حسینؑ نے دیکھا کہ حر کی پیشانی سے خون جاری ہے تو اپنے رومال سے اس کا سر باندھا، اسے اسی رومال کے ساتھ دفن کیا گیا، کیا کہنا اس سعادت وافتخار کا۔(۱)

لاش حر پر امام سجادؑ کا ارشاد

تیرہ محرم کو جب امام سجادؑ شہداء کے پارہ پارہ جسموں کو بنی اسد کی مدد سے دفن کررہے تھے، آپ نے بنی اسد سے فرمایا:

میرے ساتھ آؤ لاش حر بھی دفن کرنا ہے۔

بنی اسد امامؑ کے پیچھے پیچھے لاش حر کے قریب آئے امامؑ نے لاش دیکھ کر فرمایا:

"امّا انت فلقد قبل الله توبتک و زادفی سعادتک ببذلک نفسک امام ابن رسول الله"

خدا نے آپ کی توبہ تو قبول فرمائی، آپ کو سعادت سے سرفراز فرمایا کیونکہ آپ نے فرزند رسولؐ کی راہ میں جان گنوائی۔

اس کے بعد بنی اسد کی مدد سے اسی جگہ لاش کو دفن کیا، خیال رہے کہ حر کے رشتہ داروں نے شہداء سے الگ تین کیلومیٹر تک لاش کو اس لئے ہٹایا تھا کہ لاش گھوڑوں سے پامال نہ کی جائے۔(۲)

فرزند حر بکیر کی شہادت

حر نے اپنے ایک فرزند جس کا نام بکیر تھا اس سے کہا: حملہ کرو خدا تمہیں برکت دے، بکیر نے امامؑ کی خدمت میں آخر دست و پا کو بوسہ دیا اور وداع ہو کر میدان میں آیا، دونوں صفوں کے درمیان کھڑا ہوا تو حر نے آواز دی: بیٹا! اس کی مدد کرو جس نے تمہیں ظالموں کے گروہ سے پاک کیا، بکیر نے حملہ کیا اور اکثر کو قتل کیا پھر

۱۔ معالی السبطین، ج۱،ص ۳۶۸۔ بحار الانوار، ج ۴۵،ص ۱۴

۲۔ مقتل الحسین المقرم،ص ۳۹۹

واپس باپ کی خدمت میں آ کر کہا: کیا ایک جام آب دیجئے گا کہ قوت حاصل کر کے دشمنوں پر حملہ کروں۔

حر نے کہا: بیٹا! ذرا صبر کرو اور جنگ جاری رکھو، وہ لڑتے لڑتے شہید ہوا، حر نے لاش بکیر دیکھ کر کہا :الحمدللہ....اس خدا کا شکر جس نے تمہیں شہادت سے سرفراز کیا فرزند رسول کی رفاقت میں۔(۱)

۲۔مصائب مسلم بن عوسجہ

اصحاب امام حسینؑ میں سے جو بھی میدان جنگ میں جانا چاہتا تھا، امامؑ کی خدمت میں آتا اور وداع کرتے ہوئے کہتا:

"السلام علیک یابن رسول الله "(آپ پر سلام اے فرزند رسولؐ!)

امام جواب میں فرماتے ہیں:"و علیک السلام و نحن خلفک " (تم پر بھی سلام،ہم تمہارے بعد ہی آرہے ہیں)

اس کے بعد آپ یہ آیت تلاوت فرماتے:

" من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله علیه فمنهم من قضیٰ نحبه من ینتظر و ما بدّ لوا تبدیلا "(۲)

ایمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے (جانثاری کا) جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا، غرض ان میں سے بعض وہ ہیں جو (مرکر) اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں بعض (حکم خدا کے) منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنی بات) ذرا بھی نہیں بدلی۔(۳)

اسی طرح امام حسینؑ اس آیت کو شہداء کے سرہانے بھی پڑھتے تھے اور یہی آیت آپ نے مسلم بن عوسجہ کے سرہانے پڑھی ، حضرت مسلم بن عوسجہ حضرت حبیب بن مظاہر کے ساتھ ،ہم عصر

۱۔معالی السبطین ،ج۱،ص ۳۶۸

۲۔سورۂ احزاب ر۲۳

۳۔بحارالانوار، ج ۴۵،ص ۱۵

اور ہم سفر تھے قبیلہٗ بنی اسد سے تھے یعنی حبیب کے رشتہ دار بھی تھے، یہ دونوں حضرات کوفے سے پوشیدہ طریقے سے نکلے اور امام حسینؑ سے ملحق ہوئے تھے۔

حضرت مسلم بوڑھے مجاہد اور حق کے شیدائی تھے، آپ امامؑ کی خدمت میں آئے اور وداع ہو کر میدان میں گئے، بڑی دلیری سے جنگ کی اور دشمن کی ضربوں سے تاب نہ لا کر زمین پر گرے، ابھی رمق جان باقی تھی کہ امام حسینؑ حبیب کے ہمراہ سرہانے پہونچے، امامؑ نے فرمایا:

"رحمک اللہ یا مسلم منھم من قضیٰ نحبہ و منھم من ینتظر و ما بدّلوا تبدیلاً"(۱)

(ایمانداروں میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے (جاںنثاری کا) جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ غرض ان میں سے بعض وہ ہیں جو (مرکر) اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں بعض (حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے (اپنی بات) ذرا بھی نہیں بدلی۔)

حبیب بن مظاہر نے مسلم کے خون میں آغشتہ جسد کے پاس آکر کہا:

عزّ علیّ مصرعک یا مسلم ابشر بالجنۃ

اے مسلم! تمہاری خون گشتہ لاش دیکھ کر میرا دل پھٹا جا رہا ہے، تمہیں جنت مبارک ہو۔

مسلم نے نحیف آواز میں کہا:

بشرک اللہ بخیر (تمہیں خیر وسعادت کی بشارت ہو)

حبیب نے کہا: اگر میں نہیں جانتا کہ تمہارے بعد ہی آنے والا ہوں تو تم سے وصیت کی فرمائش کرتا اور اس پر عمل کرتا۔

مسلم نے کہا: اوصیک بھذا (امام کی طرف اشارہ کر کے کہا) میری وصیت ان کے لئے ہے کہ جب تک زندہ ہو نصرت کرنا)

حبیب نے جواب دیا: افعل و ربّ الکعبۃ (رب کعبہ کی قسم میں ایسا ہی کروں گا۔)

اسی وقت مسلم کی روح امام اور حبیب کے سامنے قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

مسلم کی ایک کنیز نے صدائے فریاد بلند کی:

۱۔ سورۂ احزاب/۲۳

وامسلماہ ،یاسیداہ یا بن عوسجتاہ ۔ہائے مسلم ۔ہائے میرے سردار ہائے فرزند عوسجہ)

شامی فوج کے سردار عمرو بن حجاج کے ساتھیوں نے کہا کہ مسلم کو ہم نے قتل کیا ہے، شیث بن ربعی نے کہا: تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں بیٹھیں، تم لوگ مسلم کو قتل کر کے خوشی منا رہے ہو؟ میں نے جنگ آذربائیجان میں انہیں دیکھا تھا کہ لشکر اسلام پہونچنے سے قبل ہی مسلم نے چھ کافروں کو قتل کر دیا تھا۔(۱)

۳۔مصائب حبیب بن مظاہر

حبیب بن مظاہر کوفے کے باوقار سردار شیعہ تھے، انہوں نے بھی امام حسینؑ کو خط لکھا اور آخر دم تک وفاداری نبھائی۔

امام حسینؑ نے اپنے سفر عراق میں جب شہادت مسلم بن عقیل کی خبر سنی اور کوفیوں کی بے وفائی سے باخبر ہوئے تو اپنے تمام ساتھیوں کو ایک ایک پرچم حوالے کیا کہ اپنے دوش پر اٹھالے کچھ لوگوں نے پرچم اٹھالئے صرف ایک پرچم باقی تھا۔

آپکے ایک ناصر نے عرض کی: مجھے اس پرچم سے سرفراز فرمائیے۔

امامؑ نے فرمایا: اس پرچم کا مالک آنے والا ہے۔

(اشارہ تھا کہ اس پرچم کے حقدار حبیب بن مظاہر ہیں۔)

اس کے بعد آپ نے حبیب کو خط لکھا:

حسین بن علیؑ کی طرف سے مرد فقیہ حبیب بن مظاہر کو۔

اے حبیب! تم میرا رشتہ رسول خداؐ سے جانتے ہو اور تم دوسروں سے زیادہ مجھے پہچانتے ہو۔ تم مرد آزاد اور غیور ہو، اپنی جان میرے لئے مت بچاؤ کہ رسول خداؐ تمہیں اس کا بدلہ حشر میں دیں گے۔(۲)

یہ پوشیدہ طریقے سے حبیب تک پہونچا: وہ اس فکر میں پڑ گئے کہ اپنے کو کربلا میں پہونچائیں، اسی

۱۔تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۴۹۔ مقتل المقرم، ص ۲۹۱

۲۔نفس المہموم، نہج الشہادۃ، ص ۶۶

درمیان اپنے ایک ہم عمر مسلم بن عوسجہ سے ملاقات ہوگئی، وہ بازار میں خضاب خرید رہے تھے، حمام میں جانا چاہتے تھے۔

حبیب نے ان سے کہا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آقا حسینؑ کربلا پہونچ چکے ہیں، جلدی کرو کہ ہم لوگ اپنے کو وہاں تک پہونچائیں، مسلم خبر پاتے ہی چلنے پر تیار ہو گئے، وہ دونوں حضرات رات کے وقت کوفے سے نکلے اور اپنے کو امامؑ کی بارگاہ میں پہونچایا۔(۱)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ امامؑ کے کربلا پہونچنے سے قبل ہی حبیب شامل ہو گئے تھے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ

روایت بالا کے مطابق کہ امامؑ نے ایک پرچم بچالیا تھا کہ اسکا حامل آیا ہی چاہتا ہے، ناگاہ لوگوں نے دور سے گرد وغبار بلند ہوتا ہوا دیکھا، امامؑ نے فرمایا: اس پرچم کا حامل وہی ہے جو آرہا ہے، جس وقت حبیب نزدیک آئے لوگوں نے دیکھا کہ حبیب بن مظاہر ہیں، وہ گھوڑے سے روتے ہوئے اتر پڑے، امامؑ اور اصحاب کو سلام کیا اور سب نے جواب سلام دیا۔

زینبؑ نے پوچھا یہ کون ہے؟ جواب دیا گیا حبیب بن مظاہر ہیں، فرمایا: میرا سلام انہیں پہونچادو۔ جس وقت سلام پہونچایا گیا حبیب اپنے چہرے پر خاک ڈالنے اور سر پیٹنے لگے۔ فرماتے جاتے تھے: میں کیا ہوں کہ حضرت زینبؑ نے مجھے سلام کہلایا ہے۔(۲)

مددگاروں کی بھرپور تلاش

حبیب بن مظاہر کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے آخری توانائی تک بہت زیادہ کوشش کی کہ لوگوں کو امام حسینؑ کی مدد کے لئے جمع کریں، انہوں نے جناب مسلم بن عقیلؑ کے لئے بیعت میں بھی بڑی محنت کی تھی۔

۱۔فرسان الہیجاء، ج۱ص۹۱۔منتخب التواریخ،ص۲۷۸

۲۔معالی السبطین، ج۱،ص۲۷۲

انہوں نے اپنے رشتہ داروں میں جن لوگوں کو امام حسینؑ کی نصرت کے لئے بھیجا اور وہ شہادت پر فائز ہوئے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔آپ کے بھائی علی بن مظاہر ۲۔چچیرے بھائی ربیعہ بن خوط ۳۔سلیمان بن ربعیہ اسدی

۴۔انس بن حرث کاہلی ۵۔مسلم بن عوسجہ ۶۔قیس بن مسہر (جو قبل کربلا شہید ہوئے)

۷۔عمرو بن خالد اسدی ۸۔عمرو کے آزاد کردہ غلام سعد ۹۔موقع بن ثمائد

۱۰۔انس بن کاہلی اسدی ۱۱۔غلام حبیب۔

بنی اسد کے دیہی علاقے کے شہداء

لائق ذکر یہ ہے کہ حبیب نے امامؑ کی خدمت میں عرض کی: اس کربلا کے قریب ہی دیہات میں میرے قبیلے کے کچھ لوگ رہتے ہیں، اگر اجازت ہو تو ان کے پاس جا کر آپ کی نصرت پر آمادہ کروں، امامؑ نے اجازت دی۔

حبیب رات کے سناٹے میں (سات یا آٹھ محرم کی شب) قبیلہ بنی اسد میں پہونچے، ان سے سارا واقعہ کہہ سنایا، اس کے بعد فرمایا:

اگر چاہو تو سعادت دنیا و آخرت حاصل کرو، آؤ اور امام حسینؑ کی نصرت کرو، خدا کی قسم جو بھی اس راہ میں شہید ہوگا بہشت میں رسول خداؐ کے ساتھ رہے گا۔

عبداللہ بن بشر نے کہا: میں اس راہ میں پہلا شخص ہوں اور اس سلسلے میں کچھ اشعار بھی کہے، اسی لمحے ۹۰/افراد نے جانے پر آمادگی ظاہر کی اور نصرت امامؑ کے لئے چل پڑے۔

لیکن ایک جاسوس نے واقعہ کی اطلاع عمر سعد کو دیدی، عمر سعد نے چارسو سپاہیوں کو ازرق کی سرکردگی میں ان کو روکنے کے لئے بھیجا، فرات کے کنارے ان چارسو سپاہیوں نے انہیں روکا، بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی، حبیب نے چلا کر کہا: اے ازرق! تف ہے تجھ پر۔ تمہارے اور ہمارے لئے جنگ مناسب نہیں چھوڑ دے کوئی دوسرا بدبخت یہ عہدہ سنبھال لے۔

ازرق نے دھیان نہیں دیا، وہ برابر اپنے لشکر کو جنگ پر ابھارتا رہا، چونکہ بنی اسد کم تھے اس لئے تاب

مقاومت نہ لا سکے، کچھ قتل ہوئے اور بقیہ اپنے دیہات واپس ہوگئے اور خوف سے رات ہی میں اپنے دیہات سے کوچ کر گئے۔

حبیب نے بڑی پریشانی کے ساتھ اپنے کو امام حسینؑ تک پہونچایا، سارا واقعہ امامؑ سے بیان کیا۔

امامؑ نے فرمایا:

''لاحول و لا قوة الّا بالله العلیّ العظیم''(۱)

حبیب کی شہادت کے حالات

عاشور کو ظہر کے وقت ابو ثمامہ صیداوی نے سورج دیکھ کر معلوم کیا کہ نماز ظہر کا وقت آ گیا ہے، امامؑ کی خدمت میں عرض کی: اگر چہ میں جانتا ہوں کہ دشمن مہلت نہ دیں گے، خدا کی قسم آپ اس وقت تک قتل نہیں کئے جائیں گے جب تک ہم نہ قتل ہو جائیں لیکن ہم چاہتے ہیں کہ خدا سے اس حالت میں ملاقات کریں کہ وقت نماز آچکا ہے آپ کی اقتدا میں پڑھ لیں۔

امامؑ نے آسمان کی طرف دیکھا۔ فرمایا: تم نے مجھے نماز یاد دلائی، خدا تمہیں نماز گزاروں میں شمار کرے، یہ اول وقت نماز ہے، دشمن سے کہو کہ اتنی مہلت دیدیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔

حبیب لشکر کے سامنے آئے اور امامؑ کی بات پہونچائی، حصین بن نمیر جو لشکر کے سرداروں میں تھا، چلایا: اے حسینؑ! جتنی چاہو نماز پڑھ لو لیکن تمہاری نماز قبول نہیں ہوگی، حبیب نے للکارا: اے شراب خوار! کیا تیری نماز قبول ہوگی اور فرزند رسولؐ کی نماز قبول نہ ہوگی۔

حصین نے حبیب کی بات سنکر غصے میں حملہ کیا، حبیب نے جنگ کی اور شہید ہو گئے اور اس قول کی بناء پر حبیب کی شہادت نماز سے پہلے ہوئی۔(۲)

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ حبیب امامؑ کی خدمت میں آئے اور وداع ہوتے ہوئے کہا: مولا! خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ یہ نماز بہشت میں پڑھوں اور آپ کا سلام آپ کے جد رسول خداؐ

۱۔ مقتل خوارزمی، ج۱ص ۲۴۳۔ نفس المهموم، ص ۱۰۹

۲۔ فرسان الہیجاء، ج۱ص ۹۷

اور پدر بزرگوار علی مرتضیٰؑ، بھائی حسنؑ کی خدمت میں پہونچاؤں اس کے بعد میدان میں آئے اور زبردست جنگ کر کے ۶۲ دشمنوں کو قتل کیا۔ آخر کار ایک ظالم نے آپ کے سر پر تلوار لگائی، دوسرے ظالم نے آپ پر نیزے کا وار کیا، اس طرح آپ زمین پر گر پڑے، آپ اٹھنا چاہتے تھے کہ حصین بن نمیر نے سر پر ایسی تلوار لگائی کہ آپ شہید ہو گئے۔

جنگ میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

اقسم لو کنّا لکم اعداداً او شطرکم ولیتم الاکتاداً

یا شرّ قومٍ حسباً و آدا و شرّھم قد عملوا انداداً

(میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہماری تعداد تمہارے مقابل ہوتی یا آدھی بھی ہوتی تو تم پیٹھ دکھاتے اور بھاگ جاتے، اے وہ لوگو جو رفتار و کردار میں سب سے بدتر ہو)

حبیب کی شہادت سے امامؑ کے چہرے پر حزن وملال نمایاں ہوئے کیونکہ حبیب لشکر امامؑ میں میمنہ کے سردار تھے، امامؑ سرہانے آئے اور فرمایا:

"للّٰہ درّک یا حبیب لقد کنت فاضلاً تختم القرآن فی لیلة واحدةٍ"

کیا کہنا تمہارا اے حبیب! تم باکمال شخص تھے اور ایک رات میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔(۱)

قبیلۂ بنی اسد کے ایک بوڑھے مجاہد کی شہادت

حبیب بن مظاہر کی تبلیغ سے جو لوگ نصرت امامؑ کے لئے کربلا میں آئے ان میں ایک انس بن حارث کاہلی بھی تھے۔

وہ اس قدر بوڑھے تھے کہ ان کے ابرو سفید اور پلکیں ڈھلک آئی تھیں، صحابی رسولؐ بھی تھے، بدر و حنین کی جنگوں میں شریک ہوئے تھے۔

عاشور کے دن خدمت امامؑ میں آکر اجازت طلب کی تاکہ میدان میں جاکر دشمنوں سے جنگ

۱۔ مقتل ابی مخنف، ص ۱۰۸، معالی السبطین، ج ۱، ص ۳۷۶

کریں۔ امامؑ نے اجازت دی، انہوں نے اپنی کمر عمامے سے باندھی اور آنکھوں تک ڈھلکی پلکوں کو رومال سے اوپر کی طرف باندھا تاکہ دیکھنے میں رکاوٹ نہ بنیں، بڑے جوش اور عشق صادق کے ساتھ آمادۂ جنگ ہوئے، امامؑ یہ حال دیکھ کر رونے لگے، چہرے پر قطرات اشک بہاتے ہوئے فرمایا:

"شکّر اللہ سعیک یا شیخ"

اے بوڑھے مجاہد! خدا تمہیں بہترین اجر عطا کرے۔

وہ اس بڑھاپے میں میدان کی طرف گئے اور ایسی زبردست جنگ کی کہ اٹھارہ دشمنوں کو قتل کیا، پھر دشمنوں کے مسلسل حملوں کی تاب نہ لا کر شہادت کا شیریں جام پی لیا۔(۱)

جنادہ اور ان کے فرزند کے مصائب

جنادہ بن حارث انصاری مدینہ کے باشندہ تھے، امامؑ کی خدمت میں آئے اور اجازت میدان حاصل کی پھر میدان میں بجلی کی طرح گئے، وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

انا جنادة و انا بن الحارث   لست بخوّار ولا بناكث

(میں جنادہ ہوں، حارث کا فرزند۔ میں ڈرپوک نہیں ہوں اور بیعت شکن نہیں ہوں.....)

اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر حملہ کیا، مسلسل لڑتے رہے یہاں تک شربت شہادت نوش فرمایا۔

ان کے اکیس سالہ فرزند تھے، جن کا نام عمرو تھا، ان کی ماں کربلا ہی میں تھیں، اپنے فرزند سے کہا: میرے بیٹے! جاؤ اہل حرم کا دفاع کرو، ان دشمنوں کے مقابل جا کر جنگ کرو۔

عمرو بن جنادہ میدان میں گئے۔ امامؑ نے انہیں پہچان کر کہا: یہ جوان ہے، اس کا باپ قتل کیا جا چکا ہے، نہ معلوم اس کی ماں راضی ہو یا نہ ہو، عمرو نے یہ سنکر کہا: آقا! مجھے میری ماں ہی نے حکم دیا ہے کہ دشمنوں سے جنگ کروں وہ دشمنوں پر حملہ کرتے ہوئے یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

۱۔ مناقب بن شہر آشوب، ج۳، ص۲۱۹

امیری حسین و نعم الامیر سرور فؤادِ البشیر النذیر

علی و فاطمة والداه فهل تعلمون له من نظیر

سردار حسینؑ ہیں، وہ کتنے اچھے سردار ہیں، وہی جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے کے دل کو خوشی بخشنے والے ہیں ان کے پدر و مادر علیؑ و فاطمہؑ ہیں، کیا تم ان سے بہتر کسی کو جانتے ہو؟

وہ اسی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، دشمنوں نے ان کا سر کاٹ کر امامؑ کے لشکر کی طرف پھینکا، ان کی ماں نے سر اٹھا لیا اور کہنے لگیں:

"احسنت یا بنیّ یا سرور قلبی و یاقرّة عینی"

(آفریں میرے لعل! اے میرے دل کے سرور۔ اے آنکھوں کی ٹھنڈک!)

اس کے بعد سر کو دشمنوں کی طرف پھینک دیا (یعنی میں جو دولت خدا کی راہ میں دے دیتی ہوں واپس نہیں لیتی) اور ایک عمود خیمہ لیکر دشمنوں پر حملہ کر کے دو شامیوں کو قتل کیا، وہ یہ رجز پڑھ رہی تھیں۔

انّی عجوز فی النساء ضعیفة خاویة بالیة نحیفة

اضربکم بضربةٍ عنیفةٍ دون بنی فاطمة الشریفة

میں بوڑھی عورت ہوں، شکستہ حال ہوں، اس کے باوجود اپنی سخت اور سنگین ضربوں سے تم پر حملے کرتی رہوں گی، تا کہ فاطمہ زہراؑ کی ذریت کی حفاظت وحمایت کروں۔

امام حسینؑ انہیں خیمے میں واپس لائے اور ان کے لئے دعائے خیر فرمایا۔(۱)

۵۔ عاشق زار غلام کے مصائب

جَون حضرت ابوذر کے آزاد کردہ غلام تھے، جس وقت ابوذر باطل کے خلاف آتشیں للکار تھے، تو یہ انقلابی مخلص ابوذر کے غلام بنے تھے، حضرت ابوذر کی وفات کے بعد انہوں نے خاندان اہلبیتؑ کی خدمت گذاری کو ترک نہیں کیا، وہ علیؑ پھر حسنؑ اور اس کے بعد امام حسینؑ سے وابستہ رہے۔ یہاں تک کہ کاروان حسینی

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۷۔ مقتل خوارزمی، ۲، ص ۲۲۔ مقتل الحسین المقرم، ص ۳۰۵

کے ساتھ کربلا آئے۔ عاشور کے دن امامؑ کی خدمت میں آکر میدان جانے کی اجازت مانگی۔ امامؑ نے فرمایا: تم عافیت کے زمانے میں ہمارے ساتھ تھے، اب تو تم آزاد ہو۔ جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔

امامؑ کی یہ بات سنکر وہ بے چین ہوگیا، آنکھوں سے آنسو برساتے ہوئے امامؑ کے پیروں پر گر پڑا اور بوسے دینے لگا۔ بولا: میں آسائش کے زمانے میں تو آپ کے دستر خوان پر رہوں اور سختی کے زمانے میں آپ کو اکیلا چھوڑ دوں، مجھ میں تین عیب ہیں۔ میرا خاندان پست ہے، میں سیاہ فام ہوں، میرے بدن سے بدبو آتی ہے، کیا آپ نہیں چاہتے کہ میں بہشت میں جاؤں؟ تاکہ بدبو خوشبو سے بدل جائے، خاندان بزرگ اور میرا رنگ سفید ہوجائے۔

نہیں۔نہیں خدا کی قسم آپ سے ہرگز جدا نہ ہوں گا، جب تک میرا سیاہ خون آپ کے سفید خون میں شامل نہ ہوجائے۔

امامؑ نے اجازت دی، وہ بجلی کی طرح میدان میں گئے اور واقعی انہوں نے حق نمک ادا کیا، ۲۵؍ شامیوں کو قتل کیا اور شہید کئے گئے۔

امامؑ اس سیاہ فام مگر درخشاں دل غلام کے سرہانے آئے اور یوں دعا کی:

" اللھم بیّض وجھه و طیّب ریحه و احشره مع الابرار و عرّف بینه و بین محمدٍ و آلِ"
(خدایا! اس کا چہرہ نورانی کردے، بدن کی بدبو کو خوشبو سے بدل دے اور اس کو محمدؐ اور ان کی آل کے ساتھ محشور فرما)

امامؑ کی دعا قبول ہوئی، جو شخص بھی ان کے خون کے آغشتہ لاش کے قریب سے گذرتا تھا اسے مشک سے زیادہ خوشبو محسوس ہوتی تھی۔(۱)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا سید سجادؑ نے فرمایا: بنی اسد کے لوگ قتلگاہ میں آئے تاکہ شہداء کی لاشیں دفن کریں، انہوں نے دس روز کے بعد بھی جون کی لاش سے خوشبو پھیلتی ہوئی دیکھی، خدا ان سے راضی ہوا۔(۲)

ان کے بعد انیس بن معقل میدان میں گئے اور ۲۵؍ شامیوں کو تہ تیغ کیا اور شہادت سے سرفراز ہوئے۔

۱۔ مقتل العوالم ص ۸۸، نفس المھموم ص ۱۵۰

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۲۳

۶۔امامؑ کے موذّن کی شہادت

حجاج بن مسروق امام حسینؑ کے موذن تھے، وہ انیس کے بعد میدان میں گئے اور دشمنوں سے تھوڑی دیر جنگ کی وہ خون میں نہائے ہوئے واپس امامؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کی:

الیوم القی جدّک النبیا

ثم اباک ذالندیٰ علیّاً

ذاک الذی نعرفہ الوصیّا

(آج میں آپ کے جد رسول خداؐ اور پدر بزرگوار علیؑ سے ملاقات کروں گا، وہی علیؑ جنہیں ہم وصی رسولؐ کی حیثیت سے پہچانتے ہیں)

امامؑ نے فرمایا: ہم بھی تمہارے بعد تم سے ملحق ہوں گے، حجاج دوبارہ میدان میں گئے اور درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔(۱)

۷۔ایک بصری شیر مرد کی شہادت

ہفہاف بن مہنّد بصرہ کے باشندہ تھے، بڑے دلاور اور مخلص شیعہ تھے، وہ حضرت علیؑ سے خالص مودت فرماتے، حضرت علیؑ کے زمانے میں تمام جنگوں میں شامل رہے، جنگ صفین میں حضرت علیؑ نے انہیں بصرے والوں کے قبیلۂ ازد کا پرچم حوالے کیا تھا۔

وہ برابر حضرت علیؑ سے وابستہ رہے، یہاں تک حضرت شہید ہوئے، ان کے بعد امام حسنؑ سے اور پھر امام حسینؑ سے وابستہ رہے، وہ بصرے میں سکونت پذیر تھے، جس وقت سنا کہ امامؑ مکے سے عراق کی طرف نکلے ہیں، بصرہ سے کربلا آئے لیکن جس وقت کربلا پہونچے تو سورج غروب ہو چکا تھا، امام حسینؑ شہید ہو چکے تھے، عمر سعد کے لشکر سے پوچھا: کیا خبر ہے؟ حسین بن علیؑ کہاں ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: تم کون ہو؟

۱۔مقتل الحسینؑ، ص ۳۰۶، نفس المہموم ص ۱۵۱

انہوں نے کہا: میں ہفہاف راسبی ہوں، بصرہ کا باشندہ، میں اس لئے آیا ہوں کہ امامؑ کی مدد ونصرت کروں، میں نے سنا ہے کہ کربلا میں غریب وتنہا آئے ہیں۔

ان لوگوں نے کہا: ہم نے حسینؑ کو قتل کر دیا، ان کے ساتھ بھی یاور وانصار تھے سب کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اب صرف عورتیں، بچے اوران کے فرزند علی بن الحسینؑ باقی بچے ہیں، کیا تم دیکھ نہیں رہے ہو کہ لوگ خیموں میں ہجوم کر کے جو کچھ ہے لوٹ رہے ہیں۔

جس وقت ہفہاف کو معلوم ہوا کہ امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے اور اشقیاء خیموں کو لوٹ رہے ہیں تو تلوار کھینچ لیا ور رجز پڑھتے ہوئے مانند شیر لشکر عمر سعد پر حملہ آور ہوئے، جو بھی آپ کے قریب آتا اسے قتل کر دیتے آپ نے بہت سے اشقیاء کو تہ تیغ کیا اور اکثر کو زخمی کیا، آخر کار عمر سعد چلایا، تف ہے تم لوگوں پر۔ اس پر ہر طرف سے حملہ کرو۔

حضرت سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ اس دن دشمنوں نے ہاشمی جوانوں کے بعد کسی کو ان کی طرح دلاور اور بہادر نہیں دیکھا تھا، ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا گیا، پندرہ بہادر شامیوں نے آپ کا محاصرہ کیا اور آپ کے گھوڑے کو پے کر دیا، پھر دائرہ تنگ کر کے شہید کر دیا ان پر خدا کی رحمت ہو۔ (۱)

۸۔ آخری شہید کربلا

وہ بوڑھا مجاہد سوید بن عمرو تھا، انہوں نے عاشور کے دن اپنی آخری توانائی تک جنگ کی، ان کے جسم پر بے شمار زخم لگے، وہ زخموں کی تاب نہ لا کر بیہوش ہو گئے اور زمین پر گر پڑے۔ دشمنوں نے سمجھا کہ وہ قتل ہو چکے اس لئے دست بردار ہو گئے۔ لیکن چند ساعتوں کے بعد انہیں ہوش آیا تو سمجھے کہ امام حسینؑ شہید ہو چکے، وہ اسی حال میں اٹھے، ان کے پاس صرف ایک خنجر تھا اسی سے دشمنوں پر حملہ آور ہوئے، اسی طرح لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، اس طرح وہ اصحاب حسینؑ میں آخری شہید تھے جو امام حسینؑ کے بعد شہادت سے سرفراز ہوئے۔ (۲)

۱۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۰۱

۲۔ مقتل الحسین المقرم، ص ۳۰۷

اصحاب حسینؑ کے بقیہ شہداء کا اختصار کے خیال سے تذکرہ ختم کیا جاتا ہے، جو کچھ اوپر بیان کیا گیا اسی طرح کے تمام شہداء کے حالات ہیں۔

مصائب شہداء اہلبیتؑ

انصار امام حسینؑ میں بنی ہاشم کے علاوہ کوئی باقی نہ بچا سبھی شہادت سے سرفراز ہوئے، ان کے بعد امام حسینؑ کے فرزندوں، بھائیوں، بھتیجوں اور چچیرے بھائیوں نے جنگ پر آمادگی دکھائی اور شہادت کے لئے تیار ہوئے، ایک کے بعد دوسرا امامؑ کو خدا حافظ کہنے لگا اور میدان جنگ کی طرف جانے لگا۔

امام حسینؑ کے فرزندوں کی تعداد

بزرگ عالم اور عظیم محدث شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کے چھ فرزند تھے۔

۱۔ علی بن الحسین، امام سجادؑ، آپ کی والدہ کا نام شاہ زمان یا شہر بانو تھا۔

۲۔ علی بن الحسین، معروف بہ علی اکبر، آپ کی والدہ لیلیٰ تھیں۔

۳۔ جعفر، آپ قبل واقعہ کربلا وفات پا چکے تھے۔

۴۔ عبداللہ، جنہیں کربلا میں گلوئے مبارک پر تیر لگا اور امامؑ کی آغوش میں شہید ہوئے، آپ کی ماں رباب تھیں۔

۵۔ سکینہ، آپ کی ماں بھی رباب تھیں۔

۶۔ فاطمہ، آپ کی ماں کا نام ام اسحاق تھا۔ شاید حضرت رقیہ ہی فاطمہ ہیں۔ (۱)

شیخ مفیدؒ اور شیخ صدوقؒ نے امام سجادؑ کو علی اکبر کے عنوان سے (امامؑ کے سب سے بڑے فرزند) اور حضرت علی اکبر کو اصغر کے عنوان سے یعنی امام سجادؑ سے چھوٹے بیان کیا ہے۔ (۲)

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۳۷۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۵۰

۲۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۳۷، اعلام الوریٰ، ص ۲۵۰

لیکن علامہ سید محسن امین عاملی نے اعیان الشیعہ میں فرمایا ہے کہ امام حسینؑ کے چھ فرزند اور تین بیٹیاں تھیں۔

۱۔علی اکبر جن کی ماں لیلیٰ تھیں ۔۲۔علی اوسط (امام سجادؑ)۔۳۔علی اصغر (زین العابدین جو علی اکبر سے چھوٹے تھے آپ کی ماں شاہ زمان تھیں)۔۴۔محمد اور۔۵۔جعفر (یہ دونوں فرزند واقعہ کربلا سے پہلے وفات پا چکے تھے)۔۶۔عبداللہ جنہیں کربلا میں تیر لگا اور شہید ہوئے۔

تین بیٹیوں کے نام ہیں۔سکینہ، فاطمہ اور زینب۔(۱)

علی بن عیسیٰ اربلی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ کے دس فرزند تھے۔ چھ بیٹے اور چار بیٹیاں۔فرزندوں کے نام ہیں علی اکبر، علی اوسط (امام سجادؑ)، علی اصغر، محمد، عبداللہ اور جعفر۔(۲)

مصائب علی اکبرؑ۔ پہلے شہید بنی ہاشم

علی اکبرؑ پہلے ہاشمی تھے جو میدان میں گئے، ان کی عمر ۱۹ر سال۔۱۸ر سال ۲۵ر سال یا ۲۷ر سال تھی، باپ کی خدمت میں آئے اور اجازت طلب کی، امامؑ نے انہیں اجازت دی، پھر اکبر پر یاس بھری نگاہ ڈالی اور انگلیوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا:

"اللھم کن انت الشھید علیھم فقد برز الیھم غلام اشبہ الناس و خلقاً و خُلقاً و منطقاً برسولک و کنّا اذا اشقتنا الیٰ نبیّک نظر نا الیہ" (بعض عبارت کا ابتدائی فقرہ ہے "اللھم اشھد علی ھولاء القوم")

(خدایا تو خود ہی اس قوم پر گواہ ہو جا کہ ان کی طرف وہ جوان جا رہا ہے جو صورت و سیرت (جمال و کمال) اور گفتگو میں تیرے رسول سے مشابہ ہے۔جب بھی ہم تیرے رسول کے مشتاق ہوتے تھے تو اس کی طرف دیکھ لیتے تھے)

۱۔مناقب ابن شہر آشوب ج ۴ص ۷۷

۲۔نفس المہموم، ص ۳۰۹۔بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۲۹۔۳۳۳

علی اکبر میدان میں آ کر جنگ کرنے لگے وہ یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

انا علی بن الحسین بن علی نحن و بیت الله اولیٰ بالنبی

تالله لا یحکم فینا ابن الدّعیّ اضرب بالسیف احامی عن ابی

ضرب غلام هاشمیٍ علویٍ

میں علیؑ ہوں، حسین بن علیؑ کا فرزند، کعبہ کی قسم ہم ہی پیغمبر سے نزدیک تر اور شائستہ تر ہیں، خدا کی قسم پسر زیاد (ابن زیاد) ہم پر حکومت نہیں کر سکتا، میں اپنی شمشیر سے تم پر ضربیں لگاؤں گا، جیسا کہ ایک جوان ہاشمی اور علوی ضربیں لگاتا ہے اور میں اپنے باپ کے حریم کی حمایت کروں گا۔

آپ نے دشمنوں پر بڑی کاری ضربیں لگائیں اور ایک سو بیس سواروں کو قتل کیا، تشنگی کا غلبہ ہوا تو واپس آ کر باپ سے عرض کی۔

"یا ابه .العطش قتلنی و ثقل الحدید اجهدنی "

(بابا جان! تشنگی مجھ کو مارے ڈالتی ہے اور اسلحہ کی سنگینی سے اذیت بڑھ گئی ہے۔)

امامؑ نے روتے ہوئے فرمایا: (میرے پیارے صبر کرو بہت جلد رسول خداؐ تمہیں سیراب کریں گے کہ پھر کبھی پیاسے نہ رہو گے۔)

امامؑ نے علی اکبر کی زبان اپنے منہ میں لے لی اور چوسنے لگے اور اپنی انگوٹھی انہیں دیکر فرمایا: اسے اپنے منہ میں رکھ لو اور دشمنوں کی طرف واپس جاؤ۔

علی اکبر زندگی سے ہاتھ دھوئے، خدا سے لو لگائے میدان کی طرف چلے، چاروں طرف سے دشمنوں پر حملہ کیا۔ راس وچپ یورش کی، بہت سے لوگوں کو قتل کیا، اسی درمیان آپ کے گلے پر تیر لگا جس سے گلا پارہ ہو گیا۔ آپ اپنے خون میں نہا گئے اور برداشت کرتے رہے یہاں تک روح گلے تک پہونچی تو آواز دی۔

"یا ابتاه علیک منّی السلام هٰذا جدّی رسول الله یقرئک السلام و یقول عجّل القدوم الینا "

بابا جان! آپ پر میری جانب سے سلام، یہ میرے جد رسول خداؐ بھی آپ کو سلام کہہ رہے ہیں اور

فرماتے ہیں کہ میری طرف آنے میں جلدی کرو۔

"قد سقانی بکاسه الاوفیٰ شربةً لاظمأ بعد ها ابداً"

مجھے اپنے جام سے سیراب کیا کہ پھر کبھی پیاسہ نہ رہوں گا۔(۱)

دوسری روایات میں ہے کہ جس وقت علی اکبر نے حملوں سے دشمنوں کو تہ وبالا کر دیا تو مرّہ بن منقد عبدی نے کہا: سارے عرب کا گناہ میری گردن پر ہو، اگر یہ جوان میری طرف سے گذرے اور میں اس کے باپ کو داغ جواں پسر نہ دوں۔

مرّہ بن منقد گھات میں بیٹھ گیا، اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا، آپ جنگ میں مصروف تھے، ناگہاں اس نے ایسا نیزہ مارا کہ آپ زمین پر گر گئے۔

دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا" فقطّعوه باسیافهم " (دشمنوں نے اپنی تلواروں سے آپ کو پارہ پارہ کر دیا۔)

ایک اور روایت میں ہے کہ مرّہ بن منقد نے آپ کے سر اقدس پر تلوار لگائی، آپ گھوڑے پر سنبھل نہ سکے، جھک کر گھوڑے کی ایال تھام لی، وحشت زدہ گھوڑا دشمنوں کی طرف چل پڑا۔

"فقطّعوه بسیوفهم ارباً ارباً" (آپ کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا)

جس وقت آپ کی روح گلے تک آئی، آواز دی:

"یا ابتاه هٰذا جدّی رسول الله قد سقانی بکاسه الاوفیٰ"(باباجان! یہ میرے دادا رسول خدا ہیں، جنہوں نے شیریں جام سے سیراب کر دیا ہے۔)

اس کے بعد گلے سے آواز نہ نکل سکی اور روح پرواز کر گئی۔(۲)

امام حسینؑ نے تیزی سے اپنے جوان کے سرہانے آئے اور بیٹھ کر فرمایا:

"قتل الله قوماً قتلوک یا بُنیّ ما اجرأهم علی الرحمن و انتهاک حرمة الرسول"

۱۔اعیان الشیعہ، ج۱ص۶۰۷، مقتل الحسین المقرم ص۳۱۲، منتہیٰ الآمال، ج۱ص۲۷۲، مثیر الاحزان ابن نما ص۶۹

۲۔کبریت الاحمر ص۱۸۵

(خدا اس قوم کو قتل کرے۔اے بیٹا! یہ حرمت رسولؐ پامال کرنے میں اور خدائے رحمان کے مقابل کس قدر گستاخ ہوگئے ہیں۔)

امامؑ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔آپ نے فرمایا:

"علی الدنیا بعدک العفا" (تیرے بعد دنیا پر خاک ہے)

اسی وقت زینب خیمے سے فریاد کرتی ہوئی باہر آئیں اور اپنے کو لاش علی اکبر پر گرا دیا، حسینؑ نے بہن کا سر بلند کیا اور واپس خیمے میں پہونچایا۔(۱)

دوسری روایت میں ہے کہ امامؑ نے علی اکبر کا پاکیزہ خون ہاتھ میں لیا اور آسمان کی طرف پھینکا، اس کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرا۔آپ نے فرمایا:

"یعزّ علی جدّک و ابیک ان تدعوھم فلا یجیبونک و تستغیث بھم فلا یغیثونک"

(تیرے جد اور پدر پر بہت گراں ہے کہ تو انہیں پکارے اور وہ مدد نہ کرسکیں۔تو ان سے داد چاہے اور وہ دادرسی نہ کرسکیں)

امام حسینؑ نے اپنے آنسوؤں بھرے چہرے کو علی اکبر کے خون بھرے چہرے پر رکھ دیا اور اس قدر بلند آواز سے روئے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی آپ کو بلند گریہ سے روتے نہ دیکھا تھا۔(۲)

(محدث قمی نفس المہموم میں فرماتے ہیں کہ مادر علی اکبر کربلا میں تھیں یا نہیں تھیں مجھے اس بارے میں کچھ بھی نہ مل سکا)

اس کے بعد آپ نے علی اکبر کی خون میں نہائی لاش کو آغوش میں لیا اور فرمایا:

"یا بنیّ لقد استرحت من ھمّ الدنیا و غمّھا و بقی ابوک فریداً وحیداً"

(میرے لعل! تم نے تو دنیا کے اندوہ و غم سے نجات پائی اور اپنے باپ کو غریب و تنہا چھوڑ دیا۔)(۳)

۱۔ترجمہ ارشاد مفید، ج ۲،ص ۱۱۰۔مثیر الاحزان ابن نما ص ۶۹

۲۔نفس المہموم،ص ۶۲

۳۔ترجمہ مقتل ابی مخنف ص ۱۲۹

اس کے بعد آپ نے جوانان بنی ہاشم کو آواز دی اور فرمایا:

"تعالو احملوا اخاکم"

(اے ہاشمی جوانو! آؤ اور اپنے بھائی کی لاش اٹھا کر خیمہ میں لے چلو)

جوانان بنی ہاشم آئے اور جنازہ علی اکبرؑ کو خیموں کے برابر اس جگہ رکھ دیا جس کے مقابل آپ جنگ کر رہے تھے۔

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ ایک خاتون خیمے سے باہر آئیں اور وہ فریاد کر رہی تھیں، ہائے میرا لعل۔ ہائے میں قتل ہوگئی، ہائے مددگاروں کی قلت، ہائے غریبی.....

امام حسینؑ تیزی سے ان کی طرف گئے اور خیمہ میں واپس کیا، میں نے پوچھا: یہ معظمہ کون تھیں؟ لوگوں نے کہا: یہ زینب بنت علی تھیں، امام حسینؑ ان کے رونے سے خود بھی رونے لگے اور فرمایا:

"انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون" (۱)

بعض مقاتل میں ہے کہ حضرت لیلیٰ مادر علی اکبر نے امامؑ کی خدمت میں آکر پوچھا: "سیدی ابنی ابنی ...."

(میرے سردار! میرا بیٹا۔ ہائے میرا بیٹا کیا ہوا؟)

امامؑ نے فرمایا: خیمہ میں واپس جاؤ اور دعا کرو۔

دوسری روایت میں ہے کہ شہادت علی اکبر کے بعد ان کی بہن سکینہ باپ کے پاس آئیں اور پوچھا: باباجان۔ آپ روتے کیوں ہیں؟ بھیا کیا ہوئے؟

امامؑ نے فرمایا: دشمنوں نے انہیں قتل کر دیا۔

"فنادت و ا اخاہ وامھجۃقلباہ"

(سکینہ نے صدائے فریاد بلند کی: ہائے میرا بھیا، ہائے میرے میوۂ دل کو قتل کر دیا، میں بے بھائی کے ہوگئی۔)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۵۶، ترجمہ مقتل ابی مخنف ص ۱۲۹

امامؑ نے ان سے فرمایا: بیٹی سکینہ! خدا پر نظر رکھو، صبر کرو۔ سکینہ نے کہا:

"یا ابتاہ کیف تصبر من قتل اخوھا و شرد ابوھا"

(بابا جان۔ وہ کیسے صبر کرے جس کا بھائی قتل کر دیا گیا اور باپ اکیلا تنہا ہے۔)

امامؑ نے فرمایا: "انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون"۔(۱)

دوسری روایت ہے۔ خواتین حرم جن میں زینب (س) آگے آگے تھیں جنازۂ علی اکبر کے استقبال کے لئے دوڑیں، زینب نے جنازے کو اپنی آغوش میں لے لیا اور ہیجان انگیز انداز میں سلگتے دل کے ساتھ چلانے لگیں، پیارے علی! پیارے علی!(۲)

ابوالحسن تہامی نے امام حسینؑ کی زبانی علی اکبرؑ سے خطاب کیا ہے:

یا کوکباً ما کان اقصر عمرہ　　و کذا تکون کواکب الاسحار

عجل الخسوف الیہ قبل اوانہ　　فغشاہ قبل مظنّۃ الابدار

فاذا نطقت فانت اوّل منطقی　　واذاسکشت فانت فی مضمار

اے درخشاں ستارے! کس قدر کم تھی تیری عمر۔ ہاں۔ ستاروں کی عمر تو کوتاہ ہوتی ہی ہے۔

کس قدر جلد گہن لگ گیا وقت سے پہلے ہی۔ قبل اس کے کہ وہ ماہ کامل درخشاں ہو۔ اسے غروب نے ڈھانپ لیا۔

اگر میں کچھ بولتا ہوں تو سب سے پہلے تیری ہی بات زبان پر آتی ہے اور اگر خاموش رہتا ہوں تو تیری یاد میرے سینے میں گونجتی رہتی ہے، سینے سے باہر نہیں جاتی۔

۱۔ الوقائع والحوادث ج ۳، ص ۱۳۱

۲۔ مقتل الحسین المقرم، ص ۳۱۵

کربلا میں فرزندانِ امام حسنؑ

روایات و تاریخ کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حسن مجتبیٰؑ کو ۴۹ ھ میں زہر سے شہید کیا گیا، آپ کے بیس فرزند تھے جن میں سات فرزند کربلا میں امام حسینؑ کے ساتھ تھے اور چھ شہید ہوئے، ان سات کے نام یہ ہیں:

۱۔ حسن مثنیٰ ۔۲۔ احمد بن حسن ۔۳۔ ابوبکر بن حسن ۔۴۔ قاسم بن حسن ۔۵۔ عبداللہ اکبر۔۶۔ عبداللہ اصغر۔۷۔ بشر بن حسن۔

ان میں حسن مثنیٰ زخمی ہوئے اور قتل ہونے سے بچ گئے، ان کا ذکر آگے کیا جائے گا۔

شیخ مفیدؒ نے امام حسنؑ کے تین فرزندوں کی نشاندہی کی ہے جو کربلا میں شہید ہوئے یہ ہیں۔ قاسم ۔ابوبکر۔ عبداللہ۔(۱)

محدث قمی نے ایک اور فرزند حسن کا نام عبداللہ بن حسن تھا کربلا میں شہید ہونے کی نشاندھی کی ہے۔(۲)

علامہ محسن امین عاملی نے چار کا ذکر کیا ہے۔ قاسم، ابوبکر، عبداللہ اور بشر بن حسن (۳) علامہ مجلسیؒ نے ایک اور بنام یحییٰ کا اضافہ کیا ہے۔(۴)

سید بن طاووس نے دو ناموں کا تذکرہ کیا ہے، زید اور عمرو، یہ دونوں فرزندان امام حسنؑ اسیر ہوئے تھے۔(۵)

شیخ جلیل ابن نما حلی (متوفی ۶۴۵ ھ) نے عمرو کی جگہ پر عمر بن حسن لکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ قید ہوئے تھے، شام میں ایک دن یزید نے انہیں حضرت علی بن الحسینؑ کے ساتھ بلایا عمر بن حسن ابھی بچے تھے۔ گیارہ سال عمر تھی۔

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید ج ۲ ص ۱۳۰ ، مقتل مقرم، ص ۳۳۰

۲۔ نفس المہموم، ص ۱۷۱

۳۔ اعیان الشیعہ، ج ۱ ص ۶۱۰

۴۔ بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۴۵

۵۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۵

یزید نے ان سے پوچھا: کیا میرے بیٹے خالد سے کشتی لڑو گے؟ عمر بن حسن نے کہا: نہیں۔ لیکن ایک خنجر مجھے دیدو اور ایک اس کو تا کہ ہم دونوں جنگ کریں۔ (اس طرح تم سمجھ جاؤ گے کہ ہم دونوں میں کون شجاع تر ہے)

یزید نے کہا: یہ (اہلبیت نبوت) چاہے چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں ہماری دشمنی سے باز نہیں آئیں گے پھر یہ شعر پڑھا:

شنشنة اعرفها من اخزم　　　هل تلد الحيّة الّا حيّة

(یہ ایسی خو ہے جسے میں اخزم سے پہچانتا ہوں، کیا سانپ علاوہ سانپ کے کچھ پیدا کرے گا)(۱)

یزید کا مطلب یہ تھا کہ یہ آقا زادہ درخت نبوت اور شاخ امامت کا پتہ ہے، یہ بھی اسی طرح شجاع ہے، اسے دلاوری باپ دادا سے وراثت میں ملی ہے۔

مصائب حضرت قاسمؑ

حضرت قاسم بن حسنؑ نوجوان تھے ابھی بالغ نہیں ہوئے تھے، شب عاشور امامؑ نے اصحاب سے فرمایا :کل تم سب قتل کئے جاؤ گے، قاسم نے چچا کے پاس آکر پوچھا: کیا میں بھی کل قتل کیا جاؤں گا؟ امامؑ نے انہیں سینے سے چمٹا کر پوچھا: تمہاری نظر میں موت کیسی ہے؟ ”کیف الموت عندک“

قاسم نے جواب دیا: ”احلیٰ من العسل“ (شہد سے زیادہ شیریں)

امامؑ نے فرمایا: تم بڑی مصیبتوں کے ساتھ قتل کئے جاؤ گے اور عبداللہ شیر خوار بھی قتل کیا جائے گا۔ (۲)

روز عاشور قاسم نے خود کو جنگ کے لئے تیار کیا، امام حسینؑ کی خدمت میں اجازت کی غرض سے آئے تو امامؑ نے انہیں آغوش میں بھینچ لیا، بہت دیر تک دونوں روتے رہے۔

اس کے بعد قاسم نے اجازت طلب کی، امامؑ انہیں اجازت نہیں دے رہے تھے، قاسم بار بار اصرار کرتے رہے، یہاں تک اصرار کیا کہ امامؑ نے اجازت دیدی، وہ اسی حالت میں میدان کی طرف چلے کہ اشکوں کی لڑیاں رخساروں پر ڈھلک رہی تھیں، غمناک لہجے میں یہ رجز پڑھ رہے تھے۔

۱۔ مثیر الاحزان، ص ۱۰۵

۲۔ الوقائع والحوادث، ج ۳، ص ۶۲

مقدمہ استاد علی انصاری بویر احمدی

تشیّع اوراس کے رہبروں کی مظلومیت بہت زیادہ ہے، شیعہ حضرات پیغمبر اسلامؐ کی سنت کے حقیقی پیروکار اور قرآن واہلبیتؑ سے واقعی تمسک کرنے والے ہیں۔اس مکتب پر بہت سارے مظالم اور مصائب ڈھائے گئے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کی رحلت کے ابتداء سے شیعوں کے مصائب، فاطمہ زہراؑ کے رات دن رونے اور علیؑ کی غمناک فریادوں سے شروع ہوگئے۔ مصیبتیں اس وقت زیادہ ہوگئیں کہ جب رسول خداؐ کی خلافت میں انحراف پیدا ہوگیا۔امامت وولایت شدید قسم کے ظلم وستم سے روبرو ہوئی، اس طرح کہ رسول اکرمؐ کی خلافت اپنی اصلی جگہ سے نکل گئی۔

فدک کے غصب کرنے اور اہلبیتؑ کی شہادت سے مصائب کی تکرار ہوئی۔ بیت المال سے ان کے حقوق کے کاٹ دینے، ان کے انٹراگیشن اور قتل وغارت کرنے، شیعی بزرگوں، علماء، اصحاب ، محبین اور گروہوں کے جلاء وطن کرنے سے ان مظالم میں اضافہ ہوگیا۔مکتب تشیع اوّلین واصیل ترین مذہب اسلامی ہے اور اسلامی اہمیتوں کے منجی سے ملا ہوا ہے۔

ان تنکرونی فانا بن الحسن سبط النبی المصطفیٰ المؤتمن
ھذا حسین کالاسیر المرتھن بین اناسٍ لا سقوا صوب المزن

(اگر مجھے نہیں پہچانتے تو پہچان لو کہ میں حسنؑ کا فرزند ہوں، جوامین اور برگزیدہ رسولؐ کے فرزند تھے، یہ حسینؑ ہیں جولوگوں کے درمیان اسیر اور رہین ہیں، خدا ان لوگوں کو بارش رحمت سے سیراب نہ کرے)

دشمنوں پر سخت حملہ کیا، اس کمسنی میں بھی تین یا اس سے زیادہ لوگوں کو قتل کیا۔

حمید بن مسلم جو عمر سعد کا ایک سپاہی تھا، کہتا ہے کہ خیام حسینؑ سے ایک نوجوان باہر آیا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں تھا، اس کے ہاتھ میں تلوار تھی، اونچا پیراہن رکھا تھا، اس طرح وہ جنگ کرنے لگا۔

عمرو بن سعد ازدی بولا: خدا کی قسم میں اس پر سخت حملہ کروں گا، میں نے کہا: سخت تعجب ہے۔ تجھے اس نوجوان سے کیا سروکار! خدا کی قسم اگر یہ میرے اوپر وار کرے تب بھی میں اس پر ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، چھوڑ دے ان ہی لوگوں کے لئے جو اسکو گھیرے ہوئے ہیں، وہی اس کا کام تمام کردیں گے۔

عمرو بن سعد نے کہا: خدا کی قسم! مجھے اس پر حملہ کرنا چاہئے، میں اس پر دنیا تنگ کردوں گا، حضرت قاسمؑ تو جنگ میں مشغول تھے، عمرو بن سعد آپ کی گھات میں بیٹھ گیا اور قاسم کے سر مبارک پر ایسی تلوار لگائی کہ آپ کا سر شگافتہ ہوگیا۔ اور وہ منھ کے بل زمین پر گر پڑے۔ آواز دی: یا عماہ۔ چچا جان میری خبر لیجئے۔

جس وقت صدائے قاسم امامؑ کے کانوں میں پہونچی امامؑ اس طرح جھپٹے جیسے عقاب اوپر سے نیچے آتا ہے۔ صفوں کو چیرتے ہوئے غضب میں بھرے شیر کی طرح دشمنوں پر حملہ کیا۔ اتنے میں عمرو بن سعد زد میں آگیا، آپ نے تلوار چلائی، اس نے ہاتھ پر روکا اور کہنیوں سے اس کا ہاتھ کٹ گیا، وہ چلانے لگا، دشمنوں نے اسے چھڑانے کے لئے حملہ کیا، اسی درمیان قاسم کا پیکر نازنین گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوگیا، جس وقت گرد و غبار تھما تو دیکھا گیا کہ امام حسینؑ قاسم کے سرہانے ہیں، وہ نوجوان جاں کنی کے عالم میں اپنے پیروں کو آہستہ آہستہ زمین پر رگڑ رہا ہے، روح آمادۂ پرواز ہے۔

امامؑ نے فرمایا:

”عزّ و الله علیٰ عمّک ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا ینفعک“

(خدا کی قسم تیرے چچا پر بہت گراں ہے کہ تو نے پکارا لیکن جواب نہ دے سکا یا جواب دیا تو فائدہ نہ پہونچا سکا۔)

امامؑ نے قاسم کا جنازہ اٹھایا اور اس طرح لے چلے کہ قاسم کے دونوں پاؤں زمین پر خط دیتے جاتے تھے۔ لاش لا کر علی اکبر کے پہلو میں رکھ دی اس کے بعد فریاد کرنے لگے۔

''صبراً یا بنی عمومتی صبراً یا اهل بیتی فوالله لا رأیتم هواناً بعد هذا الیوم ابداً''

(اے میرے چچا کے فرزندو! صبر کرو۔ صبر کرو اے میرے گھرانے والو۔ خدا کی قسم! آج کے بعد کبھی ناگوار مرحلہ نہ جھیلو گے)(۱)

بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ نے قاسم کو میدان بھیجتے ہوئے عمامے کے دو ٹکڑے کئے، نصف قاسم کو کفن کی طرح لپیٹ دیا اور دوسرا نصف قاسم کے سر پر باندھا۔ (منتخب طریحی) قاسم کو نیمہٗ ماہ اس لئے کہا گیا تھا کہ امام حسینؑ نے آپ کا نصف چہرہ عمامے سے چھپا دیا تھا۔

حسن مثنیٰ کا زخمی ہونا

حسن بن حسنؑ جنہیں حسن مثنیٰ کہا جاتا ہے، امام حسنؑ کے فرزند تھے جو کربلا میں موجود تھے، حسن مثنیٰ نے اپنے چچا امام حسینؑ کی دونوں بیٹیوں سکینہ و فاطمہ میں سے کسی ایک سے عقد کی خواہش ظاہر کی۔

امام حسینؑ نے فرمایا کہ ان میں سے جسے تم پسند کرو، عقد کر دوں، حسن مثنیٰ نے شرم سے کوئی جواب نہ دیا، امام حسینؑ نے فرمایا: میں تمہارا عقد فاطمہ سے کرتا ہوں جو میری ماں فاطمہ بنت رسولؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے اور یہ عقد انہیں دنوں ہوا جب امام مدینے سے نکل رہے تھے یا مدینہ و کربلا کے راستے میں تھے اور فاطمہ بنت الحسینؑ کربلا میں نوعروس تھیں۔ (۲)

روز عاشور حسن مثنیٰ دشمنوں سے جنگ کے لئے میدان میں گئے اور اس طرح جنگ کی کہ بہت سے زخم آپ کے بدن پر لگے، بعض روایات میں ہے کہ اٹھارہ کاری زخم آپ کو لگے تھے۔

۱۔ اعیان الشیعہ، ج۱، ص ۶۰۸

۲۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۱۷۱

حسن مثنیٰ نے سترہ دشمنوں کو قتل کیا یہاں تک کہ آپ زخموں کی تاب نہ لا کر بیہوش ہوئے اور زمین پر گر گئے، آپ گیارہ محرم تک بیہوش رہے، دشمنوں نے سمجھا کہ وہ قتل ہو چکے ہیں اس لئے نظر انداز کر دیا۔

گیارہویں کو جب عمر سعد کے حکم کے مطابق شہیدوں کے بدن سے سروں کو جدا کیا جا رہا تھا تو لوگوں نے دیکھا کہ حسن مثنیٰ نیم جاں ہیں، دشمن کا سپاہی اسماء بن خارجہ جسے حسن مثنیٰ کی والدہ (خولہ) سے رشتہ داری تھی، اسے معلوم ہوا تو اس نے عمر سعد سے اصرار کر کے حسن مثنیٰ کو معاف کرا لیا۔

اسماء بن خارجہ حسن مثنیٰ کو کوفہ لے گیا جبکہ آپ بیہوش تھے تا کہ آپ کا علاج کرے، جب آپ کوفے کے نزدیک پہونچے تو ہوش آیا، تو وحشت زدہ ہو کر پوچھنے لگے، میرے چچا حسینؑ کہاں ہیں؟

جب انہیں امامؑ کی شہادت سے آگاہی ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے، اسماء نے ان کا علاج کیا تو وہ ٹھیک ہو گئے اور آپ کو مدینہ روانہ کر دیا، وہ وہیں مدینے میں رہتے تھے یہاں تک کہ پانچویں اموی خلیفہ عبد الملک کے حکم سے آپ کو زہر دیا گیا اور ۳۵ سال کی عمر میں آپ نے شہادت پائی، آپ کی قبر جنت البقیع میں ہے حسن مثنیٰ کا لقب طباطبا ہے جو طباطبائی سادات کے جد ہوئے۔ (۱)

مصائب عبداللہ اصغرؑ

امام حسنؑ کے فرزند عبداللہ کی عمر کربلا میں گیارہ سال کی تھی، اس بچے کو امام حسینؑ نے اہل حرم کے حوالے کیا تھا کہ خیمے سے نکلنے نہ پائے، جس وقت امام حسینؑ اکیلے میدان میں گئے، کوئی آپ کا ناصر و مددگار نہ تھا، عبداللہ نے دیکھا کہ چچا غریب و مظلوم ہیں تو اپنے چچا کی مدد و نصرت کے لئے خیمہ سے میدان کی طرف دوڑے، زینب نے انہیں پکڑنا چاہا تا کہ میدان میں نہ جا سکے۔

امام حسینؑ نے آواز دی! میری بہن! عبداللہ کو روک لو۔

لیکن عبداللہ نے خود کو چچا تک پہونچا دیا اور کہا: بخدا میں چچا سے جدا نہیں ہوں گا، خیمے میں واپس نہ گئے، امامؑ کی آغوش میں بیٹھ گئے اور باتیں کر رہے تھے کہ ناگاہ ایک ظالم نے آگے بڑھ کر چاہا کہ امامؑ پر وار کرے،

۱۔ منہاج الدموع ص ۳۲۳۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۵

عبداللہ نے اپنے ہاتھ بلند کر دئے تا کہ تلوار کا وار روکیں، اس ضرب سے عبداللہ کا ہاتھ کٹ کر جھولنے لگا، عبداللہ نے آواز دی "یا عمّاہ یا ابتاہ" (ہائے چچا۔ ہائے بابا دیکھئے میرا ہاتھ کٹ گیا۔)

امام حسینؑ نے اس بچے کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا: میرے پیارے صبر کرو، بہت جلد اپنے دادا، باپ اور چچا سے ملحق ہو جاؤ گے اور ان کا دیدار کرو گے، ابھی امامؑ کی تسلی ختم نہ ہوئی تھی کہ حرملہ ملعون نے بچے کو اپنے تیر کا نشانہ بنایا کہ وہ امام زادہ اپنے چچا کی آغوش میں شہید ہو گیا۔

جس وقت زینبؑ نے یہ منظر دیکھا تو بیتاب ہو کر چلائیں اور روتے ہوئے فرمایا: "لیت الموت اعدمنی الحیاۃ"

(کاش میں مردہ ہوتی اور یہ منظر نہ دیکھتی)

بعضوں نے نقل کیا ہے کہ جس وقت عبداللہ کا ہاتھ قطع ہوا تو خیمے کی طرف دوڑے اور چلائے۔

"یا امّاہ قد قطعوا یدی" (اماں جان میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا)

ماں خیمے سے باہر آ گئیں اور آواز دی: ہائے میرا بیٹا۔ ہائے میرا نور چشم۔(۱)

فرزندان زینبؑ کے مصائب

امام حسینؑ کی بہن زینب کبریٰؑ کی پانچویں جمادی الاول ہجرت کے پانچویں چھٹے یا ساتویں سال مدینہ میں ولادت ہوئی اور ۶۲ھ میں مصر یا مدینے میں یا شام میں وفات پائی، بعض نے آپ کا سال وفات ۶۴ھ لکھا ہے۔

جب آپ کا سن ازدواج کو پہونچا تو چند لوگوں نے عقد کی خواستگاری کی، انہیں میں عبداللہ بن جعفر آپ کے چچیرے بھائی بھی تھے، عبداللہ کی خواستگاری منظور کر لی گئی اور زینب کی شادی انہیں سے ہوگئی، شرط یہ تھی کہ جب بھی زینبؑ کے بھائی امام حسینؑ سفر میں جانا چاہیں اور زینب کی بھی ساتھ جانے کی خواہش ہو تو عبداللہ انہیں نہ روکیں، زینبؑ کی پانچ اولادیں ہوئیں، چار فرزند اور ایک دختر۔ علی، عون اکبر، محمد، عباس، اور ام کلثوم۔

۱۔ معالی السبطین، ج ا، ص ۴۶۳، ۴۶۴

بعض نے فرزندوں کے اور بھی نام لکھے ہیں۔(۱)

جس وقت امام حسینؑ اپنے انصار کے ساتھ مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا روانہ ہوئے، زینبؑ بھی آپ کے ہمراہ تھیں۔

آپ کے شوہر عبداللہ بعض وجوہ سے امامؑ کے ساتھ جانے سے معذور ہوئے، علاوہ اس کے آپ کا سن ستر سال ہو چکا تھا، آپ کے دہن میں سخت قسم کی بیماری تھی جس سے آپ کو سخت اذیت تھی۔(۲)

لیکن اپنے دونوں نورچشموں عون و محمد کو ان کی والدہ کے ساتھ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر جنگ کی صورت پیش آئے تو دشمنوں سے جنگ کریں اور حریم امام حسینؑ کا دفاع کریں۔ بعض نے لکھا ہے کہ عبداللہ نے اپنے دونوں فرزندوں کو مکہ سے امامؑ کے ساتھ روانہ کیا۔

عون (معروف بہ عون اکبر) حضرت زینبؑ کے فرزند تھے اور یہ بات مانی ہوئی ہے، لیکن محمد کے بارے میں بعض کہتے ہیں کہ ان کی ماں خوصاء تھیں اور کتاب کامل بہائی میں ہے کہ عون و محمد دونوں ہی جناب زینبؑ کے فرزند تھے اور کربلا میں شہید ہوئے۔(۳)

مقاتل ابوالفرج میں ہے کہ عبداللہ بن جعفر کے تین فرزند کربلا میں شہید ہوئے، تیسرے فرزند عبد اللہ بن عبداللہ بن جعفر تھے جن کی ماں کا نام خوصاء تھا۔(۴)

روز عاشور زینبؑ نے عون و محمد کو نئے لباس پنھائے، گرد و غبار صاف کیا، آنکھوں میں سرمہ لگایا اور ان کے ہاتھوں میں تلوار دیکر جنگ کے لئے تیار کیا، اس کے بعد ان دونوں کو اپنے بھائی حسینؑ کی خدمت میں پیش کر کے جنگ کی اجازت طلب کی۔

امامؑ نے پہلے تو اجازت نہیں دی۔ یہاں تک فرمایا کہ شاید تمہارے شوہر عبداللہ راضی نہ ہوں۔

۱۔ ریاحین الشریعۃ، ج ۳، ص ۲۰۷

۲۔ تذکرۃ الشہداء، ملا حبیب اللہ کاشانی ص ۱۵۶

۳۔ منتخب التواریخ ص ۲۷۵

۴۔ منتخب التواریخ بحوالہ مقاتل الطالبین

زینبؑ نے عرض کی: ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میرے شوہر نے خاص طور سے مجھ سے کہا ہے کہ اگر جنگ کی صورت پیش آئے تو اپنے بھائی کے فرزندوں سے پہلے ان بچوں کو قربان کر دینا۔

زینبؑ مسلسل اصرار کرتی رہیں، آخر کار امامؑ نے اجازت دی، زینبؑ نے اپنے دونوں گلابوں کو میدان کی طرف روانہ کر دیا۔

عمر سعد نے کہا: یہ بہن اپنے بھائی سے عجیب محبت کرتی ہے کہ اپنے دونوں نور چشموں کو میدان میں بھیج دیا ہے، ان دونوں بھائیوں نے جنگ کی، آخر کار محمد شہید ہو گئے، عون اپنے بھائی محمد کے پاس پہونچے اور کہا: بھیا جلدی نہ کرو میں بھی تم سے ملحق ہو رہا ہوں، عون بھی جنگ کرتے کرتے شہید ہو گئے، امامؑ نے ان دونوں نوجوانوں کی لاشیں اٹھائیں اس طرح کہ دونوں کے پیر زمین پر خط دیتے جاتے تھے، انہیں خیمے میں لاکر رکھ دیا۔

عجیب بات یہ کہ اہل حرم جنازوں کے استقبال کے لئے آتی تھیں ہمیشہ زینبؑ ان اہل حرم کے آگے آگے ہوتی تھیں، لیکن اس بار زینبؑ کو دیکھا نہیں گیا، وہ خیمے سے باہر نہیں آئیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان دونوں کی لاشوں پر نگاہ پڑ جائے اور بے چین ہو جائیں بے تابی کی وجہ سے اجر کم ہو جائے۔(۱) اور شاید اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بھیا حسینؑ کی نظر میرے اوپر پڑے اور بہن سے شرمندہ ہوں۔

زینبؑ اس وقت باہر نہیں آئیں، لیکن علی اکبرؑ کے موقع پر اہل حرم کے آگے آگے موجود تھیں۔

خبر شہادت عون و محمد اور عبد اللہ (علیہم السلام)

جس وقت عون و محمد کی خبر شہادت مدینے میں پہونچی، عبد اللہ کا آزاد کردہ غلام ابو السلاسل نے غم سے اپنے گریبان چاک کئے، آہ و نالہ کرتے ہوئے عبد اللہ کے پاس آیا، روتے ہوئے بولا: ہائے پیارے عون! ہائے پیارے محمد! اے میرے پیارو! تم سے خوبصورت کون ہوگا، تم تو چمکتے موتی تھے، تم سے بہتر کون ہوگا تم میرے گوش و قلب تھے، تم مغز استخوان تھے، لیکن آکر میں گستاخی کرتے ہوئے بولا۔

۱۔ تذکرۃ الشہداء، ص ۱۵۶

یہ مصیبت حسینؑ کی وجہ سے ہم کو پہونچی، اگر وہ دونوں ان کے ساتھ نہیں جاتے تو شہید نہ ہوتے۔

عبداللہ کو خبر شہادت ملی تو کہا: ''انّا للّٰه و انّا الیه راجعون'' اس کے بعد غصے میں بھرے ہوئے ابو السلاسل کے سر پر پہونچے اور ڈپٹ پلائی، اے گستاخ و بے ادب! تو بارگاہ حسینی میں ایسی گستاخی کرتا ہے؟ خدا کا شکر ہے کہ ان کی رکاب میں میرے دونوں بچے شہید ہوئے کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو ان سے پہلے شہادت سے سرفراز ہوتا، خدا کی قسم! حسینؑ کی راہ میں خود میں نے آنکھیں بچھائی تھیں، میں نے خود ہی سفارش کی تھی کہ ان پر اپنی جان نچھاور کرنا۔

ان کی شہادت سے مجھے اطمینان خاطر ہوا، میں تو امام حسینؑ کے سوگ میں رو رہا ہوں۔(۱)

مصائب حضرت عباسؑ

حضرت عباسؑ امیر المومنین علیؑ کے فرزند اور ام البنین کے چشم و چراغ تھے۔ ۴ر شعبان ۲۶ھ مدینے میں پیدا ہوئے، آپ کی عمر چودہ سال کی تھی والد ماجد نے شہادت پائی آپ کربلا میں امام حسینؑ کے علمبردار لشکر اور سب سے بڑے ناصر تھے، ۳۴ر سال کی عمر میں شہادت پائی۔

حضرت علیؑ کی دوسری زوجہ ام البنین کا نام بھی فاطمہ تھا، جب حضرت علیؑ کے گھر آئیں تو آپ کو ام البنین کہہ کے پکارا جانے لگا، آپ کے چھ فرزند تھے جن کے نام تھے۔ عباس، عبداللہ، جعفر، عثمان، (یہ چاروں کربلا میں شہید ہوئے) ام ہانی (فاختہ) اور جمانہ۔

حضرت عباسؑ شجاعت میں اپنے باپ کا نمونہ تھے۔

نقل ہے کہ قاتل عباسؑ کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا جو قبیلۂ بنی دارم کا تھا، وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ میں نے ایسے جواں مرد کو قتل کیا ہے جس کی پیشانی پر سجدوں کا اثر چمک رہا تھا، اس کا نام عباسؑ تھا۔

عباسؑ نے امیر المومنینؑ کے چچیرے بھائی عبیداللہ بن عباس کی دختر لبابہ سے شادی کی۔ اور ان سے دو فرزند عبیداللہ اور فضل پیدا ہوئے بعض نے لکھا ہے کہ ان کے دو اور بھی فرزند تھے جن کا نام محمد و قاسم تھا۔ یہ دونوں کربلا میں شہید ہوئے۔(۲)

۱۔ ریاحین الشریعۃ، ج ۳، ص ۲۱۰

۲۔ القائع والحوادث، ج ۳، ص ۳۰

عظمت حضرت عباسؑ

اب یہاں فضائل حضرت عباسؑ کے کچھ ٹکڑے پیش کیے جاتے ہیں۔

۱۔ایک دن حضرت سید سجادؑ نے مدینے میں عبیداللہ بن عباس پر نظر کی انہیں دیکھ کر اپنے چچا عباس کی یاد تازہ ہوگئی۔ بے اختیار آنسو بہاتے ہوئے کہا:"احد کے دن سے سخت تر کوئی دن رسول خداؐ پر نہیں ہوا۔اس کے بعد جنگ موتہ کے موقع پر مصیبت وارد ہوئی کہ رسول خداؐ کو شہادت جعفر طیارؑ کی خبر ملی، لیکن کوئی دن بھی مانند روز شہادت حسینؑ نہیں ہے کہ تیس ہزار سپاہیوں نے آپ کا محاصرہ کیا اور انہیں گمان تھا کہ وہ امت اسلام نہیں.....فرمایا:

"انّ للعباس عند الله تبارک و تعالیٰ منزلةً یغبطه بها جمیع الشهداء یوم القیامة"۔

بلاشبہ عباس کی خدا کے نزدیک قیامت کے دن ایسی منزلت ہے۔ جسے دیکھ کر تمام شہداء رشک کریں گے۔

آپ نے یہ بھی فرمایا:

خدا میرے چچا عباس پر رحمت نازل کرے کہ انہوں نے اپنی جان کا ایثار فرمایا۔ یہاں تک کہ دشمنوں نے ان کے دونوں ہاتھ قطع کئے خداوند عالم نے اس کے عوض میں دو پر عطا فرمائے ہیں جن سے وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں، جیسے خدا نے جعفر بن ابیطالبؑ کو عطا فرمائے ہیں۔(۱)

۲۔لفظ عباس کے معنی لغت میں ترش رو اور سخت کے ہیں، یہ نام عباسؑ کی صلابت اور توانائی کو بیان کرتا ہے۔ کیونکہ وہ دشمنوں کے مقابل سخت اور شجاع تھے۔

۳۔عباس نے شجاعت اور کمال کے صفات پدر و مادر سے ولایت میں پائے تھے، جس وقت حضرت علیؑ نے شادی کرنی چاہی تو نسب شناس عقیل سے فرمایا:

"انظر لی امراةً قد ولدتها الفحولة من العرب..."

میرے لئے کوئی ایسی عورت نظر میں رکھئے کہ جو سب سے زیادہ دبدبہ والا بچہ پیدا کرے تا کہ میں اس سے شادی کروں اور اس سے جنگجو اور شہسوار بیٹا پیدا ہو۔

عقیل نے کہا: فاطمہ کلابیہ سے شادی کیجئے، کیونکہ عرب میں سب سے زیادہ اسی کے آباء واجداد

۱۔منتخب التواریخ، ص ۲۵۷۔سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۱۵۵

بہادر گذرے ہیں، جس وقت ان سے اولین فرزند حضرت عباسؑ پیدا ہوئے تو قنداقہ علیؑ کے پاس لایا گیا، حضرت علیؑ نے اس کے ہاتھوں کو دیکھ کر گریہ فرمایا: وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: ''یہ ہاتھ عاشور کے دن میرے فرزند حسینؑ کی نصرت میں قطع کئے جائیں گے۔

۴۔ کتاب مقاتل الطالبین میں ہے کہ عباس خوبصورت اور خوش قامت تھے، جس وقت قوی گھوڑے پر سوار ہوتے تو پاؤں زمین پر خط دیتے جاتے، انہیں قمر بنی ہاشم کہا جاتا تھا، عاشور کے دن پرچم حسینؑ انہیں کے ہاتھ میں تھا اور اکثر مورخین نے عباسؑ کی شان میں کہا ہے کہ

''کالجبل العظیم و قلبه کالطّود الجسیم لانه کان فارساً هماماً و بطلاً ضرغاماً و کان جسوراً علیٰ الطّعن و الضّرب فی میدان الکفار و الحروب''

عباس عظیم پہاڑ کی طرح تھے، ان کا دل ایسا تھا جیسے سخت پہاڑ استوار ہو، کیونکہ وہ بلند ہمت شہسوار تھے، شیرانہ سلحشور تھے، نیزہ بازی بڑی موثر ہوتی تھی۔ میدان میں وہ دشمنوں پر حملہ کرنے میں بڑے بے باک و جرائتمند تھے۔(۱)

القاب حضرت عباسؑ

عباسؑ کے بہت سے القاب ہیں جن سے ان کی عظیم شخصیت کا پتہ چلتا ہے۔ مثلاً

۱۔ ابوالفضل: کیونکہ وہ پدر فضائل تھے (یا ان کے فرزند کا نام فضل تھا)

۲۔ ابوالقربہ: کیونکہ وہ پیاسوں کے لئے پانی لانے گئے اور کلمہ 'قربہ کے معنی مشک کے ہیں۔

۳۔ قمر بنی ہاشم: کیونکہ بنی ہاشم میں ان کی ذات چمکتے چاند کی طرح تھی، کسی کی نگاہ ان پر نہیں ٹھہرتی تھی۔

۴۔ عبد صالح۔ ۵۔ المواسی (ایثارگر) ۶۔ الفادی (فداکار)

۷۔ الحامی: حمایت کرنے والا۔ مددگار۔

۸۔ الواقی: نگہبان اور محافظ۔

۱۔ شخصیت قمر بنی ہاشم ص ۵۲، بحوالہ کبریت الاحمر

۹۔ الساعی: تلاش کرنے والا، کوشش کرنے والا۔

۱۰۔ باب الحوائج: حاجتیں برلانے کا وسیلہ۔

۱۱۔ حامل اللواء: صاحب پرچم، پرچم دار۔

قدیم زمانے کی جنگوں میں آج کل کی طرح شکست یا فتح کی علامت یہی پرچم برداری یا علمداری ہوتی تھی، سپہ سالار کی توانائی اور روحانی طاقت سپاہیوں کو قوی رکھتی تھی اور کامرانی سے ہمکنار کرتی تھی۔

عباسؑ زندگی کے آخری لمحوں تک لشکر امام حسینؑ کا پرچم لہراتے رہے اور اس کی حفاظت کی، یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ قطع ہوگئے، آپ نے پرچم کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور اسی حالت میں دشمنوں پر حملہ کرتے رہے، آخر کار جب آپ کے سر پر گرز آہن پڑا تو پشت فرس سے زمین پر آئے، حقیقت میں وہ اور پرچم دونوں ایک ساتھ زمین پر آئے۔

اس موقع پر معالی السبطین کی عبارت ہے:

"ولم یزل یقاتل حتیٰ قطعت یداہ و اخذ الرّایة بساعد یه و ضمّه الیٰ صدرہ و حمل علیھم ..."(۱)

امام زمانہ (عج) کا سلام

زیارت ناحیہ مقدس میں امام زمانہ (عج) نے حضرت عباسؑ سے خطاب فرمایا ہے: **"السلام علیٰ ابی الفضل العباس بن امیر المومنین، المواسی اخاہ بنفسه، الاخذ لغدہ من امسه، الفادی له، الواقی الساعی الیه بمائه المقطوعة یداہ ...."**

امیر المومنینؑ کے فرزند عباسؑ پر سلام۔

۱۔ جنہوں نے اپنی جان بھائی پر نثار کی۔

۲۔ جنہوں نے دنیا کو آخرت کا وسیلہ قرار دیا۔

۱۔ معالی السبطین، ج۱، ص ۴۴۰

لیکن افسوس ہے کہ اسی مکتب نے خود غرض دشمنوں کی سازشوں کی وجہ سے بہت ساری قربانیاں دی ہیں۔ ناجونمردانہ حملوں نے اشکال کرنے والوں کو شیعوں پر تہمتیں لگانے کا موقع فراہم کیا اور اس نے طول تاریخ میں مظلومانہ ناروا نسبتیں برداشت کیں اور اس طریقہ سے بہت سارے مصائب اور مظالم بھی دیکھے ہیں۔ دشمن نے اس مکتب کے رہبروں اور ائمہ کے جسموں پر بغض و کینہ کے خنجر چلانے سے ان کی عظمت و قداست میں کمی لانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن مکتب تشیع کہ جو حقیقت کا طالب، عدالت میں وسعت دینے والا اور ایسا مکتب ہے جس کی نظر آئندہ پر ہے، کی وسعت اور عزت میں دن بدن اضافہ ہوگیا ہے۔ تشیع کے مخالف حضرات جانتے ہیں کہ اگر تشیع کی حقیقت اور ولایت ائمہ معصومینؑ سبھوں پر ثابت اور ظاہر ہوجائے تو، دنیائے اسلام پر ان کا تسلط اور غلبہ کم ہوجائے گا اور یہ ان کے لئے بہت خطرناک ہے، لہذا انہوں نے پورے وجود کے ساتھ شیعوں سے دشمنی کی ہے اور اس مکتب کی عظمت کے مقابلے میں سازش کرنے پر اقدام کرتے ہیں۔

لہذا دشمنوں کے مقابلے میں ہر مسؤلیت اور ہوشیاری کا احساس کرنا ہر ایک مسلمان کا شرعی وظیفہ ہے۔ تشیع کے اعتقادی مبانی و اصول، قرآن کریم کی آیات اور رسول اکرمؐ کی احادیث سے ماخوذ ہیں۔ اسلام کے قوانین کی طرف توجہ کرتے ہوئے، شیعہ حضرات معتقد ہیں کہ امامت ایک مصلحتی قضیہ نہیں ہے کہ امت کسی کو اپنے اختیار سے امامت کے لئے منتخب کرے، بلکہ وہ دین کے ارکان و اصول میں سے ایک ہے کہ خداوند متعال کے حکم اور پیغمبر اکرمؐ کے ہاتھوں سے خلافت اور امامت پیغمبر اسلامؐ کے بعد، علیؑ کی ولایت وخلافت سے شروع ہوگئی اور ہرگز امام علیؑ اور فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی اولاد سے خارج نہیں ہوگی۔ بلکہ وہ حضرت مہدی موعودؑ تک ائمہ معصومینؑ میں منحصر ہے۔ اس گرانقدر کتاب (سوگنامہ آل محمدؐ) کی اہمیت دینی ائمہ معصومین کے مصائب اور مظالم کے ایک گوشہ کی

۳۔ جو اپنے بھائی پر فدا ہو گئے۔

۴۔ جو نگہبان تھے اور بڑی کوشش کی کہ پانی تشنہ کاموں تک پہونچ جائے۔

۵۔ جن کے دونوں ہاتھ جہاد فی سبیل اللہ میں قطع ہوئے۔

خدا لعنت کرے ان کے دونوں قاتل یزید بن رقاد اور حکیم بن طفیل پر (بحار الانوار ج ۴۵ ص ۷۷)۔

اس زیارت میں امام زمانہ (ع) نے عباس کے پانچ فضیلتوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔

شجاعت عباسؑ کی بات

اصحاب امام حسینؑ کے درمیان حضرت عباسؑ کی شجاعت بے نظیر تھی۔ شہادت کی کیفیت، آپ کا رجز، دونوں ہاتھ قطع ہونے کے بعد جہاد، ان تمام باتوں سے ان کی بلندی صولت وشہامت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ تنہا فرات کی طرف گئے اور چار ہزار تیر اندازوں کے مقابل ڈٹ گئے۔ ان کی صفوں کو ۸۰/ افراد قتل کر کے درہم برہم کر دیا اور خود کو آب فرات تک پہونچا دیا ان کی ماں ام البنین اپنے ایک شعر میں عباسؑ سے خطاب کرتی ہیں:

لو کان سیفک فی یدیک لمادنیٰ منہ احد

(اگر تلوار تیرے ہاتھ میں ہوتی تو کسی کو تیرے قریب جانے کی جرأت نہ ہوتی)

روایت ہے کہ جس وقت شہداء کربلا کے لوٹ کا مال یزید کے سامنے پیش کیا گیا، انہیں میں ایک عظیم پرچم بھی تھا، یزید اور تمام حاضرین نے دیکھا کہ تمام پرچم میں سوراخ تھا اور جگہ جگہ سے پھٹا ہوا تھا لیکن اس کا قبضہ صحیح سلامت تھا، یزید نے پوچھا: یہ علم کون اٹھائے ہوئے تھا؟

جواب ملا: عباس بن علیؑ اسے اٹھائے ہوئے تھے۔

یزید اس پرچم کے احترام میں تعجب سے دوبار یا تین بار اٹھا اور بیٹھا، کہنے لگا:

"انظروا الیٰ ھذا العلم فانہ لم یسلم من الطعن و الضرب الا مقبض الیدالتی تحملہ"

(ذرا اس پرچم کو دیکھو کہ نیزوں اور تلواروں کے حملوں سے اس کا کوئی حصہ صحیح وسالم نہیں، لیکن قبضہ محفوظ ہے جسے پرچم بردار اٹھائے ہوا تھا، یعنی قبضہ کا سالم ہونا بتاتا ہے کہ علم بردار نے تیروں اور تلواروں کی

بوچھار کو اپنے ہاتھوں پر لیا لیکن علم کو ہاتھ سے چھوڑا نہیں۔)

اس کے بعد یزید نے کہا:

"ابیت اللعن یا عباس ھکذا یکون وفاء الاخ لاخیہ"

(مذمت اور لعن تم سے دور ہو، اے عباس! یہ ہے وفاداری کا مفہوم جو ایک بھائی نے اپنے بھائی کے ساتھ برتا)(۱)

برادران عباسؑ کی شہادت

عباسؑ کے تین بھائی (پدری و مادری) تھے، جن کی ماں ام البنین تھیں، ایک عبداللہ تھے جن کی عمر ۲۵ رسال تھی، دوسرے عثمان تھے جن کی عمر ۲۱ رسال تھی، تیسرے جعفر تھے جن کی عمر ۱۹ رسال کی تھی۔

حضرت عباسؑ سب سے بڑے تھے آپ کی عمر ۳۴ رسال تھی، اپنے بھائیوں سے کہا: (اے میری ماں کے فرزندو! آگے بڑھو تا کہ خدا و رسولؐ کی راہ میں تم لوگوں کی خیر خواہی اور خلوص کا مشاہدہ کروں)

وہ سبھی یکے بعد دیگرے میدان میں گئے اور شہید ہوئے۔(۲)

عباسؑ فرات کی طرف چلے

جس وقت تمام انصار حسینؑ قتل ہو گئے تو عباسؑ نے خود کو اکیلا پایا، بھائی کی خدمت میں آئے اور عرض کی:

مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیجئے۔

امام بہت زیادہ روئے، عباسؑ نے عرض کی: میرا سینہ تنگ ہو گیا ہے، میں زندگی سے دلتنگ ہو چکا ہوں چاہتا ہوں کہ شہیدوں کا انتقام دشمنوں سے لوں۔

۱۔دین وتمدین، نوشتہ لبنانی دانشور، ج۱، ص ۲۸۸

۲۔اعیان الشیعہ، ج۱، ص ۶۰۸

امامؑ نے فرمایا: جاؤ ان پیاسے ننھے ننھے بچوں کے لئے تھوڑا پانی کی سبیل کرو۔

زہیر قین اور عباسؑ کی ملاقات

حضرت عباسؑ عاشور کے دن گھوڑے پر سوار ہو کر اطراف خیام کا چکر لگا رہے تھے اور نگہبانی کر رہے تھے کہ دشمن نہ آ جائے، اسی ہنگام زہیر بن قین حضرت عباسؑ کے پاس آئے اور عرض کی:

میں اس وقت اس لئے آیا ہوں کہ آپ کو آپ کے والد حضرت علیؑ کی بات بتاؤں۔

حضرت عباسؑ نے دیکھا کہ خیام حسینی دشمنوں کے خطرے سے باہر نہیں ہے، آپ گھوڑے سے نہیں اترے فرمایا: بات کا موقع تو نہیں لیکن چونکہ تم نے بابا کا نام لے لیا ہے اس لئے نہیں چاہتا کہ ان کی بات کو ٹال جاؤں، بیان کرو کہ میں سوار ہو کر ہی سن لوں۔

زہیر نے کہا: آپ کے والد نے جس وقت آپ کی والدہ ام البنین سے شادی کرنی چاہی تو بھائی عقیل سے کہا: میرے لئے بہادر خاندان، شجاع عورت ڈھونڈو میں چاہتا ہوں کہ اس سے ایک شجاع بیٹا پیدا ہو جو اپنے بھائی حسین کا فداکار اور مددگار رہے، اس بناء پر اے عباس آپ کو آپ کے بابا نے آج ہی کے لئے ذخیرہ کیا ہے، دیکھئے کوتاہی نہ کیجئے گا۔

عباسؑ کی غیرت یہ بات سنتے ہی جوش میں آ گئی۔ آپ نے پیروں کو رکاب میں اس طرح جھٹکا کہ رکاب ٹوٹ گئی اور فرمایا: اے زہیر! تم یہ کہہ کر مجھے جرأت پر آمادہ کر رہے ہو۔ خدا کی قسم میں ہرگز اپنے بھائی کو نہ چھوڑوں گا، میں ان کی حمایت میں ذرا کوتاہی نہ کروں گا۔

”واللہ لاریتک شیئاً ما رأیتہ قطّ“

(خدا کی قسم میں وفاداری کا اس طرح مظاہرہ کروں گا کہ جس کی نظیر تم کو نہ ملے گی۔)

اس کے بعد آپ نے دشمنوں پر حملہ کیا، یہ حملہ ایسا تھا جیسے تلوار نہ ہو بلکہ آگ جھاڑی میں لگ گئی ہو، یہاں تک کہ سوا ایسے بہادروں کو تہہ تیغ کیا جن کا لشکر میں دبدبہ تھا، انہیں میں مارد بن صدیف تغلبی جیسا بہادر بھی تھا جو فوج میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا آپ نے اس کے بلند نیزے کو ہاتھ سے چھین لیا اور آواز دی: اے مارد اگر خدا چاہے گا تو خود تیرے ہی نیزے سے تجھ کو جہنم واصل کر دوں گا۔

پھر آپ نے اس نیزے کو مارد کے گھوڑے کی کمر میں اتار دیا، گھوڑا تڑپ اٹھا اور اس نے مارد کو زمین پر پٹک دیا، اتنے میں بہت سے دشمن اس کی مدد کو آ گئے، عباسؑ نے اسی وقت مارد کے گلے میں نیزہ اتار دیا اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا، نیزہ اس کے ایک کان سے دوسرے کان میں پار ہو گیا تھا، وہ وہیں ہلاک ہو گیا۔ اسی مار کاٹ میں بہت سے دشمن بھی قتل ہو گئے۔ (۱)

حضرت عباسؑ دشمنوں کی طرف گئے اور انہیں موعظہ فرمایا۔ انہیں برے انجام سے ڈرایا، لیکن آپ کی نصیحتوں نے ان کو ردلوں پر کوئی اثر نہ کیا، عباس اپنے بھائی حسینؑ کے پاس واپس آئے، سنا کہ بچوں کی صدائے العطش بلند ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک خیمہ مخصوص اس لئے تھا کہ اس میں مشکیزے رکھے ہوئے تھے، حضرت عباسؑ اس خیمے میں داخل ہوئے دیکھا کہ خالی مشکیزے بچوں کے ہاتھوں میں ہیں اور ان مشکیزوں کو بچے اپنے پیٹ پر رکھے ہوئے ہیں، اس طرح وہ اپنی پیاس کو بہلا رہے تھے، ان سے فرمایا: ''نور دیدو! صبر کرو ابھی جاتا ہوں اور تمہارے لئے پانی لیکر آتا ہوں'' (۲) اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوئے اپنا نیزہ و مشکیزہ لیا اور فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔

اکسیر العبادات کی روایت کے مطابق بھائی سے رخصت ہوتے وقت آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کی:

خدایا میں اپنا وعدہ وفا کرنا چاہتا ہوں میں ان خالی مشکوں میں پانی بھر کر پیاسے بچوں کے لئے لانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد امام حسینؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرات کی طرف روانہ ہو گئے۔

فرات پر چار ہزار یا دس ہزار پہرے دار تھے، آپ نے حملہ کیا اور ۸۰ ر دشمنوں کو قتل کر کے اپنے کو پانی تک پہونچا دیا، دشمنوں نے آپ پر چھ بار حملہ کیا کہ کسی طرح بھی آپ پانی تک نہ پہونچ سکیں۔ لیکن آپ نے ان پر سخت حملے کئے اور خود کو پانی تک پہونچا ہی دیا۔ پانی کے قریب گئے اور ایک چلو پانی لیا اور گھوڑے کے دہن تک لے گئے تاکہ پی لے، پھر ایک چلو پانی خود لیا کہ پی لیں لیکن پیاسے حسین کی یاد آ گئی اور پانی کو فرات میں

۱۔ کبریت الاحمر، محمد باقر بیر جندی، ص ۳۸۷

۲۔ عنوان الکلام فشارکی، ص ۲۸۰

پھینک دیا۔'فذکر عطش الحسینؑ من معه فرمی الماء"(۱)

مشک میں پانی بھرا۔ہاں۔عباس نے مشک میں پانی بھرا لیکن پانی نہیں پیا۔اور خود سے خطاب فرمایا:

یا نفس من بعد الحسین ھونی وبعده لا کنت ان تکونی

ھٰذا الحسین و ارد المنون وتشربین بارد المعین

تاللّٰہ ما ھٰذا فعال دینی

(اے نفس بعد حسین تیری زندگی بے وقعت ہے تجھے ان کے بعد باقی نہیں رہنا چاہئے یہ حسین ہیں جو لب تشنہ اور موت کے قریب ہیں اور تو چاہتا ہے کہ ٹھنڈا پانی پی لے،خدا کی قسم!میرا دین اس کی اجازت نہیں دیتا۔)

اور بعض روایتوں کے مطابق آپ نے فرمایا: بخدا میں لب کو پانی سے تر نہ کروں گا جبکہ میرا آقا حسین لب تشنہ ہے۔"و اللہ لا اذوق الماء و سیدی الحسین عطشاناً" (۲)

بیادوصیت پدر

بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؑ نے شب ۲۱رمضان (اپنی شہادت کی رات) عباسؑ کو آغوش میں لیا اور سینے سے چمٹا کر فرمایا:"بیٹا!جلد ہی روز قیامت تیری وجہ سے میری آنکھ روشن ہوگی"۔

"و لدی اذا کان یوم عاشوراً و دخلت المشرعة ،ایّاک ان تشرب المآء و اخوک الحسین عطشان"

(میرے لعل!جب روز عاشور آئے اور تم گھاٹ کے کنارے پہونچنا تو خبردار پانی نہ پینا جبکہ تمہارا بھائی حسین پیاسہ ہو)(۳)

حضرت عباسؑ نے مشک داہنے شانے پر رکھا اور خیمے کی طرف چلے دشمن کی فوج نے راستہ روکا اور چاروں طرف سے گھیر لیا،آپ تنہا ان سب سے لڑتے رہے۔

۱۔کبریت الاحمر،ص ۱۵۹۔منتخب التواریخ،ص ۲۵۸

۲۔بحار الانوار،ج ۴۵،ص ۴۱،ترجمہ مقتل ابی مخنف،ص ۹۷

۳۔معالی السبطین،ج ۱،ص ۴۵۴

(آپ اسی طرح لڑتے رہے اور لاشوں کے ڈھیر لگاتے رہے) یہاں تک کہ نوفل ازرق نے آپ کے داہنے ہاتھ پر ضرب لگائی اور ہاتھ کٹ گیا، آپ نے مشک کو بائیں کاندھے پر رکھا اور دوسری روایت کے مطابق زید بن ورقا نے گھات لگا کر درخت کی آڑ سے باہر آ کر داہنے ہاتھ پر ضرب لگا کر کاٹ دیا، آپ اسی طرح ایک ہاتھ سے لڑتے رہے۔ آپ یہ رجز پڑھ رہے تھے:

والله ان قطعتم یمینی انی احامی ابداً عن دینی

وعن امام الصادق لیقین نجل النبی الطاهر الامین

(بخدا اگر چہ تم نے داہنا ہاتھ قطع کر دیا ہے، میں اسی طرح دین کی حمایت کرتا رہوں گا اور اس امام کا جسے سچا یقین ہے وفاع کرتا رہوں گا، وہ امام جو پسر بنت پیغمبر ہے)

دشمنوں نے حملہ کیا بہت سے بہادر سپاہیوں کو ہلاک کر ڈالا بعض لوگوں نے آپ کے مقتولین کی تعداد ۸۵۵ ربتائی ہے، اسی درمیان حکیم بن طفیل نے درخت کی آڑ سے باہر آ کر بایاں ہاتھ بھی کاٹ ڈالا۔ اس وقت آپ یہ رجز پڑھنے لگے:

یا نفس لا تخشی من الکفار و ابشری برحمة الجبّار

مع النبی السید المختار قد قطعوا ببغیهم یساریٰ

فاصلهم یا ربّ حرّ النار

(اے نفس! ان کافروں سے خوف نہ کر، تجھے خدائے جبار کی خوش خبری ہو، ساتھ سید مختار رسول کے، انہوں نے ظلم سے میرا بایاں ہاتھ کاٹ ڈالا، خدایا تو انہیں جہنم کی آگ میں داخل کر)

آپ نے مشک دانتوں سے پکڑ لی اور ہمت کی کہ مشک خیمہ تک پہونچادیں، اتنے میں ایک تیر پانی کی مشک پر لگا اور سارا پانی بہہ گیا، دوسرا تیر آپ کے سینے پر لگا اور آپ زمین پر گر پڑے۔(۱)

ابومخنف لکھتا ہے کہ جس وقت عباسؑ کے ہاتھ جدا ہوئے حالانکہ آپ کے دونوں شانوں سے خون جاری تھا آپ نے اسی حالت میں دشمنوں پر حملہ کیا، یہاں تک کہ ایک ظالم نے گرز آہنی سر پر لگایا جس سے آپ کا

۱۔ منتہی الآمال، ج ۱ ص ۴۷۹۔ اعیان الشیعہ، ج ۱ ص ۶۰۸۔ معالی السبطین، ج ۱ ص ۴۴۶

سر شگافتہ ہو گیا، اس وقت وہ مظلوم زمین پر گرا، خود اپنے خون میں نہائے ہوئے آواز دی "یا اخی یا حسین علیک منّی السلام" (اے بھیا۔ اے حسینؑ آپ پر سلام)

اور مشہور روایت کی بناء پر یوں آواز دی:

"یا اخاہ ادرک اخاک" (اے بھیا۔ اپنے بھائی کی خبر لیجئے)

امام حسینؑ مانند شہاب ثاقب عباسؑ کے سرہانے آئے انہیں خون میں غرق دیکھا، آپ کا سارا جسم تیروں سے چھلنی تھا، دونوں ہاتھ بدن سے جدا تھے آنکھوں میں تیر پیوست ہے۔

"فوقف علیه منحنیاً وجلس عند رأسه یبکی حتیٰ فاضت نفسه"

(اپنی جھکی کمر کے ساتھ عباسؑ کو دیکھا اور روتے ہوئے سرہانے بیٹھ گئے یہاں تک کہ عباسؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

یہ بھی روایت ہے کہ آپ نے آواز دی۔

"الآن انکسر ظهری و قلّت حیلتی و شمّت بی عدوّی" (اب میری کمر ٹوٹ گئی، راہ چارہ مسدود ہو گئی، دشمن مجھ پر قابو پا گئے اور شماتت کر رہے ہیں) (۱)

اس سلسلے میں شاعر عرب کہتا ہے:

احقّ الناس ان یبکی علیه   فتی ابکی الحسین بکربلاء
اخوه و ابن والده علیٍ   ابو الفضل المضرّج بالدّماء
و من واساه لا یثنیه شئی   و جادله علیٰ عطش بماء

(لوگوں میں سب سے زیادہ روئے جانے کا سزاوار وہ جوان ہے جس پر امام حسینؑ نے کربلا میں گریہ کیا، اس پر گریہ کیا جائے جس کے بھائی حسین اور والد علی ہیں، وہی ابوالفضل (فضائل کی انتہا) جو اپنے خون میں لوٹ رہا تھا، اس نے خود کو بھائی پر فدا کر دیا، حسین کے لئے کوئی چیز بھی عزیز نہ کی، اس نے حسین کی پیاس کی وجہ سے خود پانی نہ پیا اور تشنہ لب شہید ہوا۔ (۲)

۱۔ فرسان الہیجاء، ج ۱، ص ۲۰۳، معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۴۶

۲۔ لہوف، ص ۱۱۸۔ منتخب التواریخ، ص ۲۵۷

امام حسینؑ کی نہر علقمہ سے غم انگیز واپسی

بعض روایات کے مطابق جس وقت امام حسینؑ عباس کے سرہانے آئے تو آپ ابھی زندہ تھے، بھائی سے عرض کی:

مجھے دو وجہوں سے خیمے میں نہ لے جائیے:

۱۔ میں نے سکینہ سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا پورا نہ کر سکا۔

۲۔ **و کبش الکتیبہ** (علمدار) آپ کا تھا اگر اہل حرم میری لاش دیکھیں گے تو انہیں صبر کا یارانہ رہے گا۔

امام حسینؑ نے عباسؑ کی لاش نہر علقمہ کے کنارے چھوڑ دی اور خیمہ میں واپس چلے آئے، آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے، اپنی آستینوں سے پاک کر کے خیمے میں واپس آئے تو سکینہ نے گھوڑے کی لجام تھام کر پوچھا:

"**یا ابتاہ ھل لک علم بعمّی العباس ....**" (باباجان کیا آپ کو پتہ ہے کہ چچا عباس کہاں ہیں؟) انہوں نے مجھ سے پانی کا وعدہ کیا تھا، وعدہ خلافی تو ان کی عادت نہیں۔ امام حسینؑ نے روتے ہوئے فرمایا:

"**یا ابنتاہ انّ عمّک العباس قتل و بلغت روحہ الجنان**" (ہماری بیٹی! تیرے چچا عباس قتل کئے گئے اور ان کی روح جنت کی طرف پرواز کر گئی۔)

یہ سن کر تمام اہل حرم اور سکینہ و زینب کی صدائے نالہ و شیون بلند ہوگئی۔

"**و ااخاہ و اعباساہ و اقلّۃ ناصراہ، وضیعتاہ من بعدک**" (ہائے بھائی۔ ہائے عباس۔ ہائے مددگاروں کی قلت۔ ہائے ہم تمہارے بعد برباد ہو گئے۔)(۱)

ارباب مقال لکھتے ہیں کہ شہادت عباسؑ پر امامؑ کی حالت یہ تھی کہ "**و بان الانکسار فی وجہ الحسین ....**"

۱۔ کبریت الاحمر ص ۱۶۲

امام حسینؑ کے چہرے پر شکستگی کے آثار نمایاں تھے۔آپ پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے اور پکار رہے تھے ہائے بھائی۔ہائے عباس۔ہائے میوۂ دل ہائے ہم تمہارے بعد برباد ہو گئے اے عباس! اب میری کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ مسدود ہو گئی اور امید قطع ہو گئی۔)

شاعرعرب امام حسینؑ کی زبانی کہتا ہے:

کسرو بقتلک ظهر سبط محمدٍ وبکسره انکسرت قوی الاسلام

قطعوا بقطع یدیک و انقطعت بـه ایدی النبی السامی

(ان ظالموں نے تمہیں قتل کر کے فرزند رسول کی کمر توڑ دی اور فرزند رسول کی کمر کیا ٹوٹی اسلام کی قوت ٹوٹ گئی،تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دئے گویا انہوں نے رسول اعظمؐ کے دونوں ہاتھ قطع کر دئے۔(۱)

امام حسینؑ اور عباسؑ کی گفتگو

بعض نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ نے عباسؑ کا سر نازنیں گود میں لیا اور آنکھوں کا خون صاف کر رہے تھے تو عباسؑ رونے لگے،حسینؑ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟

عباسؑ نے عرض کی: میرے بھیا۔اے نور چشم کیسے نہ روؤں کہ آپ کو اپنے سرہانے دیکھ رہا ہوں کہ میرا سر مٹی سے صاف کر کے گود میں لئے ہوئے ہیں۔لیکن کچھ دیر بعد کوئی نہ ہو گا جو آپ کا سر مٹی سے صاف کر کے گود میں لے۔کوئی آپ کے چہرے کی خاک صاف کرنے والا نہ ہو گا۔

امام حسینؑ عباسؑ کا سر گود میں لئے ہوئے تھے کہ اچانک عباسؑ کے گلے سے آواز بلند ہوئی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔(۲)

فاضل دربندی اسرار الشہادۃ میں لکھتے ہیں کہ: امام حسینؑ نے عباسؑ کی لاش خیمے میں لے جانے کا ارادہ کیا جو خون میں نہائی ہوئی تھی،یہ دیکھ کر عباسؑ نے آنکھ کھولی اور سمجھ گئے کہ خیمے میں لے جانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔

۱۔مہیج الاحزان بحوالہ الوقائع والحوادث،ج ۲،ص ۱۹۔مقتل الحسین المقرم،ص ۳۲۸

۲۔معالی السبطین،ج ۱،ص ۴۴۹

پوچھا: آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: تمہیں خیمے میں لے جانا چاہتا ہوں۔

عباسؑ نے عرض کی: آقا۔ مجھے یہیں چھوڑ دیجئے۔

امامؑ نے فرمایا: کیوں؟

عباسؑ نے عرض کی:

"انّی مستحٍ من ابنتک سکینة و قد وعدتها بالماء و لم اتهابه" (میں آپ کی بیٹی سکینہ سے شرمندہ ہوں، میں نے اس سے پانی لانے کا وعدہ کیا تھا لیکن وعدہ پورا نہ کرسکا)

امام حسینؑ نے فرمایا:

"جزیت عن اخیک خیراً حیث نصرتنی حیاً و میّتاً" (خدا تمہیں بھائی کی طرف سے بہترین جزادے تم نے بھائی کی نصرت زندہ اور مردہ دونوں حالتوں میں کی)

امام حسینؑ نے عباس کی لاش دریا کے کنارے چھوڑ دی اور اکیلے خیمے میں واپس آئے۔

زینبؑ کی گریہ وزاری

زینبؑ نے امام حسینؑ سے عرض کی: "آپ عباس کی لاش خیمے میں کیوں نہیں لائے؟"

امامؑ نے فرمایا: بہن۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح لاش خیمے میں لاؤں لیکن میں نے دیکھا کہ سارا جسم اس قدر ٹکڑے ٹکڑے ہے کہ اسے اٹھایا نہیں جاسکتا۔

زینبؑ نے فریاد بلند کی:

"وا اخاه وا عباساه و ا قلّة ناصراه و اضیعتاه بعد ذلک" (ہائے بھائی، ہائے عباس، ہائے مددگاروں کی کمی، ہائے ہم تمہارے بعد برباد ہوگئے)

امامؑ نے فرمایا: ہاں بھائی کے مرنے سے کمر ٹوٹ گئی۔

تمام اہل حرم بلند آواز سے رونے لگے، اسی حال میں امامؑ نے عباسؑ کا نوحہ پڑھا:

"اخی یا نور عینی یا شقیقی ......"

نشاندہی کرتی ہے کہ اس کا ترجمہ حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ سید علی اختر رضوی طاب ثرہ نے رات دن زحمتیں برداشت کرکے کیا۔ جزاه الله عن الاسلام والمسلمين اجراً.

آخر میں ہم ''قرآن وعترت فاؤنڈیشن'' (ممبئی) اور حضرت حجۃ الاسلام والمسلمین جناب سید شمع محمد رضوی کہ جنہوں نے اس کتاب کے اردو میں چاپ کرنے میں بہت زحمتیں برداشت کیں، کا بھی شکریہ اداء کرتے ہیں۔ شكر الله مساعيهم الجميله. والسلام عليكم وعلى جميع اخواننا المسلمين

مجمع جہانی شیعہ شناسی

علی انصاری بویراحمدی

ائے برادر۔اے نور چشم اور اے میوۂ دل۔تم میرے لئے مستحکم پناہ تھے اے ماہ درخشندہ۔تم میری تمام پریشانیوں میں مددگار تھے۔تمہارے بعد مجھے کوئی زندگی گوارا نہیں۔بہت جلد ہم بارگاہ خداوندی میں تمہارے ساتھ جمع ہوں گے۔آگاہ ہو جاؤ کہ میری تمام شکایت بارگاہ خداوندی میں ہے۔جو کچھ مجھ پر مصائب پڑ رہے ہیں اور جو بھی پیاس کا غلبہ ہے ان سب کی پناہ خدا ہی کی ہے۔(۱)

شہادتِ عباسؑ کا اک دوسرا رخ

ملا حبیب اللہ کاشانی شہادت عباسؑ اور امام حسینؑ کے بالین سر آنے کی تفصیل یوں لکھتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

جس وقت امام حسینؑ نے عباسؑ کی دلخراش آواز سنی پیادہ اور بعض روایات کے مطابق ذوالجناح پر سوار ہو کر نہر علقمہ کی طرف چلے، راستے میں دشمنوں کا لشکر دیکھا تو حملہ کیا، وہ بھاگنے لگے تو ان سے کہا:

"الیٰ ابن تفرّون و قد قتلتم اخی و کسرتم ظهری"

(ارے بھاگتے کہاں ہو، تم نے تو میرے بھائی کو مار ڈالا اور میری کمر توڑ دی)

آٹھ سو دشمنوں کو قتل کر کے آواز دی: اے بھائی کہاں ہو؟ اتنے میں ذوالجناح ٹھہر گیا وہ آگے نہیں بڑھ رہا تھا، امامؑ نے زمین کی طرف دیکھا تو بھائی کے کٹے ہوئے ہاتھ پر نظر پڑی، اتر کے ہاتھ اٹھایا اور بوسہ دینے لگے، روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے:

ہائے فریاد کہ میرا بھائی مار ڈالا گیا۔

اس طرح آگے بڑھے، ناگاہ ذوالجناح پھر ٹھہر گیا، امامؑ نے زمین کی طرف دیکھا تو بھائی کی چھدی ہوئی مشک پر نظر پڑی، اک آہ جانکاہ کھینچی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، پھر آگے بڑھے اور نہر علقمہ کے کنارے پہونچے، وہاں بھائی کی پارہ پارہ لاش دیکھی۔

آپ نے بے اختیار دلخراش نعرہ مارا جس سے تمام ملکوت لرز گئے اور فرمایا:

۱۔معالی السبطین، ج۱،ص ۴۴۴ و ۴۴۱۔الحوادث والوقائع، ج۳،ص ۲۳، بحوالہ اسرار الشہادت دربندی

"الآن انکسر ظهری و قلّت حیلتی" (اب تو میری کمر ٹوٹ گئی اور راہ چارہ مسدود ہوگئی)

اس کے بعد امام مظلومؑ نے بھائی کا سر سینے سے چمٹالیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے کہ دشمن بھی دیکھ کر رو رہے تھے، عباسؑ سے خطاب کیا:

"جزاک الله خیراً یا اخی لقد جاهدت فی الله حق جهاده" (اے بھائی! خدا تمہیں بہترین جزا دے تم نے جہاد کا بھرپور حق ادا کیا)

کتنے پیارے اشعار ہیں جسے عرب کے ایک شاعر نے امام حسینؑ کی زبانی پیش کیا ہے:

فلماراه السبط ملقی علی الشری　　فناوی بقلب بالهموم قد امتلی

اخی کنت عونی فی الامور جمیعها　　ابالفضل یا من کان للنفس باذلا

یعزّ علینا ان تراک علی الثریٰ　　طریحاً و منک الوجه اضحی مرملا

(جس وقت فرزند رسولؐ نے بھائی کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو دلخراش نعرہ مارا اور کہا: اے بھائی تم ہر مرحلے میں ہمارے مددگار تھے، اے ابوالفضل تم نے خدا کی راہ میں جان فدا کی، مجھ پر بہت گراں ہے کہ تمہاری لاش زمین پر دیکھ رہا ہوں تمہارا چہرہ خاک آلودہ ہے۔)(۱)

ایک دوسرا عربی مرثیہ ہے۔

و هوی علیه ماهنالک قائلا　　الیوم بان عن الیمین حسانها

الیوم سارعن الکتائب کبشها　　الیوم غاب عن الهداة امامها

الیوم نامت اعین بک لم تنم　　ولسهدّت اخری فعزمنامها

(حسین جھکے اور بھائی کے پارہ پارہ بدن کو دیکھ کر کہا: آج تیر تلوار ہاتھ سے جدا ہوگئی، آج سردار لشکر سپاہیوں سے جدا ہوگیا، آج ہدایت کا پیشوا جدا ہوگیا۔

آج وہ آنکھیں سو جائیں گی جو تیری ہیبت سے جاگتی تھیں، لیکن دوستوں کی آنکھیں تمہارے مرنے سے جاگتی رہیں گی، ان پر نیند دشوار ہوگئی)(۲)

۱۔ تذکرۃ الشہداء، ص ۲۷۰

۲۔ مثیر الاحزان، ص ۸۴۔ علامہ شیخ شریف آل صاحب جواہر

توضیحات:

مصائب حضرت عباسؑ کو ذہن وقلب میں جاگزیں کرنے کے لئے دو چار باتوں پر توجہ کرنی چاہئے۔

ا۔حضرت لقمان ایک طولانی سفر پر گئے، واپس آتے ہوئے راستے میں غلام سے ملاقات ہوئی تو پوچھا: بابا کیا ہوئے؟

جواب دیا: دنیا سے گذر گئے۔

پوچھا: بیوی کیا ہوئی؟

جواب دیا: مرگئیں۔

پوچھا: میری بہن کیا ہوئی؟

جواب دیا: وہ بھی مرگئیں۔

اس کے بعد پوچھا: میرا بھائی کیا ہوا؟

جواب دیا: وہ بھی مرگئے۔

یہ سنتے ہی لقمان نے کہا:

"الآن انقطع ، ظهری "ہائے اب کمر ٹوٹ گئی۔(۱)

یہ تعبیر حضرت عباسؑ کی شہادت کی شدت مصیبت کو واضح کرتی ہے، حسین پر یہ مصیبت اس قدر سخت تھی کہ فرمایا: "اب میری کمر ٹوٹ گئی"

۲۔علامہ بحرالعلوم سید مہدی (متوفی ۱۲۱۲ھ) کے زمانے میں روضۂ حضرت عباسؑ کا ایک گوشہ خراب ہو گیا، طئے پایا کہ اسے دوبارہ تعمیر کیا جائے، اس کی خبر علامہ بحرالعلوم کو دی گئی، ایک معین دن معمار کو بلایا گیا جس میں بحرالعلوم بھی موجود ہوں۔ وہ دن آیا تو دونوں حضرات معمار اور بحرالعلوم سرداب میں گئے، قریب سے قبر کی تعمیر کو دیکھا۔

ا۔منتخب التواریخ ص ۳۶۰

اسی درمیان معمار نے کبھی قبر کو دیکھا اور کبھی علامہ کو دیکھا، اس نے علامہ سے کہا:

آقا! ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں، اجازت ہے۔

فرمایا: پوچھو۔

معمار نے کہا: میں نے اب تک سنا اور پڑھا تھا کہ حضرت عباسؑ بلند قامت تھے جب بھی گھوڑے پر سوار ہوتے تو آپ کے دونوں زانو گھوڑے کی کانوں کے برابر ہو جاتے تھے، اس لحاظ سے تو قبر کافی لمبی ہونی چاہئے، لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ قبر کی تعویذ بہت چھوٹی ہے، کیا میں نے جو کچھ سنا ہے وہ غلط ہے یا اس کی وجہ کچھ دوسری ہے؟

علامہ جواب دینے کے بجائے سر کو دیوار سے لگا کر بہت دیر تک روئے۔

معمار حیرت سے علامہ کو دیکھنے لگا، عرض کی: آقا! آپ پریشان ہو کر رونے کیوں لگے، آخر میں نے کیا کہہ دیا؟

علامہ نے فرمایا: تم نے جو سنا وہ صحیح ہے، حضرت عباس بلند قامت اور سڈول تھے، لیکن تمہارے سوال نے مجھے حضرت کے جانکاہ مصائب کی طرف متوجہ کر دیا، کیونکہ آپ پر اتنی تلواریں اور اتنے نیزے پڑے تھے کہ سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تھا، وہ بلند قامت کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا، کیا تمہیں امید ہے کہ جس قامت کو سید سجادؑ نے دفن کیا تھا اس سے بڑی قبر ہونی چاہئے۔(۱)

۳۔ ہر شہید جو تیروں کا نشانہ بنا، اس نے اپنے ہاتھوں سے بدن میں لگے ہوئے تیروں کو علیحدہ کیا، یا علیحدہ کرنا ممکن تھا، لیکن وہ شخص جس کے ہاتھ کٹ چکے ہوں اور جو چار ہزار تیر اندازوں کے مقابل ہو اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔

۴۔ ہر سوار جب گھوڑے سے زمین پر گرا تو اس نے ایک ہاتھ گھوڑے کی زین پر رکھا اور دوسرے ہاتھ سے لجام تھامی تاکہ زمین پر آئے لیکن جس کے ہاتھ قطع ہو چکے ہوں وہ کیسے زمین پر آیا ہوگا۔

۵۔ ہر سوار جب زمین سے گرا تو اس نے دونوں ہاتھوں سے زمین پر ٹیک لگائی تاکہ چوٹ نہ آئے۔ لیکن جس کے ہاتھ نہ ہوں وہ کیسے زمین پر گرا ہوگا؟

۱۔ الوقائع والحوادث، ج ۳ ص ۹

۶۔ جو شخص بلند قامت ہو اور اس کے جسم پر مرغے کے پروں کی طرح تیر لگے ہوں، جس وقت وہ پشت فرس سے زمین پر آیا ہوگا تو کیا حالت ہوئی گی اے قمر بنی ہاشم جب تو پشت فرس سے زمین آیا ہوگا تو جو تیر تیرے پیٹ، پشت اور سینے میں چبھے ہوئے تھے، ان تیروں نے تیرے بدن کا کیا حال کیا؟ آہ۔ آہ۔

۷۔ سید عبد الرزاق المقرم صاحب مقتل الحسین لکھتے ہیں کہ عظیم دانشور شیخ کاظم سبتی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک معتبر عالم میرے پاس آئے اور کہا کہ مجھے حضرت عباسؑ نے آپ کے پاس بھیجا ہے، میں نے حضرت عباسؑ کو خواب میں دیکھا کہ مجھ سے فرما رہے ہیں:

''سید کاظم سبتی میرے مصائب کیوں نہیں پڑھتا''؟

میں نے عرض کی: میں سید کی زبان سے برابر آپ کے مصائب سنتا ہوں۔

فرمایا: شیخ کاظم سے کہو یہ مصائب پڑھا کرے، جب بھی کوئی سوار پشت فرس سے زمین پر گرتا ہے تو اپنے ہاتھوں کو زمین پر ٹیکتا ہے، اگر بدن میں تیر پیوست ہوں اور ہاتھ بھی کٹے ہوں تو" **بماذا یتلقی الارض**"(وہ کیسے زمین پر گرے؟)(۱)

۸۔ فاضل درمندی اسرار الشہادۃ میں لکھتے ہیں:

موجودہ زمانے کے کئی معتبر افراد نے مجھ سے نقل کیا ہے کہ ایک مومن روزانہ زیارت قبر حسینؑ کو جاتا تھا لیکن ہفتے میں ایک ہی بار حضرت عباسؑ کی زیارت کو جاتا، ایک دن خواب میں فاطمہ زہراؑ نے منھ پھیر لیا، اس مومن نے عرض کی: میرے ماں باپ قربان، کیوں منھ پھیر لیا مجھ سے کیا غلطی ہوئی۔

آپ نے فرمایا: کیونکہ تو میرے فرزند کی زیارت سے روگردانی کرتا ہے۔

اس نے عرض کی: میں روزانہ زیارت کے لئے جاتا ہوں۔

فرمایا: تو روزانہ میرے فرزند حسین کی زیارت کو جاتا ہے لیکن میرے فرزند عباس کی زیارت کو نہیں جاتا۔(۲)

۱۔ مقتل الحسین مقرم، ص ۳۲۶

۲۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۵۲

ایک بچے کی لرزہ خیز داستان

روایات میں ہے کہ جس وقت امام حسینؑ مصروف جنگ تھے، یکبارگی اہلحرم خیموں سے نکل پڑے، ایک بچہ جس کے کانوں میں گوشوارے تھے، ہراساں خیمے سے باہر آیا، اس کے کانوں میں گوشوارے جھول رہے تھے، وہ گھبراہٹ میں ادھر ادھر دیکھ رہا تھا، ناگاہ ایک ظالم ہانی بن ثبیت نے سامنے آکر ایسی تلوار ماری کہ وہیں اس کی شہادت ہوگئی۔

تمام اہل حرم نے یہ منظر دیکھا کہ اس کی خون میں بھری لاش تڑپ رہی ہے، اس کا نام محمد بن ابی سعید بن عقیل تھا اور اس کی ماں کا نام شہر بانو یہ تھا، وہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں لیکن شدت گریہ اور خوف سے آواز منھ سے نہ نکل سکی، ان کے ہوش بجانہ تھے، یہ ایسا منظر تھا کہ جس نے زمین وزمان کو رلایا۔

(ایک دوسرا قول ہے کہ ایک بچہ شہید ہوا جس کا نام عبداللہ رضیع تھا، احتمال ہے کہ اسی کا نام علی اصغر تھا، زیادہ تر ارباب مقاتل نے اس کا عنوان ایک طفل شیر خوار ہی قرار دیا ہے۔)

مصائب عبداللہ رضیعؑ

مولف قاصر نے مختلف کتب مقاتل کا جو کچھ مطالعہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشور کے دن دو شیر خوار بچے شہید ہوئے۔

۱۔ ایک تو عبداللہ رضیع جو عاشور کے دن دنیا میں آیا اس کی ماں کا نام ام اسحاق بنت طلحہ بن عبداللہ تھا۔

۲۔ علی اصغر (ششماہہ بچہ) جن کی ماں رباب بنت امرأالقیس تھیں، زیارت ناحیہ میں امام زمانہ (عج) نے فرمایا ہے:

”السلام علی عبد اللہ بن الحسین ،الطفل الرّضیع ، المرمّی الصّریع ،المشحّط دماً ، المصعّد دمه فی السماء ، المذبوح بالسهم فی حجر ابیه ، لعن اللہ رامیه ، حرملة بن کاهل الاسدی“

(سلام ہو عبداللہ شیر خوار بن امام حسینؑ پر۔ جسے ہدف تیر بنایا گیا۔ اور اپنے خون میں غوطہ ور ہوا۔ اس

کا خون آسمان میں اچھالا گیا اور تیر سے اس کو باپ کی آغوش میں شہید کیا گیا۔ ان کے قاتل حرملہ بن کاھل اسدی پر خدا لعنت کرے۔)(۱)

اس شیر خوار کا واقعہ شہادت یوں ہے:

جس وقت تمام انصار واصحاب امام حسینؑ شہید ہو گئے تو امامؑ کی مظلومانہ صدا بلند ہوئی:

"هل من ذابٍ يذبّ عن حرم رسول اللّه .... هل من مغيث يرجو الله باغاثتنا"

(کیا کوئی حرم رسولؐ کی حمایت کرنے والا ہے .... کیا کوئی فریادرس ہے جو ثواب کی امید میں ہماری مدد کرے؟)

جس وقت یہ صدا آئی تو اہلحرم کے رونے کی آواز بلند ہوئی، امامؑ خیمے کے قریب آئے اور زینب سے فرمایا: میرے چھوٹے بچے کو مجھے دیدو تاکہ اس سے وداع ہولوں، آپ نے بچے کو آغوش میں لیا، جیسے ہی آپ اس کا بوسہ لینا چاہتے تھے حرملہ نے گلوئے نازک کا نشانہ بنایا اور وہ تیر گلے پر لگا اور اس کا سر ذبح ہو گیا۔

اس سلسلے میں سید حیدر حلّی کہتے ہیں:

ومنعطفاً اهوىٰ لتقبيل طفله   فقبّل منه قبله السهم منحراً

(یعنی امام حسینؑ بچے کا بوسہ لینے کے لئے جھکے تھے کہ ان سے پہلے تیر نے گلے کا بوسہ لے لیا)

امامؑ نے بچے کو زینبؑ کے حوالے کیا اور فرمایا: اسے تھامو اور اپنے ہاتھ گلے کے نیچے رکھ لیا جو خون سے بھر گیا آپ نے وہ خون آسمان کی طرف اچھال کر فرمایا:

"هون ما نزل بی انه بعين الله تعالىٰ" (یعنی چونکہ خدا اس منظر کو دیکھ رہا ہے جو مصیبت مجھ پر وارد ہوئی ہے اس لئے یہ مجھ پر آسان ہے)

اور الاحتجاج میں ہے کہ امام حسینؑ گھوڑے سے اترے اور پشت خیمہ پر تشریف لائے تلوار سے ایک قبر کھودی اور خون بھری لاش کو دفن کر دیا۔(۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۶۶

۲۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۱۸۶۔ معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۲۳

۷۔ مصائب علی اصغرؑ

مشہور ہے کہ علی اصغر چھ ماہ کے تھے، آپ کی والدہ رباب بنت امرء القیس تھیں، حضرت علی اصغر جناب سکینہ کی ماں کی طرف سے بھی بھائی تھے۔

ان کے نام کے سلسلے میں علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں لکھا ہے کہ بعض نے ان کا نام علی اصغر لکھا ہے۔

کتاب منتخب التواریخ میں نقل ہے کہ زیارت عاشورا میں ہے "**وعلیٰ ولدیک علیٌ الاصغر الذی فجعت به**" (اور سلام آپ کے فرزند علی اصغر پر کہ ان کے سلسلے میں آپ پر سخت مصیبت پڑی) (۱)

یہ زیارت سید بن طاؤس نے الاقبال میں نقل کی ہے۔ (۲)

مختصر یہ کہ امام حسینؑ نے اپنی بہن ام کلثوم (زینب صغریٰ) کے پاس آ کر فرمایا: اے بہن! میں تمہیں اپنے شیر خوار بچے کی دیکھ بھال کے بارے میں تاکید کرتا ہوں، کیونکہ وہ ششماہہ بچہ ہے اور اسے دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔

ام کلثوم نے عرض کی: بھیا! اس بچے نے تین روز سے پانی نہیں پیا ہے، اس قوم جفا کار سے پانی طلب کیجئے۔

امام حسینؑ نے علی اصغر کو آغوش میں لیا اور قوم کی طرف جا کر خطاب فرمایا:

تم نے ہمارے بھائیوں، بیٹوں اور مددگاروں کو قتل کیا، اب اس بچے کے سوا کوئی باقی نہیں بچا، یہ شدت تشنگی سے پرندے کی طرح اپنا دہن کھولتا اور بند کرتا ہے، اس بچے کا کیا قصور ہے، اسے تمہارے پاس لایا ہوں تا کہ پانی پلا دو۔

"**یا قوم ان لم ترحمونی فارحموا هذا الطفل اما ترونه کیف یتلظّیٰ عطشاً**" (اے قوم اگر تم مجھ پر رحم نہیں کرتے تو اس بچے پر رحم کرو، دیکھو پیاس سے کس طرح دہن کھولتا اور بند کرتا ہے)

۱۔ منتخب التواریخ، ص ۲۷۵

۲۔ مقتل الحسین المقرم ص ۳۳۱

ابھی امامؑ کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ عمر سعد کے حکم سے حرملہ بن کاہل اسدی نے نازک گلے پر تیر مارا۔

"فذبح الطّفل من الورید الی الورید ،او من الاذن الی الاذن " (وہ بچہ حلقوم سے حلقوم تک یا کان سے کان تک ذبح ہوگیا۔)(۱)

مصائب علی اصغرؑ کی شدت

علی اصغر کی جگر خراش مصیبت امام حسینؑ پر اس قدر گراں تھی کہ امامؑ رونے لگے اور بارگاہ خداوندی میں عرض کی (خدایا تو خود ہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ کر کہ انہوں نے ہمیں بلایا کہ ہم مدد کریں گے لیکن ہمارے قتل کے درپے ہیں۔)

آسمان کی جانب سے آپ نے آواز سنی کہ " یا حسین دغه فانّ له مرضعاً فی الجنّة "(اے حسین اصغر کی فکر نہ کرو اس کے لئے جنت میں دودھ پلانے کا انتظام ہے۔)(۲)

شدت مصیبت کی دوسری دلیل یہ کہ جس وقت امام حسینؑ شہید ہو گئے ، گیارہ محرم کو سکینہ شہداء کی لاشوں پر آئیں روتے روتے بیہوش ہوگئیں ،امام حسینؑ نے سکینہ کو عالم بیہوشی میں یہ اشعار شیعوں کے لئے سنائے ،اس کے دو شعر:

لیتکم فی یوم عاشورا جمیعاً تنظرونی کیف استسقیٰ لطفلی فابوا ان یرحمونی
وسقوه سهم بغيٍ عوض الماء المعين يا لرزءٍ و مصاب هذا كان الحجون

(اے شیعو! کاش تم عاشور کے دن سب وہ منظر دیکھتے کہ میں نے کس طرح اپنے بچے کے لئے پانی مانگا اور انہوں نے رحم نہیں کیا، انہوں نے بجائے شیریں پانی کے ظالمانہ تیر سے اس کو سیراب کیا، یہ مصیبت اس قدر سخت اور اندوہناک ہے کہ مکہ کے پہاڑ کو برباد کردے۔)(۳)

۱۔ معالی السبطین ،ج۱،ص۴۲۴، کبریت الاحمر،ص ۱۲۶

۲۔ معالی السبطین ،ج۱،ص۴۲۴۔ تذکرۃ الخواص ،ص۱۴۴

۳۔ معالی السبطین ،ج۲،ص ۵۳

لاش علی اصغرؑ سے سکینہ کی ملاقات

دوسری روایت میں ہے کہ جس وقت علی اصغر امام حسینؑ کی آغوش میں تڑپ رہے تھے، ایک ظالم حصین بن تمیم نے ایک تیر علی اصغر یا امام حسینؑ کو مارا وہ تیر امام حسینؑ کے لبوں پر لگا اور لبوں سے خون جاری ہو گیا، امامؑ نے روتے ہوئے بارگاہ خدا میں عرض کی:

خدایا! یہ لوگ میرے بیٹوں، بھائیوں اور عزیزوں پر جو کچھ مصیبت ڈھا رہے ہیں اس کی شکایت تجھی سے کرتا ہوں۔

ابومخنف کے مطابق جنازہ علی اصغر کو خیمے میں اس طرح لائے کہ سینے سے خون جاری تھا، سکینہ نے آگے بڑھ کر کہا:

"یا ابة لعلک سقیت اخی الماء" (بابا جان! شاید آپ نے بھیا علی اصغر کو پانی پلا دیا ہے۔)

امامؑ نے روتے ہوئے فرمایا:

"بنیّة هاک اخاک مذبوحاً بسهم الاعداء" (بیٹی! یہ ہے تیرا بھائی جسے تیر سے دشمنوں نے ذبح کر دیا)

خدا ہی جانتا ہے کہ سکینہ پر کیا گذری۔

دشمن کی زبانی انصار امامؑ کی شجاعت

ایک شخص کربلا میں عمر سعد کی فوج میں تھا وہ شہداء کربلا کے قتل میں شریک تھا، کسی نے اس سے پوچھا:

"تف ہے تجھ پر! تو کیسے راضی ہوا کہ فرزند رسول کو کربلا میں شہید کر دیا"۔

اس نے جواب دیا "تمہارے منہ میں پتھر۔ اگر تم بھی کربلا میں ہوتے تو وہی کرتے جو میں نے کیا، حسین کے ساتھیوں نے ہم پر چڑھائی کی ان کے ہاتھ میں تلوار تھی، وہ پھاڑ کھانے والے اونٹوں کی طرح ہمارے سواروں کو دائیں بائیں روندر ہے تھے وہ اپنے کو موت کے منہ میں ڈال چکے تھے۔ وہ موت کا پیالہ پینا چاہتے تھے یا موت کو پچھاڑنا چاہتے تھے اگر ہم نے ان سے ہاتھ کھینچ لیا ہوتا تو سبھی لقمہ اجل بن جاتے۔ پھر اس نے کہا" فما کنّا

اداریہ

تمام تعریفیں اس ذات واحد سے مخصوص ہیں جس کی رحمت سے ناامیدی نہیں اور جس کی نعمتوں سے کسی کا دامن خالی نہیں۔اس نے انسان کے دامن حیات میں گوناگوں نعمتوں کو ڈال کر کچھ ایسی چیزوں کا مطالبہ کیا جو خود انسان کی ذات کے لئے مفید ہیں۔تقویٰ، ایمان، عمل صالح وغیرہ وہ عظیم چیزیں ہیں جن سے انسان اپنی زندگی کو سنوار کر نہ صرف خداوند عالم کا تقرب حاصل کرسکتا ہے بلکہ اپنے ہم جنس تمام انسانوں سے ممتاز اور افضل ہوسکتا ہے۔

''علم'' بھی دوسری تمام مخلوقات پر امتیاز حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے، خداوند عالم کا ارشاد ہے: **ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون** ....علم وعمل کی بے پناہ اہمیتوں کے پیش نظر اسلام نے نہ صرف حصول علم کو ہر فرد پر واجب قرار دیا ہے بلکہ اپنے علم کی بیش قیمت دولت کو دوسروں میں تقسیم کرنے پر بھی بے پناہ زور دیا ہے۔صدر اسلام سے آج تک کی تاریخ گواہ ہے اسلام نے اساتذہ کو شاگردوں کی تعلیم پر آمادہ کیا اور علم وادب کی تشویق وترغیب دلائی۔

قرآن وعترت فاؤنڈیشن نے آج کے مسلم معاشروں میں علم دین سے جوانوں کی بے رغبتی اور بے توجہی کو دیکھتے ہوئے اپنی بھرپور ذمہ داری کا احساس کیا اور جوانوں کے مطابق آسان زبان میں اسباق کو کتابی شکل دے کر ہندوستان کے مختلف جگہوں پر کلاس اجراء کیا، الحمدللہ! آپ کی دعاؤں سے یہ سلسلہ کافی کامیاب رہا، اس سلسلے کو مزید وسعت دینے کا ارادہ ہے۔

اس کے علاوہ ادارہ کے اولین مقاصد میں مذہبی کتابوں کی اشاعت بھی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلے کی اہم کڑی ہے، یہ فارسی کی مقبول عام کتاب ''سوگنامۂ آل محمدؐ '' کا ترجمہ ہے جسے مترجم الغدیر ادیب عصر علامہ سید علی اختر رضوی طاب ثراہ نے اردو کے قالب میں ڈھال کر شیعی معاشرے پر احسان عظیم کیا ہے، اس کتاب کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث افتخار ہے۔آخر میں خدائے متعال سے دعا ہے کہ ہمیں معاشرے میں زیادہ سے زیادہ علمی فضا ہموار کرنے کی توفیق عنایت فرما۔آمین یارب العالمین

والسلام

قرآن وعترت فاؤنڈیشن (ممبئی)

فاعلین لا امّ لک "(اے مادر مردہ۔تو پھر ہم کیا کرتے؟)(۱)

مصائب امام حسین علیہ السلام

مصائب امام حسینؑ کے متعدد گوشے ہیں، جب آپ میدان میں گئے اور شہید ہوئے اور شہادت کے بعد ہم یہاں چند عناوین کے تحت انہیں ذکر کر رہے ہیں۔

۱۔مصیبت وداع اوّل

شہادت حضرت عباسؑ کے بعد امام حسینؑ غریب اور بے یاور ہو گئے ،کوئی نہ تھا جو آپ کی مدد کرتا، آپ اہل حرم اور بچوں کی صدائے نالہ وشیون سن رہے تھے،اس وقت آپ نے صدائے استغاثہ بلند کی:

"هل من ذاب يذبّ عن حرم رسول اللهَ....هل من مغيث يرجوا لله في اغاثتنا؟"

(کیا کوئی حرم رسول کی حمایت اور دفاع کرنے والا ہے؟....کیا کوئی فریادرس ہے جو ثواب الٰہی کے لئے ہماری فریاد کو پہونچے؟)

اس کے بعد آپ نے خواتین اور بچوں کو وداع کیا اور انہیں سکوت اور صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

"اُخَيَّة! ائتيني بثوب عتيقٍ ....."

(بہن میرا پرانا لباس لاؤ جسے میں اندر پہن لوں تاکہ کوئی اسے لوٹنے کی طرف رغبت نہ کرے اور مجھے برہنہ نہ کرے)

آپ کے لئے ایک چھوٹی سی شلوار لائی گئی۔آپ نے فرمایا: یہ لباس اس کے لئے ہے جسے ذلت و خواری دامنگیر ہو۔پھر آپ نے ایک دوسرا پرانا لباس لیا اور اسے پارہ پارہ کر دیا اور لباس کے اندر پہن لیا۔اس کے بعد دوسرا طلب کیا اسے بھی پارہ پارہ کر کے پہن لیا تاکہ لوگ اسے نہ لوٹیں۔(۲)

۱۔شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج۳،ص ۲۶۳

۲۔ترجمہ لہوف سید بن طاوس، ص ۱۲۴

۲۔امام سجادؑ سے رخصت کے دلخراش مصائب

جس وقت امام حسینؑ تنہا رہ گئے، آپ نے ہر طرف نظر کی ایک بھی یاور و مددگار دکھائی نہ دیا تو آواز دی: "ھل من ذابٍ یذبّ عن حرم رسول الله ...." (کیا کوئی ہے جو حرم رسول کی حمایت اور دفاع کرے)

آپ کی یہ آواز اس قدر جگر خراش تھی کہ خواتین سنکر نالہ وشیون اور گریہ وزاری کرنے لگیں۔اس وقت امام سجادؑ جو سخت بیمار اور بستر پر تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑی اذیت سے خیمے سے باہر نکلے آپ اس قدر کمزور تھے کہ تلوار بھی ہاتھ میں نہیں اٹھا سکتے تھے، ام کلثوم نے آواز دی:

"خیمے میں واپس جاؤ"

امام سجادؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! مجھے چھوڑ دیجئے تا کہ فرزند رسول کی رکاب میں دشمنوں سے جنگ کروں۔

امام حسینؑ نے دیکھا تو فرمایا: اے ام کلثوم! انہیں روکو تا کہ نسل آل محمد سے زمین خالی نہ ہو جائے۔

فاضل درمندی اسرار الشہادۃ میں لکھتے ہیں کہ

امام حسینؑ عقاب کی طرح سید سجادؑ کے پاس آئے انہیں خیمے میں لے گئے اور فرمایا: "بیٹا! کیا کرنا چاہتے ہو؟

سید سجادؑ نے عرض کی: "بابا جان! آپ کی آواز نے میری رگیں توڑ دیں، مجھے بے چین کر دیا، میں چاہتا ہوں کہ میدان جا کر اپنی جان قربان کروں۔"

امام حسینؑ نے فرمایا: "بیٹا تم بیمار ہو، تم پر جہاد واجب نہیں، تم میرے شیعوں پر خدا کی حجت ہو تم اماموں کے پدر ہو، میرے یتیموں اور بیواؤں کے سرپرست ہو، تمہیں ان لوگوں کو مدینے پہونچانا ہے۔زمین کبھی خدا کی حجت اور میری نسل کے امام سے خالی نہیں رہ سکتی۔"

سید سجادؑ نے عرض کی: "بابا جان! کیا میں دیکھتا رہوں اور آپ قتل ہو جائیں کاش میں زندہ نہ ہوتا اور آپ پر جان نثار کرتا...."

اس کے بعد امام حسینؑ نے سید سجادؑ کو الوداع کیا، انہیں آغوش میں لیا اور گردن میں بانہیں حمائل کردیں، شدید گریہ کیا اور خدا حافظ کہا۔(۱)

اپنے فرزند سید سجادؑ سے امام حسینؑ کی رخصت کا واقعہ ایک دوسری روایت میں یوں ہے۔

دمعۃ الساکبہ سے منقول ہے کہ جس وقت امام حسین یکہ وتنہا رہ گئے آپ اپنے بھائیوں کے خیموں میں تشریف لے گئے ،انہیں خالی دیکھ کر فرزندان عقیل کے خیموں میں گئے، انہیں بھی خالی دیکھ کر اپنے اصحاب کے خیموں کی طرف متوجہ ہوئے انہیں بھی خالی دیکھ کر بار بار فرماتے:

”لا حول و لا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم“

اس کے بعد اہل حرم کے خیموں میں گئے پھر سید سجادؑ کے خیمے میں داخل ہوئے ،آپ پر بیماری کا شدید اثر تھا اور چمڑے کے فرش پر سوئے ہوئے تھے اور جناب زینبؑ تیمارداری کر رہی تھیں۔

جس وقت سید سجادؑ کی نظر امام حسینؑ پر پڑی تو اٹھنا چاہا لیکن طاقت جواب دے گئی ،آپ نے پھوپھی زینب سے فرمایا: مجھے اپنے سینے کا سہارا دیجئے تا کہ بیٹھ جاؤں، جناب زینب پشت سید سجادؑ بیٹھ گئیں اور اپنے سینے کا سہارا دیا، امامؑ نے سید سجادؑ سے احوال پوچھا؛ سید سجادؑ نے جواب دیا: خدا کا شکر ہے۔اس کے بعد سید سجادؑ نے پوچھا:

”بابا جان۔ان منافقین سے آپ کی بات کہاں تک پہونچی؟“

امام حسینؑ نے فرمایا: شیطان ان لوگوں پر مسلط ہے، یاد خدا دل سے نکال دی ہے، ہمارے اور ان کے درمیان ایسی شدید جنگ ہوئی کہ دونوں کا خون تمام زمین پر بہہ گیا۔

سید سجادؑ نے پوچھا: بابا جان چچا عباس کیا ہوئے؟

زینبؑ یہ سوال سنکر تڑپ گئیں، آنسوؤں بھری آنکھوں سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا کہ کیا جواب دیتے ہیں، کیونکہ آپ نے ابھی تک شہادت عباسؑ کی خبر سید سجادؑ کو نہیں دی تھی کہ کہیں بیماری اور شدید نہ ہوجائے۔

امامؑ نے فرمایا: بیٹا! تمہارے چچا دریا کے کنارے شہید ہو گئے دشمنوں نے ان کے دونوں ہاتھ کاٹ ڈالے۔

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۲۱

سید سجادؑ اس قدر روئے کہ بیہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو ایک ایک چچا کے بارے میں سوال کیا، امامؑ نے سب کا جواب دیا، یہاں تک کہ سوال کیا:

"این اخی علی و حبیب بن مظاهر و مسلم بن عوسجه و زهیر بن القین"

(بھیا علی اکبر کہاں ہیں۔ حبیب بن مظاہر، مسلم بن عوسجہ اور زہر قین کہاں ہیں؟)

امام حسینؑ نے فرمایا:

"یا بُنیّ اعلم انّه لیس فی الخیام رجل الّا انا و انت ..." (بیٹا سمجھ لو کہ خیمے میں اب میرے اور تمہارے سوا کوئی بھی نہیں)

امام سجادؑ بہت زیادہ روئے، پھوپھی زینب سے فرمایا: مجھے تلوار اور عصا دیجئے۔

امام حسینؑ نے فرمایا: تلوار اور عصا کیوں مانگ رہے ہو؟

عرض کی: عصا اس لئے مانگ رہا ہوں کہ اس کا سہارا لوں اور تلوار اس لئے کہ فرزند رسول کے حریم کا دفاع کروں، کیونکہ ان کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔

امام حسینؑ نے انہیں اس کام سے روک دیا اور سینے سے بھینچ کر فرمایا: بیٹا تم میری پاکیزہ و بہترین ذریت و عترت ہو، میرے جانشین ہو، تم میری عورتوں بچوں، غریبوں اور یتیموں کے سرپرست ہو۔ یہ دشمنوں کے مصائب و شماتت برداشت کر رہے ہیں تم ان کی سرپرستی کرو ان کی دلجوئی کرو۔ ان کا کوئی نگہبان تمہارے بعد نہیں۔ ان کے اوپر مہربانی کرو، اس کے بعد آواز دی: اے زینب! اے ام کلثوم اے سکینہ، اے رقیہ، اے فاطمہ! میری بات سنو اور سمجھ لو کہ یہ (اشارہ امام سجادؑ کی طرف تھا) میرے جانشین ہیں۔

"وهو امام مفترض الطاعة" (یہ امام ہیں۔ ان کی اطاعت تم پر واجب ہے)

اس کے بعد فرمایا: بیٹا۔ میرے شیعوں کو میرا اسلام پہونچا دینا اور ان سے کہنا کہ میرے باپ عالم غربت میں قتل ہوئے، ان کے لئے نالہ و فریاد کرو، وہ شہید ہوئے ان پر گریہ وزاری کرو۔

"یا ولدی بلّغ شیعتی عنّی السلام فقل لهم انّ ابی مات غریباً فاندبوه و

مضی شهیداً فابکوه "(۱)

۳۔ امامؑ کی آخری رخصت کے مصائب

کہا جا سکتا ہے کہ یہ رخصت سخت ترین مصیبت تھی جو عاشور کے دن اہلبیت پر گذری، انتہائی دلخراش اور جگر سوز مصیبت۔

نقل ہے کہ مرزا یحییٰ ابہری ایک مقدس عالم تھے۔ ان کا بیان ہے کہ میں روضۂ امام حسینؑ کی زیارت کو عرفہ کے دن پہونچا، عید الضحیٰ کی شب میں حرم کی زیارت کر کے واپس اپنی قیامگاہ پر سو گیا، خواب میں دیکھا کہ کوئی اعلان کر رہا ہے کہ ملا محمد باقر مجلسیؒ (علامہ مجلسی) صحن میں درس فرما رہے ہیں، میں نے پوچھا: کس جگہ؟ اس شخص نے جگہ کی طرف اشارہ کیا، میں وہاں پہونچا تو دیکھا کہ ایک وسیع مسجد ہے، جہاں لگ بھگ پانچ سو علماء جمع ہیں، علامہ مجلسی بالائے منبر درس فرما رہے ہیں، درس ختم ہوا تو ذرا دیر موعظہ فرمایا۔ موعظہ ختم کر کے مصائب حسینؑ بیان کرنا چاہا کہ اسی وقت ایک شخص حجرے سے نکل کر مجلس میں آیا اور کہا: حضرت فاطمہ زہراؑ فرماتی ہیں:

" اذکر المصائب المشتملة علی وداعٍ ولدی الشهید " (میرے فرزند حسینؑ کی وہ مصیبت بیان کرو جو رخصت سے متعلق ہے)

علامہ مجلسی نے وہی مصیبت بیان کی، مجمع کے تمام لوگوں نے ایسا گریہ کیا کہ تمام عمر میں نے ایسا پر شکوہ گریہ نہیں دیکھا تھا۔ (۲) اب ہم رخصت کے مصائب شروع کر رہے ہیں۔

امام حسینؑ نے قتل گاہ کی طرف دیکھا کہ تمام ۷۲ اصحاب اپنے خون میں نہائے ہوئے ہیں، اٹھارہ اہلبیت کے افراد شہید ہو کر زمین پر پڑے ہیں، آپ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ دشمنوں سے جنگ کریں اس وقت آپ نے آواز دی۔

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۲

۲۔ معالی السبطین ج ۲ ص ۲۵۔ تذکرۃ الشہداء، ص ۳۰۷

"یا سکینة ،یا فاطمة ! یا زینب و یا ام کلثوم علیکنّ منی السلام فھذا آخر الاجتماع و قد قرب منکنّ الافتجاع "

(اے سکینہ، اے فاطمہ، اے زینب اور اے ام کلثوم تم سب پر میرا سلام اب یہ تم سے آخری دیدار ہے اور اندوہ جانکاہ تم سے قریب ہے۔)

امام پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ زینب نے پوچھا: خدا آپ کی آنکھوں کو نہ رلائے، کیوں رو رہے ہیں؟ امامؑ نے فرمایا:

"کیف لا ابکی و عمّا قلیل تساقون بین العدیٰ "

(میں کیسے نہ روؤں جبکہ تمہیں جلد ہی اسیروں کی طرح کھینچا جائے گا، میں اپنے اوپر نہیں بلکہ تم لوگوں کے حال پر رو رہا ہوں۔)

اہل حرم نے یہ سنتے ہی آواز گریہ بلند کی۔

"الوداع الوداع ،الفراق الفراق "(اب جدائی کا وقت آ گیا۔)

۴۔ امام حسینؑ سکینہ سے رخصت ہوئے

اس ہنگام میں سکینہ باپ کے پاس آئیں اور کہا:

"یا ابتاہ استسلمت للموت فالیٰ من اتکل " (باباجان! کیا آپ موت کے لئے تیار ہو چکے ہیں، آپ کے بعد ہم کس کی پناہ لیں گے؟)

امام حسینؑ نے ان سے فرمایا: "اے میری نور چشم! جس کے تمام اصحاب و انصار ختم ہو چکے ہیں وہ کیسے نہ موت کے لئے آمادہ ہو، لیکن یہ سمجھ لو کہ دنیا و آخرت میں خدا کی مدد کبھی جدا نہ ہو گی، میری بیٹی! قضائے الٰہی پر صبر کرو اور شکایت نہ کرو، دنیا آنی و جانی ہے لیکن آخرت ہمیشہ رہنے والا گھر ہے۔

سکینہ نے کہا: "ہمیں جد نامدار کے شہر (مدینہ) پہونچا دیجئے۔

امامؑ نے فرمایا:

"لو ترک القطا لغفا و نام "(اگر پرندۂ قطا کو چھوڑ دیا جائے تو اپنی جگہ پر آرام کرنے لگے)

سکینہ رونے لگیں تو امامؑ نے سینے سے چمٹا لیا اور آنسو بہانے لگے، سکینہ کے آنسو پونچھتے ہوئے یہ اشعار پڑھے۔

سیطول بعدی یا سکینة فاعلمی ... منک البکاء اذا الحمام دهانی

لا تحرقی قلبی بدمعک حسرةً ... مادام منّی الرّوح فی جثمانی

فاذا قتلت فانت اولیٰ بالّذی ... تأتینه یا خیرة النسوان

(ہماری سکینہ سمجھ لو کہ عنقریب میرے بعد تمہیں بہت رونا ہوگا اب تم اس وقت گریہ کر کے مجھے اندوہ میں مبتلا نہ کرو جب تک میری روح جسم میں ہے آنسو بہا کے میرا دل نہ جلاؤ جب میں قتل کر دیا جاؤں تو تم تمام سب سے زیادہ مجھ سے قریب رہوگی، تمام عورتوں میں سب سے پہلے تم ہی میرے پاس پہونچوگی، اے خواتین اہل حرم میں سب سے بہتر!)(۱)

۵۔ پیاسی بچی امامؑ کے پیچھے پیچھے

ہلال بن نافع کہتا ہے: میں دونوں لشکر کی صفوں کے درمیان بیٹھا تھا، میں نے دیکھا کہ ایک بچی امامؑ کے خیمے سے باہر آئی، امامؑ میدان کی طرف جا رہے تھے، وہ بچی لرزتے کانپتے قدموں سے امام تک پہونچ گئی، امامؑ کا دامن تھام کر کہا:

"یا ابه! انظر الیّ فانّی عطشان" (بابا جان! ذرا میری طرف دیکھئے میں پیاسی ہوں)

یہ جگر سوز مطالبہ اس بچی کی میٹھی زبان سے امامؑ کے زخموں پر نمک بن گیا، امامؑ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، فرمایا:

"بُنیّة الله یسقیک فانه وکیلی" (بیٹی! خدا تجھے سیراب کرے گا کہ وہی میرا سہارا ہے)

ہلال کا بیان ہے کہ میں نے پوچھا: بیٹی کس کی ہے، اسے امام حسینؑ سے کیا تعلق ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ یہ امام حسینؑ کی تین سالہ بچی رقیہ ہے۔(۲)

۱۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۱۸۴۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۵

۲۔ انوار الشہادۃ مطابق نقل الوقائع والحوادث، ج ۳، ص ۱۹۲

۶۔ جناب زینبؑ سے وداع

حضرت امام حسینؑ نے تمام اہل حرم کو تسلی دی، انہیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا:

خداوند عالم تم لوگوں کو دشمنوں کے چنگل سے نجات دے اور تمہارا انجام بخیر کرے، تمہارے دشمنوں کو مختلف عذاب میں مبتلا کریگا، تم پر جو کچھ مصائب ڈھائے جا رہے ہیں اسکے عوض میں خداوند عالم تمہیں اس سے کہیں زیادہ نعمتیں کرامت فرمائے گا۔ اپنی زبان سے ایسی بات نہ نکالنا کہ تمہاری عظمت کو گھٹا دے.....زینب رو رہی تھیں۔ امامؑ نے فرمایا: صبر کرواے دختر مرتضیٰ۔ تمہارے رونے کا وقت طولانی ہے۔

جیسے ہی آپ میدان کی طرف چلنے لگے، خیمے سے باہر آئے کہ زینب نے امامؑ کا دامن تھام لیا، آواز دی:

"مهلاً یا اخی ، توقّف حتیٰ اتزوّد منک و اودعک وداع مفارقٍ لا تلاقی بعده "

(ذرا ٹھہرو بھیا! اتنی دیر ٹھہر جاؤ کہ تمہیں جی بھر کے دیکھ لوں تمہیں وداع کرلوں، ایسا وداع جس کی جدائی کے بعد کبھی ملاقات نہ ہوگی۔)

"فمهلاً اخی قبل المماۃ هنیئةً لتبرد منّی لوعة غلیل "

(بھیا! ذرا مرنے سے پہلے ٹھہر تو جاؤ۔ ذرا دیر میرے سامنے رہو۔ تا کہ تمہارے دیدار سے جگر کی جلن اور قلب کی پریشانی ٹھنڈی ہو۔)(۱)

حضرت زینبؑ بھائی کو چھوڑنے پر آمادہ نہ تھیں، اچانک بھائی کے پیروں پر گر پڑیں، ہاتھ پیروں کا بوسہ دینے لگیں، تمام اہل حرم نے امامؑ کو گھیر لیا اور دست و پا کا بوسہ دینے لگیں، چیخیں مار مار کر رونے لگیں، امامؑ انہیں تسلی دینے لگے اور سب کو خیمے میں واپس کیا، اس کے بعد بہن کو اکیلے طلب کیا، انہیں تسلی دی۔

"و امرّ یده علیٰ صدرها سکنها من الجزع " (آخر کار امامؑ نے زینب کے سینے پر ہاتھ رکھا، اسی وقت زینبؑ کا دل سکون پایا۔)

امامؑ نے ان سے فرمایا: جو لوگ صبر کرتے ہیں خدا سے بڑا اجر پاتے ہیں صبر کروتا کہ خدا سے اجر پاؤ...)

۱۔ معالی السبطین، ج۱، ص۲۶

یہ سنتے ہی زینب خوش ہوگئیں اور اظہار خوشی فرمایا۔ پھر عرض کی: "یا بن امّی طب نفساً و قرّ عیناً فانک تجدنی کما تحبّ و ترضیٰ" (اے ماں جائے! تمہارا دل شاد ہو، آنکھیں ٹھنڈی ہوں، کیونکہ اب تم جیسا چاہتے ہو مجھے ویسا ہی پاؤ گے۔)

وصیت فاطمہؑ کی یاد

بعض نے نقل کیا ہے کہ جب امام حسینؑ خیمہ سے چند قدم دور گئے، حضرت زینبؑ نے خیمے سے باہر آ کر آواز دی۔

"بھیا: ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ اماں کی وصیت پر عمل کرلوں"۔

امامؑ ٹھہر گئے۔ فرمایا: کیا وصیت ہے؟

زینبؑ نے عرض کی: اماں نے مجھے وصیت کی تھی کہ جس وقت میرا نور چشم حسین دشمنوں سے جنگ کے لئے میدان جائے تو میرے بدلے اس کے گلے کا بوسہ لے لینا، زینبؑ نے امامؑ کے گلے کا بوسہ لیا اور خیمہ میں واپس چلی گئیں۔ (۱)

امامؑ چند قدم چلے تھے ناگاہ ایک کمزور آواز عقب سے سنی، بابا جان ذرا ٹھہریئے مجھے ایک حاجت ہے۔ امامؑ نے پلٹ کر دیکھا کہ سکینہ تیزی سے چلی آرہی ہے، گھوڑے کی عنان کھینچی اور ٹھہر گئے، سکینہ نے رکاب تھام کر کہا: میری حاجت ہے کہ گھوڑے سے اتریئے اور مجھے اپنی گود میں لے لیجئے، میرے اوپر یتیموں کی طرح نوازش فرمایئے۔

امامؑ اترے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ سکینہ کو اپنی گود میں لیا سر پر ہاتھ پھیرنے لگے، آنکھوں سے آنسو پونچھنے لگے، اسے تسلی و دلاسہ دیا اور خیمہ میں پہونچایا۔ (۲)

۱۔ تذکرۃ الشہداء، ص ۳۱۱

۲۔ تذکرۃ الشہداء

۷۔ ہنگام وداع جگر سوز حادثہ

جس وقت امام حسینؑ اہل حرم سے رخصت ہو رہے تھے سکینہ اور تمام اہل حرم کو تسلی دے رہے تھے، عمر سعد نے اپنے سپاہیوں کو آواز دی:

''تم پر تف ہے۔ حسین رخصت ہو رہے ہیں اسی وقت ان پر چاروں طرف سے حملہ کر۔ اگر وہ رخصت سے فرصت پا گئے تو خدا کی قسم تمہیں دائیں بائیں حملہ کر کے تباہ کر دیں گے''۔

فوج شام نے آپ پر حملہ کر دیا، امامؑ پر تیروں کی بارش کرنے لگے، بہت سے تیر آ کر خیموں کی طنابوں پر لگے۔ بعض تیر خواتین کو بھی لگے کہ ان کے لباس پھٹ گئے، خواتین گھبرا کر خیموں میں چلی گئیں، امامؑ کو دیکھنے لگیں کہ آپ کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے دیکھا کہ آپ نے غصے میں دشمنوں پر شیرانہ حملہ کیا، جو بھی قریب تھا اسے ہلاک کیا، جتنے تیر آتے تھے آپ انہیں اپنے گلے اور سینے پر لیتے تھے، اس کے بعد اپنے مرکز پر واپس آئے، آپ بار بار فرماتے تھے ''لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ''(۱)

دوسری بات یہ کہ جس وقت رخصت ہونا چاہتے تھے ہر طرف سے اہل حرم اور بچوں نے آپ کو گھیر لیا آپ کا دامن تھامنے لگے۔

''فنادیٰ احبسیھنّ یا زینب!'' (آپ نے آواز دی۔ اے زینب انہیں سنبھالو)

۸۔ امام حسینؑ کی روحانی طاقت

اگر چہ دلخراش حادثے امامؑ کو رونے پر مجبور کر رہے تھے، کبھی کبھی تو آپ بلند آواز سے رونے لگے تھے لیکن آپ کا گریہ جذباتی اور دشمنوں سے نفرت پر مبنی تھا، وہ ذلت آمیز نہیں تھا، امامؑ کی روحانی طاقت ہمیشہ ہی توانا رہی، دشمنوں سے آپ کی باتیں، ان پر شدید حملے، آخری سانسوں تک خود سپردگی کا مظاہرہ نہ کرنا۔ یہ تمام باتیں اس بات کی دلیل تھیں کہ آپ کی شجاعت بے نظیر تھی۔ نمونے کے طور پر۔

۱۔ مقتل المقرم، ص ۳۲۸

بیاں اپنا

راہ حق پر چلنے والے جانتے ہیں کہ نماز عشق کا وضو خون سے ہوتا ہے اور سب سے سچی گواہی خون کی گواہی ہے، تاریخ کے حافظے سے بڑے بڑے شہنشاہوں کا جاہ وجلال، شوکت وحشمت سب کچھ مٹ جاتا ہے لیکن شہید کے خون کی تابندگی کبھی ماند نہیں پڑتی، بلکہ کبھی کبھی تو جب صدیاں کروٹیں لیتی ہیں اور تاریخ کسی نازک موڑ پر پہونچتی ہے تو خون کی سچائی پھر آواز دیتی ہے اور اس کی چمک میں پھر معنویت پیدا ہو جاتی ہے۔

یہ سچ ہے کہ جب ایک اجتماعی ڈھانچہ مزید تحرک اور مقاومت کے لئے خون چڑھائے جانے کی ضرورت محسوس کرتا ہے، یہ شہید ہی ہے جو ایسے موقع پر پژمردہ پیکر میں اپنا خون داخل کر کے معاشرہ کو بڑی تیزی کے ساتھ متحرک بنا دیتا ہے۔ اور یہی قوت وحرکت دوسروں پر غلبہ وبرتری اور عزت وعظمت کا سبب بنتی ہے، یہی وہ مقام ہے جہاں پہونچ کر یہ مقدس خون تلوار پر کامیابی حاصل کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ لفظ شہید اسلامی مفاہیم میں ایک خاص قسم کے تقدس کا حامل ہے جس کا اسلام قائل ہے۔

چنانچہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے لفظ شہید کے اردگرد ''نور'' کا ایک ہالہ قائم ہے۔

ہر وہ شخص جو موت سے ہم آغوش ہونے کے لئے راہ شہادت کا انتخاب کرے یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے لئے بہترین راہ انتخاب کی ہے۔ بالکل ویسے ہی جیسے ''اچھی زندگی'' خود ایک قابل مدح وستائش ہنر ہے، اچھی موت بھی قابل توصیف وتمجید فن ہے اور بنیادی طور پر وہی اچھی موت مر سکتا ہے جس نے اچھی زندگی کی ہو۔ حضرت علیؑ نے بہترین موت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''ان اکرم الموت القتل'' (نہج البلاغہ خطبہ/۱۲۲)

''بہترین موت راہ خدا میں قتل ہونا ہے''۔

ائمہ طاہرینؑ کی حیات طیبہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ بات نصف النہار کی طرح روشن ہو جاتی ہے کہ آپ حضرات نے اپنے دور کے سخت ترین اور کربناک حالات وماحول میں اچھی زندگی اور اچھی موت کے

۱۔آپ نے صبح عاشور بعد نماز صبح اصحاب سے بعد حمد وثنائے الٰہی فرمایا:

" انّ اللّٰه سبحانه و تعالیٰ قد اذن فی قتلکم و قتلی فی هذا الیوم فعلیکم بالصبر والقتال " (خداوندعالم نے آج تمہارے اور میرے قتل کی رضا دیدی ہے، اب تمہیں صبر کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور جہاد میں استقامت دکھانی چاہئے)

۲۔جس وقت امامؑ اور آپ کے اصحاب پر مصائب کی سختیاں بڑھنے لگیں دشمنوں کا محاصرہ تنگ سے تنگ تر ہونے لگا، امامؑ اور آپ کے انصار پر سکون اور تحمل کی ایسی بارش ہونے لگی کہ لحمہ بہ لحمہ چہرہ درخشاں ہوتا جاتا تھا، ان کے اعضاء قوی تر ہوتے جاتے تھے، لیکن کچھ ایسے بھی تھے جن کے رنگ اڑ رہے تھے اور جسم میں لرزہ تھا۔

وہ اصحاب جن کے رنگ اڑے ہوئے تھے آپس میں کہنے لگے، ذرا امام حسینؑ کی طرف دیکھو کہ آپ کے چہرے سے جھلک رہا ہے کہ آپ کو کسی قسم کا خوف نہیں امام حسینؑ نے فرمایا:

"صبراً بنی الکرام ...."

"اے فرزندان شرف وکرامت! صبر وتحمل کا مظاہرہ کرو موت تو بس ایک پل کی طرح ہے، جس میں انسان سختیاں اور مصائب برداشت کر کے ابدی بہشت کی طرف خراماں خراماں جائیگا، تم میں کون نہیں چاہے گا کہ قید سے نکل کر قصر میں جائے لیکن تمہارے دشمنوں کے لئے موت ایسی ہے کہ جیسے کوئی قصر سے نکل کر قید میں جائے، کیونکہ میرے باپ نے رسول خداؐ کی حدیث بیان کی ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

ہاں! موت وہی پل ہے جو مومن کو قصر میں اور کافر کو قید خانے کی طرف پار کراتی ہے، نہ میں جھوٹ کہتا ہوں نہ میرے بابا نے کبھی جھوٹ بولا۔(۱)

۳۔حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جس وقت دشمنوں نے سخت حملہ کیا میں نے امام حسینؑ کو دیکھا کہ

" فواللّٰه ما رأیت مکثوراً قطّ قد قتل ولده و اهل بیته و اصحابه ، اربط جاشاً ولا امضیٰ جنانا منه ..."

۱۔اثبات الوصیۃ مسعودی، ص ۱۳۹

خدا کی قسم میں نے کسی ایسے شکستہ شخص کو نہیں دیکھا جس کے خاندان کے لوگ قتل کیے جا چکے ہوں اصحاب واہلبیتؑ موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہوں۔ لیکن حسینؑ سے زیادہ قوی دل ہو، جس وقت پیادے آپ پر حملہ کرتے آپ تلوار سے ان کا جواب دیتے۔ انہیں دائیں بائیں سے ہنکاتے دشمنوں کی فوج آپ سے اس طرح بھاگتی تھی جیسے بھیڑوں کا گلہ شیر سے بھاگتا ہے۔(۱)

۴۔ دشمن کا ایک سپاہی ہلال بن نافع کہتا ہے: جس وقت امامؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے آپ کی شہادت کا آخری وقت تھا۔

"فو اللّٰہ ما رأیت قتیلاً..."

خدا کی قسم میں نے کسی ایسے مقتول کو نہیں دیکھا جو اپنے خون میں نہایا ہوا ہو، جو آپ سے زیادہ حسین اور درخشاں ہو، آپ کی نورانیت اور درخشندگی نے مجھے ایسا جذب کیا کہ میں آپ کو قتل نہ کر سکا۔(۲)

۵۔ زیارت قائمیہ میں امام حسینؑ سے خطاب ہے:

"فلمّا رأوک ثابت الجأش ...."

جس وقت کہ دشمنوں نے آپ کو دیکھا کہ آپ قوی دل ہیں، توانا ہیں، بے خوف اور جری ہیں تو آپ سے مکاری کرنے لگے اور حیلے ڈھونڈنے لگے کس طرح آپ کو دھوکے سے قتل کریں۔)(۳)

۶۔ امامؑ کے حملے کے سلسلے میں وارد ہوا ہے کہ دشمن تیس ہزار تھے۔

"فینهزمون من بین یدیه کانّهم الجراد المنتشر"

امامؑ سے دشمنوں کی فوج یوں بھاگ رہی تھی جس طرح ٹڈیوں کی فوج بھاگتی ہے۔

امامؑ اپنی جگہ واپس آ کر فرماتے: "لا حول و لا قوة الّا باللّٰه العلی العظیم"(۴)

۱۔ ترجمہ ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۱۶۔ لھوف ص ۱۱۹

۲۔ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۱۰، ارشاد شیخ، ج ۲، ص ۱۱۶، مفید، لہوف، ص ۱۱۹

۳۔ تذکرۃ الشہداء، ص ۳۲۷

۴۔ اعیان الشیعہ، ج ۱، ص ۶۰۹۔ نفس المہموم ۱۸۸

۹۔امام حسینؑ کا اتمام حجت

امامؑ نے عاشور کے دن دشمنوں کے سامنے آ کر تلوار سے ٹیک لگائی اور بلند آواز سے فرمایا:

"انشد کم الله هل تعرفوننی

میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں، کیا مجھے پہچانتے ہو؟

فوج نے کہا: ہاں آپ فرزند رسولؐ ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: کیا جانتے ہو کہ میرے باب علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

سپاہیوں نے کہا: ہاں

امامؑ نے پوچھا: تمہیں خدا کی قسم۔ کیا جانتے ہو کہ اولین مسلمان خاتون جناب خدیجہ میری نانی ہیں۔

سپاہیوں نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم۔ کیا جانتے ہو کہ جعفر جو بہشت میں پرواز کرتے ہیں وہ میرے چچا ہیں؟

سپاہیوں نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم کیا جانتے ہو کہ یہ تلوار جو میری کمر میں ہے یہ رسول خداؐ کی تلوار ہے؟

دشمنوں نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم۔ کیا جانتے ہو کہ میرے سر پر جو عمامہ ہے یہ رسول خداؐ کا عمامہ ہے؟

سپاہیوں نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: تمہیں خدا کی قسم۔ کیا جانتے ہو کہ میرے بابا سب سے پہلے اسلام لائے، وہ سب سے زیادہ عالم، سب سے زیادہ صابر اور تمام مرد و عورت کے مولا تھے۔

دشمنوں نے کہا: ہاں ہم جانتے ہیں۔

امامؑ نے پوچھا: "فبم تستحلّون دمی ....."

پھر تم میرا خون کیوں بہار ہے ہو جبکہ کل قیامت میں حوض کوثر میرے بابا کے اختیار میں ہوگا، وہ ایک گروہ کو اس طرح وہاں ہنکار ہے ہوں گے جس طرح پیاسے اونٹ کو پانی سے روکا جاتا ہے۔ قیامت میں پرچم

لشکر انہیں کے ہاتھ میں ہوگا۔

دشمنوں نے کہا:

"قد علمنا ذلک کلّه ..."

ہم سب جانتے ہیں، لیکن تمہیں ہرگز نہ چھوڑیں گے جب تک کہ تم پیاس کے مارے موت کا پیالہ نہ پی لو۔(۱)

دوسری روایت ہے کہ امام حسینؑ نے دشمنوں کی فوج سے فرمایا:

اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ دنیا سرائے فانی ہے، وہ دنیا والوں کو ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتی رہتی ہے، اے لوگو! تم قوانین اسلام جانتے ہو، قرآن پڑھتے ہو، جانتے ہو کہ رسول خداؐ تمہارا حساب لیں گے، اس کے باوجود تم فرزند رسول کو قتل کرنے پر آمادہ ہو۔

"معاشر الناس ! اما ترون الیٰ ماء الفرات ...."

اے گروہ مردم! کیا نہیں دیکھتے کہ فرات کا پانی کس طرح موجیں مار رہا ہے جیسے سانپ کا پیٹ ہو، اس سے یہودی و عیسائی سیراب ہو رہے ہیں، کتے اور سور پی رہے ہیں اور آل رسول پیاسے مر رہے ہیں۔(۲)

۱۰۔ ایک نظر امامؑ کے عرصۂ جنگ پر

امام حسینؑ یکہ و تنہا میدان میں آئے اور دشمنوں کو جنگ کی دعوت دی جو بھی میدان میں آتا آپ کے ہاتھوں ہلاک ہوتا، اسی طرح آپ نے دشمن کے بہت سے بہادروں کو قتل کیا، پھر آپ نے دائیں جانب حملہ کرتے ہوئے رجز پڑھا:

القتل اولیٰ من رکوب العار والعار اولیٰ من دخول النّار

واللّٰه من هٰذا و هٰذا جاری

قتل ہونا ذلت کی سواری سے بہتر ہے اور ذلت بہتر ہے جہنم میں داخل ہونے سے۔ اور ہر حال میں خدا کی پناہ میرے ساتھ ہے (میں اس کی پناہ اور عزت کے ہوتے تمہاری پناہ میں اپنے کو نہ دوں گا)

۱۔ ناسخ التواریخ، لہوف، ص ۸۶، ۸۷

۲۔ نجم الشہادۃ، ص ۱۸۹

انا الحسین بن علیٍ — الیت ان لا انثنی

احمی عیالات ابی — امضی علیٰ دین النبی

میں حسین ہوں، علی کا فرزند۔ خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ ظالموں کے آگے سر نہ جھکاؤں گا، میں اپنے بابا کے عیال کی حمایت کروں گا اور دین رسولؐ پر قائم رہوں گا۔ (۱)

حالانکہ اس وقت امام حسینؑ پر ہر چہار طرف سے مصائب کی یورش تھی جیسے:

۱۔ شدید اور جان لیوا پیاس کا ۲۔ گرم ہوا کا

۳۔ عزیزوں کے المناک داغ ۴۔ سنگدل دشمنی

۵۔ بعد میں اہل حرم قیدی بنائے جائیں گے۔ ۶۔ تنہائی اور غربت....

اس کے باوجود امام حسینؑ نے اس طرح شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ تمام شجاعان عالم کو آپ کے سامنے سر نیاز جھکانا چاہئے۔

۱۱۔ امام حسینؑ فرات کے کنارے

امام حسینؑ نے اشقیاء سے سخت جنگ کی، آپ پر پیاس کا شدید غلبہ تھا، آپ نے فرات کی طرف جانے کا ارادہ کیا، گھوڑے پر سوار ہوئے اور قلب لشکر پر جہاں چار ہزار سپاہی پہرہ دے رہے تھے اور ان کا سردار عمرو بن الحجاج تھا، حملہ کیا۔ لشکر کو دونوں طرف پراگندہ کر دیا اور خود آب فرات میں داخل ہو گئے، امامؑ نے اپنے گھوڑے کی طرف رخ کیا اور فرمایا:

"انت عطشان و انا عطشان ،فلا اشرب حتّیٰ تشرب "

(تو بھی پیاسہ ہے، میں بھی پیاسہ ہوں، میں اس وقت تک پانی نہیں پیوں گا جب تک تو نہ پی لے گا۔

گھوڑے نے گویا احساس کیا اور اپنا منہ بلند کر لیا (گویا آپ سے پہلے پانی نہیں پیوں گا) جس وقت آپ نے اپنے چلو میں پانی لیا، ایک دشمن نے آواز دی: "یا ابا عبد اللّٰہ تتلذّذ بالماء و قد ھتکت حرمک "

۱۔ اعیان الشیعہ، ج ۱ ص ۶۰۹

(اے حسین آپ پانی پی رہے ہیں اور فوجیوں نے آپ کے خیموں کا رخ کیا ہے، وہ خیمے جلا رہے ہیں)۔

امامؑ کی غیرت جوش میں آئی، پانی پھینک دیا اور تیزی سے خیمے کی طرف واپس ہوئے، معلوم ہوا کہ کسی نے بھی خیمے پر حملہ نہیں کیا ہے، دشمن کا مطلب تھا کہ اس حیلے سے امامؑ کو پانی پینے سے روکے۔(۱)

اس روایت پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے لیکن اس وقت کے شرائط و خصائص، نیز اوضاع عاشورا کی روشنی میں بعید نہیں کہ یہ صحیح ہو۔(۲)

۱۲۔ اکیلے اکیلے جنگ

بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ نے عمر سعد کے سامنے تین باتیں رکھیں، یہ گویا ایک طرح کا اتمام حجت بھی تھا۔

۱۔ مجھے اور میرے اہلبیت کو چھوڑ دو کہ میں اپنے جد کے مدینے واپس ہو جاؤں۔

۲۔ ''**اسقنی شربةً من الماء لقدنشفت کبدی من الظماء**'' (مجھے ایک گھونٹ پانی پلا دو کہ شدت تشنگی سے کلیجہ بھن رہا ہے)

۳۔ اگر میری یہ دونوں باتیں قابل قبول نہ ہوں تو جس طرح میں اکیلا ہوں، تم میں سے بھی ایک ایک میرے مقابلے کے لئے آئے۔

عمر سعد نے جواب دیا کہ تمہارا مدینہ جانا اور پانی پینا تو کسی طرح ممکن نہیں لیکن تمہاری تیسری بات شریفانہ ہے اسے قبول کیا جاسکتا ہے۔

عمر سعد کے حکم سے فوج کے چند بہادر شجاع افراد میدان میں آئے، امامؑ نے ان سے اکیلے اکیلے جنگ کی، لیکن سبھی امامؑ کی ہلاکت آفریں تلوار سے زمین پر ڈھیر ہو گئے، عمر سعد سمجھ گیا کہ اکیلے اکیلے امامؑ سے جنگ ناممکن ہے فوج کا ایک سپاہی بھی باقی نہ رہے گا، اس لئے اس نے معاہدہ توڑ دیا اور اجتماعی حملے کا حکم دیدیا۔(۳)

۱۔ الخصائص الحسینیہ، ص ۴۶۔ مناقب ج ۴، ص ۵۸، نفس المہموم، ص ۱۹۰، بحار الانوار، ۴۵، ص ۵۱

۲۔ منتخب طریحی۔ اسرار الشہادۃ نقل از الوقائع الحوادث، ج ۳، ص ۱۴۶، ۱۴۷

۳۔ حاشیہ مقتل المقرّم ص ۳۳۶

آپ پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا گیا، امامؑ نے اس طرح انہیں زد پر لیا کہ وہ چونٹیوں کی طرح بھاگنے لگے۔

مسعودی نے اثباۃ الوصیۃ میں لکھا ہے کہ امام حسینؑ نے اس طرح جنگ کی کہ بروایتے ایک ہزار آٹھ سو دشمن کے سپاہیوں کو قتل کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ زخمیوں کے علاوہ ایک ہزار نو سو پچاس افراد کو تہ تیغ کیا۔

عمر سعد اپنے فوجیوں سے چلانے لگا، تم پر تف ہے، کیا تم جانتے نہیں کہ کس سے جنگ کر رہے ہو، یہ انزع البطین (جس کے سر کے آگے کے بال نہ ہوں اور جس کا پیٹ علم سے بھرا ہو) اور قاتل عرب کا فرزند ہے، اے سپاہیو! چاروں طرف سے حملہ کرو، یہ سنتے ہی چار ہزار تیر اندازوں نے امامؑ کی طرف تیروں کی بارش کر دی۔(۱)

آپ اسی طرح جنگ کرتے رہے اور اشقیاء سے پانی طلب کرتے رہے لیکن کوئی آپ کا جواب نہیں دیتا تھا۔ آپ کے جسم پر اس قدر تیر پیوست تھے کہ بیان کیا جاتا ہے کہ "حتیٰ صار کالقنفذ" (آپ مانند ساہی یا خار پشت کی طرح ہو گئے تھے)(۲)

امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام حسینؑ کے جسم پر تین سو بیس سے زیادہ زخم تھے اور وہ سبھی آپ کے آگے کی طرف تھے کیونکہ آپ نے کبھی دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔(۳)

شمر کچھ لوگوں کے ساتھ آیا اور آپ کے اور خیمے کے درمیان محاذ قائم کر دیا، اس طرح کہ وہ سبھی خیمے کے نزدیک ہو گئے۔ امامؑ نے آواز فریاد بلند کی:

"ویلکم یا شیعۃ آل ابی سفیان ...."

(تف ہے تم پر اے سفیانی گروہ والو! اگر تمہارے پاس دین نہیں اور تمہیں قیامت کا ڈر نہیں تو کم سے کم دنیا میں آزاد مرد کی طرح رہو)

شمر چلایا: اے فرزند فاطمہ کیا کہہ رہے ہو؟

۱۔ نفس المہموم، ص ۱۰۹

۲۔ امالی صدوق مجلس، ۳۱

۳۔ امالی صدوق مجلس ۳۱

امامؑ نے فرمایا: میں کہتا ہوں کہ میں تم سے جنگ کر رہا ہوں تم مجھ سے جنگ کرو ان عورتوں کا کیا قصور ہے، اپنے گمراہوں اور ظالموں کو روکو کہ جب تک زندہ ہوں اہل حرم کو نہ ستائیں۔

شمر نے چلا کر کہا: اے فرزند فاطمہ! اب اہل حرم کو پریشان نہیں کیا جائے گا پھر اس نے چلا کر اپنے سپاہیوں سے کہا: سب مل کر امام حسینؑ پر حملہ کرو اور ان کا کام تمام کردو۔

سپاہ دشمن نے امامؑ پر حملہ کیا، آپ برابر جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ سارا بدن زخموں سے چور ہو گیا، آخر کار ایک ظالم صالح بن وہب سامنے آیا، اس نے آپ کی ران پر اس قدر تلواریں ماریں کہ پشت فرس سے زمین پر آ گئے، اپنا داہنا رخسارہ زمین کی طرف کرلیا، پھر اٹھے اور جنگ کرنے لگے۔

حضرت زینبؑ قتل گاہ میں

امام حسینؑ کے آخری لمحوں میں زینبؑ خیمے سے باہر آئیں وہ فریاد کر رہی تھیں: "وامحمداہ ،واابتاہ .واعلیاہ واجعفراہ"

اس کے بعد فرمایا:

"لیت السماء اطبقت علی الارض ،ولیت الجبال تدکدکت علی السھل" (کاش آسمان پھٹ پڑتا، کاش پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے)

اسی طرح وہ امام حسینؑ کے قریب ہو گئیں، عمر سعد بھی کچھ لوگوں کے ساتھ آیا، امام جان کنی کے عالم میں تھے۔

زینبؑ نے فریاد کی: اے عمر! ابو عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں اور تو دیکھ رہا ہے ("ایقتل ابا عبد الله و انت تنظر الیه")

جناب زینبؑ کی یہ فریاد اس قدر دلخراش تھی کہ عمر سعد کی روتے روتے داڑھی بھیگ گئی لیکن اس کے باوجود "و صرف وجهه عنها و لم یجبها بشئٍ" (عمر سعد نے اپنا چہرہ ان سے موڑ لیا اور کوئی جواب نہ دیا)

زینبؑ نے فریاد بلند کی " ویلکم امافیکم مسلم ؟ (وائے ہو تم پر۔ کیا تم میں کوئی مسلمان نہیں)

لیکن کسی نے بھی زینبؑ کا جواب نہ دیا۔

امام حسینؑ زمین سے اٹھے اور مانند شیر بیشۂ شجاعت دشمنوں پر حملہ کیا، آپ فرماتے جاتے تھے۔

کیا تم نے میرے قتل پر ارادہ پکا کرلیا ہے، خدا کی قسم میرے بعد کبھی کسی بندۂ خدا کو قتل نہ کروگے، خداوند عالم تم لوگوں کی جان کو خود تم لوگوں پر ڈال دے گا، تم ایک دوسرے کا خون بہاؤ گے، نتیجے میں عذاب الٰہی سے دوچار ہوگے، اس وقت آپ کے جسم پر بہتر زخم لگے۔

۱۳۔ آپ کو پتھر لگا اور تیر سہ شعبہ

دم لینے کے لئے امامؑ ایک طرف کھڑے ہوگئے ناگاہ ایک پتھر دشمن کی طرف سے آیا جس سے پیشانی زخمی ہوگئی، خون جاری ہوگیا، آپ نے دامن سے خون صاف کرنا چاہا اتنے میں ایک زہر آلود سہ شعبہ تیر آیا اور آپ کے سینے یا شکم پر لگا، امامؑ نے فرمایا:

"بسم اللّٰہ و باللّٰہ و علیٰ ملّۃ رسول اللّٰہ" (خدا کے نام اور خدا کی مدد سے دین رسول خدا پر)

اس کے بعد سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا: (خدایا تو جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے اس بندے کو قتل کر رہے ہیں کہ روئے زمین پر اس کے سوا کوئی فرزند رسول نہیں ہے) پھر آپ نے اس تیر کو اپنے پشت سے کھینچ کر نکالا، خون پرنالے کی طرح جاری ہوگیا۔(۱)

۱۴۔ روح فرسا شہادت امام حسینؑ

اسی درمیان آپ پر ضعف طاری ہوگیا، دشمنوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا، ذرا دیر تک یہ عالم رہا، کسی کو ہمت نہ ہوتی تھی کہ آخری ضربت لگائے (جو آپ کا قاتل ہو)

شمر نے فوجیوں کو للکارا۔

"و یحکم ما تنتظرون بالرّجل اقتلوہ ثکلتکم امھاتکم" (تم پر تف ہے، تمہاری مائیں تمہارے ماتم میں روئیں! دیکھتے کیا ہو اس شخص کو مہلت کیوں دے رکھی ہے قتل کر ڈالو)

اس وقت بے رحم نے ہر چہار طرف سے امام غریب پر حملہ کیا، ایک نے آپ کے بائیں شانے پر ضربت لگائی، دوسرے نے دوش پر ضربت لگائی، سنان بن انس سامنے آیا اور گلوئے مبارک پر نیزہ مار کر اسے

۱۔ نفس المہموم، ص۱۹۱۔ اعیان الشیعہ ج۱، ص۶۱۰ لہوف، ص۱۱۹۔۱۲۱

کھینچ لیا اور آپ کے سینے کی ہڈیاں روندنے لگا پھر آپ کے حلقوم پر تیر لگایا کہ آپ زمین پر گر پڑے، تھوڑی دیر بعد آپ نے اٹھ کر پیوستہ تیر کو نکالا، سر اور داڑھی کو خون سے رنگین کیا اور فرمایا:

''ھٰکذا القی اللہ مخضباً بدمی مغصوباً علی حقّی'' (اسی طرح اپنے خون سے رنگین اور غصب شدہ حق کے ساتھ خدا سے ملاقات کروں گا)

دشمن کا ایک فوجی ہلال بن نافع کہتا ہے کہ میں نے قتلگاہ کی طرف دیکھا کہ حسین اپنے خون میں لوٹ رہے ہیں، وہ جانکنی کے عالم میں تھے، ان کے چہرے کی تابانی اور قامت کی زیبائی نے مجھے انکے قتل سے باز رکھا، میں نے کبھی ایسے شہید کو نہیں دیکھا تھا جو اپنے خون میں لوٹ رہا ہو۔

آپ نے اسی حالت میں فرمایا: مجھے پانی پلا دو۔

ایک ظالم نے کہا: تم پانی نہ پی سکو گے، اب تو دوزخ کا کھولتا پانی ہی پیو گے۔

حضرت نے فرمایا: کیا میں جہنم کا کھولتا پانی پیوں گا؟ نہیں ہرگز نہیں! بلکہ میں رسول خداؐ کی خدمت میں پہونچوں گا، ان کی بارگاہ سے بہشت کا شیریں جام پیوں گا۔

اور تم لوگوں کے ظلم وستم کی آنحضرت سے شکایت کروں گا۔

امامؑ کی گفتگو کا اس سنگدل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا، گویا ان سبھوں کے دل میں ذرا بھی رحم نہیں رہ گیا تھا۔

عمر سعد نے اپنی داہنی طرف کھڑے ایک سپاہی سے کہا کہ جاؤ حسین کو راحت پہونچاؤ۔

ایک روایت ہے کہ خولی سے سنان بن انس نے کہا: جاکر حسین کا سر بدن سے جدا کرو، خولی اس ارادے سے چلا، لیکن کانپتا ہوا واپس آگیا، سنان یا شمر نے اس سے پوچھا: (خدا تیرے بازو الگ کرے کیوں تھرتھرا رہا ہے؟)

آخر کار سنان نے اور بعض روایتوں کے مطابق شمر نے آپ کا سر بدن سے جدا کیا، وہ کہہ رہا تھا، میں جانتا ہوں کہ تم مولا ہو، امام ہو، فرزند رسول ہو، پدر و مادر کی حیثیت سے بہترین انسان ہو، اس کے باوجود میں تمہارا سر بدن سے جدا کر رہا ہوں۔

اصولوں کا دائرہ کھینچ کر رہتی کائنات تک کے لئے اسوہ اور نمونہ قائم کیا ہے۔اور اپنی شہادت کے ذریعہ وہ پیغامات دیئے ہیں جو تکامل حیات میں خشت اول کی حیثیت رکھتے ہیں۔

خصوصاً سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت تمام ائمہؑ کی شہادتوں کے پیغامات کا مجموعہ ہے۔آپ نے کربلا کے المناک اور وحشتناک روز وشب میں اپنے قیمتی لہو سے عالم انسانیت کے لئے بہت سے پیغامات تحریر کئے ہیں۔جن میں علم،حلم،اخلاق،اخوت،صداقت،طہارت،عبادت،شرافت،ایثار و قربانی،محبت،مروت،دینداری،اعلان حق اور انکار باطل سرفہرست ہیں۔

امامؑ نے یہ پیغامات قیامت تک کے آنے والی بشریت کے لئے چھوڑا ہے لہذا ہر دور میں امامؑ کے مقاصد اور پیغامات کو زندہ رکھنا صرف اپنی انسانیت کا حقیقی ثبوت ہی نہیں بلکہ خود لفظ انسانیت پر احسان عظیم ہے۔

لاکھوں سلام ہو عالمہ غیر معلمہ،ثانی زہرا حضرت زینب کبریٰ کے اثر انگیز جذبۂ ولا پر جس نے قصر ظلم و جور میں مجلس عزائے حسینؑ کی بنیاد رکھ کر قیامت تک کے لئے مقصد امامؑ کی زندگی کا طریقہ عطا کیا۔

یہ مجلس عزا صرف رونے،رلانے یا سینہ زنی و ماتم داری کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک ظالم کے خلاف مظلوم کی حمایت کا اعلان ہے؛یہ ان پیغامات اور مقاصد کی زندگی کا ذریعہ ہے جسے ایک شہید راہ حق نے اپنے قیمتی رنگین خون سے کربلا کے چٹیل میدان میں تحریر کیا تھا تاکہ جب ذہنوں سے ان شہداء کی آہ و فریاد محو ہونے لگے،نگاہوں میں اس خون کی چمک دمک ماند پڑنے لگے تو یہی گریہ و زاری اور سینہ زنی کی کربناک آواز ان آہ و فغاں کی یاد دہانی کرائے۔

تاریخ گواہ ہے کہ سیاسی حکومتوں نے کربلا کے عظیم مقاصد اور پیغام شہادت پر پردہ ڈالنے کی بھرپور کوششیں کیں،کبھی عقیدۂ جبر کے ذریعہ مسلمانوں کو کربلا فہمی سے روکا گیا تو کبھی انتقام خون حسینؑ کا نعرہ لگا کر اس کے رنگ کو ہلکا کرنے کی کوشش کی گئی۔لیکن کربلا آج بھی ایک ابدی حقیقت بن کر زندہ ہے کیوں؟ اس لئے کہ اسے زندہ رکھنے کے ذرائع انمول اور انتہائی منفرد ہیں۔

اس عنوان سے ائمہ طاہرینؑ اور شہداء کربلا کے مصائب کا بیان ایک خاص اہمیت کا حامل ہے جو ظاہر ہے تفصیلی ہونے کے ساتھ ساتھ معتبر بھی ہونا چاہئے۔کتب مقاتل میں تقریباً مصائب کے ہر گوشہ کی احاطہ بندی

شاعر کہتا ہے:

فـــایّ رزیّة عـــدلت حسینـــاً غـــداة تبیـــره کـــفّـــاً سنـــانٍ

(کون سی مصیبت حسینؑ کے غم کے برابر ہوگی کہ سنان بن انس کے بازوؤں نے سر حسینؑ جدا کیا)

اس کے بعد اس نے سر حسینؑ کو خولی کے حوالے کیا تا کہ عمر سعد تک پہونچادے۔

اہل حرم کی ایک کنیز قتلگاہ کے قریب آئی، ایک دشمن نے اس سے کہا: اے کنیز خدا! تیرا آقا قتل کردیا گیا۔ وہ کنیز روتی ہوئی خیمے میں واپس گئی وہ فریاد کررہی تھی حسین کو قتل کردیا گیا، حسین کو شہید کردیا گیا، جس وقت اہل حرم نے یہ آواز سنی گریہ وزاری کرنے لگے۔(۱)

دوسری روایت میں ہے کہ عمر سعد نے چلا کر کہا: جا کر حسین کو راحت پہنچاؤ، شمر حسین کے پاس تیزی سے آیا اور بڑی گستاخی کے ساتھ سینۂ اقدس پر سوار ہوکر ریش اقدس پکڑلی، اپنی تلوار سے بارہ ضربیں لگائیں اور سر کو بدن سے جدا کیا۔(۲)

شمر کی امام حسینؑ سے گفتگو

قتل کے وقت امام حسینؑ نے شمر سے کہا:

"اذا کـان لا بدّ من قتلی فاسقنی شربةً من الماء" (اب جبکہ تو نے میرے قتل پر تیاری کرلی ہے، ایک گھونٹ پانی پلادے)

شمر نے کہا: اے پسر ابوتراب! کیا تم نہیں سمجھتے کہ تمہارا باپ ساقی کوثر ہے، وہ جام کوثر سے دوستوں کو سیراب کرے گا، صبر کرو تا کہ انہیں کے ہاتھ سے سیراب ہونا۔

دوسری روایت میں ہے کہ شمر نے کہا:

"والله لاذقت قطرةً واحدةً من الماء حتیٰ تذوق الموت غصّةً بعد غصّةٍ" (خدا کی قسم میں ایک گھونٹ بھی پانی نہ دوں گا، یہاں تک کہ تم گھونٹ گھونٹ موت کا پیالہ پی لو)(۳)

۱۔ اعیان الشیعہ، ج۲، ص۶۰۹۔ لہوف، ص۱۲۶ و ۱۳۱

۲۔ مقتل الحسین المقرم، ص۳۴۷

۳۔ کبریت الاحمر، ص۲۲۱

۱۵۔نماز و مناجات امام حسینؑ

روز عاشور جب ظہر کا وقت آیا، امام حسینؑ کے صحابی ابوثمامہ صیداوی نے سورج کی طرف دیکھ کر معلوم کیا کہ ظہر کا وقت آ گیا ہے، اماؑم سے عرض کی: میں چاہتا ہوں کہ آپ کی رکاب میں قتل ہونے سے پہلے یہ نماز بھی پڑھوں جسکا وقت آ گیا ہے۔

امام حسینؑ نے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا: خدا تمہیں نماز گزاروں میں شمار کرے کہ مجھے نماز یاد دلائی ."ذکرت الصلوٰۃ جعلک اللہ من المصلّین الذاکرین" (ہاں وقت نماز ہو گیا، دشمنوں سے کہو کہ ہمیں نماز پڑھنے کی مہلت دیدیں۔)

دشمنوں سے مہلت مانگی گئی تو حصین بن نمیر نے کہا: تمہاری نماز قبول نہیں۔

حبیب بن مظاہر نے جواب دیا: اے شرابی! کیا تمہاری نماز قبول ہوگی اور فرزند رسول کی نماز قبول نہیں ہوگی۔

امام حسینؑ نے اپنے باقی بچے اصحاب کے ساتھ نماز خوف پڑھی، زہیر بن قین اور سعید بن عبداللہ آپ کے آگے بچاؤ کے طور پر کھڑے ہو گئے، اس قدر سعید بن عبداللہ کو تیر لگے کہ زمین پر گر گئے، بعد نماز اماؑم سے عرض کی:

کیا میں نے اپنا عہد وفا کیا؟ اماؑم نے فرمایا:

"نعم انت امامی فی الجنۃ" (ہاں۔تم میرے آگے جنت میں پہونچ رہے ہو)

سعید بن عبداللہ شہید ہو گئے، لوگوں نے شمار کیا تو آپ کے بدن پر تیرہ تیر لگے تھے۔(۱)

ہر نماز کے بعد تعقیب ہوتی ہے، اس نماز کی تعقیب اس وقت تھی کہ امام حسینؑ اپنے خون میں نہائے ہوئے گھوڑے سے زمین پر آئے اور خدا سے مناجات کرنے لگے۔ چنانچہ اس کے فقرے ہیں:

"صبراً علیٰ قضائک یا ربّ...." (تیرے فیصلے پر صبر کرتا ہوں اے میرے پروردگار۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے پناہ طلب کرنے والوں کی پناہ، اے خدا تیرے سوا میرا کوئی پروردگار نہیں، تیرے سوا کوئی معبود

۱۔مقتل الحسین المقرم، ص ۲۹۴۔۲۹۷

نہیں، تیرے حکم پر صبر کرتا ہوں، اے پناہ جس کا کوئی پناہ نہ ہو، اے ہمیشہ باقی رہنے والے، اے مردوں کو زندہ کرنے والے اے وہ کہ ہر شخص کے عمل کے مطابق حکم کرتا ہے، میرے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ کرا ے بہترین حاکم۔)(۱)

مصائب امام حسینؑ کے لرزہ خیز مناظر

واقعات شہادت امام حسینؑ بہت زیادہ ہیں، ہم یہاں چند کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔جس امام حسینؑ کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ میں جنگ کرنے کی طاقت نہیں رہ گئی تھی، ایک جگہ کھڑے ہوگئے، جو دشمن بھی آپ کے سامنے آتا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس حال میں خدا سے ملاقات کرے کہ اس کا ہاتھ خون حسینؑ سے رنگین ہو، اسی ہنگام ایک مرد کندی جس کا نام مالک بن یسر تھا سامنے آیا، پہلے تو اس نے امامؑ کو برا بھلا کہا: پھر اس نے آپ کے سر اقدس پر ایسی تلوار لگائی کہ کلاہ کٹ گئی اور تلوار سر تک پہونچ گئی، کلاہ خون سے بھر گئی، امامؑ نے ایک کپڑا لیکر اس زخم کو باندھا پھر دوسری کلاہ سر پر رکھ کر عمامہ سر پر باندھا۔(۲)

۲۔امام حسینؑ کے قتل ہونے کے بعد عمر سعد نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ "من ینتدب للحسین فیواطی الخیل ظهره و صدره"

(کون ہے جو حسین کو روندے اوران کے سینے اور پشت پر گھوڑے دوڑائے) دس افراد تیار ہوئے جن کے نام کتب مقاتل میں ہیں۔)

وہ دس افراد اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور جسم حسینؑ پر گھوڑے دوڑانے لگے، یہ حالت ہوگئی کہ امام کے سینے اور پشت کی ہڈیاں چور چور ہوگئیں۔

جب یہ دس افراد ابن زیاد کی خدمت میں حاضر ہوئے ان میں ایک شخص اسید بن مالک بولا:

نحن رضضنا الصّدر بعد الظهر بكلّ يعبوب شديد الاسر

(ہم ہی نے تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر امام حسینؑ کے سینہ و پشت کو پامال سم اسپاک کیا۔)

۱۔مقتل الحسین مقرم، ص ۳۴۵

۲۔ترجمہ لہوف، ص ۱۲۲

ابن زیاد نے پوچھا: تم لوگ کون ہو؟

ان سب نے جواب دیا: ہم نے حسین کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا۔

"حتیٰ طحنّا حناجر صدره" (یہاں تک کہ ان کے سینے کو اس طرح پیس دیا جیسے چکی کے پاٹ دانا پیستے ہیں)

ابن زیاد نے حکم دیا کہ انہیں تھوڑا سا انعام دیدیا جائے، ابوعمرو زاہد کا بیان ہے کہ میں نے ان دس لوگوں کے حالات کی ٹوہ کی وہ سبھی زنازادہ تھے حضرت مختار نے انہیں گرفتار کر کے ان کے ہاتھ پاؤں میں کیلیں ٹھونک دیں اور ان پر گھوڑے دوڑا دیئے یہاں تک کہ وہ سبھی مر گئے۔(۱)

۳۔ جس وقت امام حسینؑ نے اپنے کو آب فرات تک پہونچایا اور چاہا کہ پانی پئیں حصین بن نمیر (ایک شامی سردار) نے آپ پر تیر چلایا، وہ تیر امامؑ کے حلقوم پر لگا، امامؑ نے تیر کھینچا اور بہتے خون پر چلو لگا دیا، اسے آسمان کی طرف اچھالا، اس کے بعد حصین بن نمیر سے فرمایا: (خدا تمہیں سیراب نہ کرے) اس کے بعد دشمنوں نے حملہ کیا اور آپ تیزی سے خیمے کی طرف گئے (جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا)

اسی ہنگام تشنہ کام اہل حرم اور بچے یہ سمجھ کر کہ امام پانی لائے ہیں امامؑ کی طرف دوڑ کر آئے انہوں نے دیکھا کہ امامؑ کا سینہ اور ہاتھ خون سے رنگین ہے سبھی اپنے منھ پر طمانچے مار کر بلند آواز سے رونے لگے۔

جس وقت آپ فرات کی سمت جا رہے تھے ایک بچے نے کہا تھا: (بابا میں پیاسہ ہوں) امامؑ نے اس سے فرمایا تھا: بیٹا صبر کرو، تمہارے لئے جا کر پانی لاؤں گا۔ جس وقت امامؑ واپس آئے وہ بچہ امامؑ کے پاس آکر بولا:

کیا آپ پانی لائے ہیں؟

امامؑ نے روتے ہوئے یہ شعر پڑھا:

"شیعتی مهما شربتم ماء عذبٍ فاذکرونی ....."

(میرے شیعو! جب بھی تم ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد کرو..)

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۳۵

اس کے بعد ایک کپڑا طلب کر کے گلے کے زخم پر باندھا، دوبارہ اہل حرم سے رخصت ہوئے اور میدان کی طرف گئے، آپ نے بڑی کوشش کی کہ آب فرات خیمہ تک پہنچادیں لشکر شام نے آپ کو روک لیا اور پانی خیمہ تک پہونچنے نہ دیا۔(۱)

۴۔امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کو اس طرح قتل کیا گیا کہ رسول خداؐ نے اس طرح جانوروں کو بھی ذبح کرنے سے منع کیا ہے۔

"لقد قتل بالسیف و السّنان و بالحجارۃ و بالخشب و بالعصا" (آپ کو تلوار سے، نیزوں سے، پتھروں سے، لکڑی اور عصا سے قتل کیا گیا)

"و لقد اوطئوہ الخیل بعد ذلک" (پھر اس کے بعد آپ کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا)(۲)

ذوالجناح کے مصائب

جس وقت امام حسینؑ پشت فرس سے زمین پر تشریف لائے، آپ کے گھوڑے نے جس کا نام ذوالجناح تھا، آپ کا طواف کرنے لگا، اس طرح وہ آپ کا بچاؤ کر رہا تھا، بار بار ہنہنا رہا تھا اور صیحہ کر رہا تھا۔

عمر سعد چلاّیا: اس گھوڑے کو پکڑ کر میرے پاس لاؤ کیونکہ یہ رسول خداؐ کا بہترین گھوڑا ہے، بہت سے لوگوں نے اسے گھیر لیا تا کہ پکڑیں لیکن وہ اپنے پاؤں سے مار کر سب کو دور کرنے لگا اسی عالم میں اس نے چالیس آدمیوں کو قتل کیا۔

عمر سعد چلاّیا: اسے چھوڑ دو تا کہ دیکھوں وہ کیا کرتا ہے؟ جس وقت گھوڑے نے امن کا احساس کیا، امام حسینؑ کے بدن پارہ پارہ کے قریب آیا، اپنے بالوں کو خون حسینؑ سے رنگین کیا، امامؑ کا بدن سونگھنے لگا، پھر بلند آواز سے چلاّنے لگا۔

امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ وہ چلاّ کر یہ کہہ رہا تھا:

۱۔معالی السبطین، ج ۱، ص ۳۲۵

۲۔کبریت الاحمر، ص ۱۳۴

" الظليمة الظليمة من امّةٍ قتلت ابن بنت نبيّها " (ہائے ظلم، ہائے ظلم اس امت کا جس نے دختر رسول کے فرزند کو قتل کیا)

پھر اس نے خیمے کا رخ کیا، وہ چلاّ تا جاتا تھا، اس کی گریہ وزاری کی آواز سے تمام صحرا گونج اٹھا۔ " و قد ملاء البيد اصهيلاً "

حضرت زینبؑ نے گھوڑے کی آواز سنی تو بہن ام کلثوم سے فرمایا: (یہ میرے بھیا حسین کا گھوڑا ہے، خیمے کی طرف آرہا ہے، شاید اسکے ہمراہ پانی بھی ہو) ام کلثوم سراسیمہ خیمے سے باہر آئیں، آپ نے گھوڑے کو دیکھا کہ گھوڑا تو ہے لیکن سوار نہیں ہے، اپنا سر پیٹنے لگیں اور فریاد کرنے لگیں۔

" قتل والله الحسين " (خدا کی قسم بھیا حسین قتل کر دئے گئے۔)

زینب نے بہن کی آواز سنی تو بلند آواز سے رونے لگیں، مرثیہ پڑھنے اور آنسو بہانے لگیں۔ (۱)

زیارت ناحیہ میں امام زمانہ (عج) نے امام حسینؑ سے خطاب کیا ہے:

" اسرع فرسک شارداً.... "

اے جد بزرگوار میں اس منظر کو کیسے فراموش کر سکتا ہوں جبکہ اہل حرم نے آپ کا گھوڑا دیکھا کہ سر جھکائے مصیبت زدہ چلا آرہا ہے، زین ڈھلی ہوئی ہے، تمام اہل حرم خیمے سے باہر آگئے، یہ منظر دیکھ کر اپنے بال پریشان کر لئے اپنے چہروں پر طمانچے مارنے لگے انکے چہرے کھلے تھے ان کی فریادیں بلند تھیں۔ کیونکہ عزت ہاتھ سے جاتی دیکھ رہی تھیں، اسی حال میں قتلگاہ کی طرف دوڑیں انہوں نے دیکھا کہ شمر آپ کے سینے پر سوار ہے اور حلقوم پر تلوار چلا رہا ہے تا کہ آپ کا گلا کاٹے۔ (۲)

سکینہ اور ذوالجناح

دوسری روایت ہے کہ جس وقت صدائے ذوالجناح خیمے میں پہونچی زینبؑ نے سکینہ سے کہا: (پیاری سکینہ، تیرا بابا پانی لایا ہے جا کر پی لے)

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۵۱، مقتل المقرم، ص ۳۴۶

۲۔ نفس المهموم، ص ۲۰۰

سکینہ خیمے سے باہر آئی، جب سکینہ نے ذوالجناح کا منظر دیکھا صدائے گریہ وزاری بلند کی:

"وامحمّداہ و اغریباہ ،واحسیناہ ، واجداہ وافاطمتاہ و...."

اے گھوڑے میرے بابا کیا ہوئے، شافع قیامت کو کہاں چھوڑ آیا؟ روشنی چشم رسول کہاں ہے؟ گھوڑے سے خطاب کر کے چند شعر پڑھے:

"امیمون ! اشفیت العدیٰ من ولیّنا ...."

(اے مبارک گھوڑے! میرے بابا کو دشمنوں کے درمیان خاک وخون میں غلطاں چھوڑ آیا، وہ لوگ بابا کے بدن پر زخم لگا رہے ہیں، اے گھوڑے واپس جا اور میرے بابا کو لے آ، اگر انہیں لے آیا تو میں تیرا احترام کروں گی)۔(۱)

کتاب مصائب المعصومینؑ میں ہے کہ جس وقت ذوالجناح خیمہ کی طرف آیا، اہل حرم نالہ وفریاد کرتے ہوئے منہ پر طمانچے مارنے لگیں اور خیمے سے باہر آگئیں، ہر ایک نے گھوڑے سے اپنا دکھڑا بیان کیا۔

ایک نے کہا: اے گھوڑے تو حسین کو لے گیا واپس کیوں نہ لایا؟

زینب نے کہا: ہائے میں تیری خون آلودہ صورت دیکھ رہی ہوں۔

سکینہ نے کہا: مرا بابا جب گیا تھا تو پیاسہ تھا۔

"یا جواد هل سقی ابی ام قتل عطشاناً"

(اے گھوڑے میرے بابا کو پانی پلایا گیا یا پیاسا ہی قتل کیا گیا؟)(۲)

بعض روایتوں میں ہے کہ اس گھوڑے نے خیام کے پاس ہی اس قدر سر پٹکا کہ وہیں مر گیا۔(۳)

بعض نے نقل کیا ہے کہ وہ گھوڑا وحشت زدہ اہل حرم کے پاس سے چلا آیا اور اپنے کو فرات میں ڈال دیا، پھر اسے کسی نے نہ دیکھا۔(۴)

۱۔تذکرۃ الشہداء، ملا حبیب اللہ کاشانی ص ۳۴۹

۲۔نقل از الوقائع والحوادث، ج ۳،ص ۲۳۷

۳۔معالی السبطین، ج ۲،ص ۵۰ بحوالہ امالی صدوق، نفس المہموم،ص ۲۰۰

۴۔تذکرۃ الشہداء، ص ۳۵۳

مصائب آلِ محمدؐ

حصّہ سوّم

مصائب خاندان رسالت بعد شہادت حسین علیہ السلام

رسم ورواج ہے کہ جب دنیا سے کوئی گذر جائے تو مسلمان اور جان پہچان کے لوگ، پسماندگان کو تسلی دیتے ہیں، لیکن شہادت امام حسینؑ اور آپ کے انصار کی شہادت کے موقع پر اس رسم ورواج کا کوئی لحاظ نہیں کیا گیا بلکہ اس کے برعکس انتہائی بے رحمی کا برتاؤ کرتے ہوئے مصائب میں اور زیادتی کی گئی۔ یہاں بعد شہادت حسینؑ کے چند حادثوں کو بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ غارت گری

جس وقت امام حسینؑ شہید ہو گئے، بے رحم دشمنوں نے، جو دنیا کی خاطر حسینؑ سے لڑنے آئے تھے، جو کچھ ہاتھ لگا سب کچھ لوٹ لیا، یہاں تک کہ امامؑ کا لباس بھی لوٹ لیا اور امامؑ کے جسد اطہر کو کربلا کی گرم خاک پر بے لباس چھوڑ دیا۔

بحر بن کعب نے امامؑ کا جامہ لے لیا، اخنس بن مرشد نے آپ کا عمامہ لوٹا، اسود بن خالد نے آپ کی جوتیاں لے لیں، بجدل بن سلیم نے آپ کی انگوٹھی اتارنے کی غرض سے انگلیاں کاٹیں۔

عمر سعد نے امامؑ کی زرہ لے لی، جمیع بن خلق نے تلوار لے لی، پھر ہجوم کر کے سب نے خیموں پر حملہ کیا اور وحشیانہ طریقے سے لوٹنے لگے، جو کچھ خیموں میں تھا لوٹ لیا، یہاں تک کہ روایات میں ہے کہ

"حتیٰ جعلوا ینتزعون ملحفة المرئة علی ظهرها" (یہاں تک کہ خواتین جو چادریں اوڑھے ہوئی تھیں انہیں بھی لوٹ لیا۔)

خاندان رسالت کی بہو بیٹیاں گھروں سے نکل کر اجتماعی طور سے اپنے وارثوں کی لاش پر جا کر نوحہ

کی گئی ہے۔لیکن ''جتنے منھ اتنی بات'' کے مترادف اختلافی باتیں اتنے تواتر سے ذکر ہوئی ہیں کہ ایک سادہ لوح قاری جانبدارانہ فیصلہ کرنے پر مجبور ہو جائے۔

لہذا ضروری تھا کہ اختلاف کے اس پر پیچ جال سے ان روایتوں کا استخراج کیا جائے جو حقیقت حال کی عکاس ہیں۔کتاب ''سوگنامۂ آل محمدؐ'' اسی سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے۔مولف محترم نے انتہائی عرق ریزی سے صرف انہیں روایتوں کو مصائب کی شکل دی ہے جو معتبر کتب مقاتل میں مذکور ہیں یا جن پر اعتبار کی مہر ثبت ہے حالانکہ بعض روایتیں ہندوستانی مزاج ومسلمات سے ہماہنگ نہیں ہیں لیکن ان پر تنقیدی نگاہ ڈالنے سے پہلے یہ ملحوظ خاطر رہے کہ مولف محترم نے اپنی دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے صحیح روایتوں کو ذکر کیا ہے جو یقیناً قابل ستائش ہے۔

مجموعی اعتبار سے کتاب وقیع مطالب ومفاہیم پر مشتمل ہے جو نہ صرف ذاکرین کرام کے لئے مفید ہے بلکہ اس کی زبان اتنی سادہ ہے کہ عام لوگ بھی اس سے بہتر طور پر استفادہ کر سکتے ہیں۔

اردو زبان میں ایسی کتاب کمیاب بلکہ نایاب ہے جس میں شہداء کربلا کے مصائب کے ساتھ ساتھ تمام ائمہ طاہرینؑ کے مصائب بھی تفصیل سے مذکور ہوں۔اس کمی کا احساس ایک عرصہ سے والد علاّم کو تھا کہ اچانک انہیں یہ کتاب دستیاب ہوئی آپ نے تمام اہم کام چھوڑ کر اس کا ترجمہ کر ڈالا۔

آپ کو یہ سن کر یقیناً حیرت ہو گی کہ جس ترجمہ کو والد علاّم نے ۲۴،۲۵ دنوں میں مکمل کر دیا تھا وہ تقریباً ۹ سال سے نامساعد حالات وماحول کا شکار رہا اور جسے بہت پہلے شائع ہونا چاہئے تھا وہ اب منظر عام پر آرہا ہے۔

میں تہہ دل سے خال محترم حجۃ الاسلام مولانا سید شمع محمد صاحب کا مشکور ہوں جنہوں نے مجھے اس کام کا حقیقی اہل سمجھتے ہوئے اسے میرے حوالے کیا تاکہ اس کے بکھرے اور بے ترتیب صفحات کو ترتیب دوں۔چونکہ کتاب کافی دنوں سے طاق نسیاں کی زینت بنی ہوئی تھی اس لئے اس کے دوچار صفحات غائب ہو چکے تھے۔ ناچیز نے غائب شدہ چند ایک صفحات کو صرف اس لئے اردو کا ملبوس دے دیا تاکہ ترجمہ نامکمل نہ رہ جائے۔اور لگے ہاتھوں حوالجات بھی تحریر کر دیئے تاکہ قاری کو حوالوں کی تلاش میں پریشان نہ ہونا پڑے۔اب یہ مولانا کی

پڑھنے اور رونے لگیں۔(۱)

نقل روایت ہے کہ امامؑ کا پیراہن لے لیا گیا جب آپ کے جسم پر زخموں کو شمار کیا گیا تو سو سے زیادہ تیروں، نیزوں اور تلواروں کے زخم سے سوراخ تھے۔

اور امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ آپ کے پیراہن پر ۳۳۔۳۴ تلواروں کے زخم دیکھے گئے۔(۲)

یہ بھی روایت ہے کہ جس وقت لوٹنے کے لئے دشمنوں نے خیام میں ہجوم کیا تو عاتکہ بنت مسلم، جس کی عمر سات سال تھی ان کے سموں تلے آ کر شہید ہو گئی۔(۳)

اور روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کی دختر ام کلثوم کے کانوں سے گوشوارے اس طرح کھینچے گئے کہ زخمی ہو گئے۔(۴)

سنگدل دشمن کی منطق

عبداللہ بن حسن بن حسن کہتے ہیں کہ میری مادر گرامی فاطمہ بنت الحسینؑ نے بیان کیا کہ میں کربلا میں خورد سال تھی میرے پاؤں میں سونے کی خلخال تھی، میں اہل حرم کے ساتھ خیمے میں تھی (اچانک لوگ لوٹنے کے لئے خیموں میں درانہ چلے آئے) ایک شخص میری طرف بڑھا اور میرے پیروں سے خلخال اتارنے لگا، وہ اسی حال میں رو رہا تھا، میں نے اس سے پوچھا: تو روتا کیوں ہے؟

کہنے لگا: میں کیسے نہ روؤں جبکہ رسول خداؐ کا زیور چھین رہا ہوں۔

میں نے کہا: پھر مجھے چھوڑ دے اور میرا زیور مت لے۔

کہنے لگا ڈرتا ہوں کہ اگر میں نہ چھینوں گا تو میرے علاوہ دوسرا کوئی اس زیور کو چھین لے گا (اسی منطق سے میری خلخال لے گیا) میری مادر گرامی نے مزید بیان کیا کہ جو کچھ خیموں میں تھا سب لوٹ لے گئے یہاں تک کہ خواتین کی کمر میں بندھی ہوئی چادریں بھی لوٹ لے گئے۔(۵)

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۳۰، ۱۳۱

۲۔ مثیر الاحزان ابن نما، ص ۵۵

۳۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۲۷

۴۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۶۰

۵۔ امالی صدوق مجلس، ۳۱۔ بحار، ج ۴۵، ص ۴۵

زینب کبریٰؑ کا بیان

جناب زینبؑ نے فرمایا: میں خیمے کے گوشے میں کھڑی تھی ناگاہ ایک نیلی آنکھ والا خیمے میں آیا، وہ خولی تھا، جو کچھ اس نے خیمے میں پایا لوٹ لیا، امام سجادؑ ایک کھال کے فرش پر سوئے ہوئے تھے، اس نے وہ کھال اس طرح گھسیٹی کہ امام سجادؑ منھ کے بل زمین پر گر پڑے پھر میری طرف رخ کیا، میرا مقنعہ چھین لیا، میرے کانوں سے گوشوارے اس طرح نوچے کہ کان کی لویں پھٹ گئیں، وہ اسی حال میں روتا جاتا تھا، میں نے کہا: تو لوٹ رہا ہے اور اسی حال میں رو بھی رہا ہے۔

کہنے لگا کہ تم اہلبیت پر مصیبتوں کو دیکھ کر رو رہا ہوں۔

میں نے کہا: خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے، آخرت سے قبل دنیا میں جلائے، جس وقت مختار کی حکومت ہوئی تو ان کے حکم سے خولی کو گرفتار کر کے حاضر کیا گیا، مختار نے اس سے پوچھا: تو نے کربلا میں کیا کیا ستم کیے؟

جواب دیا: میں نے علی بن الحسینؑ (امام سجادؑ) کے خیمے میں جا کر ان کا بستر اور زینبؑ کا گوشوارہ چھین لیا، مختار نے روتے ہوئے کہا: اس وقت زینبؑ نے کیا کہا؟

خولی نے جواب دیا: انہوں نے کہا کہ خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے آخرت سے پہلے دنیا میں جلائے۔

مختار نے کہا: خدا کی قسم ان کا چاہا میں پورا کروں گا، اس وقت حکم دیا کہ خولی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے جائیں اور اسے آگ میں جھونک دیا جائے۔ (۱)

فاطمہ صغریٰؑ کا جگر خراش بیان

علامہ مجلسی فرماتے ہیں: میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ فاطمہ صغریٰ بنت امام حسینؑ کا بیان ہے کہ میں خیمے کے گوشے میں کھڑی اپنے بابا اور شہداء کے پارہ پارہ جسموں کو دیکھ رہی تھی، اتنے میں سواروں نے آکر لاشوں پر گھوڑے دوڑا دیئے، میں یہ سوچ رہی تھی کہ اب ہم لوگوں پر کیا مصیبت آئے گی؟ ہمیں قیدی

۱۔ منتخب طریحی۔ والوقائع خیابانی، ص ۱۷۰

بنائیں گے یا قتل کریں گے؟ اتنے میں دشمن کے سوار کو دیکھا، وہ خواتین کی طرف آیا اور نیزے کی نوک سے ان کے سروں سے چادریں اتارنے لگا، وہ فریاد کررہی تھی:

"واجدّاہ، و اابتاہ، و علیّاہ، واحسیناہ، و احسناہ و..." (کیا کوئی فریادرس نہیں ہے جو ہماری فریاد کو پہونچے، کیا کوئی ایسا نہیں ہے جوان دشمنوں کو ہم سے دور کرے۔)

میں بہت پریشان تھی، میرا بدن کانپ رہا تھا، میں نے پھوپھی ام کلثوم کا سہارا لیا، اسی وقت میں نے دیکھا کہ ایک ظالم میری طرف بڑھا، میں بھاگنے لگی، میں نے سوچا کہ اس طرح اس سے نجات پا جاؤں گی لیکن میں نے دیکھا کہ وہ میرے پیچھے پیچھے آرہا ہے، یہاں تک کہ میرے پاس آکر چوب نیزہ سے میرے شانے پر مارا۔ میں زمین پر گر پڑی، میرے گوشوارے اس طرح چھینے کہ لویں پھٹ گئیں، میرے گوشوارے اور چادر چھین کر لے گیا، میرے کانوں سے خون بہہ کر میرے چہرے اور سر پر آرہا تھا، میں بے ہوش ہوگئی، جب ہوش آیا تو دیکھا کہ پھوپھی میرے پاس کھڑی رورہی ہیں اور فرمارہی ہیں کہ بیٹی! اٹھو خیمے میں چلیں دیکھیں کہ اہل حرم پر کیا گذری، تمہارے بیمار بھائی پر کیا آفت آئی، میں نے اٹھ کر کہا:

"یا عمّتاہ! ھل من خرقة استربھا رأسی عن اعین النّظار" (اے پھوپھی! کیا کوئی کپڑا ہے جسے دیکھنے والوں سے اپنا سر چھپاؤں؟"۔

زینبؑ نے فرمایا:" یا بنتاہ! عمّتک مثلک" (اے بیٹی! تیری پھوپھی بھی تیری ہی طرح ہے۔) میں خیمے میں واپس آئی تو دیکھا کہ خیموں میں جو کچھ تھا لوٹ لیا گیا اور میرے بھائی (امام سجادؑ) منھ کے بل زمین پر پڑے ہیں، وہ بھوک و پیاس کی شدت اور درد سے اٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے، ہم ان پر رونے لگے اور وہ ہمارے لئے۔(۱)

۱۔ بحار الانوار، ج۴۵،ص۶۰۔۶۱

۲۔ خیموں میں آگ لگائی گئی

عمر سعد خیام کے قریب آکر چلایا: (اے اہلبیت حسینؑ خیموں سے باہر نکلو)

اہل حرم نے اس کی آواز پر کوئی توجہ نہ دی۔

عمر سعد دوبارہ چلایا: خیموں سے باہر نکلو۔

زینبؑ نے فرمایا: ہم لوگوں کو چھوڑ دے۔

عمر سعد نے کہا: اے علیؑ کی بیٹی! باہر آؤ تا کہ تمہیں گرفتار کروں۔

زینبؑ نے فرمایا: خدا سے ڈرو اتنا ظلم ہم پر نہ کرو۔

عمر سعد نے کہا: تمہیں بہر حال اسیر کیا جائے گا۔

زینبؑ نے فرمایا: ہم لوگ خود سے تو باہر نہیں آئیں گے۔

اس وقت عمر سعد نے حکم دیا کہ خیموں میں آگ لگا دی جائے، یہ دیکھ کر اہل حرم اور سارے بچے ننگے پیر خیموں سے باہر آگئے اور کانٹوں بھرے صحرا میں دوڑنے لگے، حالانکہ ایک بچی کے دامن میں آگ بھی لگی ہوئی تھی۔

ایک شامی سپاہی حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں اس بچی کے قریب گیا تا کہ اس کے جلتے دامن کو بجھا دوں، وہ سمجھی کہ اذیت دینے آرہا ہے، جب اس کے قریب پہونچا تو بولی: اے مرد! نجف کا راستہ کدھر ہے؟

میں نے پوچھا: نجف کا راستہ کیوں پوچھ رہی ہو؟

جواب دیا: میں غریب اور یتیم ہوں۔ اپنے جد علی مرتضیٰؑ کی پناہ میں جانا چاہتی ہوں۔ (یہ روایت تذکرۃ الشہداء ص ۳۵۸۔ الوقائع والحوادث ج ۳ ص ۲۴۹، بحوالہ انوار الشہادۃ لکھی گئی ہے۔ آگ لگانے کا واقعہ لہوف ۱۳۲، بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۵۸، نفس المہموم، ص ۲۰۲ میں ہے۔)

اگر چہ حضرت علیؑ کی قبر ہارون الرشید کے زمانے تک مخفی تھی لیکن ممکن ہے کہ بچی نے علی مرتضیٰؑ کا نام لیکر دشمن کا جذبہ ترحم بیدار کرنا چاہا ہو یا یہ کہ روضۂ حضرت علیؑ نجف کے صحرا میں ہو لیکن اس کا مقام مشخص نہ ہو۔

زینب کبریٰؑ خیمۂ سجادؑ کے قریب

بعض مقاتل میں ہے کہ جب خیموں میں آگ لگادی گئی تو جناب زینبؑ سید سجادؑ کے پاس آئیں اور پوچھا: اے گذرے لوگوں کی یادگار، اے باقی ماندہ لوگوں کی پناہ! خیموں میں آگ لگادی گئی، اب ہم کیا کریں؟

امامؑ نے فرمایا: "علیکنّ بالفرار" (آپ لوگوں کو نکل جانا چاہئے)۔

تمام اہل حرم اور بچے روتے چلاتے خیموں سے نکل پڑے اور صحرا کا رخ کیا لیکن زینبؑ وہیں رہ گئیں، وہ امام سجادؑ کے بستر کے قریب کھڑی دیکھ رہی تھیں اور امامؑ کو بیماری کی شدت کی وجہ سے نکلنے کی طاقت نہیں تھی۔

ایک شامی سپاہی کا بیان ہے کہ ایک بلند قامت خاتون کو میں نے خیمے کے قریب دیکھا، اس خیمے کے چاروں طرف آگ کے شعلے بلند تھے، وہ خاتون کبھی داہنے کبھی بائیں اور کبھی آسمان کی طرف دیکھ رہی تھیں، کرب واضطراب کی وجہ سے بار بار ہاتھ مل رہی تھیں، کبھی اس خیمے کے اندر جاتی تھیں اور باہر آجاتی تھیں، میں تیزی سے ان کے قریب گیا اور پوچھا: اے خاتون! کیا آپ آگ کے شعلے نہیں دیکھ رہی ہیں؟ دوسری عورتوں کی طرح صحرا کی طرف کیوں نہ چلی گئیں، آپ نے روتے ہوئے جواب دیا:

"یا شیخ انّ لنا علیلاً فی الخیمة وھو لا یتمکنّ من الجلوس والنھوض فکیف افارقه..."

(اے شیخ! میرا ایک بیمار بھتیجہ خیمے میں ہے اس میں اٹھنے بیٹھنے کی طاقت بھی نہیں، میں کیسے اس کو اکیلا چھوڑ کر چلی جاؤں جبکہ خیمے کے چاروں طرف آگ کے شعلے بلند ہیں)۔(۱)

کچھ بچوں کی شہادت

ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ جس وقت خیموں کو لوٹنے کے لئے دشمنوں کا ہجوم تھا، اہلبیتؑ کے کچھ بچے وحشت اور بھوک کی شدت کی وجہ سے شہید ہوگئے، یہ بچے فوجیوں کے پاؤں اور گھوڑے کے سموں تلے آگئے تھے۔

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۸۸

انہیں میں عبد الرحمان بن عقیل کے دو بچے جن کے نام سعد اور عقیل تھے، جس وقت خیموں میں آگ لگانے کا ہجوم تھا شہید ہو گئے، ان کی ماں خدیجہ بنت علی تھیں، اس طرح یہ دونوں بچے بنت علیؑ کے جگر پارے تھے۔

اسی طرح ایک سات سال کی بچی عاتکہ گھوڑے کے سموں تلے شہید ہوگئی، وہ رقیہ بنت علیؑ کی بیٹی تھی۔

اسی طرح احمد بن حسن مثنی کی دو بہنیں جن کا نام ام الحسن اور ام الحسین تھا شہید ہو گئیں۔ (۱)

۳۔ ساربان کا ظلم

امام حسینؑ کے دلخراش مصائب میں ساربان کا ظلم بھی ہے، یہاں اسے بکھرے انداز میں بیان کیا جاتا ہے۔

امام سجادؑ کے صحابی سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ میں بعد شہادت حسینؑ ایک سال حج کے لئے مکہ گیا، ناگاہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں، اس کی شکل تاریک رات کی طرح سیاہ ہے، وہ کعبہ کا پردہ پکڑے اس طرح دعا کر رہا ہے:

(اے خدائے کعبہ! مجھے بخش دے۔ اگر چہ مجھے گمان ہے کہ تو نہ بخشے گا، چاہے تو زمین وآسمان اور تمام مخلوقات کو بخش دے کیونکہ میرا گناہ بڑا سنگین ہے۔)

سعید کہتے ہیں کہ میں اور بہت سے لوگ اس کے پاس گئے اور کہا کہ تف ہے تجھ پر۔ تو ابلیس ہے؟ تجھے کسی حال میں بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ تو کون ہے اور تیرا گناہ کیا ہے؟

وہ رو کر بولا: ''میں خود اپنے گناہ کو پہچانتا ہوں''۔

ہم لوگوں نے کہا: اپنے گناہ ہم سے بیان کرو۔

اس نے کہا: میں امام حسینؑ کے اونٹ کا ساربان تھا، امام حسینؑ کے ہمراہ مدینے سے عراق آیا، مجھے معلوم تھا کہ امامؑ کا کمربند بہت قیمتی ہے (روایت ہے کہ یہ کمربند ساسانی دربار سے یزدجرد نے امام حسینؑ کی شہر بانو سے شادی کے موقع پر بھیجا تھا) میری تمنا تھی کہ کسی طرح یہ کمربند میرے ہاتھ لگے، یہاں تک کہ ہم کربلا پہونچ گئے اور شہادت امام حسینؑ کا واقعہ پیش آیا۔ (خیال رہے کہ اس ساربان کا نام بریدہ بن وائل تھا اور اس نے

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص ۸۸

نصرت امام حسینؑ سے انکار کیا تھا، عاشور کے دن کربلا سے کہیں دوسری جگہ جا کر روپوش ہو گیا تھا) میں نے خود کو روپوش کر لیا تھا۔ یہاں تک کہ گیارہویں کی شب آئی، میں نے اس قیمتی ازار بند کی طمع میں رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شہداء کی لاشوں کے درمیان آیا جو پارہ پارہ تھے میں نے ڈھونڈ کر جسد امام حسینؑ کو تلاش کر لیا، بدبختی اور خواہش مجھ پر مسلط تھی، میں نے امامؑ کا کمر بند شلوار سے نکالنے لگا، میں نے سمجھ لیا کہ کمر بند میں گرہیں زیادہ پڑی ہیں، میں نے ایک گرہ کھولی، ناگاہ امام حسینؑ کا ہاتھ حرکت میں آیا اور اپنا جامہ مضبوطی سے تھام لیا، میں نے انکے کمر بند سے ان کا ہاتھ ہٹانے کی بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا، میری خواہش نفس نے خباثت میں اس کی تدبیر سوچی کہ کسی وسیلے سے امامؑ کا ہاتھ قطع کروں، وہیں ایک ٹوٹی ہوئی تلوار پڑی تھی، اسی سے امامؑ کا ہاتھ قطع کیا، پھر اپنا ہاتھ بڑھا کر کمر بند کی گرہ کھولنی چاہی، ناگاہ امامؑ کا بایاں ہاتھ حرکت میں آیا اور گرہ کو مضبوطی سے پکڑ لیا، میں نے امامؑ کا بایاں ہاتھ بھی تلوار سے قطع کیا، پھر ہاتھ بڑھا کر کمر بند لینا چاہا کہ اچانک دیکھا زمین لرزنے لگی، تیز ہوائیں چلنے لگیں۔ میں نے تڑپتی ہوئی آواز گریہ سنی:

" وا ابتاہ ! وا مقتولاہ ، وا ذبیحاہ ، واحسیناہ ، و اغریباہ ، یا بُنییّ قتلوک و ما عرفوک و من شرب الماء منعوک " (ہائے میرے پیارے حسین۔ تجھے لوگوں نے قتل کیا اور تیری منزلت نہ پہچانی۔ تجھے پانی بھی نہ پلایا)

اس درمیان میں نے اپنے کو لاشوں کے درمیان چھپا لیا، اتنے میں تین آدمیوں کو ایک معظمہ کے ساتھ دیکھا، ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے، فرشتوں سے تمام فضا بھر گئی تھی، وہ رسول خداؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراؑ اور حسن مجتبیٰؑ تھے، وہ سبھی رونے اور بین کرنے لگے۔

اتنے میں رسول خداؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا:

"یا اخسّ الانام لعنة الله الملک العلام فعلت ھکذا بولدی سوّد الله وجھک و قطع یدیک فی الدنیا قبل الاخرۃ"

(اے ذلیل ترین شخص! خدائے علّام کی تجھ پر لعنت ہو۔ تو نے میرے فرزند کے ساتھ یہ سلوک کیا۔ خدا تیرا چہرہ سیاہ کرے اور تیرے ہاتھ قطع کرے دنیا و آخرت میں)

ابھی رسولؐ کی نفرین تمام بھی نہ ہوئی تھی کہ میرے ہاتھ خشک ہو گئے اور میرا چہرہ سیاہ رات کی طرح کالا ہو گیا اور میں اس حالت میں گرفتار ہو گیا، اب میں خانۂ خدا کے پاس آیا ہوں اور اس کی مہربانی کا طلبگار ہوں ،حالانکہ جانتا ہوں کہ خدا مجھے ہرگز نہ بخشے گا، جو بھی موجود تھا ہر ایک نے اس کی بات سن کر اس پر لعنت کی۔(۱)

بعض روایات میں ہے کہ اس شخص نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری سے بازار مدینہ میں ملاقات کی اور اپنے اوپر گذری داستان کو بیان کیا، جابر پر اس قدر رقت طاری ہوئی کہ وہ اس طرح رونے لگے جیسے کسی ماں کا بچہ مر گیا ہو اور اس سے کہا: تیرے اوپر خدا کی لعنت اور فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو۔(۲)

۴۔ شہیدوں کے سرہائے بریدہ

عمر سعد نے حکم دیا کہ تمام شہداء کربلا کے سروں کو بدن سے جدا کیا جائے، پھر ان سروں کو مختلف قبیلوں میں بانٹ دیا گیا تا کہ یہ سب کوفہ لے جا کر ابن زیاد کے سامنے پیش کریں اور انعام اور تقرب حاصل کریں۔ سب ملا کر ۷۸ سر تھے۔

۱۳رسروں کو قبیلۂ کندہ کے حوالے کیا اور اس کی سرپرستی قیس ابن اشعث کو دی گئی۔

۱۲رسر قبیلۂ ہوازن کو شمر کی سرپرستی میں دیا گیا۔

۱۷رسر کو قبیلۂ تمیم کے حوالے کیا گیا۔

۱۶رسر قبیلۂ بنی اسد کو دے دیئے گئے۔

۷رسر قبیلۂ مذحج کے سپرد کئے گئے۔

سب ملا کر ۶۵ سر ہوتے ہیں، بقیہ کو دوسرے قبیلوں کے حوالے کیا گیا۔(۳)

لیکن مناقب بن شہر آشوب میں ہے کہ ۲۰رسر قبیلہ ہوازن کے سپرد کئے گئے اور ۱۹رسر قبیلۂ تمیم کے۔ ۹سر قبیلہ بنی اسد اور دیگر قبیلوں کو ۹رسر دئے گئے۔ انہوں نے قبیلہ مذحج کا تذکرہ نہیں کیا ہے، کل ستر سروں کو گنایا ہے۔(۴)

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۶۱ـ۶۳۔ اسی طرح کا واقعہ بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۳۱۱، اور نفائس الاخبار، ص ۷۷۴ پر مدینۃ المعاجز کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے۔

۲۔ ریاض الاحزان عالم قزوینی، ص ۱۱

۳۔ لہوف، ص ۸۱، بحارالانوار، ج ۴۵، ص ۶۲

۴۔ مناقب ج ۴، ص ۱۱۲

مختصر یہ کہ تمام سروں کو جدا کیا گیا۔ صرف دو سر چھوڑ دیئے گئے۔ ایک سر علی اصغرؑ کا۔ کیونکہ امام حسینؑ نے علی اصغر کو دفن کیا تھا۔ دوسرا سر حر بن یزید ریاحی کا۔ کیونکہ اس کے رشتہ دار مانع ہوئے کہ ان کا سر نہ کاٹا جائے۔

دوسری قابل ذکر بات یہ کہ مقاتل میں ہے کہ حر کے رشتہ داروں نے حر کی لاش پر گھوڑا دوڑائے جانے کی بھی سختی سے مخالفت کی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام شہداء کے بدنوں کو بھی گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا۔

امام حسینؑ کا سر مقدس خولی کے تنور خانہ میں

عمر سعد نے عاشور کے دن امام حسینؑ کا سر مقدس خولی بن یزید اصبحی اور حمید بن مسلم کے حوالے کیا تا کہ ابن زیاد کے سامنے پیش کریں۔

خولی کا مکان کوفے کے ایک فرسخ پر تھا، وہ اپنے گھر آیا گیارہویں کی رات تھی، اس نے سوچا صبح کو ابن زیاد کی خدمت میں پیش کرے گا۔

خولی کی دو بیویاں تھیں، ایک عورت انصاریہ تھی، مسلمانان مدینہ کی فرد انصار میں سے تھی، اس لئے خولی نے سر حسینؑ کو اس سے چھپایا اور تنور میں رکھ دیا۔

عیوف نے آخر شب میں مشاہدہ کیا کہ ایک نور آسمان تک تنور سے ساطع ہے، جب وہ اس تنور کے قریب گئی دیکھا کہ چند خواتین بڑے سوز و گداز اور دلخراش انداز میں رو رہی ہیں، واقعہ سمجھ گئی اور اپنے شوہر سے کہا کہ تو نے امام حسینؑ کو شہید کر ڈالا یہ کہہ کر روتی ہوئی شوہر کے پاس سے چلی آئی اور غم حسینؑ کی خاطر اس نے اپنے شوہر کے لئے کبھی خوشبو نہ لگائی، وہ ہمیشہ غم حسینؑ میں ڈوبی رہی۔ (۱)

دوسری عورت کا نام نوار تھا، اس نے خولی سے کہا:

"اب کبھی میں تیرے ساتھ بستر پر نہیں سوؤنگی۔" یہ کہہ کے خولی سے علیحدہ ہوگئی اور کبھی اس سے میل نہ ہوا۔ (۲)

(بعض لوگوں نے سر حسینؑ اٹھانے والے کا دوسرا نام لکھا ہے کیونکہ خولی مختار کے حکم سے قتل کیا گیا)

۱۔ مقتل المقرم، ص ۳۷۵

۲۔ البدایہ بن کثیر، ج ۸، ص ۱۹۰، مطابق نقل مدرک قبل

خولی نے دوسرے دن صبح کو دارالامارہ پہونچکر ابن زیاد کے سامنے امام حسینؑ کا سر مقدس پیش کیا اور کہا:

املأ رکابی فضّة او ذهبا — انّی قتلت السید المحجّبا

و خیرهم یذکرون النسبا — قتلت خیر الناس امّاً و ابا

(میرے رکاب کو سونے چاندی سے بھردے، میں نے نازش آفریں سردار کو قتل کیا ہے، جو ارباب نسب میں سب سے بہتر ہے اور جو ماں اور باپ دونوں اعتبار سے بہترین ہے۔)

اس شخص سے بھرے مجمع میں امام حسینؑ کی جو تعریف کی تو ابن زیاد سخت برہم ہوا اور خولی سے کہا: ''اگر تو جانتا تھا کہ امام حسینؑ بہترین انسان تھے تو انہیں قتل کیوں کیا، خدا کی قسم تجھے کچھ بھی نہ دوں گا''۔

بعض نے نقل کیا ہے کہ ابن زیاد نے غصے میں آکر اسے قتل کرادیا۔(۱)

زوجۂ خولی کا مرثیہ

بعض روایات میں ہے کہ خولی بہت جلد کربلا سے کوفہ آیا تاکہ سر حسینؑ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کرے، جس وقت دارالامارہ کے پاس پہونچا، دیکھا کہ دارالامارہ بند ہے، وہ اپنے گھر چلا گیا اور امامؑ کے سر کو ایک مٹی کے برتن سے ڈھانپ کر کمرے میں چلا گیا، اس کی زوجہ نوار نے کہا: ''تجھ پر تف ہے، لوگ سونا چاندی لاتے ہیں اور تو فرزند رسولؐ کا سر لایا ہے؟ خدا کی قسم اب کبھی ایک کمرے میں تیرے ساتھ جمع نہ ہوں گی، کبھی میرا سر اپنے پاس نہیں دیکھے گا''۔

نوار کا بیان ہے: میں نے دیکھا کہ ایک نور ستون کی طرح اس سر سے آسمان کی طرف ساطع ہے اور سفید پرندے اس سر کے اطراف میں دیکھے جو پرواز کررہے تھے، یہ صورتحال صبح تک رہی۔(۲)

۵۔مصائب شام غریباں

عاشور کے دن کی خونیں جنگ صبح سے غروب تک جاری رہی، امام حسینؑ عصر عاشور کے وقت شہید

۱۔مقتل المقرم، ص ۳۷۵

۲۔معالی السبطین، ج ۲، ص ۹۳

مساعی سے طبع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے۔

اس سلسلے میں اگر میں اپنے بعض احباب کا شکریہ ادا نہ کروں تو یقیناً نا انصافی ہوگی۔ خصوصاً جناب مولانا کلب عباس خان صاحب کا مشکور ہوں جنہوں نے حوالجات کی تنظیم و ترتیب میں میرا بھر پور ساتھ دیا اور دوست عزیز مولانا ظہیر عباس صاحب اور مولانا رضوان علی صاحب بھی شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے میرے ہمراہ پروف ریڈنگ کے فرائض انجام دیئے، خدا انہیں جزائے خیر دے۔

آخر میں خدائے متعال کی بارگاہ اقدس میں دعا گو ہوں:

معبود! ہمیں سخت ترین حالات و ماحول میں بھی مقاصد کربلا کو زندہ رکھنے کی توفیق عطا فرما۔

آمین یارب العالمین

سید شاہد جمال رضوی گوپالپوری

حوزۂ علمیہ قم

ایران

ہوئے، خیموں کو عصر عاشور کے وقت لوٹ کر آگ لگائی گئی، اس طرح وہ رات بڑی غم انگیز اور دلخراش تھی، اس شب کی شام، شام غریباں تھی، ایک طرف پارہ پارہ جسموں سے سر علیحدہ تھے، جو خاک پر پڑے تھے اور دوسری طرف مصیبت زدہ خواتین اور بچے صحرا میں منتشر تھے اور امام سجادؑ ایک ادھ جلے خیمے میں بستر بیماری پر تھے، اس سنگین اور دردناک منظر شب کو، خاص طور سے زینبؑ کے مصائب کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔

شام غریباں میں بڑے تڑپا دینے والے واقعات پیش آئے۔

ا۔سنگدل ساربان کا واقعہ پیش آیا۔

۲۔خولی کے سر امام حسینؑ کو تنور میں رکھنے کا واقعہ پیش آیا۔

اور تیسرا واقعۂ دلخراش یہ کہ حضرت زینبؑ نے ادھر ادھر بکھری ہوئی خواتین اور بچوں کو جمع کرنا شروع کیا، جب بھی کسی سے بات کرتی تھیں تو بے اختیار آنسو نکل پڑتے تھے، ایک بابا کو پوچھتی ہے دوسری چچا کے بارے میں سوال کرتی ہے، تیسری پیاسے اصغر کو یاد کرتی ہے، چوتھی اکبر و قاسم اور عون و مسلم ....

ایک بچی کہتی ہے کہ پھوپھی اماں مجھے طمانچے لگائے گئے، دوسری کہتی ہے میرے کانوں سے خون بہہ رہا ہے، کیونکہ میرے کانوں کو گوشواروں کی طمع میں اس طرح کھینچا گیا کہ لویں پھٹ گئیں، تیسری کہتی ہے: مجھے تازیانہ مارا گیا، زینبؑ سیکڑوں حوادث کے درمیان کھڑی ہیں کہ بقول شاعر

ایک دو زخم نہیں جسم ہے سارا چھلنی درد بیچارہ پریشاں ہے کہاں سے اٹھے

اس درمیان زینبؑ نے بچوں کو شمار کرنے کے بعد معلوم کیا کہ دو بچے گم ہو گئے ہیں، دو امانتیں، جنہیں بھائی نے زینبؑ کی سرپرستی میں دیا تھا وہ نہیں ہیں، اپنی بہن ام کلثوم (س) کو آواز دی:

"آؤ دیکھیں، دو بچے گم ہو گئے ہیں"۔

وہ دونوں مصیبت زدہ بہنیں دونوں بچوں کو تلاش کرنے صحرا کی طرف نکلیں، بہت چکر لگایا، آخر کار دیکھا کہ وہ دونوں گل گلزار حسین ریگ زار پر کانٹوں کے درمیان گلے میں بانہیں ڈالے سوئے ہوئے ہیں، لیکن جب آگے بڑھیں کہ بچوں کو آغوش میں اٹھائیں، انہیں جگائیں، بڑا دلخراش اور غم انگیز منظر دیکھا، اگر چہ مصیبت بڑی بھیانک تھی ، لیکن انہوں نے کیا دیکھا کہ وہ دونوں آقا زادے پیاس اور وحشت کی تاب نہ لا کر دنیا سے چل بسے ہیں۔

خدا ہی جانتا ہے کہ اس گھڑی ان دونوں بہنوں پر کیا گذری۔(۱)

بعض مقاتل میں ہے کہ جس وقت دشمنوں کو اس حادثہ جانسوز کی اطلاع ہوئی تو عمر سعد کو خبر دی گئی اور اجازت مانگی گئی کہ اہلبیتؑ کو پانی پہونچا دیا جائے، عمر سعد نے انکار نہیں کیا، لشکر شام نے بچوں کو پانی پہونچایا لیکن بچوں نے پانی نہیں پیا، انہوں نے کہا:

''کیف نشرب و قد قتل ابن رسول اللهؐ عطشاناً''

''ہم پانی کیسے پیئیں جبکہ فرزند رسول تشنہ شہید کئے گئے۔''(۲)

۶۔شہداء کی لاشوں کی طرف سے اہل حرم کا عبور

عمر سعد گیارہویں کی ظہر تک کربلا میں رہا اور اپنی لاشوں پر نماز پڑھ کے دفن کیا، اس کے بعد کوفے کی طرف چلنے کا ارادہ کیا۔ حالانکہ شہداء کربلا کی لاشیں اسی طرح جلتی زمین پر پڑی ہوئی تھیں۔

عمر سعد نے حکم دیا کہ اہل حرم کو (جن کی تعداد بیس تھی) اور تمام بچوں کو امام سجادؑ سمیت جو اس وقت ۲۲ رسال کے تھے اور امام باقرؑ جو اس وقت چار سال کے تھے، ان سب کو بے کجاوہ اونٹوں پر سوار کیا جائے تا کہ قیدی کی صورت میں ان لوگوں کو کوفہ لے جایا جائے گردن امام سجادؑ میں ''غل جامعہ'' پنھایا گیا اور ان لوگوں کو قتل گاہ کی طرف لے جایا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ اہلبیتؑ نے عمر سعد کو قسم دی کہ انہیں قتلگاہ کی طرف سے لے جایا جائے تا کہ شہداء سے تجدید عہد کرسکیں۔(۳)

جس وقت اہل حرم کی نگاہ شہیدوں کی پارہ پارہ لاشوں پر پڑی، ان کے زخم تازہ ہو گئے، وہ اپنے منھ پر طمانچے مارنے لگیں، خود کو پشت شتر سے زمین پر گرادیا، پارہ پارہ لاشوں کے قریب آ کر رونے لگیں، ایک محشر بپا ہو گیا۔

۱۔انوار الشہادۃ، معالی السبطین، ج۲،ص۸۹

۲۔معالی السبطین، ج۲،ص۸۹

۳۔بحار الانوار، ج۴۵،ص۵۸

حمید بن مسلم کہتا ہے کہ بخدا میں زینبؑ کونہیں بھولتا جو شہداء کی پارہ پارہ لاشوں کے درمیان تڑپ تڑپ کر گریہ وزاری کررہی تھیں۔

ان کا نالہ تھا "وامحمداه صلّیٰ علیک ملائکة السماء ،هذا حسین مرمّل بالدماء ، مقطّع الاعضاء و بناتک سبایا ..."

(فریاد ہے اے محمد مصطفیٰؐ! آسمان کے فرشتوں کی آپ پر صلوات۔ یہ آپ کا حسین مظلوم ہے جو اپنے خون میں غلطاں ہے، اعضاء بدن پارہ پارہ ہیں اور آپ کی بیٹیوں کو قیدی کی طرح پھرایا جارہا ہے۔)

دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی فریاد یہ تھی۔

"....هٰذا حسین مجزور الرّاس من القفا ، مسلوب العمامة و الرّداء ....بابی المهموم حتیٰ قضیٰ ، بابی العطشان حتیٰ مضی ، بابی من شیبته تقطر بالدّماء ....".

اے جد نامدار! یہ آپ کا حسین ہے جس کا سر پس گردن سے جدا کیا گیا، لباس اور عمامہ لوٹ لیا گیا، میرے باپ اس پر قربان جو تڑپا تڑپا کر شہید کیا گیا۔ میرے باپ قربان جس کو پیاسہ قتل کیا گیا۔ میرے باپ قربان جس کی ریش اقدس سے خون کے قطرات ٹپک رہے ہیں۔

راوی کا بیان ہے کہ زینبؑ نے اس طرح گریہ ونالہ کیا کہ "فابکت و الله کلّ عدوٍ و صدیقٍ" (خدا کی قسم تمام دوست ودشمن رونے لگے۔(۱)

گیارہویں کے مصائب کا دوسرا رخ

نقل ہے کہ زینبؑ جس وقت بھائی کی لاش کے قریب آئیں تو وہاں ٹھہر کر بڑے خلوص کے ساتھ بارگاہ خداوندی میں عرض کی: "اللهم تقبّل منّا قلیل القربان" (خدایا ہماری ان حقیر قربانیوں کو قبول فرما۔

جس وقت اپنی جانسوز گفتار کے ساتھ پارہ پارہ جسموں کے پاس یہ دعا کررہی تھیں، یہ منظر اس قدر کربناک تھا کہ "فابکت و الله کلّ عدوٌ و صدیقٍ"۔ (خدا کی قسم تمام دوست ودشمن رونے لگے۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۵۹، نفس المهموم، ص ۲۱۰

اور دوسری روایت کے مطابق "حتیٰ رأینا دموع الخیل تتقاطر علی حوافرھا"

یہاں تک ہم نے دیکھا کہ گھوڑوں کی آنکھوں سے بھی اس طرح آنسو ٹپک رہے تھے کہ ان کے سموں پر گر رہے تھے۔

جس وقت ام کلثومؑ نے بھائی کی پارہ پارہ لاش کو دیکھا تو انہیں جد رسول خداؐ کی یاد آئی اور آنحضرتؐ سے خطاب کیا۔

"یا رسول اللّٰہ انظر الی جسد ولدک ...."

اے رسول خداؐ! ذرا اپنے فرزند کے جسد کو دیکھئے کہ بغیر غسل زمین پر پڑا ہے، صحرا کے ذرے اس کا کفن بن گئے ہیں، اس کی رگوں سے جو خون جاری ہوا ہے، اس سے غسل ہوا۔

اے جد بزگوار! اپنے اہلبیتؑ کو دیکھئے کہ انہیں اسیر کر کے بڑی بے احترامی کے ساتھ مقتل سے گذارا جا رہا ہے اور ہماری آنکھوں کے سامنے شہیدوں کے نورانی سر نیزوں پر بلند ہیں۔

حضرت سکینہ نے بابا کی لاش دیکھ کر یہ مرثیہ پڑھا:

"ابی یا ابی ما کان اسرع فرقتی ...."

"اے بابا، اے بابا! آپ کے فراق کی گھڑی کس قدر جلد آ گئی۔

اے بابا! میں آپ کے فراق میں کتنی جلدی مبتلا ہو گئی، آپ کے بعد کون میری سرپرستی کرے گا۔

اے آقا، اے میرے سردار! آپ کے بعد یتیموں کو کون پناہ دے گا، ان بیواؤں کو کون پناہ دے گا؟

اے جدّ نامدار! ذرا قبر سے اٹھ کر آیئے اور اپنے پیارے کو دیکھئے کہ چہرہ مجروح اور اپنے خون میں آغشتہ ہے"(۱)

بعض مقاتل میں ہے کہ زینبؑ نے جھک کر بھائی کے پارہ پارہ جسد کو سینے سے لگایا اور اپنا منھ حلقوم بریدہ پر رکھ کر بوسہ دیا اور کہا:

۱۔ کبریت الاحمر، ص ۳۷۶

"اخی ! لو خیّرت بین الرحیل و المقام عندک لاخترت المقام عندک و لو انّ السباع تأکل من لحمی"۔

"بھیا! اگر ہمیں اختیار دیا جاتا کہ میں کوچ کروں یا تمہارے پاس رہ جاؤں تو تمہارے پاس رہنے کو ترجیح دیتی چاہے اس صحرا میں درندے مجھے پھاڑ کھاتے۔"(۱)

پھر فرمایا:

"یا ابن اُمّی لقد کللت عن المدافعة لھٰؤلاء النّساء و الاطفال و ھٰذا متنی قد اسود من الضّرب"۔

اے ماں جائے! ان اہل حرم اور بچوں کی نگرانی سے ٹوٹ چکی ہوں، بہت پریشان ہوں اور یہ میری کمر ہے (یا میرا چہرہ ہے کہ) کہ تازیانوں کی ضرب سے سیاہ ہو چکا ہے۔(۲)

۷۔ جناب سکینہؑ باپ کی لاش پر

مصباح کفعمی میں نقل ہے کہ حضرت سکینہ جس وقت بابا کی لاش پر پہونچی، ان کا جسد آغوش میں لیا اور شدت اندوہ سے بیہوش ہوگئیں، غش کے عالم میں سنا کہ بابا فرما رہے ہیں:

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی
او سمعتم بغریب او شھید فاندبونی

جس وقت ہوش میں آئیں تو گھبرا کے اٹھیں اور منھ پر طمانچے مارنے لگیں۔(۳)

دوسری روایت میں ہے کہ سکینہ نے خود کو بابا کی لاش پر گرا دیا اور کئی بار چیخ ماری یہاں تک کہ بیہوش ہوگئیں، جب ہوش میں آئیں تو فرمایا کہ عالم بیہوشی میں بابا کی یہ فرمائش سن رہی تھی:

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۵۵

۲۔ معالی السبطین، ج۲، ص۵۵

۳۔ منتہی الآمال، ج۱، ۲۹۳، مصباح کفعمی، ص۳۷۶

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی   او سمعتم بغریب او شهید فاندبونی
و انا السبط الذی من غیر جرم قتلونی   و بجرد الخیل بعد القتل عمداً سحقونی
لیتکم فی یوم عاشورا جمیعاً تنظرونی   کیف استسقی لطفلی فابوا ان یرحمونی
و سقوه سهم بغی عوض الماء المعین   یا لرزء و مصاب هدّ ارکان الحجرن
و یلهم قد جرحوا قلب رسول الثّقلین   فالعنوهم ما استطعتم شیعتی فی کل حین (۱)

اے میرے شیعو! جب بھی تم ٹھنڈا پانی پیو تو مجھے یاد کرلو یا کسی غریب اور شہید کی کہانی سنو تو میرے اوپر آنسو بہاؤ، میں وہ فرزند رسول ہوں جسے بے جرم وخطا شہید کیا گیا اور شہادت کے بعد میری لاش کو گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا گیا۔

کاش تم عاشور کے دن سب کے سب موجود ہوتے اور دیکھتے کہ کس طرح میں نے اپنے ننھے صغیر کے لئے پانی مانگا اور ان لوگوں نے رحم کرنے سے انکار کیا۔

اسے ظلم کے تیر سے سیراب کیا، بجائے ٹھنڈا پانی پلانے کے، ہائے وہ کیسا غم انگیز حادثہ تھا، جس سے مکہ کے بلند پہاڑ بھی لرز گئے اور ویران ہو گئے۔

وائے ہو ان لوگوں پر جنہوں نے اپنی اس حرکت سے رسول خداؐ کے جن وانس کے رسولؐ کا قلب مبارک زخمی کیا۔ اے میرے شیعو! جب بھی تمہیں موقع ملے، ہر وقت ان ظالموں پر لعنت کرتے رہنا۔

ان دردناک اشعار کو سن کر ایک محشر بپا ہو گیا تمام دوست دشمن رونے لگے، روایت ہے کہ

"فاجتمعت عدّة من الاعراب حتیٰ جرّو ھاعنه"۔

یہاں تک کہ عمر سعد کے حکم سے کچھ عربوں نے آ کر سکینہ کو ان کے بابا کی لاش سے جدا کیا۔

۸۔ امام سجادؑ لاشوں کے قریب

امام سجادؑ سخت بیمار تھے، اسی حالت میں دشمنوں نے آپ کو غل جامعہ (بھاری زنجیر جو گردن کے ساتھ

۱۔ ا۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۵۵، ریاحین الشریعۃ بحوالہ دمعۃ الساکبہ، ج ۳، ص ۲۷۵

تمام جسم کو جکڑ لیتی ہے) پنھایا، بیماری کی شدت سے پشت فرش پر بیٹھنے کی طاقت نہیں تھی، دشمنوں نے یہ حالت دیکھ کر آپ کے پائے مبارک کو اونٹ کے پیٹ سے باندھ دیا تا کہ آپ پشت شتر سے زمین پر نہ گر جائیں، جس وقت اہل حرم مقتل میں لاشوں کے درمیان آئے تو سب نے اپنے کو لاشوں پر گرادیا۔(۱)

لیکن امام سجادؑ شتر سے اتر نہیں سکتے تھے، آپ نے پشت شتر ہی سے لاشوں کو دیکھا، آپ پر کرب و اضطراب کی یہ کیفیت طاری ہوئی کہ نزدیک تھا کہ روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے۔

جس وقت حضرت زینبؑ نے آپ کی یہ حالت دیکھی تو قریب آ کر کہا:

"مالی اراک تجود بنفسک یا بقیّة جدّی و ابی و اخوتی" اے نانا اور باپ اور بھائی کی یادگار! یہ کیا حالت ہے، تم تو جان دینے پر آمادہ ہو، میں یہ کیا دیکھ رہی ہوں؟"

امام سجادؑ نے فرمایا:

"و کیف لا اجزع و اھلع و قد اریٰ سیدی و اخوتی و عمومتی و ولد عمّی ...."

"مجھے یہ بے تابی کیسے نہ ہو، میں کیسے صبر کروں؟ جبکہ میں اپنے بابا، اپنے بھائی، پنے چچا اور چچیرے بھائیوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اس صحرا میں اپنے خون میں نہائے پڑے ہیں، بے غسل و کفن ہیں کوئی انہیں کفن دینے والا نہیں، کوئی ان کے قریب نہیں جاتا، نہ کوئی مہربانی کرتا ہے، جیسے یہ لوگ ترک و دیلم کے خاندان سے ہیں"۔

حضرت زینبؑ نے انہیں اس طرح تسلی دی کہ فرمایا:

اے یادگار جد و پدر و برادر! یہ نہ دیکھو، خدا کی قسم یہ خدا کا عہد و پیمان ہے، جسے فراعنۂ وقت نہیں پہچانتے یہ آسمان والے اور فرشتے پہچانتے ہیں، وہ آئیں گے اور پارہ پارہ جسموں کو دفن کریں گے۔ تمہارے بابا کے مرقد پر علامت نصب ہوگی جسے گذرتے زمانے اثر نہ ڈال سکیں گے، چاہے سلاطین کفر اسے محو کرنے کی جتنی بھی کوشش کریں، وہ اس کا الٹا نتیجہ دیکھیں گے اور دن بدن اس روضے کی رونق میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

اس موقع پر جناب زینبؑ نے حدیث امّ ایمن بیان کی۔(۲)

۱۔ ناسخ التواریخ ص ۳۰۳

۲۔ مقتل المقرم ص ۳۸۱، ناسخ التواریخ ص ۳۰۴، مثیر الاحزان ص ۹۴

۹۔ لاشوں سے وداع کا منظر

اہلبیت کا شہداء کی پارہ پارہ لاشوں سے وداع ہونے کا منظر بھی بڑا دردناک تھا، زینب اور تمام اہل حرم جس وقت کربلا میں آئے تھے ان کے ساتھ امام حسینؑ، اکبر، عباس، قاسم و..... جیسے عظیم حضرات آئے تھے۔ اب جبکہ قیدی کی طرح کوفہ جارہے ہیں تو اپنی آنکھوں سے ان لاشوں کو ٹکڑے ٹکڑے خاک گرم پر پڑا ہوا دیکھ رہے ہیں، اسی راستے سے گذر رہے ہیں، وہ کربلا سے اپنا دل جدا نہیں کر پارہے ہیں، وہ نہیں چاہتے کہ ان لاشوں سے جدا ہوں لیکن دشمن انہیں مجبور کر کے لئے جارہے ہیں، جدائی کے سوا چارہ نہیں۔

ایک سنگدل ظالم زجر بن قیس کے ہاتھ میں تازیانہ تھا مقتل میں آکر اہلبیت سے بولا کہ اونٹوں پر جلد سوار ہو جاؤ، تمہیں کوفہ چلنا ہے۔ لیکن اہل حرم اپنے وارثوں کی لاشوں سے علیحدہ نہیں ہوئے۔

"فاخذ بضربهنّ بالسّوط حتیٰ ارکبوهنّ علی الجمال"

"زجر بن قیس نے انہیں تازیانہ مارا تاکہ اونٹوں پر سوار ہوں" (۱)

حضرت زینبؑ انتہائی ناگواری میں مظلومانہ طریقے سے اونٹ پر سوار ہوئیں، خدا ہی جانتا ہے کہ زینبؑ کے دل پر کیا گذر گئی اسی حالت میں حسینؑ اور دوسرے بھائیوں کی لاشوں سے جدا ہوئیں وہ جب بھی اونٹ پر سوار ہوتی تھیں تو بھائی اور بھتیجے بڑی عزت واحترام کے ساتھ سوار کیا کرتے تھے۔ زانو خم کرتے تھے تاکہ فاطمہؑ کی بیٹی اس زانو پر پاؤں رکھ کر سوار ہوں لیکن آج سوار کرنے والے شمر، خولی اور زجر بن قیس ہیں۔

۱۰۔ مصائب دفن شہداء

متعدد روایات کے مطابق معصوم امامؑ کو معصوم ہی دفن کرسکتا ہے، دوسرا نہیں۔ (۲)

اس بنیاد پر آٹھویں امام حضرت علی رضاؑ اپنے والد امام موسیٰ کاظمؑ کو دفن کرنے کے لئے مدینہ سے بغداد تشریف لائے اور اپنے ہاتھوں سے ساتویں امام کو غسل دیا، کفن پنہایا اور دفن کیا۔

۱۔ تظلم الزہرا، ص ۱۷۷۔ مقتل المقرم، ص ۳۸۲

۲۔ اثبات الوصیۃ، ص ۱۷۳

اس زمانے میں اکثر لوگوں کو یقین نہیں آتا تھا، حضرت رضاؑ نے انہیں میں سے ایک شخص علی بن حمزہ سے مناظرہ کرتے ہوئے فرمایا:

مجھے بتاؤ امام حسینؑ امام تھے یا نہیں۔

اس نے کہا: بے شک امام تھے۔

امامؑ نے پوچھا: انہیں کس نے دفن کیا؟

جواب دیا: انہیں علی بن الحسین امام سجادؑ نے دفن کیا۔

امامؑ نے پوچھا: امام سجادؑ اس وقت کہاں تھے؟

علی بن حمزہ نے کہا: امام سجادؑ اس وقت کوفہ کے قید خانے میں تھے، زندان بان کو معلوم بھی نہیں ہوا اور آپ کربلا پہونچ گئے۔

امامؑ نے فرمایا: جس ذات نے امام سجادؑ کے لئے یہ ممکن بنایا کہ کوفہ سے کربلا تشریف لے جائیں اور اپنے باپ کو دفن کریں مجھے بھی اسی ذات نے بغداد پہونچایا، کیونکہ میں صاحب امر ہوں، میں تو قید خانے میں بھی نہیں تھا۔(۱)

دفن شہداء کا منظر

سید نعمت اللہ جزائری نے عبداللہ اسدی سے ایک روایت دفن شہداء کے بارے میں نقل کی ہے جس کا خلاصہ پیش کیا جاتا:

''جس وقت امام حسینؑ اور آپ کے انصار شہید ہو گئے عمر سعد نے اپنے کشتوں پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا اور انصار حسینؑ کے شہیدوں کی لاشوں کو جس طرح پڑی تھیں انہیں زمین گرم پر چھوڑ دیا اس کے بعد اہل حرم کو اسیر کر کے کوفہ لے گیا۔

۱۔ مقتل المقرم، ص ۳۹۷

نہر علقمہ کے نزدیک بنی اسد کا قبیلہ ایک دیہات میں رہتا تھا۔ بنی اسد کی عورتیں مقتل میں آئیں اور شہداء کی پارہ پارہ لاشیں دیکھیں، ابھی تک انکے پاک بدن سے خون تازہ بہہ رہا تھا، انہیں بہت تعجب ہوا، جیسے وہ ابھی ابھی شہید ہوئے ہوں وہ اپنے مردوں کے پاس آئیں اور کہا کہ تم رسول خداؐ اور علی مرتضٰی و فاطمہ زہرا کی بارگاہ میں کیا جواب دوگے کہ ان کے فرزندوں کی مدد بھی نہ کی اور ان کی طرف سے تیرو نیزہ اور تلوار بھی نہ چلایا۔

بنی اسد کے مردوں نے کہا: ہمیں بنی امیہ کا ڈر تھا لیکن اب شرمندہ ہیں۔ کیا کریں، ہم نے آل رسولؐ کی نصرت نہ کی۔

عورتوں نے کہا: اب جبکہ تم نصرت رسول سے محروم رہے، اٹھو اور جا کر ان پاکیزہ لاشوں کو دفن کرو، کم سے کم اس سے نصرت نہ کرنے کا ننگ تم سے برطرف ہوجائے گا۔

مردوں نے کہا: ہم اس پیش کش کو قبول کرتے ہیں، وہ لوگ اٹھے اور کدال بیلچہ لیکر مقتل کی طرف روانہ ہوئے، پہلے انہوں نے امام حسینؑ کو دفن کرنے کا ارادہ کیا، لیکن وہ امام اور تمام انصار کی لاشوں کو پہچان نہ سکے کیونکہ ان کے بدن پر سر نہ تھے، حیران تھے کہ کیا کریں ناگاہ انہوں نے ایک اجنبی سوار کو آتے دیکھا۔ اس سوار نے کہا:

''تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو؟

انہوں نے کہا: ہم ان پاکیزہ جسموں کو دفن کرنے آئے ہیں، لیکن ہم جسموں کو پہچان نہیں رہے ہیں۔

وہ سوار امام سجادؑ تھے، جب آپ نے یہ جملہ سنا تو بلند آواز سے رونے لگے اور فریاد کی:

''و اباه و ا ابا عبد الله ليتك حاضراً و ترانی اسیراً ذليلاً''

''ہائے بابا، ہائے ابوعبداللہ! کاش آپ موجود ہوتے اور دیکھتے کہ مجھے کس ذلت سے قیدی بنایا گیا''۔

اس کے بعد ان لوگوں سے فرمایا: میں تمہیں بتاتا ہوں، وہ گھوڑے سے اتر پڑے اور پارہ پارہ جسموں کی طرف گئے، ناگہاں آپ کی نظر امام حسینؑ کے جسد مطہر پر پڑی آپ نے آغوش میں لے لیا اور آنسو بہاتے ہوئے دردناک انداز میں فرمایا:

''یا ابتاه ! بقتلك قرّت عيون الشاميين ،يا ابتاه بقتلك فرحت بنو امية ، يا ابتاه

گفتار مترجم

ہماری تاریخ خونچکاں بھی ہے اور آنسوؤں سے شاداب بھی۔ یہ لعل و گہر ہمارے اجتماعی وجود کا امتیاز اور سرمایۂ نازش ہیں، کیونکہ ہم معصومہ کونین کی آرزو ہیں، آئمہ معصومینؑ کی فاضل طینت ہیں، ہمارا خمیر آب ولایت سے گوندھا گیا ہے۔

جس قوم کی یہ حیثیت ہو اس کی مقصدیت سے بھرپور زندگی کا ہر لمحہ بلکہ ہر سانس اہل بیتؑ کرام کی یاد سے معطر رہنی چاہئے کیونکہ انہیں کی وجہ سے کائنات کی بقا ہے، زیارت کے فقرے ہیں:

"و بکم تنبت للارض اشجارها و بکم تخرج الارض اثمارها و بکم تنزل السماء قطرها و رزقها و بکم یکشف الکرب و بکم ینزل الغیث..."

اے اہل بیت کرام! اور آپ حضرات ہی کے سبب زمین اپنے اشجار اگاتی ہے، آپ ہی کے سبب زمین اپنے پھلوں کو نمایاں کرتی ہے، اور آپ لوگوں ہی کے سبب سے آسمان اپنا قطرۂ باراں اور رزق نازل کرتا ہے اور آپ ہی لوگوں کے سبب خداوند عالم ہر درد اور اندوہ کو دور کرتا ہے اور آپ ہی لوگوں کے سبب خدا پانی برساتا ہے۔ (کامل الزیارات)

اسی لئے آپ حضرات کی زندگی و موت بشریت کے ہر دور کے لئے اسوہ اور نمونہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس عنوان سے ہمارا اولین فریضہ ہے کہ ہم معاشرے کو ان کی زندگی اور موت کے نشیب و فراز سے آشنا کرائیں خصوصاً آپ حضرات کی شہادت کے مصائب کا بیان ضروری ہے جو دشمنوں کے مکروہ چہروں سے نقاب ہٹانے میں کافی موثر کردار ادا کرتے ہیں۔ یہ کتاب اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

عام طور سے مصائب حسینی تفصیل سے بیان کئے جاتے ہیں لیکن دوسرے ائمہ کے مصائب بہت کم بیان کئے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ائمہ کے تابوت کی مجالس میں بھی زیادہ تر امام حسینؑ ہی کے مصائب بیان

بعدک طال حزننا"

"ہائے بابا! آپ کے قتل سے شامیوں کی آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔

ہائے بابا! آپ کے قتل سے بنی امیہ مسرور ہوئے۔

اے بابا آپ کے بعد ہمارا غم طویل ہو گیا۔"

اس کے بعد ذرا دیر کیلئے امام کے جسد اطہر کے قریب گئے اور وہاں کی تھوڑی سی مٹی ہٹائی تو تازہ قبر تیار ملی، خود ہی اس پارہ پارہ لاش کو قبر میں اتارا۔

بعض روایات میں ہے کہ امام سجادؑ نے بنی اسد کے لوگوں سے ایک چٹائی طلب کی اور جسم کے ٹکڑوں کو اس چٹائی میں رکھا، آپ قبر میں اتارنا چاہتے تھے کہ دو ہاتھ قبر سے برآمد ہوئے جو رسول خداؐ کے ہاتھوں سے مشابہ تھے، اس ہاتھ نے بدن کو لے لیا اور قبر میں رکھا۔(۱)

پھر امام سجادؑ نے قبر سے باہر آکر تمام جسموں کو پہچوایا اور بنی اسد کی مدد سے دفن کیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب امام سجادؑ اپنے پدر بزرگوار کو دفن کر دیا تو قبر پر اپنی انگلیوں سے لکھا:

"هذا قبر الحسين بن علی بن ابيطالبؑ ،الذی قتلوه عطشاناً غريباً"۔

یہ قبر ہے حسین بن علی بن ابی طالبؑ کی جو عالم غربت میں پیاسے قتل کئے گئے۔

امام سجادؑ جسد عباسؑ کے قریب

اس کے بعد امام سجادؑ نے بنی اسد سے کہا: کیا کوئی باقی ہے؟

انہوں نے جواب دیا: ہاں اے عربی بھائی! فرات کے کنارے ایک باوقار لاش پڑی ہے، اسی کے قریب دو اور بھی ہیں۔

ہم نے اس پرشکوہ جسد کو اٹھانا چاہا تو ایک طرف اٹھاتے تھے تو دوسری طرف گر جاتا تھا، کیونکہ اس جسد پر اس قدر تلواریں پڑی ہیں کہ سارا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہے۔

۱۔ کبریت الاحمر ص ۴۹۳

آپ نے فرمایا: ہمارے ساتھ اس جسد کے پاس چلو، امام نے جب وہ لاش دیکھی تو اپنے کو اس پر ڈال دیا اور فرمایا:

" علی الد نیا بعدک العفایا قمر بنی ھاشم علیک منی السلام "

آپ کے بعد دنیا پر خاک ہے اے قمر بنی ہاشم۔ آپ پر میرا سلام۔

بنی اسد کے لوگوں کا بیان ہے کہ پھر ہم سے فرمایا: ایک قبر تیار کرو تو ہم نے قبر تیار کی، امامؑ نے اکیلے ہی وہ لاش دفن کی اور فرمایا:

ہمارے ساتھ کچھ ایسے لوگ ہیں جو دکھائی نہیں دیتے وہ میری مدد کر رہے ہیں۔

اس کے بعد ان دونوں جنازوں کو بھی دفن کیا اور فرمایا:

یہ دونوں لاشیں بھی امیر المومنینؑ کے فرزندوں کی ہیں۔ (۱)

دوسری روایت میں ہے کہ امام سجادؑ بنی اسد کے ہمراہ حضرت عباسؑ کی لاش کے پاس آئے، جیسے ہی آپ کی نظر لاش پر پڑی، جھک کر بے اختیار رونے لگے اور فرمایا:

"یا عمّاہ! لیتک تنظر حال الحرم و البنات و ھنّ ینادین واعطشاہ وا غربتاہ "

اے عمو جان! کاش آپ اہل حرم کو اور خواتین کو دیکھتے کہ کس طرح چلاّ رہی تھیں: وائے عباس، ہائے غریبی۔

اس کے بعد آپ نے جنازے کو بنی اسد کی مدد سے دفن کیا، وہاں سے واپس آ کر تمام اصحاب کے جسموں کو دفن کیا۔

جس وقت وہ اجنبی شخص اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس جانے لگا، بنی اسد نے اس کا دامن تھام لیا اور پوچھا: آپ کو انہیں پاک شہداء کا واسطہ ہمیں بتائیے کہ آپ کون ہیں؟

سوار نے فرمایا: میں علی بن الحسین ہوں، میں اس لئے آیا تھا کہ جسم حسین اور تمام شہیدوں کو دفن کروں، اب میں ابن زیاد کے قید خانے میں واپس جا رہا ہوں، تم لوگوں کا شکریہ، ہمارے مصائب پر بے تابی نہ کرو۔ (۲)

واضح رہے کہ شہداء کی لاشیں تیرہ محرم کو دفن ہوئیں۔

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۶۶، ۷۰۔ ناسخ التواریخ، ص ۳۰۴

۲۔ (معالی السبطین، ج ۲، ص ۷۰ و ۷۷

کوفہ میں مصائب اہلبیتؑ

واضح رہے کہ کوفہ اپنی چند خصوصیات کی بناء پر اہلبیتؑ کے مصائب کے لئے بہت حساس بن گیا تھا۔

ا۔لگ بھگ پانچ سال تک یہاں حضرت علیؑ نے حکومت کی تھی، یہاں فرزندان علیؑ رہے تھے اور ایک دوسرے سے شناسائی تھی، زینب کبریٰؑ یہاں خلیفہ کی بیٹی کی طرح تھیں، آپ نے یہاں خواتین کو تعلیم دی تھی، یتیموں اور مجبوروں کی سرپرستی فرمائی تھی، لیکن آج یہاں قیدی بنکر سینے میں بے شمار غم لئے آئی تھیں۔

۲۔کوفہ والوں نے متعدد خطوط لکھ کر امام حسینؑ کو یہاں بلایا تھا، لیکن بے وفائی کی وجہ سے حضرت مسلم یہیں شہید کئے گئے، بجائے اس کے کہ امام حسینؑ یہاں تشریف لاتے، آپ کا سر مقدس نیزوں پر بلند کر کے لایا گیا۔

۳۔ابن زیاد نے فتح کے باجے بجوائے تھے کہ ایک خارجی نے خروج کیا تھا اس کے مردوں کو قتل کیا گیا اور عورتوں و بچوں کو اسیر کر کے لایا گیا ہے، بنا بریں لوگوں کو جشن کامرانی منانا چاہئے، ایک دوسرے کو مبارکباد دینا چاہئے، دشمن کے شماتت کا زخم دوسرے زخموں سے زیادہ اثر انگیز تھا جس سے اہلبیت متاثر ہوئے، ان باتوں کی روشنی میں مصائب اہلبیت کوفہ میں دوسری ہی نوعیت اختیار کر چکے تھے، ان میں سے بعض کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

ا۔اہلبیت کو بیرون کوفہ ٹھہرایا گیا

عمر سعد نے گیارہ محرم کو بعد ظہر امام سجادؑ اور اہل حرم نیز بچوں کو قید کر کے کوفہ چلنے کا حکم دیا، اہل حرم کو چالیس اونٹوں پر سوار کیا گیا۔

جس وقت یہ قافلہ کوفہ پہنچا سورج ڈوب چکا تھا، اس لئے حکومت کے حکم کے مطابق طئے پایا کہ کوفہ کے باہر رات بسر کریں، دوسرے دن کوفہ میں وارد ہوں تا کہ ظالم حکمرانوں کو اس فتح سے اچھی طرح سیاسی فائدہ اٹھانے کا موقع مل سکے۔

کوفہ کے باہر کچھ خیمے نصب کئے گئے، تعجب تو یہ ہے کہ روایتوں میں ہے کہ عمر سعد اور دوسرے اہلکار فوجی

انہیں خیموں میں رات بھر رہے اور قیدیوں کو خیموں کے باہر ٹھہرایا گیا، فوجیوں کے لئے بھرے برتنوں میں کھانا لایا گیا، ان کھانوں کی خوشبو قیدیوں کو محسوس ہو رہی تھی، اہلبیتؑ کے بچے بھوکے پڑے رہے انہیں کھانا نہیں دیا گیا۔(۱)

ام کلثومؑ کا مرثیہ

ابن زیاد نے ایک ہزار سپاہیوں کو شہر کوفہ کی نگرانی پر متعین کیا، وہ شہر کے تمام علاقوں میں پھیلا دیئے گئے تاکہ امام حسینؑ کے اہل حرم کوفے میں آئیں تو کوئی شورش پیدا نہ ہو۔

بارہویں تاریخ آ گئی شہداء کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا انہیں قیدیوں کے آگے رکھا گیا تھا۔

راوی کا بیان ہے کہ میں حج سے واپس کوفہ آیا، میں نے دیکھا کہ تمام شہر میں تعطیل ہے، مجھے بتایا گیا کہ اسیران کربلا کوفے میں وارد ہونے والے ہیں، ابن زیاد کا لشکر ڈھول اور باجے بجا رہے تھے، ہر طرف سے ہاؤ ہو کی صدائیں سننے میں آ رہی تھیں، اسی درمیان میری نظر امام حسینؑ کے سر پر پڑی، میں تڑپ اٹھا، گریہ گلوگیر ہو گیا، ناگہاں امام سجادؑ کو دیکھا کہ وہ بے کجاوہ اونٹ پر سوار ہیں، آپ کی ران سے خون ٹپک رہا تھا۔

اس درمیان ایک خاتون کو دیکھا، پوچھا: یہ خاتون کون ہیں؟

جواب ملا: یہ حضرت علیؑ کی بیٹی ام کلثوم ہیں، میں نے سنا وہ کہہ رہی تھیں:

" یا اهل الكوفة غضّوا ابصاركم عنّا اما تستحون من الله و رسوله ان تنظروا الىٰ حرم رسول الله و هنّ حواسر "

"اے اہل کوفہ! اپنی آنکھیں بند کرلو، ہماری طرف مت دیکھو، کیا تمہیں خدا اور رسولؐ سے شرم نہیں آتی کہ حرم رسول خداؐ کی بے پردگی کا تماشہ دیکھ رہے ہو۔"

یہ قیدی دروازۂ بنی خزیمہ پر ٹھہر گئے، اسی درمیان ام کلثوم کی نظر اپنے بھائی کے سر کی طرف گئی، وہ غم کی شدت سے گریبان چاک کر کے یہ اشعار پڑھنے لگیں:

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۹۶۔ اسرار الشہادۃ دربندی

ماذا تقولون ان قال النبی لکم ماذا فعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی منھم اسٰاری و منھم ضرّ جوابدمٍ

ما کان ھٰذا جزائی اذنصحت لکم ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی

انّی لاخشیٰ علیکم ان یحلّ بکم مثل العذاب الذی یأتی علی الامم

''تم کیا جواب دو گے جب رسول خداؐ تم سے پوچھیں گے کہ تم نے میری عترت اور اہلبیت کے ساتھ میرے بعد کیا سلوک کیا، جبکہ تم آخری امت ہو، بعض کو ان میں سے قیدی بنایا اور بعض کو ان کے خون میں غلطاں کیا، میری نصیحتوں کا بدلہ یہ تو نہیں تھا کہ میرے بعد میرے رشتہ داروں کے ساتھ برا سلوک کرو، مجھے خوف ہے کہ کہیں تم پر وہی عذاب نہ نازل ہو جائے جو پچھلی گنہگار امتوں پر نازل ہوا۔(۱)

یہ اشعار جناب زینبؑ کی طرف بھی منسوب ہیں، اسے آپ نے خطبہَ کوفہ کے بعد پڑھا تھا۔(۲)

ان اشعار کی نسبت حضرت عقیل کی صاحبزادی ام لقمان کی طرف بھی دی گئی ہے، آپ نے شہادت حسینؑ کی خبر مدینے میں سنکر پڑھے تھے، اسے سنکر مدینے والے بے اختیار رونے لگے۔(۳)

راوی کا بیان ہے کہ ایک عورت بام کوفہ پر آ کر بولی:

''من ایّ الاسٰاریٰ انتنّ''

تم کس خاندان کے قیدی ہو؟

جواب ملا:

''نحن اسٰاریٰ آل محمد (ص)''

ہم آل محمدؐ کے خاندان کے قیدی ہیں۔

اس عورت نے جب یہ سنا تو کوٹھے سے نیچے اتری تو جو کچھ چادر ممکن ہوئی جمع کر کے قیدیوں کے حوالے کیا اور انہیں چادریں اوڑھائیں۔(۴)

۱۔معالی السطبین، ج۲،ص ۹۷،۹۸

۲۔نفس المھموم،ص ۲۱۷

۳۔لہوف ص ۱۵۷۔ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۲،ص ۱۲۹

۴۔ترجمہ لہوف، ص ۱۴۴

روایت ہے کہ جس وقت اہل کوفہ کی مظلوم قیدیوں پر نظر پڑی تو انہوں نے روتے ہوئے نوحے پڑھے امام سجادؑ نے ان سے مخاطب ہوکر فرمایا:

"تنوحون و تبکون من اجلنا فمن ذا الذی قتلنا"

تم ہمارے اوپر نوحہ پڑھ رہے ہو، پھر کس نے ہمیں قتل کیا؟ (ترجمہ لہوف، ص۱۴۶)

حضرت ام کلثوم نے اپنی تقریر کے بعد یہ اشعار پڑھے:

قتلتم اخی صبراً فویل الامّکم　　ستجزون ناراً حرّها یتوقد

سفکتم دماءً حرّم اللّٰہ سفکها　　وحرّمها القرآن ثمّ محمد

تم نے ہمارے بھائی کو تڑپا تڑپا کر قتل کیا، بہت جلد تمہیں آگ میں جھونکا جائے گا جس کے شعلے بلند ہوں گے، تم نے خون بہائے ہیں جن کی حرمت کی تاکید رسول خداؐ نے اور قرآن نے بیان کی ہے۔

حضرت ام کلثوم (س) کا مرثیہ سن کر لوگ اس قدر روئے کہ کبھی ایسا گریہ نہیں دیکھا گیا، عورتوں نے شدت گریہ میں اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے نوچ لئے، اپنے منہ پر طمانچے مارے، مردوں نے اپنی داڑھیاں نوچ لیں ان کی واویلا کی آوازیں بلند تھیں۔(۱)

مسلم مستری کا بیان

مسلم مستری بیان کرتا ہے کہ ابن زیاد نے مجھے دارالامارہ کی مرمت کرنے کے لئے بلایا تھا، میں دار الامارہ کے ٹھکانوں کی چونا کاری کر رہا تھا، ناگاہ بڑے شور اور ہنگامے کی آواز سنی، ایک نوکر سے پوچھا: کیا بات ہے؟

اس نے جواب دیا: ابھی ایک خارجی کو کوفہ لا رہے ہیں جس نے یزید پر خروج کیا تھا۔

میں نے پوچھا: یہ خارجی کون ہے؟

اس نے جواب دیا: حسین بن علیؑ

مسلم کہتا ہے کہ میں نے تھوڑی دیر صبر کیا تاکہ نوکر باہر جائے پھر میں نے اپنے منہ پر طمانچے اس

۱۔ ترجمہ لہوف، ص۱۴۶

طرح مارے کہ نزدیک تھا میری آنکھیں پھوٹ جائیں، میں نے چونا کاری سے ہاتھ کھینچ لیا، قصر کے عقبی حصے سے باہر نکلا اور محلّہ کنانہ پر پہونچ کر دیکھا کہ لوگوں کا مجمع ہے، وہ لوگ سروں اور قیدیوں کو دیکھنے کے لئے جمع ہوئے تھے، ذرا دیر میں چالیس محملیں اور کجاوے دیکھے جو چالیس اونٹوں پر تھے اور امام حسینؑ کے اہل حرم اور بچوں کو ان محملوں پر سوار کیا گیا ہے، امام سجادؑ کو دیکھا کہ انہیں بغیر کجاوے کے اونٹ پر سوار کیا گیا ہے، آپ کے گردن سے (غل جامعہ) کی وجہ سے خون ٹپک رہا ہے، آپ رو رہے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

یا امة السوء لا سقیاً لربعکم   یا امة لم تراعی جدّ نا فینا

لو انّنا و رسول اللہ یجمعنا   یوم القیامة ما کنتم تقولونا

اے امت بدکار! تمہاری سکونت کبھی سیراب نہ ہو، اے امت کہ تم نے ہمارے جد کی ہمارے بارے میں رعایت نہیں کی، اگر خداوند عالم ہمیں اور تمہیں رسول خداؐ کے ساتھ جمع کرے گا تو رسولؐ کو کیا جواب دو گے؟

تصفّقون علینا کفکم فرحاً   و انتم فی فجاج الارض تسبونا

تم خوشی میں تالیاں بجا رہے ہو اور ہمیں قید کر کے راستوں سے گذار رہے ہو؟

مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا بعض عورتوں نے خرمے اور کچھ روٹیاں لا کر قیدی بچوں کو دیں جو محمل پر تھے۔

ام کلثوم (س) نے صدائے فریاد بلند کی:

یا اهل الکوفة انّ الصدقة علینا حرام

اے اہل کوفہ! ہم اہلبیتؑ پر صدقہ حرام ہے۔

آپ نے بچوں کے منھ سے وہ خرمے نکال کر انہیں کی طرف پھینک دئے، یہ منظر ایسا دردناک تھا کہ بجائے خوشی کے سارے ماحول پر غم کے بادل چھا گئے۔

ام کلثومؑ نے سر محمل سے نکال کر فرمایا:

"صه یا اهل الکوفة تقتلنا رجالکم و تبکتنا نسائکم ...."

اے کوفہ والو! خاموش ہو جاؤ، تمہارے مردوں نے قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر رو رہی ہیں، خداوند

عالم ہمارے تمہارے درمیان قیامت میں فیصلہ کرے گا۔

اچانک ایک ہنگامہ شور برپا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ شہداء کے سر لائے گئے۔ ان کے آگے آگے امام حسینؑ کا سر تھا جو چودھویں رات کے چاند کے طرح درخشاں تھا، رسول خداؐ کی شبیہ۔ آپ کی ریش اقدس پر خضاب تھا وہ سر نوک نیزہ پر بلند تھا۔

مرثیہ حضرت زینبؑ

مسلم مستری نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا: جس وقت حضرت زینبؑ نے محمل سے امام حسینؑ کا سر نازنین نیزہ پر دیکھا "فنظحت جبینها بمقدم المحمل حتی راینا الدم یخرج من تحت قناعها" غم سے آپ نے اپنا سر چوب محمل پر دے مارا، میں نے دیکھا کہ آپ کے مقنعہ سے خون جاری ہے، اس کے بعد آپ بڑے سوز و گداز کے ساتھ سر حسینؑ کی طرف رخ کر کے یہ نوحہ پڑھنے لگیں:

یا هلالاً لما استتم کمالا　　غالہ خسفة فابدا غروبا
ما توهّمت یا شقیق فوادی　　انّ هذا مقدّراً مکتوبا
یا اخی فاطم الصغیرة کلمها　　فقد کاد قلبها ان یذوبا
یا اخی قلبک الشقیق علینا　　ماله قد قسیٰ و صاراً صلیباً
ما اذلّ الیتیم حین ینادی　　بابیه و لا یراه مجیباً

اے چاند کہ جب تم کمال کو پہونچے تو گہن لگ گیا اور تم چھپ گئے، اے مرے دل کے ٹکڑے! مجھے گمان نہیں تھا کہ ایسا بھی مصیبت کا دن مقدر ہے، اے میرے بھائی! اس اپنی بچی فاطمہ سے باتیں کرو کہ نزدیک ہے اس کا دل آب ہو کر پگھل جائے، میرے بھائی تمہارا وہ مہربان دل اب نامہربان کیوں ہو گیا ہے؟ پیارے بھائی یتیم کے لئے تمہارا دل کس قدر سخت ہے کہ وہ اپنے باپ کو پکار رہی ہے لیکن باپ جواب نہیں دیتا۔

حضرت زینبؑ نے چھوٹی بچی فاطمہ (سکینہ) کے علاوہ اپنے شعروں میں امام سجاد کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

یـا اخـی لـو تـری علیا لدی الاسر　　مـع الیتـم لا یـطیـق جـوابـاً

کـلـمّـا اوجعوه بـالـضرب نـادا　　کـبـذل یـفیـض دمـعـا سـکـوبـاً

یـا اخـی ضـمّـه الیک و قـرّبـه　　و سـکّـن فـواده الـمـرعـوبـا

پیارے بھائی! کاش علی (زین العابدینؑ) کواس وقت دیکھتے جب وہ قید کے لئے جارہے تھے تو تمہاری آنکھوں کے آنسو پھوٹ بہتے اے پیارے بھائی! اسے اپنی آغوش میں لے لو، اپنے سے قریب کرواور اس کے آشفتہ دل کوسکون عطا کرو۔(۱)

خطبۂ حضرت زینبؑ

اگر چہ اہلبیتؑ نبوت سخت آزمائش میں تھے، سنگین مصائب سے دوچار تھے لیکن امام حسینؑ اوران کے قیام کا فلسفہ ان سے اوجھل نہیں تھا، انہوں نے ہر موقع پر اپنے استدلالی بیان سے واضح طریقے پر یزیدیوں کے خلاف بے وفا لوگوں کوخبردار کیا، کوفے میں حضرت زینبؑ، امام سجادؑ اورام کلثومؑ وفاطمہ صغریٰ نے جہاں بھی تقریریں کیں شہیدوں کا پیغام لوگوں تک پہونچایا۔

ان خطبوں کونفس المہموم، لہوف، مثیر الاحزان، بحار الانوار اور معالی السبطین میں نقل کیا گیا ہے۔ علامہ حائری نے معالی السبطین میں تحقیق کی ہے کہ یہ خطبے کوفہ کے اولین ورود کے موقع پر نہیں فرمائے گئے بلکہ شام سے پلٹتے ہوئے کربلا سے واپس ہوکر بیان گئے ہیں۔(۲)

یہاں صرف حضرت زینبؑ کاایک خطبہ نقل کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

بشیر بن خزیم اسدی کا بیان ہے کہ اس دن زینبؑ بنت علیؑ نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کرلی، خدا کی قسم میں نے کبھی ایسی خاتون نہیں دیکھی کہ سراپا شرم وحیا ہواوراس طرح تقریر کرے: "کـانّـهـا تفرّ ع من لسان امیر المومنین علی بن ابیطالبؑ"... جیسے وہ تقریر زبان امیر المومنین سے مستعار تھی اور وہیں سے القاء ہوئی تھی (بالکل علیؑ کی آواز کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۱۵، نفس المہموم ص ۲۲۱

۲۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۰۶

حضرت زینبؑ نے ہاتھ سے لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: "اسکتوا" خاموش ہو جاؤ۔ یہ سنتے ہی سانسیں سینوں میں گھٹ کر رہ گئیں، سواریوں کی گردن میں جو گھنٹے تھے وہ بھی خاموش ہو گئے، اس وقت آپ نے فرمایا:

"الحمد للّٰہ و الصلوٰۃ علی ابی محمد و آلہ الطیبین الاخیار اما بعد: یا اھل الکوفۃ، یا اھل الختل و الغدر، اتبکون فلا رقأت الدمعۃ، ولا ھدأت الرنّۃ، انما مثلکم کمثل التی نقضت غزلھا من بعد قوۃٍ انکاثا، تتخذون ایمانکم دخلاً بینکم، الا و ھل فیکم الّا الصّلف و النّطف و الصدر الشنف، و ملّق الاماء، وغمز الاعداء او کمرعی علی دمنۃ، او کفضۃ علی ملحودۃ، الا ساء ما قدمت لکم انفسکم، ان سخط اللہ علیکم و فی العذاب انتم خالدون"۔

تمام تعریف خدا سے مخصوص ہے اور صلوات ہو میرے پدر بزرگوار محمد مصطفیٰؐ اور انکی پاکیزہ و نیک آل پر۔ امّا بعد۔

اے کوفہ والو، اے نیرنگ بازو، اے دغا بازو!

ہمارے حال پر گریہ نہ کرو، تمہارے آنسو خشک نہ ہوں، تمہارے نالے بند نہ ہوں، تمہاری مثال اس عورت کی ہے جس نے اپنے دھاگے بننے کے بعد کھول دیے، تم میں کیا فضیلت ہے؟ سوائے یاوہ گوئی، گندگی اور سینہ پر کینہ کے۔ ظاہر میں کنیزوں کی طرح خوشامدی، اور باطن میں چغل خور دشمن، یا تم اس ہریالی کی طرح ہو جو مزبلے پر اگی ہو، یا ایسی چاندی جس سے قبر کو سجایا جائے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم نے آخرت کے لئے بڑا گندہ کردار بھیجا ہے کہ جس سے غضب خدا میں مبتلا رہو گے اور ہمیشہ کا عذاب تمہیں ہوگا۔

کیا تم روتے ہو؟ رونے چلّانے کی آواز بلند کر رہے ہو؟ ہاں خدا کی قسم! اس سے زیادہ گریہ کرو، کم ہنسو کہ تم نے اپنا دامن عار و ننگ سے آلودہ کر لیا ہے جسے تم کبھی نہ دھو سکو گے، تم کیسے فرزند ختم نبوت کا خون دھو سکو گے؟ سردار جوانان بہشت کا خون، جو تمہارے نیک لوگوں کی پناہ تھا، تمہارے مصائب میں سہارا تھا، تمہاری حجت کا بلند مقام، تمہارے قوانین کا رہبر۔

کئے جاتے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ خطباء کو دوسرے ائمہ کے مصائب شہادت کا تفصیلی علم نہیں، نہ ان کے پاس معتبر مآخذ ہیں جن میں تفصیلی حالات بیان کئے گئے ہیں۔ اس ضرورت کا احساس مجھے عرصہ سے تھا لیکن دوسری مصروفیات کی بناء پر یہ ضروری کام نہیں ہو رہا تھا۔ امسال ماہ صیام میں حجۃ الاسلام مولانا نیاز علی صاحب نے مجھے کتاب سوگنامۂ آل محمد دی جسے قم کے وقیع دانشور اور عالم جناب محمد محمدی اشتہاردی نے ترتیب دی ہے۔ اس میں مصائب حسینؑ کا تفصیلی تذکرہ ہے۔ ساتھ ہی تمام ائمہ معصومینؑ کے مصائب کو بڑے اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ کتاب کا اسلوب سادہ اور رواں ہے، مفاہیم بڑے دلنشین اور اثر انگیز ہیں، لہجہ عام فہم ہے۔ ان کی فرمائش بھی تھی اور مجھے یہ کتاب پسند بھی آئی۔ دوسرے تمام کام چھوڑ کر اس کا ترجمہ کر ڈالا۔ اب یہ طبع ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے خدا کرے کہ یہ ہمارے معاشرے کے آنسوؤں کو تعمیری سمت عطا کرے۔

دوسرا حصہ مصائب کربلا سے مخصوص ہے تیسرے حصے میں انتقام کربلا کا بیان ہے اس طرح یہ دونوں حصے واقعہ کربلا کے خونین اثرات کا تفصیلی تجزیہ بھی ہیں، ان دونوں حصوں کا مزاج تمام تر ایرانی ہے جو ظاہر ہے کہ ہمارے ہندوستانی مزاج اور نظریات و مسلمات سے خاصا مختلف ہے اسے میں نے ہندوستانی مزاج میں ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اگر کہیں الجھن ہو تو اسے مؤلف کا نظریہ سمجھیں جو مترجم کے تسامح سے سپرد قلم ہو گیا ہے۔

سید علی اختر رضوی

گوپالپور ضلع سیوان بہار

۲۵ فروری ۱۹۹۹ء

اے کوفہ والو! سمجھ لو کہ تم نے بڑا برا کام کیا ہے، تم رحمت خدا سے دور ہو، تم فنا ہو جاؤ کہ تمام مساعی رائگاں گئیں اور تمہارے ہاتھ شکستہ ہو گئے تم نے اپنے گھاٹے کا سودا کیا، غضب خدا کا شکار ہوئے اور تمہاری ذلت و بدبختی کا سکہ جاری ہو گیا۔

تم پر افسوس ہے اے کوفہ والو! کیا تم جانتے ہو کہ رسول خداؐ کے کس اور حرم رسول کی کیسی بے پردگی کی ہے؟ اور ان کا کیسا خون بہایا ہے؟ ان کی کیسی ہتک حرمت کی ہے؟ بلاشبہ تم نے بڑا برا کام انجام دیا ہے سخت ناروا ،سنگین، شرمناک ایسا کہ تمام زمین و آسمان بھر جائے۔

کیا تمہیں حیرت ہے کہ آسمان سے خون برسا؟ بلاشبہ آخرت کا عذاب اس سے بھی شدید تر ہے ،کوئی تمہاری مدد نہ کرے گا تمہیں جو مہلت دی گئی ہے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکو گے۔

تمہاری پیشی میں خدا کو جلدی نہیں کہ انتقام کا موقع نکل جائے نہ اسے اس کا ڈر ہے، کیونکہ خداوند عالم تمہاری ہماری گھات میں ہے۔(۱)

(یہ خطبہ مختلف مقاتل میں ادنیٰ تغیر الفاظ کے ساتھ درج ہے)

راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ لوگ حیران و پریشان ہو کر رو رہے تھے، حیرت سے اپنی انگلیاں دانتوں میں دبائے ہوئے تھے ایک بڈھے کو دیکھا کہ ایک گوشے میں کھڑا اس قدر رو رہا تھا کہ اس کی داڑھی بھیگی ہوئی تھی بولا: میرے ماں باپ قربان، تمہارے بوڑھے بوڑھوں سے افضل اور تمہارے جوان جوانوں سے بہتر ہیں، تمہاری عورتیں تمام عورتوں سے بہتر ہیں۔ تمہاری نسل دوسری نسلوں سے افضل ہے جسے نہ ذلت ہو گی اور نہ شکست سے دوچار ہو گی۔(۲)

محدث قمی نفس المہموم میں لکھتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت زینبؑ نے یہ اشعار پڑھے:

"ما ذا تقولون اذ قال النبی لکم ..." (۳) (جسے ام کلثوم کی زبانی نقل کیا جا چکا ہے)

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۴۶، ۱۴۸

۲۔ ترجمہ لھوف ص ۱۴۷

۳۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۱۴۶، ۱۴۸

اس وقت امام سجادؑ نے فرمایا: پھوپھی جان خاموش ہو جائیے، باقی ماندگان کو گذرے لوگوں سے سبق لینا چاہئے۔

" و انت بحمد اللّٰہ عالمة غیر معلمة ،انّ البکاء و الحزن لا یردّان من قد اباده الدھر " (۱) آپ بفضل خدا ایسی عالمہ ہیں جنہیں تعلیم کی ضرورت نہیں بلا شبہ گریہ و نالہ گذرے لوگوں کو واپس نہیں لائے گا۔

اس وقت امام سجادؑ نے تقریر شروع کی اتنے میں رونے کی آوازیں بلند ہوگئیں، لوگوں نے دیکھا کہ دشمنوں نے امام سجادؑ کی تقریر میں رکاوٹ ڈالنے کے لئے شہداء کے سر کو بیچ میں لاکر نصب کر دیا، سب سے آگے امام حسینؑ کا سر تھا جو رسول خداؐ کی بالکل شبیہ تھا، جو بھی اس سر کو دیکھتا تھا بے اختیار روتا تھا، جس وقت امام کی نظر سر مقدس پر پڑی آپ رونے لگے اور تقریر روک دی۔ (۲)

مجلس ابن زیاد کے واقعات

۱۔ ابن زیاد اپنے مخصوص قصر میں بیٹھا اور سب کو دربار میں حاضر ہونے کی اجازت دی اس کے حکم سے سر حسینؑ دربار میں لاکر اس کے سامنے پیش کیا گیا، اس کے پیچھے اہلحرم اور بچے مجلس میں حاضر کئے گئے ،زینب کبریٰؑ اس طرح مجلس میں آئیں کہ پہچانی نہ جاسکیں وہ ایک گوشے میں بیٹھ گئیں۔

ابن زیاد نے پوچھا: یہ عورت کون ہے؟

کہا گیا: یہ زینب بنت علیؑ ہیں

ابن زیاد نے ان کی طرف رخ کرکے کہا:

"الحمد للّٰہ الذی فضحکم و اکذب احدوثتکم "اس خدا کا شکر ہے جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا اور تمہاری بدعتوں کو جھٹلایا۔

زینبؑ نے جواب میں فرمایا:

۱۔ نفس المہموم، ص ۲۱۷

۲۔ تذکرۃ الشہداء، حبیب اللہ کاشانی، ص ۳۹۳

"انّما یفتضح الفاسق و یکذب الفاجر و هو غیرنا "

بلاشبہ ذلیل ہوتا ہے بدکار اور جھٹلایا جاتا ہے بدکردار اور وہ ہمارے سوا دوسرا کوئی ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تم نے دیکھا کہ خدا نے تمہارے بھائی اور خاندان کے ساتھ کیا کیا؟

زینبؑ نے فرمایا:

"ما رأیت الّا جمیلاً ...."

میں نے تو جو کچھ دیکھا اچھا ہی دیکھا یہ لوگ ایسے افراد تھے کہ خداوند عالم نے ان کی سرنوشت میں شہادت لکھ دی، اس لئے وہ تحسین طلب انداز میں اپنی خوابگاہ کی طرف چلے گئے بہت جلد اللہ انہیں اور تجھے ایک جگہ جمع کرے گا تاکہ تجھے محاکمہ کے لئے کھینچا جائے، اب دیکھ لے کہ اس محاکمہ میں کون کامیاب اور کون مغلوب اور درماندہ ہے؟

تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے اے پسر مرجانہ!

ابن زیاد کو زینب کی اس آتشیں تقریر پر غصہ آ گیا کہ بس اب وہ قتل ہی کر ڈالے گا۔

عمرو بن حریث اس مجلس میں موجود تھا، ابن زیاد سے بولا: یہ ایک عورت ہے اور عورت کی بات پر مواخذہ نہیں کرنا چاہئے۔

ابن زیاد نے اپنا غصہ فرو کرنے کے لئے زینب سے کہا:

خدا نے حسین اور تمہارے خاندان کے قتل سے میرے دل کو شفا بخشی۔

زینبؑ نے فرمایا:

"لعمری لقد قتلت کھلی ،و قطعت فزعی و اجتثت اصلی ،فان کان ھذا شفاک فقد اشتفیت "

اپنی جان کی قسم! تو نے میرے خاندان کو قتل کیا، میری شاخوں کو قلم کیا، میری جڑیں اکھاڑ دیں، اگر تیری شفا اسی میں تھی تو شفا مل گئی تجھے!

ابن زیاد نے کہا: یہ عورت کس قدر قافیہ باز ہے خدا کی قسم اس کا باپ بھی بڑا قافیہ باز تھا۔

زینبؑ نے فرمایا: اے زیاد کے بیٹے! عورت کو قافیہ بازی سے کیا سروکار؟ مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو اماموں کو قتل کر کے اپنی شفا چاہتا ہے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ قیامت میں اس کا انتقام لیا جائے گا۔(۱)

۲۔ اس کے بعد ابن زیاد حضرت سید سجادؑ کی طرف متوجہ ہوا۔

پوچھا: تم کون ہو؟

امام سجادؑ نے فرمایا: میں علیؑ بن حسینؑ ہوں

ابن زیاد نے کہا: کیا خدا نے علی بن حسین کو قتل نہیں کیا؟

امام سجادؑ نے فرمایا: میرے بھائی کا نام علی (اکبر) تھا، لوگوں نے انہیں قتل کر دیا۔

ابن زیاد نے کہا: "بل اللّه قتله" (بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا)

امام سجادؑ نے فرمایا:

"اللّه یتوفیٰ الانفس حین موتها" (۲)

اللہ موت کے وقت روح قبض کرتا ہے۔

ابن زیاد کو امام کے اس مدلل ارشاد پر غصہ آگیا۔

اس نے کہا: کیا تم کو اتنی جرأت ہے کہ میرا جواب دو؟

پھر حکم دیا: اس کی گردن ماردی جائے۔

زینبؑ نے خود کو امام سجادؑ کی سپر قرار دیا اور ابن زیاد سے خطاب کیا: جتنا خون تو نے ہمارا بہایا یہی کافی ہے۔

پھر امام سجادؑ کی گردن میں بانہیں حمائل کر دیں اور کہا: اگر تجھے قتل ہی کرنا ہے تو مجھے بھی ان کے ساتھ قتل کر دے۔

ابن زیاد نے زینبؑ کی طرف دیکھا اور کہا:

۱۔ کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۸۲، مثیر الاحزان ابن نما، ص ۹۰، ترجمہ لہوف، ص ۱۶۱، ۱۶۲، اعلام الوریٰ، ص ۲۴۷

۲۔ سورۂ زمر/۴۲

تعجب ہے اس صلۂ رحم پر کہ وہ جانتی ہے کہ میں اسے بھی علی بن الحسین کے ساتھ قتل کر دوں ، اسے چھوڑ دو، اسے جو بیماری ہے یہی اس کے لئے کافی ہے۔(۱)

امام سجادؑ نے زینب سے کہا: پھوپھی اماں! ٹھہرئیے تا کہ میں اس سے بات کرلوں، اس کے بعد آپ نے ابن زیاد کی طرف رخ کر کے فرمایا:

''ابا لقتل تهدّدني يابن زياد اما علمت انّ القتل لنا عادة و كرامتنا الشهادة''

اے زیاد کے بیٹے! تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے، کیا تو نہیں جانتا کہ قتل ہونا ہماری عادت ہے اور شہادت ہماری کرامت و سربلندی ہے۔

اس کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام سجادؑ اور ان کے اہل بیتؑ کو مسجد اعظم سے متصل گھر میں لے جایا جائے۔

اس کے بعد حکم دیا کہ امام حسین کا سر بازار میں پھرایا جائے۔(۲)

۳۔انس بن مالک کہتا ہے کہ میں مجلس ابن زیاد میں موجود تھا، امام حسینؑ کا سر ایک طرف رکھا ہوا تھا، وہ چھڑی سے امام حسینؑ کے دندان مبارک کے ساتھ کھیل رہا تھا اور کہتا جاتا تھا: حسین کے دانت بڑے اچھے تھے۔

میں نے کہا: خدا کی قسم میں تجھ سے ایسی بات کہتا ہوں جسے تو پسند نہ کرے گا، تجھے ناگوار ہوگا، میں نے دیکھا ہے کہ رسول خداؐ اس جگہ کو جہاں تو چھڑی سے کھیل رہا ہے(دندان مبارک) اسے بوسہ لیتے تھے۔

۴۔زید بن ارقم بھی مجلس ابن زیاد میں موجود تھے، انہوں نے دیکھا کہ ابن زیاد امام حسینؑ کی آنکھ ،پلکوں اور دہن مبارک کو چھڑی سے مار رہا ہے۔

زید نے کہا:''ارفع قضيبک انی رايت رسول اللهؐ واضعاً شفتيه علىٰ موضع قضيبک''

۱۔مثیر الاحزان ابن نما،ص ۹۱،ارشاد مفید،ص ۲۷۴،اعلام الوریٰ،ص ۲۴۹

۲۔ترجمہ لہوف،ص ۱۶۳،اعلام الوریٰ،ص ۲۴۸

اپنی چھڑی ہٹالے، میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ اسی جگہ کو جہاں تو چھڑی سے مار رہا ہے اپنے لب رکھتے تھے اور بوسہ دیتے تھے۔

ایک دوسری روایت ہے کہ زید نے کہا: میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول خداؐ حسینؑ کے لبوں کو چوستے تھے۔(۱)

اس کے بعد زید بن ارقم رونے لگے، ابن زیاد نے ان سے کہا: خدا تمہاری آنکھوں کو رلائے اے دشمن خدا! اگر تو بڈھا خرانٹ نہ ہوتا، بے عقل نہ ہوتا تو تیری گردن ماردیتا۔

زید نے کہا: میں تجھ سے حدیث بیان کرتا ہوں جس سے تجھ کو پہلے سے زیادہ غصہ آئے گا، تیرے لئے پہلے سے سنگین تر ہوگی، میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ حسنؑ کو داہنے زانو پر اور حسینؑ کو بائے زانو پر بٹھائے ہوتے تھے اور اپنے ہاتھ سروں پر رکھ کر فرماتے تھے: "اللھم انی استودعک و ایاھما و صالح المومنین" خدایا میں ان دونوں اور صالح المومنین (علی) کو تیرے حوالے کرتا ہوں۔

(یعنی یہ تینوں حضرات رسول خداؐ کی امانت ہیں)

اس بناء پر اے ابن زیاد تو ہی بتا کہ رسول خداؐ کی امانتوں کے ساتھ کیسا برتاؤ کر رہا ہے۔(۲)

۵۔مختار کا سخت اعتراض

حضرت مختار، ابن زیاد کے قید خانے میں تھے، ابن زیاد نے حکم دیا کہ کشاں کشاں مختار کو قید خانے سے دربار میں لایا جائے، تاکہ مختار کا دل بھی جلایا جائے، ان کے دل میں وحشت وخوف پیدا کیا جائے اور دیگر مخالفوں کو بھی ڈرایا جائے۔ حضرت مختار کو مجلس میں لایا گیا جس وقت ان کی نگاہ امام حسینؑ کے سر پر پڑی، اور آپ کے اہلبیت کو نامحرموں کے مجمع میں اس حال سے دیکھا تو اس قدر دکھ ہوا کہ شدت غم سے بیہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو ابن زیاد سے کہا: اے حرام زادہ! بہت جلد گردش روزگار سے میں اقتدار پاؤں گا اور تیس ہزار بنی امیہ کو قتل کروں گا۔

۱۔اعلام الوریٰ، ص ۲۱۷

۲۔مثیر الاحزان ابن نما، ص ۹۲، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۱۸

ابن زیاد نے قتل مختار کا حکم دیا، اس کے مشیروں نے جو مجلس میں موجود تھے انہوں نے مصلحت نہ دیکھی اور کہا: مختار کے قتل سے ایک عظیم فتنہ کھڑا ہو جائے گا آخر کار مختار کو قید خانے میں واپس کر دیا گیا۔(۱)

بعض روایات میں ہے کہ ابن زیاد نے مختار کی آنکھ پر تازیانہ مارا اور قید خانے میں واپس لے جانے کا حکم دیا۔(۲)

۶۔ یہ بھی روایت ہے کہ ابن زیاد نے امام حسینؑ کا سر طشت طلا میں رکھا اور چھڑی سے آپ کے لب و دندان پر مارنے لگا۔ اور استہزاء کرتے ہوئے کہنے لگا:

"یا حسین لقد کنت حسن المضحک "اے حسین تم تو ہنستا چہرہ تھے۔

یہ بھی کہا:" یوم بیوم بدر "آج جنگ بدر کا بدلہ چکا دیا گیا۔

۷۔ غیرت مند مسلمان کی نذر

مجلس ابن زیاد میں ایک شخص تھا جس کا نام جابر تھا وہ قبیلہ بکر کی فرد تھا، ابن زیاد کی یہ گستاخیاں دیکھ کر نذر مان لی کہ (میں صرف خدا کے لئے نذر کرتا ہوں کہ اگر دس مسلمان بھی ابن زیاد کے خلاف بغاوت کریں گے تو میں ان میں شامل ہوں گا)۔

جب ۶۶ھ میں مختار نے انتقام خون حسین کے لئے قیام کیا تو جابر ان کی فوج میں شامل ہو گئے، ابن زیاد کی فوج کے سامنے آ کر اس پر حملہ کیا اور آواز دی: اے ملعون! ملعون کے بیٹے! اے خلیفۂ ملعون کے کارندے! اس کے جملے سے فوجی ادھر ادھر بکھر گئے، اسی درمیان جاب اور ابن زیاد کا آمنا سامنا ہو گیا، جابر نے اس پر حملہ کیا اور اس نے جابر پر نتیجے میں دونوں ہی قتل ہو گئے، ابن زیاد جہنم واصل ہوا اور جابر نے شربت شہادت نوش کیا۔(۳)

واضح رہے کہ قول مشہور یہی ہے کہ ابن زیاد کو ابراہیم بن مالک اشتر نے قتل کیا۔

۱۔ تذکرۃ الشہداء، ص۴۰۴
۲۔ مقتل المقرم، ص۴۱۱
۳۔ معالی السبطین، ج۲، ص۱۱۴، نفس المہموم، ص۲۲۵

۸۔رباب کا گریہ ومرثیہ

نقل ہے کہ رباب، مادر علی اصغر، جو اس مجلس میں موجود تھیں آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ سر مطہر امام حسینؑ ابن زیاد کے سامنے رکھا ہے، آپ نے اسے اٹھا کر اپنی آغوش میں لیا اور بوسے دیئے، اس کے بعد یہ مرثیہ پڑھا:

واحسینـا فـلا نسیـت حسینـاً اقـصـدتـه آسـنّة الادعـیـاء

غـادروه بـکـر بـلاء صـریـعـاً لا سقـی الـلـه جـانبی کـربلاء

ہائے حسین! میں فراموش نہیں کرسکتی حسین کو۔اور میں فراموش نہیں کرسکتی ان نیزوں کو جو حسین کے بدن پر لگائے جا رہے تھے، میں فراموش نہیں کرسکتی کہ دشمنوں نے تشنہ لب امام حسین کے پارہ پارہ جسم کو جلتی زمین کربلا پر چھوڑ دیا۔(۱)

۹۔اہلبیتؑ قید خانے میں

ارباب مقاتل لکھتے ہیں: ابن زیاد نے ایک خط یزید کو لکھا اور تمام واقعات کی اطلاع یزید کو دی، یزید نے جواب دیا کہ تمام سروں کو قیدیوں کے ساتھ شام بھیج دے، اس مدت میں کہ جب ابن زیاد نے یزید کو خط لکھا اور یزید نے ابن زیاد کو جواب دیا شاید بارہ روز لگے۔اس درمیان حضرت زینبؑ اور سید سجادؑ نے زندان کوفہ میں زندگی بسر کی زندان کا دروازہ بند کر کے سخت پہرے بٹھائے گئے تھے، وہ لوگ شدید خطروں میں بسر کر رہے تھے۔(۲)

یہاں تک کہ حضرت سید سجادؑ کی گردن میں طوق بھی پڑا رہا۔(۳)

قید خانے کی شرطیں اور قیدیوں کے بارے میں حکوت کے ارادے اس قدر خطرناک تھے کہ روایت ہے کہ ایک پتھر قید خانے میں پھینکا گیا جس میں ایک کاغذ چسپاں تھا شاید یہ پتھر کسی دوستدار اہلبیت نے پھینکا تھا

۱۔منتہیٰ الآمال، ص ۳۰۰

۲۔کامل بن اثیر، ج ۴، ص ۵۵، معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۱۵

۳۔امالی صدوق، ص ۹۹

وہ چاہتا تھا کہ قیدیوں کو حکومت کے ارادوں کی اطلاع کردے۔

اس کاغذ پر لکھا ہوا تھا:

ایک قاصد ابن زیاد کی طرف سے فلاں دن یزید کے پاس بھیجا گیا وہ شام سے فلاں دن واپس آئے گا، انتظار کیجئے اگر صدائے تکبیر سنئے تو سمجھ لیجئے کہ آپ لوگوں کے قتل کا ارادہ کرلیا گیا ہے وصیتیں کر لیجئے اور تیار رہئے، اگر تکبیر کی آواز نہ سنئے تو سمجھ لیجئے کہ امان ہے اور قتل سے معاف کر دیا گیا ہے۔

قاصد کے آنے کے دو یا تین روز قبل ایک کاغذ پتھر میں لپٹا ہوا قید خانہ میں پھینکا گیا اس میں لکھا تھا:

(قریب ہے کہ قاصد آئے، آپ لوگ وصیت کر لیجئے)

آخر کار قاصد آیا یزید نے ابن زیاد کے جواب میں لکھا تھا کہ شہیدوں کے سر کے ساتھ قیدیوں کو شام بھیج دے۔

اس خط کے بعد ابن زیاد نے حکم دیا کہ سروں کو اہلبیت کے ہمراہ شام بھیج دیا جائے۔(۱)

سر حسینؑ نے نیزے پر قرآن پڑھا:

متعدد روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کے سر مقدس نے کوفے میں قرآنی آیات کی تلاوت کی، چنانچہ شیخ مفید نقل کرتے ہیں کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سر مقدس کوفے کی گلیوں اور کوچوں میں پھرایا جائے، زید بن ارقم کا بیان ہے: میں نے دیکھا کہ امام کا سر نوک نیزہ پر ہے اور میں اپنے کمرے میں تھا، دیکھا تو سنا کہ وہ سر مقدس اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا:

”ام حسبت انّ اصحاب الکھف والرقیم کانوا من آیاتنا عجباً“(۲)

کیا تو نے گمان کیا ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری عجیب آیات تھے)

میں نے گھبرا کر آواز دی:

”راسک یابن رسول اللہ اعجب و اعجب“

اے فرزند رسول! آپ کا سر اس سے کہیں زیادہ تعجب انگیز ہے۔

۱۔ کامل ابن اثیر، ج ۴، ص ۵۵، معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۱۵

۲۔ سورۂ کہف/۹

یہ بھی نقل ہے کہ مسلمہ بن کہیل نے سنا کہ وہ سر مقدس اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا:

" فسیکفیکھم اللّٰہ و ھو السمیع العلیم "(۱)

بہت جلد خدا تم سے انکے شر کو دفع کر دے گا اور خدا سمیع وعلیم ہے۔(۲)

نیز نقل ہے کہ سر مقدس کو ایک لکڑی پر آویزاں کر دیا گیا تھا، اطراف کے بہت سے لوگ وہاں جمع ہو گئے، انہوں نے ایک نور دیکھا جو زمین سے آسمان تک ساطع تھا اور سنا کہ سر مقدس اس آیت کی تلاوت کر رہا ہے:

" وسیلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبون "(۳)۔

نابینا دلاور عبداللہ بن عفیف کی شہادت

اہل حرم قیدی بنا کر کوفے میں لائے گئے تو ابن زیاد نے تیرہ محرم کو اعلان کرایا کہ مسجد کوفہ میں نماز جماعت ہے، لوگ جمع ہوئے اور ابن زیاد نے تقریر شروع کی اور حمد وثنائے الٰہی کے بعد کہا:

حمد وثنا اس خدا کے لئے ہے جس نے حق کو فتح عطا کی اور امیر المومنین (یزید) اور ان کے ماننے والوں کی مدد کی اور جھوٹے کے فرزند جھوٹے کو قتل کیا۔

ابھی تقریر یہیں تک پہونچی تھی کہ عبداللہ بن عفیف ازدی جو حضرت علیؑ کے شیعہ تھے، انکی ایک آنکھ جنگ جمل میں تیر لگنے سے اور دوسری جنگ صفین میں ختم ہوگئی تھی، وہ نابینا تھے، روزانہ صبح سے رات تک گوشہ مسجد اعظم میں مشغول نماز رہتے تھے، اٹھ کھڑے ہوئے اور چلّا کر کہا:

"یابن زیاد ان الکذاب ابن الکذاب انت و ابوک و من استعملک و ابوہ یا عدوّا للہ ..."

اے پسر زیاد! جھوٹا اور جھوٹے کا بیٹا تو ہے اور تیرا باپ ہے اور وہ جھوٹا ہے جس نے تجھے گونر بنایا ہے، تیرا باپ جھوٹا ہے اے دشمن خدا! کیا تو فرزند رسولؐ کو قتل کر کے اس طرح یاوہ گوئی کرے گا۔

۱۔ سورۂ بقرہ/۱۳۷

۲۔ مناقب شہر آشوب، ج۲، ص۱۸۸

۳۔ مناقب بن شہر آشوب، ج۲، ص۱۸۸، مزید تفصیل مقتل الحسین المقرم، ص۴۱۲ میں دیکھی جاسکتی ہے

پیش گفتار

امام حسینؑ اس لئے دنیا میں آئے کہ جب اور جہاں بھی ظلم وجور، استکبار اور طاغوت کی حکمرانی ہو، اس کے خلاف آتشیں للکار بن جائیں اور ہر بزم میں یاد خدا اور پیغمبروں کے گمشدہ پیغامات دلوں میں سلگائیں، بنا بریں امام حسینؑ صرف صدر اول اسلام ہی سے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ہر صدی کی آواز ہیں بلکہ ہر سال ہر ماہ ہر ہفتہ ہر روز ہر ساعت و وقت کے فراز پر درخشاں ہیں کیونکہ وہ اپنے مقصد اور نصب العین کا خلاصہ ہیں اور ان کا نصب العین تمام معبودان باطل کی تردید اور خدائے واحد اور اس کے آئین کا اثبات ہے اس لئے انہیں ہرگز فراموش نہ کیا جائے اور ان کی یاد کو مقدس دین محمدیؐ کے احیاء اور شعلۂ فساد خاموش کرنے والے کے بطور منایا جائے۔

اس روش پر اسلام کی راہ میں امام حسینؑ اور انصار کے رقت انگیز اور جگر سوز مصائب کربلا کے واقعات اور کوفہ وشام کی مصیبتوں کا بیان ایسا مذہبی لائحہ عمل ہے جس سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات، ظلم و ناانصافی کے خلاف ابل پڑتے ہیں، ہر قسم کے فساد کے خلاف یورش پر آمادہ ہوتے ہیں اور انسانوں کو مقاصد حسینی سے قریب کرتے ہیں اور انسانیت کے دشمنوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرتے ہیں۔

اسی بنیاد پر روایات اسلامی میں بیان مصائب امام حسینؑ واہلبیت عصمت وطہارت کی غم انگیز فریادوں پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے اور ان کے بیان کرنے اور اثر قبول کرنے کا بے انتہا اجر و ثواب قرار دیا گیا ہے۔

مصائب امام حسینؑ بیان کرنے کا ثواب

۱۔ رسول خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا:

"کل عین باکیة یوم القیامة الّا عین بکت علی مصاب الحسین فانّها ضاحکة مستبشرة بنعیم الجنة" ہر آنکھ قیامت کے دن روئے گی لیکن صرف وہی آنکھ ہنستی ہوگی جو مصائب حسینؑ پر

عبد اللہ کے اعتراض پر ابن زیاد کو غصہ آ گیا اس نے پوچھا: یہ کون بول رہا ہے؟

عبد اللہ للکارے: میں ہوں اے دشمن خدا! پاک خاندان کو خدا نے گندے خاندان سے الگ کیا ہے۔ تو قتل کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مسلمان ہے؟ ہائے افسوس! کہاں ں ہیں مہاجرین وانصار تا کہ تیرے باغی امیر (یزید) سے جو رسول خداؐ کے زمانے سے ملعون ہیں۔ انتقام لیں۔

ابن زیاد کو اس قدر غصہ آیا کہ اس کی گردن کی رگیں سرخ ہو گئیں اس نے کہا:

اس شخص کو میرے پاس لاؤ، جلادوں نے انہیں چاروں طرف سے گھیرنا چاہا لیکن قبیلۂ ازد کے اشراف نے اٹھ کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور مسجد سے باہر لے گئے اس طرح انہیں گھر پہونچا دیا گیا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ جا کر قبیلۂ ازد کے اس اندھے کو جس کا دل بھی اللہ نے اندھا کر دیا ہے، قید کر کے میرے پاس لاؤ۔

سپاہی انہیں گرفتار کرنے کے لئے گئے، یہ خبر قبیلۂ ازد کے لوگوں کو ہوگئی، قبیلۂ یمن کے لوگ بھی حمایت میں کھڑے ہو گئے، ابن زیاد نے مضر کے قبیلوں کو ایک پرچم کے تلے کر کے محمد بن اشعث کا ماتحت بنا کر ان سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا، سخت مقابلہ ہوا اور عرب کے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔

ابن زیاد کے فوجی عبد اللہ کے گھر پر آئے اور دروازہ توڑ کر گھر میں گھس گئے، عبد اللہ کی بیٹی نے کہا: بابا سپاہی آگئے ہیں، عبد اللہ نے فرمایا:

تم سے کوئی سروکار نہیں، میری تلوار لے آؤ، بیٹی نے تلوار ہاتھ میں دے دی، عبد اللہ خود ہی اپنا دفاع کرنے لگے وہ رجز پڑھ رہے تھے۔

بیٹی نے کہا: بابا کاش میں مرد ہوتی اور آپ کے آگے آگے ان خونخوار دشمنوں سے جنگ کرتی جو رسول خداؐ کی عترت پاک کے قاتل ہیں۔

فوجیوں نے ہر طرف سے عبد اللہ کا محاصرہ کر لیا، وہ اپنا دفاع کرتے رہے اور بیٹی دفاع میں انکی رہنمائی کرتی رہی، یہاں تک کہ گھیرا تنگ ہو گیا۔ بیٹی نے چلا کر کہا: ہائے میرے بال وپر شکستہ ہو گئے،۔ میرے بابا کو پکڑ لیا گیا، کوئی ان کا مددگار نہیں جو ان کی حمایت کرے۔

عبداللہ اسی طرح تلوار چلاتے رہے اور رجز پڑھتے رہے، وہ دفاع کر رہے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے ،انہیں ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔

جس وقت ابن زیاد نے دیکھا تو کہا: حمد وسپاس خدا کا کہ اس نے تمہیں رسوا کیا۔

عبداللہ نے جواب دیا: اے دشمن خدا، مجھے کیسے رسوا کیا؟

واللّٰہ لو فرّج لی عن بصری ضاق علیک موردی و مصدری

خدا کی قسم اگر میری آنکھیں ہوتیں تو تیرے نکلنے اور داخل ہونے کی جگہ تنگ کر دیتا۔

ابن زیاد نے پوچھا: اے دشمن خدا، عثمان کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے؟

عبداللہ نے جواب دیا: اے قبیلۂ علاج کے زرخرید، اے پسر مرجانہ! (اسی طرح کچھ اور بھی گالیاں دیں) تجھے عثمان سے کیا سروکار؟ اچھا کیا یا برا کیا، اصلاح کی یا تباہی مچائی؟ خدا ہی اپنے مخلوقات پر حاکم ہے ،وہی لوگوں اور عثمان کے درمیان فیصلہ کرے گا ،لیکن تجھے تو اپنے باپ کے بارے میں ،اپنے اور یزید کے بارے میں اور اس کے باپ کے بارے میں پوچھنا چاہئے۔

ابن زیاد نے کہا: خدا کی قسم! اب تجھ سے کوئی بات نہ پوچھوں گا جب تک تجھے موت کا پیالہ گھونٹ گھونٹ نہ پلا لوں گا۔

عبداللہ نے کہا؛ تمام عالموں کے مالک خدا کا شکر ہے کہ میں نے تیری پیدائش سے قبل ہی خدا سے دعا کی تھی کہ مجھے شہادت سے سرفراز فرمائے۔ اور میں نے خدا سے دعا کی ہے کہ میری شہادت ایسے شخص کے ہاتھ سے ہو جو تیری نظر میں سب سے زیادہ ملعون ہو اور سب سے زیادہ جس پر خدا غضبناک ہو، جب میں نابینا ہو گیا تھا تو مایوس تھا کہ اب شہادت سے سرفراز نہ ہو سکوں گا۔

اب خدا کا شکر اور اس کی حمد وستائش بجالاتا ہوں کہ میں اپنی آرزو سے ہمکنار ہو رہا ہوں۔

ابن زیاد نے جلادوں سے کہا: اس کی گردن مار دو۔

عبداللہ کو قتل کر دیا گیا اور لاش کو کوفہ کے کناسہ میں دار پر چڑھا دیا گیا۔(۱)

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۶۴، بحار الانوار ج ۴۵ ص ۱۲۰، ارشاد مفید، ص ۲۲۹

دوسری روایت ہے کہ احاطۂ مسجد میں دار پر چڑھایا گیا۔(۱)

صلوات ہو تمام فرشتوں اور خاصان خدا کے اس غیرت مند، جواں مرد علوی سپاہی پر جس کا دل روشن اور پاک تھا۔

منازل کوفہ وشام کے مصائب

اہلبیت نبوت کے دردناک مصائب میں یہ بھی ہے کہ یزید کے فرمان کے مطابق ابن زیاد نے حکم دیا کہ اہل حرم اور بچوں کو ہر طرح کی اذیتوں کے ساتھ شام لے جایا جائے، یہ بھی حکم دیا کہ سید سجادؑ کی گردن میں دوبارہ غل جامعہ (آہنی گردن بند) ڈالا جائے۔

تاریخ طبری، ج ۶ ص ۲۵۴ کا فقرہ ہے کہ "**و سرح فی اثر هم علی بن الحسین مغلولة یدیه الی عنقه و عیاله معه**" حضرت علی بن الحسین کو اس طرح زنجیر پنھائی گئی تھی کہ آپ کے ہاتھ گردن سے بندھے ہوئے تھے اور آپ کے ساتھ اہل حرم بھی تھے۔

سید سجادؑ اور ان کے ہمراہیوں کو محفّر بن ثعلبہ اور شمر بن ذی الجوشن کے حوالے کر کے دلخراش حالت میں شام کی طرف روانہ کیا گیا۔

بعض روایات کے مطابق چالیس سپاہی ساتھ تھے قیدیوں کو شہیدوں کے سر کے ساتھ لے جایا گیا۔(۲)

کوفہ سے شام کا راستہ بڑا طویل ہے، حساب سے پندرہ منزل کی جائے تو شام پہونچا جا سکتا ہے، ایک منزل کا دوسری منزل سے اگر آٹھ فرسخ (ایک فرسخ ڈیڑھ کیلومیٹر) کا فاصلہ طئے کیا جائے تو راستہ بہت طولانی ہو جاتا ہے۔

بہر حال امام حسینؑ کے اعزّا کو دیار بہ دیار اور شہر بہ شہر پھرایا گیا، ہر شہر میں اہل حرم پر شماتت، استہزا اور دشمنوں کی تکلیفیں وارد کی گئیں، یہ منازل اس ترتیب سے تھے:

۱۔ تکریت ۲۔ موصل ۳۔ حرّان ۴۔ دعوات ۵۔ قنسرین ۶۔ سیبور ۷۔ حمص ۸۔ بعلبک ۹۔ قصر بنی مقاتل ۱۰۔ حماة ۱۱۔ حلب ۱۲۔ نصیبین ۱۳۔ عسقلان ۱۴۔ دیر قنیس ۱۵۔ دیر راہب

۱۔ کامل ابن اثیر، ج ۴ ص ۸۲

۲۔ مثیر الاحزان ابن نما ص ۹۶

اہلبیتؑ قصر بنی مقاتل میں

ہوا بہت گرم تھی، مشک کا پانی ختم ہو چکا تھا، راہیوں نے مجبور ہو کر قصر بنی مقاتل کا رخ کیا جو طئے شدہ راستے سے دور تھا، یا وہ لوگ راستہ بھول گئے تھے۔لیکن اہلبیت کی بیابان میں نگرانی کی جاتی رہی، ایک طرف تو پانی نہیں تھا پیاس کا غلبہ تھا اور دوسری طرف جلتا ہوا صحرا، اس پر آفتاب کی گرمی۔ لکھا ہے کہ حضرت زینبؑ اسی حال میں امام سجادؑ کی تیمارداری کرتی رہیں، تیز دھوپ کی وجہ سے آپ ایک اونٹ کے سائے میں آگئیں قریب تھا کہ امام سجادؑ شدت تشنگی سے جان دے دیتے، حضرت زینبؑ کے پاس ایک پنکھا تھا وہ بے اختیارانہ جھلنے لگیں اور فرمایا:

''یعزّ عليّ ان اراک بھذا الحال یابن اخی''

(اے بھتیجے! اس حالت میں تم کو دیکھ کر مجھے بڑی تکلیف ہے)

قصر بنی مقاتل ہی میں حضرت سکینہ پر تشنگی کا غلبہ ہوا اور وہ اس فکر میں تھیں کہ کہیں سایہ دکھائی دے، ایک درخت دیکھا اور اکیلی وہاں چلی گئیں اور اس کے سائے میں زمین پر دھول جمع کی اسے تکیہ بنا کر تھوڑی دیر سو رہیں اسی وقت دشمنوں نے قافلہ آگے بڑھا دیا اور سکینہ وہیں چھوٹ گئیں فاطمہ بنت الحسین جو سکینہ کے ساتھ محمل میں تھیں، سوار ہوتے ہوئے دیکھا کہ سکینہ نہیں ہیں، فریاد کرنے لگیں کہ اے ساربان! میری بہن محمل میں ساتھ تھی وہ نہیں ہے، ساربان نے توجہ نہیں کی۔

فاطمہ نے فرمایا: خدا کی قسم جب تک میری بہن نہیں آئے گی میں سوار نہیں ہوں گی۔

ساربان نے پوچھا: وہ کہاں ہے؟

فاطمہ نے کہا: میں نہیں جانتی۔

ساربان نے آوازیں دیں، اے سکینہ، جلد آؤ اور خواتین کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو، لیکن کچھ پتہ نہ چلا، قافلہ آگے بڑھ گیا آخرکار جب دھوپ کی تیزی سے سکینہ بیدار ہوئیں تو دیکھا کہ قافلہ روانہ ہو چکا ہے قافلہ کے پیچھے دوڑیں، وہ فریاد کرتی جاتی تھیں:

میری بہن فاطمہ! میں تو محمل میں نہیں ہوں، تم کیسے چلی گئی مجھے اس صحرا میں برہنہ پا تنہا چھوڑ دیا؟

فاطمہ بار بار صحرا کی طرف دوڑ کر سکینہ کو تلاش کر رہی تھیں، ناگاہ سکینہ پر نظر پڑ گئی۔

آواز دی: اے ساربان اونٹ بٹھاؤ، خدا کی قسم اگر میری بہن نہ پہونچی تو اسی جگہ زمین پر خود کو گرا دوں گی اور کل قیامت کے دن رسول خداؐ کی بارگاہ میں اپنے خون کا تجھ سے مطالبہ کروں گی۔ آخر کار ساربان کا دل ان دونوں بہنوں کے لئے پگھل گیا۔ اس نے اونٹ بٹھایا یہاں تک کہ سکینہ سوار ہوئیں۔

صورتحال ایسی ہی رقت انگیز تھی کہ بقول شاعر:

رقّ لها الشامت ممّا بها ما حال من رقّ لها الشامت

شماتت کرنے والے دشمن کا دل سکینہ کے لئے پگھل گیا، واقعی کس قدر بری حالت تھی کہ دل دشمن بھی پگھل گیا۔ (۱)

امام حسینؑ کے فرزند محسن کی شہادت

راہ کوفہ وشام میں مقام حلب پر ایک مصیبت یہ پڑی کہ جس وقت اسرائے اہلبیت اپنی راہ طئے کرتے ہوئے کوہ جوشن کے دامن میں پہونچے جو حلب کے مغربی جانب واقع ہے تو امام حسینؑ کی ایک زوجہ کے رحم میں بچہ محسن نام کا تھا انتہائے مصائب کی وجہ سے ساقط ہو گیا۔

وہاں خام سونے کی کان تھی، چند مزدور وہاں کام کر رہے تھے۔ اہلبیت نے ان سے کھانا پانی طلب کیا لیکن انہوں نے انکار کیا اور برا بھلا کہہ کے بھگا دیا۔

وہاں آج بھی زیارت گاہ ہے جسے مشہد السقط کہتے ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت محسن وہیں دفن ہیں ایک روایت میں ہے کہ محسن کی ولادت ہو چکی تھی وہ بچے تھے لہذا اہلبیت کے ہمراہ تھے، وہیں ان کا انتقال ہوا۔ (۲)

۱۔ وقائع الایام خیابانی تتمہ محرم، ص ۲۹۲

۲۔ وقائع الایام، تتمہ محرم، ص ۲۹۲، نفس المہموم، ص ۳۳۹

اہلبیتؑ عسقلان میں

یعقوب عسقلانی شام کا امیر تھا، وہ جنگ کربلا میں شریک تھا، اس نے حکم دیا کہ عسقلان والے جشن منائیں اور شہر کو آراستہ کریں، ایک دوسرے کو مبارکباد پیش کریں، اسی طرح عسقلان میں اسیران آل محمد کو لایا جائے۔

وہاں کے باشندے جشن منا رہے تھے اسی وقت اہلبیت شہر میں وارد ہوئے، زریر خزاعی وہاں ایک جوان مسافر تاجر تھا اس کا بیان ہے:

میں بازار عسقلان میں تھا میں نے دیکھا کہ لوگ جشن منا رہے ہیں ایک دوسرے کو تہنیت پیش کر رہے ہیں، میں نے پوچھا کیا خبر ہے؟ کہا گیا کہ یزید کے کچھ مخالفوں نے عراق میں بغاوت کی تھی، وہ شکست کھا کر قتل کیے گئے ہیں، ان کی خواتین اور بچے اسیر کر کے آج شہر میں لائے جا رہے ہیں۔

زریر نے پوچھا: ان مخالفوں کا رہبر کون تھا؟ ان کے باپ کا کیا نام تھا؟ لوگوں نے کہا: حسین بن علی بن ابیطالبؑ اور انکی ماں کا نام فاطمہؑ بنت رسول اللہ تھا۔

جس وقت زریر نے یہ بات سنی سخت غمزدہ ہوا وہ ہودجوں کے قریب گیا، ناگاہ اس کی نظر امام سجادؑ پر پڑ گئی وہ رونے لگا، امام نے فرمایا: اے جوان! تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ایک مرد مسافر ہوں۔

امامؑ نے پوچھا: سب تو ہنس رہے ہیں تو کیوں رو رہا ہے؟

زریر نے کہا: میں آپ کو پہچانتا ہوں، کاش میں اس شہر میں نہ آیا ہوتا اور یہ منظر نہ دیکھتا۔

حضرت نے فرمایا: اے جوان تجھ سے اپنائیت کی بو آرہی ہے خدا تجھے جزا دے، جا کر اس آدمی سے جو سر حسینؑ لئے ہوا ہے کہہ دے کہ اسے اور آگے لے جائے تا کہ لوگ اس سر کا تماشہ دیکھیں اور خواتین کا پردہ رہ جائے۔

زریر نے جا کر اس شخص کو پچاس دینار دیئے اور اس کا گھوڑا آگے بڑھانے لگا اس طرح تماشہ دیکھنے والے لوگ اونٹوں سے دور ہو گئے۔

زریر امام سجادؑ کی خدمت میں آیا اور کہا:

فرزند رسولؐ! اگر کوئی دوسری خدمت فرمائیے تو بجالاؤں امام سجادؑ نے فرمایا: اگر کچھ لباس ہوں تو ان خواتین کے لئے لا دے، زریر فوراً گیا اور بہت سے کپڑے لے آیا، اس نے امامؑ کو وہ کپڑے دیئے اور اہلحرم نے وہ کپڑے اوڑھ لئے۔

لکھا ہے کہ شمر نے یہ دیکھا تو حکم دیا کہ زریر کو اتنا مارا جائے کہ بیہوش ہو کر گر جائے، وہ نصف شب کو ہوش میں آیا، اس کا سارا بدن زخموں سے چور تھا اس نے خود کو چھپالیا۔ (۱)

اہلبیتؑ بعلبک میں

جب اسیران کربلا بعلبک کے قریب پہونچے، یزیدی کارندوں نے بعلبک کے حکمراں کو خط لکھ کر جشن وخوشی کی دعوت دی۔

بعلبک کے حکمراں نے خط پڑھ کر لوگوں کو جشن کی دعوت دی لوگوں نے جشن کے پرچم لہرائے، یہاں تک کہ وہاں کے بچوں نے شہر سے باہر آکر اسیروں کو برا بھلا کہتے ہوئے شہر میں پہونچایا امام سجادؑ نے روتے ہوئے کچھ اشعار پڑھے ایک شعر یہ ہے:

کانّنا من اساری الروم بینهم   کانّ ما قاله المختار کاذبه

گویا ہم ان لوگوں کے درمیان روم کے قیدی ہیں اور ہماری حالت یہ تھی کہ گویا جو کچھ رسول خداؐ نے ہمارے بارے میں فرمایا تھا سب جھوٹ تھا وہاں کے لوگوں نے ہمارے ساتھ اس طرح برتاؤ کیا۔ (۲)

دیر راہب میں حسینؑ کا سر مقدس

قافلہ قیدیوں کے ساتھ شام کی طرف بڑھ رہا تھا راستے میں دیر راہب پڑتا تھا، کارندے اس دیر کے قریب تھکن مٹانے اور کھانے کے لئے بیٹھ گئے، امام حسینؑ کا سر مقدس نیزے پر تھا، نگہبانوں کا ایک گروہ نگرانی

۱۔ وقائع الایام خیابانی، تتمہ محرم ص ۳۰۲۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۲۸

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۵ ص ۱۲۷

کرر ہا تھا وہ لوگ دستر خوان بچھا کر کھانا کھانے لگے ناگاہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور دیر راہب کی دیوار پر یہ شعر لکھنے لگا:

انرجوا امّة قتلت حسیناً   شفاعة جده یوم الحساب

کیا وہ امت جس نے حسین کو قتل کیا اس بات کی امید رکھتی ہے کہ حسین کے جد قیامت میں ان کی شفاعت کریں گے؟

ان میں سے ایک شخص نقل کرتا ہے کہ یہ منظر دیکھ کر ہم لوگوں پر بڑی وحشت طاری ہوئی، ہم میں سے ایک بڑھا تا کہ وہ ہاتھ پکڑ لے لیکن وہ ہاتھ غائب ہو گیا۔

ہم دوبارہ کھانے میں مشغول ہوئے پھر ہم نے دیکھا کہ وہی ہاتھ ظاہر ہوا اور صفحۂ دیوار پر یہ شعر لکھنے لگا:

فلا واللّٰه لیس لهم شفیع   و هم یوم القیامة فی العذاب

پس ہرگز نہیں، خدا کی قسم ان کا کوئی شفاعت کرنے والا نہ ہوگا وہ قیامت کے دن سخت عذاب میں ہوں گے۔

دوبارہ ہمراہیوں نے وہ ہاتھ پکڑنا چاہا وہ پھر غائب ہو گیا وہ واپس آ کر کھانے میں مشغول ہو گئے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ وہی ہاتھ برآمد ہوا اور یہ شعر دیوار پر لکھنے لگا:

و قد قتلوا الحسین بحکم جور   و خالف حکمهم حکم الکتاب

انہوں نے امام حسینؑ کو ظلم وستم کے ساتھ قتل کیا اور حکم قرآن کے برخلاف انہوں نے برتاؤ کیا۔

مجبور ہو کر ان سب نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اسی درمیان راہب نے دیکھا کہ امام حسینؑ کے سر مقدس سے ایک نور آسمان کی طرف بلند ہے اور چند نگراں اس سر کے پاس ہیں۔

راہب نے ان لوگوں سے پوچھا: کہاں سے آرہے ہو؟

انہوں نے جواب دیا: عراق سے آرہے ہیں امام حسینؑ سے جنگ کر کے۔ دوسری روایت کے مطابق، نگہبانوں نے امام حسینؑ کا سر مقدس دیر راہب کے ایک طرف زمین پر نصب کر دیا تھا جب رات کا پچھلا پہر ہوا راہب نے بجلی کی کڑک کا زمزمہ جس میں تسبیح اور ذکر خدا تھا سر حسینؑ سے سنا، اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ

اس سر سے پیشانی تک ایک نور آسمان تک درخشاں ہے ناگاہ اس نے دیکھا کہ آسمان کا در کھلا اور دستہ دستہ فرشتے اترنے لگے، وہ سب کہہ رہے تھے:

"السلام علیک یا ابا عبد اللّٰہ السلام علیک یا بن رسول اللّٰہ"

راہب یہ مناظر دیکھ کر بہت گھبرایا، مضطرب ہو کر نگہبانوں سے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟

ان لوگوں نے کہا: یہ ایک خارجی کا سر ہے جس نے سرزمین عراق پر آکر بغاوت کی تھی، عبید اللہ بن زیاد نے اسے قتل کیا۔

راہب نے پوچھا: اس کا نام کیا ہے؟

انہوں نے کہا: نام حسین بن علیؑ تھا۔

راہب نے کہا: وہی حسین جو فاطمہ بنت رسولؐ کے فرزند تھے؟

انہوں نے کہا: ہاں

راہب نے کہا: تم پر تف ہے، خدا کی قسم اگر عیسیٰ بن مریم کو بیٹا ہوتا تو ہم اسے اپنی پلکوں پر بٹھاتے، لیکن تم ہو کہ اپنے رسولؐ کے نواسے کو قتل کرتے ہو۔ پھر کہا کہ میری تم سے ایک حاجت ہے انہوں نے کہا: وہ حاجت کیا ہے؟

راہب نے کہا: میرے پاس دس ہزار دینار ہیں جو مجھے باپ کی میراث میں ملے ہیں، اسے مجھ سے لے لو اور اس سر مقدس کو اس وقت تک میرے حوالے کر دو جب تک تم یہاں سے کوچ کرو، جب تم لوگ یہاں سے جاؤ گے تو اس پاکیزہ سر کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔

ان لوگوں نے اپنے سردار سے پوچھا: اس نے تائید کی اور راہب سے دینار لے کر سر مقدس کو اس کے حوالے کر دیا۔

راہب وہ سر لے کر بیٹھ گیا، سر کو معطر کیا، خوشبو لگائی، اس کے بعد اس پر ریشمی کپڑا ڈال کر دامن میں رکھا، پھر وہ صبح تک نوحہ پڑھتا رہا اور روتا رہا...

صبح ہوئی تو نگہبانوں نے سر کا مطالبہ کیا، اس نے سر مقدس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

اے سر! خدا کی قسم میں اپنے سوا کسی کی حفاظت نہیں کر سکتا آپ اپنے جد کی بارگاہ میں گواہ رہیئے گا کہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیؐ خدا کے رسولؐ اور اس کے بندے ہیں آپ کی خدمت میں اسلام قبول کرتا ہوں اور میں آپ کا غلام ہوں۔

پھر اس راہب نے ان لوگوں سے کہا: اپنے سردار سے کہو کہ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔

انہوں نے اپنے سردار سے کہا تو وہ راہب کے پاس آیا، راہب نے اس سے سفارش کی کہ اس سر مقدس کو صندوق سے باہر نہ رکھنا تا کہ اس کی بے احترامی نہ ہو لیکن ان لوگوں نے عابد کی نصیحت پر توجہ نہ کی۔(۱)

اہلبیتؑ کا داخلہ شام میں

اسیران آل محمدؐ پہلی صفر ۶۱ھ کو شام میں داخل ہوئے، یہاں شام وارد ہونے کے بعد جو حادثے رونما ہوئے ان میں سے کچھ نقل کیے جاتے ہیں۔

۱۔ اسیروں کا شام میں داخلہ اور سہل ساعدی کو خبر

جس وقت اسیران آل محمدؐ دمشق پہونچے حضرت ام کلثوم نے شمر سے کہا: تم سے میری کچھ باتیں ہیں۔

شمر نے کہا: وہ کیا ہے؟

فرمایا: پہلی یہ کہ اس شہر میں ہمیں اس دروازے سے لے چلو جہاں تماشہ دیکھنے والے کم ہوں۔

دوسرے یہ کہ ان کارندوں سے کہو سروں کو کجاوں سے ذرا دور رکھیں تا کہ تماشہ دیکھنے والے سروں کو دیکھیں، ہم سے دور رہیں۔

لیکن شمر نے اپنے شدید عناد کی بناء پر اس کے برخلاف حکم دیا کہ سروں کو کجاوں کے درمیان رکھا جائے اور اسی دروازہ حلب سے لے چلیں جس میں تماشائیوں کا زیادہ مجمع تھا۔(۲)

اہلبیت کس طرح دمشق میں لے جائے گئے اس کی وضاحت کے لئے سہل بن سعد ساعدی کی روایت کافی ہے جو اس وقت بیت المقدس کی زیارت کے لئے شام پہونچے تھے۔

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۲۵۔۱۲۷

۲۔ لہوف ص ۱۷۴، نفس المہموم، ص ۲۳۹

روئی ہوگی وہ بہشت کی نعمتوں سے خنداں وشاداں ہوگی۔(۱)

۲۔حضرت سید سجادؑ نے فرمایا:

"ایما مومن زرفت عیناہ لقتل الحسینؑ حتیٰ تسیل علی خدّہ" جو مومن امام حسینؑ کی شہادت پر اس طرح آنسو بہائے کہ اس کے رخسار تر ہو جائیں تو خداوند عالم اس کے لئے بہشت کے دریچوں کو مخصوص قرار دے گا جس میں وہ ہزاروں سال رہے گا۔ ہمارے دشمنوں سے جو مصائب ہم پر ڈھائے گئے ان پر جو مومن ہمارے اوپر اس طرح روئے گا کہ آنسو رخسار تک ڈھلک آئیں تو خداوند عالم اسے منزل صدق (بہشت کے بلند ترین مقام) میں ٹھہرائے گا۔(۲)

۳۔امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ہم پر جو ستم ڈھائے گئے ہیں ان پر آہ کرنا تسبیح ہے، ہم پر غم کرنا عبادت ہے اور ہمارا راز پوشیدہ رکھنا راہ خدا میں جہاد ہے پھر فرمایا: میری اس بات کو آب زر سے لکھ لینا چاہئے۔(۳)

آپ نے یہ بھی فرمایا: "لکلّ سرّ ثواب الا الدّمعۃ فینا"

ہر مصیب پر صبر کرنا اور پوشیدہ رکھنا ثواب ہے سوائے ہمارے غم میں آنسو بہانے کے (کیونکہ اس میں اظہار واعلان کا بہت اجر ہے)۔(۴)

۴۔جلیل القدر عالم سید بن طاؤس (متوفی ۶۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ آل محمدؐ سے منقول ہے:

جو شخص ہمارے مصائب بیان کر کے روئے یا سو آدمیوں کو رلائے ہم اس کے جنت کے ضامن ہیں اور جو پچاس آدمیوں کو رلائے اس کے لئے جنت ہے اور جو تیس آدمیوں کو رلائے اس کے لئے جنت ہے اور جو ایک آدمی کو رلائے اس کے لئے جنت ہے اور جو رونے والے کی صورت بنائے اس کے لئے بھی جنت ہے۔(۵)

۱۔بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۹۳

۲۔اللہوف ص ۹

۳۔ترجمہ نفس المہموم ص ۱۷

۴۔بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۲۸۷

۵۔اللہوف ص ۱۱

سہل کا بیان ہے کہ میں بیت المقدس گیا تھا، دمشق وارد ہوا تو دیکھا کہ لوگ جشن وخوشی منا رہے ہیں۔ڈھول ، باجے ،سنگیت اور تھرکنے میں مصروف ہیں ۔میں نے اپنے دل میں کہا: قطعی طور سے آج شام والوں کی کوئی عید ہے۔میں کچھ لوگوں کے پاس پہونچا جو آپس میں بات کررہے تھے میں نے پوچھا: کیاتم لوگوں کی کوئی مخصوص عید ہے جس کی مجھے خبرنہیں۔

انہوں نے کہا: بوڑھے میاں! معلوم ہوتا ہے تم دیہاتی ہو؟

میں نے کہا: میں سہل ساعدی ہوں ،رسول خداؐ کی زیارت کی ہے

انہوں نے کہا: اے سہل! تمہیں تعجب نہیں ہونا چاہئے اگر آسمان سے خون برسے یا زمین میں زلزلہ آجائے۔

میں نے پوچھا: لیکن ہوا کیا؟

انہوں نے کہا: یہ سرحسین اور عترت محمد کا سر ہے، جسے عراق سے تحفے کے طور پر لایا گیا ہے۔

میں نے کہا: ہائے تعجب، حسین کا سر لایا گیا ہے اور شام والے خوشی منا رہے ہیں؟ کس دروازے سے لایا جائے گا، ان لوگوں نے باب الساعات کی طرف اشارہ کیا۔

(اس کا نام باب الساعات اس لئے پڑا کہ شاید وہاں گھنٹہ گھر تھا جس سے لوگ وقت پر پہونچتے تھے (۱) یا اس لئے کہ جب اہلبیت کو دمشق لایا گیا تو اسی دروازے پر تین پہروں تک ٹھہرایا گیا تھا تاکہ یزید داخلے کی اجازت دے اسی لئے اس کا نام ہی باب الساعات ہوگیا۔اس سے پہلے اس کا نام باب الحلب تھا۔غم انگیز بات یہ ہے کہ اہلبیت کو اول صبح دمشق پہونچایا گیا تھا لیکن غروب کے وقت یزید کے گھر تک پہونچایا گیا حالانکہ اس دروازے سے قصر یزید کا فاصلہ کچھ زیادہ نہیں تھا۔اس عرصے میں اہلبیتؑ کو کوچہ و بازار میں تماشائیوں کے درمیان پھرایا گیا۔(۲)

۱۔نفس المہموم،ص ۲۳۹،لہوف،ص۱۷۴

۲۔تذکرۃ الشہداء،ص ۴۱۰

سہل کا بیان ہے اس درمیان میں نے پے درپے پرچم آتے ہوئے دیکھے، ایک سوار کو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں پرچم تھا، وہ نیزے پر سر لئے ہوا تھا جو تمام انسانوں میں سب سے زیادہ رسول خداؐ کے مشابہ تھا، اس پرچم دار کے پیچھے سوار خواتین کو دیکھا جو برہنہ سر تھیں ان میں سے پہلی کے پاس جا کر پوچھا: آپ کون ہیں؟

انہوں نے جواب دیا: میں سکینہ بنت الحسینؑ ہوں۔

میں نے ان سے کہا: میں سہل ساعدی ہوں، میں نے آپ کے جد کو دیکھا ہے اور ان سے حدیث بھی سنی ہے۔ اگر کوئی ضرورت ہو تو بیان کیجئے میں پوری کروں۔

انہوں نے کہا: یہ شخص جو سر نیزے پر لئے چل رہا ہے اس سے کہیئے ذرا آگے لے جائے تا کہ لوگ اسی کا تماشہ دیکھیں اور حرم رسول کو نہ دیکھیں۔

سہل کہتے ہیں کہ میں اس نیزہ والے کے پاس گیا اور چار سو دینار دے کر اس سے کہا کہ سر کو اور آگے کی طرف لے جاؤ اس نے مان لیا اور اس طرح سر کو یزید کے سامنے پیش کیا۔

میں بھی ان لوگوں کے ساتھ تھا۔ یزید کو دیکھا کہ تخت پر بیٹھا تھا۔ اس کے تاج میں موتی اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔ اس کے قریب ہی قریش کے بوڑھے لوگ بیٹھے تھے۔

جو شخص سر حسین لئے ہوا تھا اس نے یزید کے سامنے پہونچ کر یہ دو شعر پڑھے:

اوفر رکابی فضة و ذهبا انا قتلت السيد المحجّبا

قتلت خير الناس امّاً و اباً و خيرهم اذ ينسبون نسبا

میری رکاب کو سونے چاندی سے بھر دے، میں نے بزرگ سردار کو قتل کیا ہے ایسے کو قتل کیا ہے جو لوگوں میں سب سے بہتر تھا، جو ماں اور باپ دونوں لحاظ سے بہترین نسب والا تھا۔

یزید نے اس سے کہا: اگر تو جانتا تھا کہ بہترین انسان ہیں تو انہیں قتل کیوں کیا؟

اس نے جواب دیا: آپ کے انعام کی لالچ میں

یزید برہم ہو گیا اور حکم دیا کہ اس کی گردن ماردی جائے۔

اس کے بعد اس نے سر حسینؑ کو زرین طشت میں رکھوایا اور بولا:

"کیف رایت یا حسین "اے حسین! تم نے میری طاقت کیسی دیکھی؟(۱)

ایک دانشور تابعی کا مرثیہ

روایت ہے کہ ایک دانشور تابعی مسلمان عالم جس نے صحابی رسول شام کی زیارت کی تھی، شام میں تھا ،جس وقت سر حسین کو شام میں دیکھا، ایک مہینے تک پوشیدہ رہا، بعد میں دوستوں نے اس سے پوچھا: کہاں تھے، اپنے کو مخفی کیوں رکھا تھا؟

بولا: کیا تم نہیں دیکھتے، ہم لوگوں پر کیسی مصیبت آگئی ہے؟

اور یہ اشعار پڑھے:

جائوا براسک یابن بنت محمد متـرملاً بـدمـائـه تـرمیلاً
و کانّما بک یابن بنت محمد قتلوا جهاراً عامدین رسولا
قتلوک عطشانا و لم یترقبوا فی قتلک التاویل و التنزیلا
و یکبرون بان قتلت و انّما قتلوک التکبیر و التهلیلا

(یہ دشمنان دین آپ کا سر لے آئے، اے بنت رسول کے فرزند!

جو آپ کے خون میں اچھی طرح بھرا ہوا تھا گویا انہوں نے ظاہر بظاہر اور جان بوجھ کر رسول خداؐ کو قتل کیا۔

ہائے آپ کو پیاسہ قتل کیا اور اس کی بھی پرواہ نہ کی کہ وہ لوگ قرآن کی تنزیل اور تاویل کو قتل کر رہے ہیں۔

آپ کو قتل کرتے ہوئے انہوں نے تکبیر کہی، حالانکہ انہوں نے تکبیر اور تہلیل (لا الٰہ الا اللہ) ہی کو قتل کر دیا۔(۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۲۷۔۱۲۸

۲۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۱، نفس المہموم، ص ۲۴۰

اہلبیتؑ مجلس یزید میں

اسیران آل محمدؐ کو اس حال میں مجلس یزید میں لے جایا گیا کہ وہ ایک رسی میں بندھے ہوئے تھے ،امام سجادؑ نے فرمایا:

اے یزید، اگر رسول خداؐ ہمیں اس حال میں دیکھیں تو تیرے بارے میں کیا سوچیں گے؟

یزید نے حکم دیا: رسیاں ہٹادی جائیں

زینب کبریٰؑ نے جس وقت بھائی کا سر یزید کے آگے دیکھا تو بے تاب ہوکر اپنا گریبان پھاڑ ڈالا اور جگرسوز آواز میں چلائیں" یا حسیناہ ،یا حبیب رسول اللہ یا من مکة و منیٰ یا بن فاطمه الزهرا سیدة النساء یابن بنت المصطفی"

ہائے پیارے حسینؑ ،ہائے رسول خداؐ کے حبیب! ہائے فرزند مکہ ومنیٰ ،اے فاطمہ زہراؑ سیدة النساء کے فرزند، اے بنت مصطفیٰ کے فرزند زینب کے جگرخراش نالوں سے تمام اہل مجلس رونے لگے۔

سنگدل یزید نے خیزران کی چھڑی منگوائی اور اہلبیت کے سامنے امام حسینؑ کے دانتوں پر مارنے لگا۔

ابو برزہ اسلمی یزید کی مجلس میں حاضر تھا آواز دی:

تف ہے تجھ پر اے یزید! بنت رسولؐ کے فرزند کے دانتوں پر چھڑی سے مار رہا ہے؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خداؐ امام حسنؑ وامام حسینؑ کے آگے کے دانتوں پر بوسہ لیتے ہوئے فرماتے تھے:

"انتما سید ا شباب اهل الجنة"

تم دونوں جوانان جنت کے سردار ہو

ابو برزہ کی بات سن کر یزید کو غصہ آ گیا، حکم دیا کہ انہیں نکال باہر کردو، انہیں کشاں کشاں مجلس یزید سے باہر کردیا گیا۔

یزید اسی طرح دندان امام حسینؑ کو چھڑی سے مارتا رہا، اور طنزیہ انداز میں یہ اشعار پڑھتا رہا:

جسے ابن زہری نے جنگ احد کے موقع پر پڑھا تھا اسی قافیہ میں انہیں اشعار کے حوالے سے اس کے اشعار تھے:

لیت اشیاخی ببدر شھدوا　　جزع الخزرج من وقع الاسل

فاھلّوا و استھلّوا فرحاً　　ثمّ قالوا یا یزید لا تشل

قد قتلنا القوم من ساداتھم　　وعدلناہ ببدر فاعتدل

لعبت ھاشم بالملک فلا　　خبر جاء و لا وحی نزل

لست من خندفٍ ان لم انتقم　　من بنی احمد ما کان فعل

اے کاش! میرے وہ بزرگ جو جنگ بدر میں قتل کیے گئے قبیلہ خزرج کے لوگ احد میں نیزہ کھا کر زاری کرنے والے دیکھتے تو خوشی سے چلا اٹھتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں، ہم نے ان (بنی ہاشم) کے بزرگوں کو قتل کیا، جنگ بدر کے بدلے میں اب معاملہ برابر ہو گیا۔

بنی ہاشم نے حکومت واقتدار کا ڈھونگ رچایا تھا، نہ آسمان سے کوئی خبر آئی تھی نہ وحی نازل ہوئی تھی۔

میں خاندان خندق سے نہیں ہوں اگر ذریت احمد سے انتقام نہ لے لوں۔ (۱)

فاطمہ وسکینہ نے زینبؑ کی پناہ پکڑی

مجلس یزید میں جو واقعات پیش آئے ان میں سے یہ ہے کہ جس وقت امام حسینؑ کی دو صاحبزادیاں فاطمہ وسکینہ نے دیکھا کہ یزید ان کے بابا کے دانتوں پر چھڑی سے مار رہا ہے تو رونے لگیں ان کے رونے کی آواز سن کر یزید کے گھرانے کی عورتیں بھی رونے لگیں، آخر جب ان دونوں نے دیکھا کہ یزید امام حسینؑ کے دانتوں پر چھڑی چلائے جا رہا ہے تو بے تاب ہو کر پھوپھی زینب کی پناہ میں گئیں اور کہا:

"یا عمتاہ ان یزیداً ینکت ثنایا ابینا بقضیبة"

(پھوپھی اماں، یزید میرے بابا کے دانتوں کو چھڑی سے مار رہا ہے)

زینب بے چین ہو کر کھڑی ہو گئیں، اور گریبان پھاڑ ڈالا، زبان حال سے یہ کہا:

اتضر بھا شلّت یمینک انّھا　　وجوہ لوجہ اللہ طال سجودھا

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۱۳۳، نفس المہموم، ص ۲۵۲

کیا تو چھڑی سے مار رہا ہے، تیرے ہاتھ شل ہو جائیں یہ چہرہ وہ ہے کہ خدا کے لئے طویل سجدے کرتا تھا۔(۱)

کبریت احمر کی روایت ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ نے خطبہ پڑھا۔(۲)

امام رضاؑ کا ارشاد

امام رضاؑ نے فرمایا کہ جس وقت امام حسینؑ کا سر مقدس شام لے جایا گیا تو یزید کے حکم سے دستر خوان چنا گیا، اس دستر خوان پر یزید اور اس کے ساتھی بیٹھے، سب نے کھانا کھایا جب فارغ ہوئے تو حکم دیا کہ سر کو طشت طلا میں رکھا جائے پھر اسے اپنے تخت کے نیچے رکھ دیا، اور تخت کے اوپر شطرنج کی بساط بچھائی، یزید شطرنج کھیلنے لگا۔

اس موقع پر امام حسینؑ اور ان کے اجداد کا تذکرہ کر کے مضحکہ اڑایا گیا، جب شطرنج کی بازی چلتی تو تین گلاس شراب پیتا تھا جو شراب بچ جاتی اسے وہ طشت طلا میں پھینک کر کہتا تھا:

اے حسین! تم نے میری حکومت کیسی دیکھی؟

تم سمجھتے ہو کہ تمہارا باپ ساقی کوثر ہے

جب ان کے پاس جانا تو مجھ کو جام کوثر نہ دینا

تمہارے جد نے سونا چاندی امت پر حرام قرار دیا ہے

لو یہ تمہارا سر طشت طلا میں ہے، تمہارے باپ فخر کرتے تھے کہ انھوں نے جنگ بدر میں بہادران قریش کو قتل کیا ہے، آج اس کا بدلہ چکا لیا گیا۔(۳)

۱۔معالی السبطین، ج۲، ص۱۵۶

۲۔کبریت الاحمر ص۲۵۳

۳۔امالی صدوق

یزید کی یاوہ گوئیاں

اس مجلس میں یزید نے یاوہ گوئیاں بھی کیں، چنانچہ اہل مجلس سے خطاب کرتے ہوئے کہا:

یہ شخص (امام حسینؑ کے سر کی طرف اشارہ تھا) مجھ پر فخر کرتا اور کہتا تھا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے بہتر ہے میری ماں یزید کی ماں سے بہتر ہیں، میرے جد یزید کے جد سے بہتر اور میں یزید سے بہتر ہوں۔

یہ جو کہا کہ میرا باپ یزید کے باپ سے افضل تو میرے باپ (معاویہ) نے اس کے باپ سے جنگ کی، آخر خدا نے میرے باپ کو فتح عطا کی، یہ جو کہا کہ میری ماں یزید کی ماں سے بہتر تو یہ صحیح ہے یہ جو کہا کہ میرے جد یزید کے دادا سے بہتر تو جو بھی خدا اور قیامت پر یقین رکھتا ہے وہ اعتقاد رکھتا ہے کہ محمد سے افضل کوئی نہیں اور یہ جو کہا کہ میں یزید سے بہتر ہوں تو گویا یہ آیت ہی نہیں پڑھی "قل اللّھم مالک الملک توتی الملک...."

کہو خدایا! تمام حکومت کا مالک تو ہی ہے تو جسے چاہے حکومت دیتا ہے جس سے چاہے حکومت چھین لیتا ہے، تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کردے۔

(اس بناء پر خدا نے مجھے عزت دی اور اسے ذلیل کیا، اس طرح میں اس سے بہتر ہوں)(۱)

امام سجادؑ کو حکم قتل

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں: ہم بارہ بچے اور جوان تھے (خیال رہے کہ امام کی عمر اس وقت چار سال کی تھی) ہم میں سب سے بزرگ حضرت علی بن الحسینؑ تھے، ہم سب کو ایک رسن میں باندھ کر یزید کے سامنے حاضر کیا گیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ یزید نے امام سجادؑ سے پوچھا: تم نے کیا صورتحال دیکھی؟

امام سجادؑ نے فرمایا: ہم نے قضائے الٰہی کو جو زمین و آسمان کی خلقت سے قبل مقدر ہو چکی تھی، وہی دیکھا۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۱

یزید نے کہا: تمام تعریفیں اس خدا سے مخصوص ہیں جس نے تمہارے باپ کو قتل کیا۔

امام سجادؑ نے فرمایا: لعنة اللّٰه من قتل ابی ...''

(اس شخص پر خدا کی لعنت جس نے میرے باپ کو قتل کیا)

یزید غصے میں بھر گیا اور حکم دیا کہ گردن ماردی جائے ،فوجیوں نے امام کو قتل کرنے کے لئے باہر لے جانا چاہا....

ایک روایت کی بناء پر جناب زینبؑ نے اپنے کو امام سجادؑ پر ڈال دیا اور کہا:

اے یزید تو نے اتنا خون ہمارے بہادئے یہی کافی نہیں۔امام سجادؑ نے فرمایا: اے یزید اگر تو میرے قتل کا ارادہ کر چکا ہے تو کسی کو معین کر دے کہ ان خواتین اور بچوں کو مدینہ پہونچا دے۔ یزید نے یہ سن کر حکم قتل واپس لے لیا۔(۲)

مجلس یزید میں سکینہ (س)

منتخب طریحی میں ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اسیران آل محمدؐ کو مجلس میں لایا جائے۔ جب یزید کے سامنے ان لوگوں کو کھڑا کیا گیا تو حاضرین نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ایک دوسرے سے پوچھنے لگے: یہ کون لوگ ہیں؟ ایک شخص نے کہا یہ ام کلثوم کبریٰ ہے، یہ ام کلثوم صغریٰ ہے، یہ ام ہانی ہے اور وہ صفیہ ہے یہ رقیہ ہے (حضرت علی کی بیٹیاں) اور یہ حسین کی بیٹی فاطمہ ہے یہ سکینہ ہے۔اور یہ علی بن الحسین.....

اسی وقت فاطمہ بنت الحسینؑ نے فرمایا: اے یزید یہ رسولؐ کی بیٹیاں ہیں جنہیں تو نے قیدی بنایا ہے ، یہ سن کر تمام اہل مجلس رونے لگے، یزید کے گھر سے بھی صدائے گریہ بلند ہوئی۔حضرت سکینہ نے چادر نہ ہونے کی وجہ سے اپنی ہتھلیوں سے منھ چھپالیا تھا۔

یزید نے پوچھا: یہ کون ہے؟ (من هذه ؟)

لوگوں نے کہا: یہ سکینہ ہے، حسین کی بیٹی۔

ا۔۔معالی السبطین ،ج ۲،ص ۱۶۰

یزید نے پوچھا: تم سکینہ ہو؟

سکینہ پر اس قدر گریہ گلوگیر ہوا کہ قریب تھا جان دے دیتیں۔

یزید نے پوچھا: روتی کیوں ہو؟

سکینہ نے کہا: جس کے پاس چادر نہ ہو وہ کیسے نہ روئے

تجھ سے اور حاضرین سے چہرہ چھپانے کے لئے کیا کرے؟

یزید نے کہا: اے سکینہ تمہارے باپ نے میرے حق کا انکار کیا مجھ سے قطع رحم کیا اور حکومت و رہبری کے لئے مجھ سے جنگ کی، سکینہ نے روتے ہوئے فرمایا: اے یزید! میرے باپ کو قتل کر کے خوشی مت منا۔ وہ خدا اور رسول کے اطاعت گزار تھے، انہوں نے دعوت حق قبول کی اور شہادت کی سعادت سے سرفراز ہوئے، لیکن ایک دن آئے گا کہ تجھ سے ان مظالم کی وجہ سے باز پرس ہوگی اپنے کو جواب دہی کے لئے آمادہ کر لے۔ لیکن تو کیا جواب دے گا۔

یزید نے کہا: اے سکینہ خاموش رہو، تمہارے باپ کا ہم پر کوئی حق نہ تھا۔ (۱)

سفیر روم کا اعتراض

احتمال قوی ہے کہ یزید کی کئی نشستوں میں متعدد افراد نے یزید کی حرکتوں پر اعتراض کیا، انہیں میں بادشاہ روم کا سفیر اپنی جان کی قیمت چکا کر اعتراض کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور اس نے جام شہادت نوش کیا، حضرت سید سجادؑ سے نقل ہے کہ:

ایک دن یزید نے ہم اسیروں کو دربار میں طلب کیا وہ شراب پی رہا تھا اور بار بار میرے بابا کے سر کی طرف دیکھ رہا تھا، اسی درمیان یزید نے کسی شخص کو بھیج کر سفیر روم کو بلوایا، سفیر حاضر ہوا، اس نے جیسے ہی سر حسین کو دیکھا تو یزید سے پوچھا: یہ کس کا سر ہے؟

یزید نے کہا: اس سر کو پہچان کر کیا کرو گے؟

سفیر نے جواب دیا: جب اپنے ملک روم جاتا ہوں تو قیصر روم یہاں کے حالات پوچھتا ہے، میں

۱۔ منتخب طریحی مطابق نقل معالی السبطین ج ۲ ص ۱٦۳

چاہتا ہوں کہ اسے مکمل جواب دے سکوں تا کہ وہ تیری خوشی میں شریک ہو۔

یزید نے کہا: یہ سر حسین بن علی بن ابی طالبؑ کا ہے۔

سفیر نے پوچھا: ان کی ماں کا کیا نام تھا؟

یزید نے کہا: رسول خدا کی بیٹی فاطمہ زہراؑ

سفیر عیسائی مذہب پر تھا، اس نے کہا:

تجھ پر اور تیرے دین پر تف ہے، میرا دین تیرے دین سے بہت اچھا ہے۔ حضرت داؤد سے میرا بہشتی سلسلہ بہت طویل ہے لیکن اسی وجہ سے عیسائی حضرات میرے پیروں کی خاک تبرک سمجھ کے اٹھاتے ہیں لیکن تو ہے کہ اپنے پیغمبر کے فرزند کو جو صرف ایک ماں کے فاصلے سے فرزند ہے، زیادہ نہیں۔ تو انہیں بے عزت کرتا ہے اور قتل کرتا ہے۔

اے یزید کان کھول کر سن لے، میں تجھ سے داستان حاضر سنا رہا ہوں، دریائے عمان کے جزیرے میں ایک بہت بڑا شہر ہے، وہاں ایک کلیسا ہے جسے کلیسائے الحافر کہتے ہیں، اس کلیسا کے محراب میں طلائے سرخ کا حقہ لٹکا ہوا ہے جس میں خچر کا کُھر ہے، کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ جس خچر پر سوار ہوتے تھے اسی کا یہ کُھر ہے عیسائیوں کے علماء ہر سال اس کلیسا میں زیارت کے لئے جاتے ہیں، اس گھر کے گرد طواف کرتے ہیں لیکن تمہاری یہ حالت ہے کہ اپنے پیغمبر کے فرزند کو قتل کرتے ہو، خدا تمہیں اور تمہارے دین میں برکت نہ دے۔

یزید کو سفیر کے اعتراض پر غصہ آ گیا، اس نے کہا اس عیسائی کی گردن ماردو کیونکہ اب یہ اپنے ملک میں جا کر مجھے برا بھلا کہے گا۔

سفیر نے کہا: پچھلی شب میں نے خواب میں دیکھا کہ رسول خداؐ مجھے بہشت کی بشارت دے رہے ہیں، اب یہ راز کھلا۔ اسی وقت اس نے اسلام قبول کیا اور زبان پر کلمہ شہادتین جاری کیا، اس کے بعد سر حسینؑ کو اپنے سینے سے لگائے رہا یہاں تک کہ اسے شہید کر دیا گیا۔(۱)

۱۔ فرسان الھیجا، ص ۲۹۱ نفس المہموم، ص ۳۶۳، بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۱۴۲

امام رضاؑ نے پہلی محرم کو ریان بن شبیب سے گفتگو کے درمیان فرمایا:

اے فرزند شبیب! اگر تم پسند کرتے ہو کہ تم جنت میں ہمارے بلند درجات میں رہو تو ہمارے غم میں غمگین ہو اور ہماری خوشی میں خوش ہو اور تم پر ہماری ولایت لازم ہے۔ اگر کوئی شخص کسی پتھر سے بھی ولایت کا دم بھرے تو خدا اس کو اسی کے ساتھ محشور فرمائے گا۔(۱)

عزائے اہلبیتؑ میں اشعار پڑھنا

جعفر بن عفان عزائے حسینؑ میں اشعار کہہ کے حضرت صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے امام نے ان سے کہا: میں نے سنا ہے تم نے عزائے حسین میں بڑے اچھے اشعار کہے ہیں۔ عرض کی: جی ہاں!

فرمایا: پڑھو۔ انہوں نے اپنے اچھے اشعار سنائے انہیں سن کر امامؑ بھی روئے اور جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی روئے، اس کے بعد امامؑ نے فرمایا: اے جعفر! خدا کی قسم خدا کے مقرب فرشتے یہاں موجود تھے اور غم حسینؑ میں تمہارے اشعار سن رہے تھے انہوں نے ہم سے زیادہ گریہ کیا خدا نے اسی وقت تمہیں بخش دیا اور بہشت تم پر واجب کر دی۔

اس کے بعد فرمایا: اے جعفر کچھ اور نہیں سناؤ گے؟

جعفر نے عرض کی: ضرور سناؤں گا۔

امام نے فرمایا: جو شخص غم حسینؑ میں ایک شعر کہے اور لوگوں کو رلائے خدا اس پر بہشت واجب کر دے گا اور اسے بخش دے گا۔(۲)

مقصد عزائے حسینؑ

گریہ وسوگواری کی چند قسمیں:

گریہ شوق گریہ دلسوزی وعاطفی، دشمن سے نفرت کے اظہار کا گریہ، ذلت آمیز اور ناپسندیدہ گریہ، عاجز وشکست خوردہ گریہ۔

۱۔عیون الاخبار، ج۱،ص ۲۹۹، بحار الانوار، ج۴۴،ص ۲۷۸-۲۹۶، نفس المہموم باب اول فصل دوم

۲۔رجال کشی ص ۱۸۷

۴۔امام سجادؑ کی زبانی سات مصائب

روایت میں ہے کہ امام سجادؑ سے پوچھا گیا: آپ کو سخت ترین مصائب سفر کربلا میں کہاں پہونچے؟

آپ نے جواب میں تین بار فرمایا: الشام، الشام، الشام

یا تین بار فرمایا: شام سے امان............۔(عنوان الکلام فشارکی ص ۱۱۸)

اس کی وضاحت کے لئے دوسری روایت کے مطابق امام سجادؑ نے نعمان بن منذر مدائنی سے فرمایا:

شام میں میرے اوپر سات ایسے مصائب ڈھائے گئے کہ اسیری کے درمیان ایسے مصائب کہیں نہیں پڑے۔

۱۔ستمگروں نے شام میں ہمارے چاروں طرف گھیرا ڈال رکھا تھا، وہ برہنہ تلواریں، نیزے سنبھالے ہوئے تھے، وہ بار بار ہم پر حملہ کر کے نیزے کی نوک چبھاتے تھے، بہت سے ظالموں کی نگرانی میں ہمارے سامنے ڈھول بجاتے تھے۔

۲۔شہداء کے سروں کو اہل حرم کی ہودجوں کے قریب رکھے ہوئے تھے، میرے بابا اور چچا عباس کا سر ہماری پھوپھی زینبؑ وام کلثومؑ کے سامنے رکھا تھا، بھیا علی اکبر اور قاسم کا سر سکینہ و فاطمہ کے سامنے رکھا تھا، وہ سروں کے ساتھ کھلواڑ بھی کر رہے تھے، کبھی سروں کو زمین پر پٹک دیتے تھے، گھوڑوں کی ٹاپوں میں رکھ دیتے تھے۔

۳۔شامی عورتیں کوٹھوں سے پانی اور آگ ہمارے سروں پر پھینکتی تھیں، میرے عمامہ میں آگ لگ گئی چونکہ میرے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے اس لئے بجھا نہ سکا، میرا عمامہ جل گیا۔آگ میرے سر میں پہونچ گئی اور سر جل گیا۔

۴۔طلوع آفتاب سے غروب تک کوچہ و بازار میں برابر ہمیں لوگوں کو تماشہ دکھانے کے لئے پھراتے رہے، وہ کہتے جاتے تھے: لوگو! انہیں کھینچو کہ ان کا اسلام میں کوئی احترام نہیں ہے۔

۵۔ہمیں ایک ہی رسی میں باندھا گیا تھا اور اسی حال میں یہودیوں اور عیسائیوں کے راستے سے گزار اگیا۔ان سے کہا جاتا تھا:

یہ وہی لوگ ہیں جن کے باپ دادا نے تمہارے باپ دادا کو (خیبر و خندق میں) قتل کیا تھا۔ان کے گھر برباد کئے تھے۔آج تم لوگ ان سے انتقام لے لو۔

"یا نعمان فما بقی احد منهم الا وقد القی علینا من التراب و الاحجار و الاخشاب ماراد" اے نعمان! ان میں سے ہرایک نے مٹی کے ڈھیلے پتھر اور لکڑیاں جلا کر ہمیں مارا۔

۶۔ ہمیں بردہ فروشوں کے بازار میں لے جایا گیا اور کنیز و غلام کی طرح بیچنا چاہا، لیکن خداوند عالم نے انہیں ایسا کرنے کی قدرت نہ دی۔

۷۔ ہمیں ایسے مکان میں ٹھہرایا گیا تھا جس کی چھت نہیں تھی۔ دن میں دھوپ اور رات کی شبنم سے ذرا آرام نہ ملا۔

بھوک پیاس اور خوف قتل کی وجہ سے برابر وحشت واضطراب میں زندگی گذارنی پڑی۔(۱)

مرثیہ امام سجادؑ

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں امام سجادؑ کی طرف منسوب اشعار کو بھی نقل کر دیا جائے۔ جن سے شام کی انتہائی سخت اور جاں گسل مصیبتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

اقاد ذلیلاً فی دمشق کانّنی من الزنج عبد غاب عنه نصیر

وجدی رسول اللّه فی کل موطن و شیخی امیر المومنین وزیر

فیالیت امّی لم تلدنی و لم اکن یزید یرانی فی البلاغ اسیر

شہر شام میں بڑی ذلت وخواری سے ہمیں اس طرح گھسیٹا گیا کہ گویا میں فرنگی غلام ہوں، جس کا مالک غائب ہو گیا ہو۔

حالانکہ ہر حال میں ہمارے جد رسول خداؐ ہیں اور ہمارے خاندانی بزرگ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ان کے وزیر ہیں۔

اے کاش! میری ماں نے مجھے پیدا نہ کیا ہوتا، اور میرا وجود نہ ہوتا کہ یزید مجھے اس حال میں دیکھتا۔(۲)

۱۔ تذکرۃ الشہداء ملا حبیب کاشانی ص ۴۱۲

۲۔ عنوان الکلام فشارکی، ص ۱۱۸، مجلس ۲۱

مرد شامی کی گستاخی

ایک واقعہ اور بھی پیش آیا جو معنوی اعتبار سے سخت جاں گسل تھا کہ مجلس یزید میں ایک سرخ اندام شامی کی نظر فاطمہ بنت الحسینؑ پر پڑی، اس نے یزید سے کہا: ''یا امیر المومنین هب لی هذه الجاریة تعیننی'' اے امیر المومنین اس کنیز کو مجھے بخش دیجئے جو میری مدد کرے۔

یہ درخواست اس بنیاد پر تھی کہ اسلامی حکمراں جنگوں میں کفار کے جو قیدی پکڑتے تھے وہ یا تو آزاد کر دیئے جاتے تھے یا بیچ دیئے جاتے تھے، حکومت یزید اس قدر گستاخ تھی کہ اس نے اس قانون کو بھی نافذ کرنے کی کوشش کی۔

فاطمہ کا بیان ہے کہ میں یہ سنتے ہی لرزنے لگی اور میں نے خیال کیا کہ ایسا ہو ہی جائے گا، میں نے پھوپھی کا دامن تھام لیا، پھوپھی زینب چونکہ جانتی تھیں کہ ایسا نہیں ہوسکتا، اس شامی شخص سے فرمایا:

''کذبت واللہ و لؤمت ما ذاک لک ولاله'' خدا کی قسم تو جھوٹ بکتا ہے، تو بڑا ذلیل انسان ہے، نہ تو یہ حق رکھتا ہے نہ یزید۔

یزید یہ قطعی بات سن کر غصے میں بھر گیا، اس نے حضرت زینبؑ نے کہا:

تم جھوٹ کہتی ہو، یہ میرے اختیار میں ہے، اگر چاہوں تو کر گذروں۔

حضرت زینبؑ نے فرمایا: ہرگز خدا نے تجھے یہ اختیار نہیں دیا ہے۔

لیکن یہ کہ تو ہمارے دین سے نکل جائے اور دوسرا دین اختیار کر لے۔

شامی نے دوبارہ اپنی گزارش پیش کرنے کی گستاخی کی۔

اس نے یزید سے کہا: یہ لڑکی مجھے بخش دیجئے۔

یزید تو جناب زینبؑ کی تقریر سے شکست خوردہ تھا۔

شامی کو ڈانٹتے ہوئے بولا: '' اعزب وهب الله لک حتفاً قاضیاً '' دفعان ہو جا۔ خدا تجھے قطعی موت مارے۔(۱)

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۲۵۔۱۲۶

سید بن طاؤس کی روایت ہے کہ جس وقت شامی نے سمجھ لیا کہ زینب و فاطمہ خاندان رسولؐ سے ہیں تو اس نے شرمندگی ظاہر کی اور یزید سے کہا: خدا تجھ پر لعنت کرے، کیا عترت رسولؐ کو قتل کرتا ہے، اور ان کے خاندان کو قیدی بناتا ہے، خدا کی قسم! میرا خیال تھا کہ یہ لوگ روم کے قیدی ہیں۔

یزید کو سخت غصہ آیا اور حکم دیا کہ اس شامی کو شہید کر دیا جائے۔(۱)

ذکر مصائب، امام سجادؑ کی زبانی

ایک غم انگیز روایت ہے کہ ایک دن حضرت سجادؑ بازار شام سے گذر رہے تھے، منہال بن عمروان کے سامنے آئے اور عرض کی: اے فرزند رسول! دن کیسے کٹ رہے ہیں؟

امام سجادؑ نے فرمایا: ہمارے شب و روز بنی اسرائیل کی طرح کٹ رہے ہیں کہ ان کے لڑکوں کو قتل کیا جاتا ہے اور عورتوں کو زندہ چھوڑ دیا جاتا ہے، اے منہال! عرب عجمیوں پر یہ فخر جتایا کرتے ہیں کہ محمدؐ عربی ہیں اور قریش تمام قبیلوں پر فخر جتاتے ہیں کہ محمدؐ ہم میں سے ہیں۔

"و امسینا معشر اهل بیته و نحن مغصوبون مقتولون ،مشرّدون ،فانا للّٰه و انا الیه راجعون ممّا امسینا فیه" لیکن ہم خاندان محمدؐ کے افراد کے دن اس طرح کٹ رہے ہیں کہ ہمارا حق غصب کر لیا گیا، ہمارے مرد قتل کئے گئے اور ہمیں در بدر صحراؤں میں پھرایا گیا جو کچھ ہم پر مصیبت پڑی اس پر خدا ہی کی پناہ ہے ہم اسی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہماری بازگشت ہے۔

۷۔ حضرت زینبؑ کا خطبہ

جب یزید نے دربار میں برسرعام بہت سی گستاخیاں کیں اور اپنے کفر آمیز اشعار سے بیہودہ باتوں کو اپنی فتح کے نشے میں بیان کیا تو لازم تھا کہ ایک مدلل اور آتشیں تقریر کے ذریعے شکستگی کا احساس دلایا جائے اور اس کے ہوائی غرور کو معطر گفتگو سے ختم کیا جائے، آیات قرآنی کے ذریعے اس کی غلط تاویلوں کے استفادہ کو باطل

۱۔لہوف، ص ۱۸۷، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۷

کیا جائے، جن سے لوگ آگاہ ہوسکیں اور گمراہی سے راہ ہدایت اختیار کریں، شہیدوں کا پیغام اور مقصد متعین ہو سکے، اس میدان کی مدبّرہ حضرت زینبؑ نے صلابت وشجاعت اپنے ماں باپ سے ورثے میں پائی تھی۔ امام حسینؑ کے سایۂ نورانیت میں پروان چڑھی تھیں۔

آپ اٹھیں اور اس طرح خطبے کا آغاز فرمایا:

"الحمد للہ ربّ العالمین و صلی اللّٰہ علی رسولہ و آلہ اجمعین صدق اللّٰہ سبحانہ ثم کان عاقبۃالذین اسایوا السوء آ ان کذبوا بآیات اللّٰہ و کانوا بھا یستھزؤن"

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے سزاوار ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور صلوات ہو خدا کے رسولؐ اوران کی آل پر، خداوند عالم نے سچ فرمایا ہے کہ (آخرکار جن لوگوں نے برائیاں کی تھیں ان کا انجام بہت برا ہوا اس لئے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ ان کا مذاق اڑاتے تھے) (۱)

اے یزید کیا تو سمجھتا ہے کہ تو نے ہم پر زمین وآسمان کے راستے بند کردئے ہیں اور ہماری راہ چارہ مسدود کردی ہے اور ہمیں قیدیوں کی طرح ہر طرف پھرا رہا ہے اس طرح تو نے ہمیں ذلیل کردیا اور تو خدا کے نزدیک عزت دار ہوگیا؟ اور تیرا یہ غلبہ اور شکوہ وجلال خدا کے نزدیک بھی ہے؟ اسی لئے تو اپنے کو بڑا بن رہا ہے اور تکبر کررہا ہے، اپنے اوپر اترا رہا ہے۔ شادوخرم ہے کہ دنیا تیرے اختیار میں ہے، تمام امور تیرے لئے آراستہ ہوگئے، تمہاری حکومت ومنزلت تیرے حق میں صاف اور ہموار ہوگئی، ذرا ٹھہر۔ ذرا ٹھہر کیا تو نے ارشاد خداوندی کو بھلا دیا ہے۔

جس میں ارشاد ہے:

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ یہ خیال نہ کریں کہ ہم نے جو انہیں مہلت دی ہے ان کے حق میں بہتر ہے۔

ہم نے انہیں اس لئے مہلت دی ہے کہ وہ اپنا گناہ بڑھائیں اور ان کے لئے دردناک عذاب مہیا ہے۔ (۲)

۱۔ سورۂ روم/۱۰

۲۔ سورۂ آل عمران/۱۷۸

اے اس شخص کے بیٹے جسے میرے جد نے فتح مکہ کے موقع پر قید کر کے آزاد کیا تھا، کیا یہی انصاف ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو تو پردے میں بٹھائے اور رسول خداؐ کی بیٹیوں کو قیدیوں کی طرح ہر طرف پھرائے، انکی پردہ دری کرے، قریب وبعید، ذلیل وشریف کے سامنے ننگے سر پھرائے، ان کا کوئی مددگار اور ولی نہ ہو اور سچ تو یہ ہے کہ کیسے اس شخص سے دلسوزی کی امید کی جاسکتی ہے جس کے منھ پاک دلوں کو تلاش کر رہے ہوں اور باہر نکال رہے ہوں۔ اور ان کا گوشت شہیدوں کے خون سے نشو ونما پائے اور میرے خاندان کا دشمن کیسے نہ جلدی کرے جو دشمنی اور کینہ کی ہم پر نظر ڈال رہا ہے۔

اس کے بعد بھی تجھے اپنے گناہ کا احساس نہیں، اس بڑے گناہ کا تجھے کوئی اندازہ نہیں، تو کہتا ہے:

کاش میرے باپ دادا ہوتے تو خوشی سے چلاتے: اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں...

اور اسی حال میں تو چوب خیزران سے ابوعبداللہؑ کے دانتوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے، جو سردار جوانان جنت ہیں، تو ان کے دانتوں پر ضربیں لگا رہا ہے۔

اور تو ایسا کیوں نہ کہے، تو نے ہی تو ہمارا زخم دل کریدا ہے، ہمارا زخم چیرا ہے، ہمیں تباہی کے گھاٹ لگایا ہے، ہمارا وہ خون بہایا ہے جو ذریت محمدؐ ہے، زمین پر درخشان ستارے ہیں فرزندان عبدالمطلب کے۔ اور تو اپنے آباء واجداد خاندانی بزرگوں کو آواز دیتا ہے اس گمان کے ساتھ کہ تیری آواز ان کے کان میں پہونچ رہی ہو گی۔ لیکن بہت جلد تو بھی وہیں پہونچ رہا ہے جہاں وہ سب ہیں، اس وقت تو آرزو کرے گا کہ اے کاش ہاتھ شل ہوتے اور زبان گونگی ہوتی۔ اور تو ایسی بات نہ کہتا۔ تو نے جو کرتوت کئے ہیں نہ کرتا۔

اے خدا! ہمارا حق لے لے۔ جنہوں نے ہم پر ظلم ڈھائے ہیں ان سے انتقام لے۔ اور ان لوگوں پر اپنا غضب نازل کر جنہوں نے ہمارا خون بہایا اور ہمارے مددگاروں کو قتل کیا۔

اے یزید خدا کی قسم! تو نے نہیں دیکھا مگر صرف اپنی ہی کھال، تو نے نوچا مگر اپنا ہی گوشت۔ اور طئے شدہ ہے کہ تو نے جس طرح خاندان رسالت کا خون بہایا ہے ان کی ہتک حرمت کی ہے۔ یہ سب بوجھ اپنے کاندھے پر اٹھائے رسول خداؐ سے ملاقات کرے گا۔ جس وقت خدا تمام لوگوں کو جمع کرے گا۔ منتشر لوگوں کو یکجا کرے گا۔ ان کے حق واپس لے گا۔

اور خدا کا ارشاد ہے: ہرگز ان لوگوں کو جو راہ خدا میں قتل کیے گئے ہیں، مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور خدا کی بارگاہ میں رزق پا رہے ہیں (۱)

تیرے لئے یہی کافی ہے کہ خدا حاکم ہے، محمدؐ دعویدار ہیں اور جبرئیل ان کے مددگار۔

بہت جلد وہ معاویہ جس نے تجھے فریب دیا اور تجھے لوگوں کی گردن پر مسلط کیا، سمجھ لے گا کہ ظالموں کو بہت برا بدلہ ملتا ہے۔

اس سے بدتر جگہ اور کمزور لشکر کوئی نہیں۔

اگرچہ گردش روزگار نے مجھے تیرے جیسے شخص سے بات کرنے پر مجبور کیا ہے، لیکن اس کے باوجود تیری وقعت میری نظر میں پست تر اور سرزنش عظیم اور ملامت بہت زیادہ ہے۔

میں کیا کروں کہ میری آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہیں، میرا سینہ پھنک رہا ہے، اچھی طرح سمجھ لے کہ انتہائی تعجب کی بات ہے کہ لشکر خدا کے شریف لوگوں کو شیطان کے لشکروں نے قتل کیا جو آزاد شدہ غلام تھے۔

اب یہی ہاتھ ہیں جن سے ہمارے خون ٹپک رہے ہیں اور ہمارے گوشت تمہارے ذہنوں سے نکل رہے ہیں۔

اور یہ پاکیزہ و مقدس اجساد جو تمہارے درندوں کی خوراک بنتے رہے کس وجہ سے خاک و خون میں آغشتہ ہوئے۔

اگر آج تو ہمیں اپنے لئے غنیمت سمجھ رہا ہے تو جلدی دیکھے گا کہ ہم تیرے لئے سرمایۂ نقصان بن گئے ہیں اس وقت تو نے جو کچھ آگے بھیجا اسے دیکھ لے گا اور تیرا پروردگار لوگوں پر ظلم نہیں کرتا میں خدا ہی سے شکایت کرتی ہوں اور مجھے اسی پر بھروسہ ہے۔

تجھے جو بھی مکاری کرنا ہے کر گذر۔ تجھے جتنا ہاتھ پیر مارنا ہے مار لے، جو بھی اقدام کرنا ہے کر لے، پس خدا کی قسم تو ہمارا ذکر مٹا نہیں سکتا، ہماری وحی ختم نہیں کر سکتا۔ اور ہماری انتہا کو نہیں پہونچ سکتا تو اپنے دامن سے یہ شرمناک دھبہ نہیں دھو سکتا، تیری رائے کمزور ہے اور تیری حکومت کے دن بہت مختصر ہیں، تیری جمعیت پراگندہ ہو جائے گی، اس دن منادی آواز دے گا:

۱۔ سورۂ آل عمران ۱۶۹

آگاہ ہو جاؤ کہ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر۔

تمام تعریف اس خدا سے مخصوص ہے جس نے ہمارے اول کو سعادت و مغفرت سے نوازا اور ہماری آخر کو شہادت رحمت سے سرفراز کیا، ہم خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں کہ ان شہداء کا اجر کامل کرے، اور اضافہ کرے۔ اور ہمیں ان کا نیک باقی ماندہ قرار دے کہ وہ انتہائی رحمٰن ورحیم ہے۔

ہمارے لئے خدا ہی کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔ (۱)

زینب نے عظیم اور آتشیں خطبے سے یزیدیوں کے تمام منصوبوں کو پانی کر دیا، اس قدر برق آسا اور واضح تقریر تھی کہ خطبۂ زینب اور خطبۂ سید سجادؑ نے شام کے زہر آلود ماحول کو یکسر بدل ڈالا اور صورتحال اہلبیتؑ کے حق میں مفید بنادی۔ چنانچہ یزید نے پشیمانی کا اظہار کیا اور اپنے تمام گناہوں کو ابن زیاد کی گردن پر تھوپ کر اس پر لعنت کی۔

۸۔ خطبۂ حضرت سجادؑ

اشاریہ:

لگ بھگ چالیس سال تک شام اور اس کے اطراف میں حضرت علیؑ کے خلاف پرچار ہوا تھا، معاویہ اور اس کے بعد یزید نے زر پرست خطیبوں کے ذریعے سالہا سال تک حضرت علیؑ کی منزلت ختم کرنے کے لئے فحش بکا تھا اور گستاخیاں کی تھیں، اور یہ وسیع تبلیغات اس قدر مسلسل لوگوں کے کانوں میں ڈالی تھیں، حق کو باطل کی شکل میں پیش کیا تھا کہ لوگ تقرب خدا کے لئے حضرت علیؑ سے دشمنی پر آمادہ تھے۔

اس بات کو سمجھنے کے لئے مندرجہ ذیل روایت پر غور کیجئے۔

جس وقت امام سجادؑ قیدیوں کے ساتھ اسیر ہو کر شام میں لائے گئے انہیں مسجد کے قریب روکا گیا تھا۔

ایک بوڑھا شامی امام کے سامنے آیا اور بولا:

تمام تعریفیں اس خدا سے مخصوص ہیں جس نے تمہیں قتل کیا اور شکست سے دوچار کیا اور شہر کے لوگوں کو تمہارے وجود سے راحت بخشی اور امیر المومنین یزید کو تم پر فتح عطا کی۔

۱۔ ترجمہ لہوف ص ۱۸۱۔۱۸۶، نفس المہموم ص ۲۵۳۔۲۵۶، بحار الانوار، ج ۴۵ ص ۱۳۳۔۱۳۵

امام سجادؑ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے قرآن پڑھا ہے؟

اس نے کہا: ہاں

فرمایا: کیا تم نے اس آیت کا مطلب سمجھا ہے جس میں خدا نے فرمایا: "قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ" اے رسول آپ کہہ دیجئے کہ میں اپنی رسالت کا اجر تم سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں چاہتا کہ میرے قرابتداروں سے محبت کرو۔

اس بوڑھے نے کہا: ہاں یہ آیت پڑھی ہے

امامؑ نے کہا: اس آیت میں قرابت داروں سے مراد ہم ہی ہیں۔

پھر فرمایا: کیا تم نے سورۂ بنی اسرائیل ۲۶ کی یہ آیت پڑھی ہے "وات ذالقربیٰ حقه" قرابت داروں کا حق دے دو۔

اس بوڑھے نے کہا: ہاں پڑھی ہے۔

امام نے فرمایا: اس میں قرابت داروں سے ہم ہی مراد ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: تم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ہے۔

"واعلموا انما غنتم من شئی فان للّٰہ خمسه و للّرسول و لذی القربیٰ و الیتامیٰ و المساکین" اور سمجھ لو کہ ہر غنیمت جو تم پاؤ تو اس کا پانچواں حصہ خدا اور سول کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے ہے اور یتیموں اور مسکینوں کے لئے ہے۔

بوڑھے نے کہا: ہاں یہ آیت پڑھی ہے۔

امام سجادؑ نے فرمایا: اس میں بھی قرابت دار ہم ہی ہیں۔

اس کے بعد فرمایا: تم نے قرآن کی یہ آیت پڑھی ہے۔

"انما یرید اللّٰہ لیذهب عنکم الرجس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا" پس اللہ کا ارادہ تو یہ ہے اے اہلبیت کہ تم سے ہر قسم کی رجس کو دور رکھے اور یوں پاک رکھے جو پاک رکھنے کا حق ہے۔

بوڑھے نے کہا: ہاں میں نے پڑھی ہے۔

امامؑ نے فرمایا: اس آیت میں اہلبیت سے مراد ہم لوگ ہیں۔

خدا نے خاص ہم اہلبیت ہی کے بارے میں آیۂ تطہیر نازل کی ہے۔

بوڑھے نے یہ باتیں سن کر چپ سادھ لی وہ بہت پشیمان تھا اس نے پوچھا:

!رسول کے پاک اہلبیت تم ہی ہو؟

امام سجادؑ نے فرمایا:

''تاللّٰه انا نحن هم من غير شك و حق جدّنا رسول الله انا نحن هم'' خدا کی قسم ،اس میں کوئی شک ہی نہیں، ہم وہی خاندان ہیں اور اپنے جد رسول خدا کی قسم ہم انہیں کے خاندان سے ہیں۔

بوڑھا یہ سب جاننے کے بعد رونے لگا اور غم و غصے میں اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اس کے بعد اپنا سر آسمان کی طرف بلند کر کے بولا: خدایا! ہم تیری بارگاہ میں دشمنان اہلبیتؑ سے بیزار ہیں۔

اس کے بعد امامؑ سے پوچھا: کیا میری توبہ قبول ہوگی؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں اگر توبہ کروگے تو خدا قبول کرے گا اور تم ہمارے ساتھ ہوگے۔

یزید کو اس واقعے کہ اطلاع ہوئی تو اس کے قتل کا حکم دے دیا۔(۱)

ان سنگین حالات اور بھیانک ماحول میں امام سجادؑ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور باطل کا پردہ فاش کرنے کا بیڑا اٹھایا اس طرح کہ شام کی مسجد اموی لوگوں سے بھری ہوئی تھی (کامل بہائی کی تحقیق کے مطابق جمعہ کا دن تھا، خطیب نماز جمعہ پڑھ رہا تھا اس کے بعد امام سجادؑ نے خطبہ پڑھا) اس طرح ساری مسجد لوگوں سے چھلک رہی تھی۔(۲)

امام سجادؑ کو مسجد میں لایا گیا تا کہ وہ عظمت یزید کا مشاہدہ کریں۔

یزید موجود تھا، اس نے بھاڑے کے خطیب سے کہا:

منبر پر جا کر جو کچھ منھ میں آئے علی و حسین کی برائی کرو، انہیں برا بھلا کہنے میں ذرا بھی کسر نہ چھوڑنا۔

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۷۶

۲۔ نفس المہموم، ص ۲۶۰

اسی طرح سوگواری کی بھی دو قسمیں ہیں: مثبت اور منفی

منفی سوگواری وہ ہے جو نا امیدی، مایوسی اور جمود و عاجزی کا سبب ہو اور ذلت و شکست کی پہچان ہو۔

مثبت سوگواری وہ ہے جس میں ظلم و ستم کے خلاف فریاد اور حرکت ہو جس سے ظالموں کے خلاف نفرت کا جذبہ بھڑک اٹھے۔

ایک دانشور نے کہا ہے کہ:

''زبان ہمیشہ عقل کی ترجمان ہوتی ہے لیکن عشق کی ترجمان آنکھ ہے، جب بھی احساس درد کی وجہ سے آنسو ٹپکے گا عشق آ موجود ہوگا، لیکن جب زبان اپنی مرتب گردش میں آکر منطقی جملے کہے گی عقل موجود ہوگی، بنابریں جس طرح خطیب کے لاجواب کر دینے والے منطقی دلائل ان کے رہبران مکتب کے مقاصد کو اجاگر کرتے ہیں اسی طرح آنسوؤں کے قطرے بھی جذباتی اعلان جنگ کر کے دشمنان مکتب کے خلاف شمار کئے جاتے ہیں۔''(۱)

اسی بنیاد پر رسول خداؐ اور اماموں نے ان لوگوں کو جو نہیں روسکتے ''تباکی'' (رونے والوں کی صورت بنانے) کی دعوت دی ہے تاکہ یاد حسینؑ ہر عہد اور ہر عصر میں دلوں کے اندر زندہ رہے، صادق آل محمدؑ نے فرمایا ''من تباکیٰ فله الجنة'' جو رونے والوں کی صورت بنائے وہ جنت کا مستحق ہے۔(۲)

ظاہر ہے کہ تباکیٰ اسی وقت ہوتا ہے جب انسان کی آنکھ سے آنسو نہ گرے لیکن مطالب سن کر متاثر ہو۔

نتیجہ یہ نکلا کہ

حضرت زینبؑ اور اہلبیتؑ کا گریہ جذباتی اور تبلیغ سے بھرپور گریہ تھا، نہی از منکر، شور انگیز طاغوت کو بھسم کرنے والا، ظالموں کو رسوا کرنے والا گریہ تھا، یہ گریہ ہمیشہ جذباتی جنگ کے عنوان سے ستمگروں اور طاغوتوں کے خلاف جاری ہے اور انقلابی زمانوں میں کسی وقت بھی اس جذباتی حرکت و تڑپ کو فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ اس تڑپ کو شعائر اور شعار کے عنوان سے برتنا چاہئے کیونکہ اصولی طور سے شعار و شعور جد و جہد کی سمت متعین کرتے ہیں اور انسانوں کو اسی سمت میں متحرک رکھتے ہیں۔

۱۔ شرح کتاب انگیزۂ پیدائش مذہب ص ۱۵۰

۲۔ امالی صدوق، مجلس ص ۲۹

خطیب منبر پر گیا اور جتنا ممکن ہوا لوگوں کے سامنے امام سجادؑ، حضرت علیؑ اور امام حسینؑ کے خلاف بدگوئی کی، معاویہ و یزید کی مدح و ستائش کی۔

امام سجادؑ نے منبر کے قریب سے آواز دی:

"ویلک ایھا الخاطب اشتریت مرضاة المخلوق بسخط الخالق فتبوّأ مقعدک من النار" وائے ہو تجھ پر اے خطیب! تو نے مخلوق کی خوشنودی کے لئے خالق کا غضب مول لیا، اس طرح اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا اس کے بعد امام سجادؑ نے یزید سے فرمایا:

"یا یزید أذن لی حتی اصعد ھذہ الاعواد فاتکلّم بکلمات للّٰہ فیھنّ رضاً و لھو الاء الجلساء فیھنّ اجر و ثواب" اے یزید! مجھے اجازت دے کہ اس لکڑی پر جا کر کلمات خدا کی بات کروں جس میں خدا کی خوشنودی ہو اور ان حاضرین کو اجر و ثواب حاصل ہو۔

(آپ نے منبر کو (اعدا) لکڑی اس لئے کہا کہ جب بھی منبر پر باطل بات ہو تو وہ لکڑی ہے۔ خدا و رسول کا منبر نہیں ہے)

یزید نے یہ تقاضہ مسترد کر دیا، لیکن حاضرین نے کہا کہ اجازت دیجئے کہ منبر پر جائیں شاید ہم لوگ کچھ باتیں ان کی سن لیں، یزید نے کہا:

"ان صعد لم ینزل الّا بفضیحتی و فضیحة آل ابی سفیان"

اگر یہ منبر پر گئے تو میری رسوائی اور خاندان سفیان کی فضیحت و رسوائی کے بعد ہی منبر سے اتریں گے۔

ایک شخص نے کہا: اے امیر المومنین! یہ بیمار اور شکست خوردہ ہے جو کچھ کہے گا اس کی اہمیت ہی کیا؟ اجازت دیجئے کہ تقریر کرے۔

یزید نے اس سے کہا:

"انہ من اھلبیت قد زقوا العلم زقّا" (یہ اہلبیت کی فرد ہیں، ان میں علم و کمال اس طرح دیا گیا ہے جس طرح پرندہ اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے)

لوگ برابر یزید سے اجازت دینے کا تقاضہ کرتے رہے، یہاں تک کہ مجبور ہو کر یزید نے اجازت دی۔

امامؑ نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد فرمایا:

''ایھا الناس اعطینا ستاً و فضلنا بسبع ،اعطینا العلم و الحلم و السماحة و الفصاحة و الشجاعة و المحبة فی قلوب المومنین ......'' اے لوگو! ہمیں چھ چیزیں عطا کی گئی ہیں اورسات چیزوں سے فضیلت بخشی گئی ہے،ہمیں چھ چیزیں جودی گئیں ہیں وہ ہیں علم ،حلم ،جواں مردی،فصاحت ،شجاعت اورمومنین کے دل میں ہماری محبت۔

جن سات چیزوں سے ہمیں فضیلت عطا کی گئی ہے وہ یہ کہ رسول مختارؐ ہم میں سے ہیں،صدیق (سب سے پہلے رسول خداؐ کی تصدیق کرنے والے) ہم میں سے ہیں،ہم ہی میں طیار (جعفر طیار) ہیں،ہم ہی میں سے شیر خدا (حضرت علیؑ) اورشیر رسول (حضرت حمزہ) ہیں۔ہم ہی میں اس امت کے دوسبط (فرزند رسول) ہیں،جو مجھے جانتا ہے وہ بہر حال جانتا ہے جونہیں جانتا تو میں اس کو اپنے حسب ونسب سے آگاہ کرر ہا ہوں۔

''ایھا الناس انا بن مکة و منیٰ ،انا بن زمزم و صفا ، انا بن من حمل الرّکن باطراف الرّداء ،انا بن خیر من ائتزر وارتدیٰ ، انا بن خیر من انتعل و احتفیٰ ...'' اے لوگو! میں مکہ ومنیٰ کا فرزند ہوں، میں زمزم وصفا کا فرزند ہوں، میں اس بہترین انسان کا فرزند ہوں جس نے اپنی عبا بچھا کر حجر الاسود کو اس کی جگہ پر رکھا، میں اس بہترین انسان کا فرزند ہوں جس نے لباس احرام پہنا، میں اس بہترین انسان کا فرزند ہوں جس نے جوتے پہنے اورطواف کے لئے برہنہ پا ہوا۔

میں اس بہترین انسان کا فرزند ہوں جس نے طواف اور صفا ومروہ میں سعی کی، میں اس بہترین انسان کا فرزند ہوں جو حج بجالایا۔اور لبیک کہی۔میں اس کا فرزند ہوں جسے مکہ سے مسجد الاقصی تک سیر کرائی گئی ،میں اس کا فرزند ہوں جو شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچا، میں اس کا فرزند ہوں جو دوکمانوں سے بھی کم فاصلے تک خدا سے قریب ہوا۔میں اس کا فرزند ہوں جس کی اقتدا آسمان کے فرشتوں نے کی۔میں اس کا فرزند ہوں کہ خدائے تعالیٰ نے اس پر وحی کی جو کچھ وحی کی۔میں خدا کے برگزیدہ رسول محمدؐ کا فرزند ہوں۔

''انا بن علی المرتضیٰ انا بن من ضرب خراطیم الخلق حتیٰ قالوا لا الہ الا اللہ انا بن من ضرب بین یدی رسول اللہ بسیفین ....'' میں علی مرتضیٰ کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند

ہوں جس نے لوگوں کی ناکوں پر ضربیں لگائیں یہاں تک کہ انہوں نے "لا الہ الا اللہ" کہا (خدا کے سوا کوئی معبود نہیں)۔

میں اس کا فرزند ہوں جو رسول خداؐ کے سامنے ڈٹا رہا اور دشمنوں سے جنگ کی۔ دو نیزوں سے جنگ کی، دوبارہ ہجرت کی۔ میں اس کا فرزند ہوں جس نے دوبارہ بیعت کی، جنگ بدر و حنین میں دشمنوں سے جنگ کی اور ایک لمحے کے لئے بھی کفر اختیار نہ کیا، میں صالح المومنین کا فرزند ہوں، وارث رسول کا فرزند ہوں، میں ملحدوں کے ستیاناس مارنے والے کا فرزند ہوں، میں مسلمانوں کے یعسوب کا فرزند ہوں، مجاہدوں کے نور اور عابدوں کی زینت گریہ کرنے والے تاج اور سب سے زیادہ صابر پروردگار کے رسول آل یٰسین میں سب سے افضل نمازی کا فرزند ہوں۔

میں مارقین، ناکثین اور قاسطین کے قتال کرنے والے، دشمنان ناصبی سے جہاد کرنے والے، تمام قریش میں سب سے زیادہ مایۂ نازش اور مومنین میں سب سے پہلے خدا اور رسول کا جواب دینے والے سابقین میں اول، کینہ توزوں کی کمر توڑنے والے مشرکین کو خاک چٹانے والے، منافقین کے خلاف اللہ کا چلایا ہوا تیر، عابدوں کی حکمت سے بھرپور زبان، دین خدا کے مددگار، امر خدا کے ولی حکمت، خدا کا باغ اور علم خدا کا مرکز۔

وہی جو بخشش کرنے والا جواں مرد، داتا، وجیہ ہوشمند، پاک و پاکیزہ، مجازی مرضی خدا، پیشگام، بلند ہمت، رہبر، صابر، بہت روزہ رکھنے والا، مہذب بہت عبادت گزار، اصلاب کا قطع کرنے والا، کافروں کی ٹولی پراگندہ کرنے والا، سب سے زیادہ ہمت والا، انتہائی قوی دل اور صلابت والا، کافروں کے مقابل شیر دلاور، جس نے اچھلتے نیزوں اور جنگی بہادروں کے قریب کافروں کو سنگ آسیا کی طرح روند ڈالا۔ اور یوں تہس نہس کیا جیسے تیز ہوا بھوسہ اڑاتی ہے۔ وہ حجازی شیر، عراق کا یکّہ تاز، مکی، مدنی، حیف، منیٰ اور مکہ کا معزز، بلد واحد کا شیر مرد، جو شجرۂ رضوان کا یکتا تھا۔ عربوں کا سردار، جنگ کا شیر دونوں مشعر کا وارث، حسنؑ و حسینؑ دونوں فرزندان رسولؐ کا باپ، یہ ہیں میرے جد علی بن ابی طالبؑ۔ امام نے اپنے جد رسول اور علی مرتضیٰؑ کو پہچنوانے کے بعد اپنے والد بزگوار کا تعارف کرایا۔

"انا من فاطمة الزهراء، ان بن سيدة النساء" میں فاطمہ زہراؑ کا فرزند ہوں، میں سردار نساء

عالمین کا فرزند ہوں، میں خدیجۃ الکبریٰ کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جسے ظلم سے قتل کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جسے پس گردن سے ذبح کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جسے پیاسہ قتل کیا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کی لاش کربلا میں پڑی ہوئی ہے، میں اس کا فرزند ہوں جس کا عمامہ اور ردا لوٹ لیا گیا۔

امام سجادؑ اسی طرح تقریر فرماتے رہے، اور۔ لوگ داڑھیں مار مار کر رو رہے تھے۔ صدائے گریہ و نالہ بلند تھی۔ یزید ڈرا کہ کہیں فتنہ و انقلاب نہ برپا ہو جائے، موذن کو حکم دیا: اذان دے۔

موذن نے کہا: **اللّٰہ اکبر ،اللّٰہ اکبر**

امام سجادؑ نے فرمایا: "**لاشئی اکبر من اللّٰہ**" (خدا سے بڑی کوئی چیز نہیں) موذن نے کہا

اشھدان لا الہ الا اللّٰہ

امام سجادؑ نے فرمایا: "**شھد بھا شعری و جلدی و بشری و لحمی و دمی** ......" اس بات کی شہادت دیتے ہیں میرے تمام روئیں، میری جلد، میرا گوشت اور میرا تمام خون۔

موذن نے کہا: **اشھد ان محمداً رسول اللّٰہ**

امام سجادؑ نے موذن سے فرمایا: تجھے انہیں محمد کی قسم ذرا خاموش ہو جا تا کہ میں ایک بات کہوں، پھر آپ نے منبر سے یزید کو مخاطب کیا۔ **یا یزید محمد ھذا جدی ام جدک**

اے یزید یہ محمد تیرے جد ہیں یا میرے جد ہیں؟

اگر تو کہے کہ تیرے ہیں تو نے جھوٹ کہا اور کفر بکا، اور اگر تیرا اعتقاد ہے کہ وہ میرے جد ہیں تو تو نے ان کی عترت کو کیوں قتل کیا؟

کیوں میرے باپ کو قتل کیا اور ان کے حرم کو قیدی بنایا، یہ فرما کر اپنے ہاتھوں سے گریبان چاک کیا اور رونے لگے اس کے بعد لوگوں سے خطاب کیا۔

اے لوگو! کیا تم میں کوئی ہے جس کا جد خدا کا رسول ہو؟

یہ سنتے ہی مجھ سے صدائے گریہ اور تیز ہوگئی۔

پھر فرمایا: خدا کی قسم! دنیا بھر میں میرے سوا کوئی نہیں جس کے جدّ رسول خدا ہوں، پھر کیوں اس شخص

(یزید) نے میرے باپ کو قتل کیا اور رومیوں کی طرح قیدی بنایا۔

اے یزید! اس کرتوت کے بعد بھی تو کہتا ہے کہ محمد خدا کے رسول ہیں؟ قبلہ رخ بیٹھتا ہے تجھ پر تف ہے، قیامت میں میرے جد اور پدر بزرگوار تجھ پر دعوی کریں گے۔

یزید چلاّیا: اے موذن اقامت کہو

مجمع میں ہاؤ ہو بلند ہوا، اعتراض کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ بعض لوگوں نے یزید کے پیچھے نماز پڑھی بعض نے نہیں پڑھی اور منتشر ہو گئے۔ (۱)

حضرت زینبؑ اور امام سجادؑ کے خطبوں نے شام کی صورتحال اس قدر بدل دی تھی کہ یزید نے حضرت زینبؑ کے مطالبے کو مان لیا اور حکم دیا کہ دمشق میں برائے مصائب حسینؑ عزاداری برپا کی جائے، حضرت زینبؑ اور تمام اہل حرم نے دار الحجارہ میں سات دن تک عزاداری برپا کی، دمشق کی بہت سی عورتوں نے اس میں شرکت کی قریب تھا کہ لوگ یزید کے گھر میں گھس کر اسے قتل کر دیں مروان اس زمانے میں شام ہی میں تھا، اس نے خطرے کا احساس کر لیا اور یزید سے کہا کہ مصلحت نہیں ہے کہ ان اہل حرم اور امام سجادؑ کو شام میں رکھا جائے جس قدر جلد ہو انہیں مدینہ روانہ کر دیا جائے۔

ابی مخنف لکھتا ہے کہ: اس قدر غم حسینؑ تمام طرف پھیل گیا تھا کہ یزید نے قرآن کو متعدد پاروں میں (ساٹھ پارہ یا ۱۲۰ پارہ) تقسیم کر کے مسجد میں لوگوں کو بانٹ دیا تا کہ لوگ قرآن پڑھنے میں مشغول رہیں اور ذکر حسین کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے لیکن کسی تدبیر سے بھی یاد حسین محو نہیں ہو رہی تھی.....

عزائے حسینؑ ہی کی وجہ سے دمشق کی تمام قریشی عورتوں نے سیاہ لباس پہنا۔ عزا کے آٹھویں دن یزید نے وسائل سفر مہیا کیا اور امام سجادؑ کے ساتھ اہل حرم کو مدینہ روانہ کر دیا۔ (۲)

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۳۷، مناقب، ج ۴، ص ۱۶۸، نفس المھموم، ص ۲۶۲، مقتل خوارزمی، ج ۲، ص ۶۹

۲۔ نفس المھموم، ص ۲۶۲، ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۱۹۸

بعض روایات میں ہے کہ یزید نے حکم دیا کہ شہیدوں کے سروں کو دروازۂ دمشق پر آویزاں کیا جائے ،ایک تڑپا دینے والی مصیبت یہ بھی تھی کہ یزید نے حکم دیا تھا کہ امام حسینؑ کا سر مقدس چالیس دن تک دمشق کی جامع مسجد کے منارے پر لٹکایا جائے۔

امام سجادؑ کے خطبے کے بعد یزید پر اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ اس نے حکم دیا کہ سروں کو جمع کر کے احترام کے ساتھ قصر میں لایا جائے اور ان کی عزت کی جائے۔

امام سجادؑ نے یزید سے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے یزید! اگر تو جانتا ہے کہ تو نے کیا حرکت کی ہے اور ہمارے خاندان کے ساتھ باپ بھائی اور چچا کے ساتھ کیسا ظالمانہ برتاؤ کیا ہے تو پہاڑوں کی طرف بھاگ جا۔ ریگزاروں پر سو ہمیشہ فریاد اور واویلا بلند کرتا رہ۔(۱)

۹۔سکینہ کا بھیانک جواب

جب یزید کے حکم سے اسیران آل محمدؐ کو دردناک انداز میں دمشق میں لایا گیا، انہیں اس جگہ ٹھہرایا گیا کہ دن میں دھوپ اور رات میں شبنم کی تکلیف تھی ،وہاں نامساعد ہوا ایسی تھی کہ ان کے چہرے جھلس گئے تھے ،امام حسینؑ کی دختر حضرت سکینہ فرماتی ہیں:

قید خانے میں آنے کے چوتھے دن میں نے خواب دیکھا اسے میں نے سب سے بیان کیا، پورا خواب آگے بیان کیا جائے گا اس کے آخر میں ہے کہ ابراہیم ،موسیٰ ،عیسیٰ اور رسول خداؐ کو دیکھا، پھر میں نے نور کی پانچ عماریاں دیکھیں ہر عماری میں ایک خاتون تھیں جو میری طرف آرہی تھیں پہلی حوا تھیں دوسری آسیہ تیسری مریم اور چوتھی خدیجہ تھیں، میں نے پانچویں خاتون کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سر پر رکھے گرتی پڑتی چلی آرہی ہیں، میں نے پوچھا: یہ کون ہیں؟

جواب ملا: یہ تمہاری جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت محمدؐ ہیں۔

۱۔معالی السبطین ،ج ۲،ص ۱۸۱،۲۰۰

میں نے دل میں کہا: قسم خدا کی! مجھ پر جتنے مصائب پڑے ہیں سب بیان کروں گی، ان سے اپنا سارا درددل بیان کردوں گی، میں نے ان کے قریب جا کر روتے ہوئے کہا:

"یا امتاہ جحدوا واللّٰہ حقنا" اماں جان! بخدا ہمارے حق کا انکار کیا گیا" یا امتاہ بدّدوا واللہ شملنا "اماں جان! بخدا ہماری جمعیت پراگندہ کردی گئی۔

"یا امتاہ !استباحوا واللّٰہ حریمنا "اماں جان! ہماری حرمت کا خیال نہیں کیا گیا۔

"یا امتاہ ! قتلوا واللّٰہ الحسین ابانا "اماں جان! بخدا ہمارے بابا کو قتل کردیا گیا۔

جس وقت حضرت زہراؑ نے میری یہ باتیں سنیں بے چین ہو کر فرمایا: "کفی صوتک یا سکینة ،فقد افرحت کبدی و قطعت نیّات قلبی ،ھذا قمیص ابیک الحسین معی لا یفارقنی حتیٰ القی اللّٰہ بہ" بیٹی سکینہ اپنی باتیں نہ بیان کرو۔ تم نے تو میرا دل جلا دیا، میرا دل ٹکڑے کردیا۔ یہ تمہارے بابا حسین کا پیراہن ہے۔ یہ مجھ سے اس وقت جدا نہ ہوگا جب تک خدا سے قیامت میں ملاقات نہ کرلوں۔(۱)

سکینہ بیدار ہوئیں تو بڑے سوز وگداز کے ساتھ تمام اہل حرم سے بیان کیا، سب کے غم تازہ ہو گئے اور شور گریہ بلند ہوا۔

زوجۂ یزید ہند کی اسیران آل محمدؐ سے ملاقات

ہند بنت عبداللہ بن عامر کے باپ کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ کے گھر میں تھی، شہادت حضرت علیؑ کے بعد امام حسنؑ کے ساتھ رہی۔ معاویہ نے اس سے یزید کی شادی کردی۔

(بعض کا خیال ہے کہ ہند یہودی گھرانے کی عورت تھی۔ بچپن میں اس پر فالج کا حملہ ہوا، بہت علاج ہوا لیکن فائدہ نہ ہوا آخر کار حضرت علیؑ سے توسل کیا گیا۔ آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا: ایک برتن میں پانی لاؤ امام حسینؑ لائے تو ہند نے اسے اپنے بدن پر چھڑکا تو وہ شفایاب ہوئی۔ یہ دیکھ کر وہ اور سارے خاندان والے مسلمان ہو گئے۔ پھر وہ اہلبیتؑ کی کنیزی میں رہ گئی۔ امام حسینؑ کے گھر میں بھی بطور کنیز تھی۔ جب معاویہ نے

۱۔ مثیر الاحزان، ابن نما، ص ۱۰۵، لہوف، ص ۱۸۸، نفس المہموم، ص ۲۵۸

اس کے حسن و جمال کی تعریف سنی تو اس سے یزید کی شادی کر دی۔)(مولف)

ہند شام میں تھی لیکن اسے شہادت امام حسینؑ کی خبر نہ تھی۔ جب امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے اور اہل حرم اسیر کر کے شام لائے گئے تو ایک عورت نے ہند سے کہا:

کچھ قیدی اسی وقت شام لائے جا رہے ہیں۔ میں نہیں جانتی کہ یہ کس قبیلے کے ہیں، مناسب ہوتا کہ آپ میرے ساتھ چل کر ان اسیروں کا تماشہ دیکھتیں۔

ہند اٹھی اور قیمتی کپڑے پہن کر کنیز کو حکم دیا کہ اس کے واسطے مخصوص کرسی لائے، اس پر بیٹھ کر اسیروں کا تماشہ دیکھے ہند نے دیکھا کہ کچھ خواتین برہنہ سر ہیں اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار ہیں۔ زینبؑ نے اسے دور سے دیکھ کر پہچان لیا اور ام کلثوم سے آہستہ کہا: کیا تم اس عورت کو پہچانتی ہو؟

ام کلثومؑ نے کہا: نہیں میں نہیں پہچانتی۔

زینبؑ نے فرمایا: پیاری بہن، یہ وہی عورت ہے جو ہماری کنیز تھی ہند بنت عبداللہ بن عامر ہے۔

ام کلثوم چپ ہو گئیں، سر جھکا لیا، زینبؑ نے بھی سر جھکا لیا

ہند سامنے آئی اور کرسی پر بیٹھ گئی۔ زینبؑ سے کہا:

بہن سر کو کیوں جھکا لیا ہے؟

زینبؑ نے کچھ جواب نہیں دیا۔

ہند نے پوچھا: "من ای البلاد انتم" (آپ کا وطن کہاں ہے)

زینبؑ نے فرمایا: "من بلاد المدینه" (میرا وطن مدینہ ہے) مدینہ والوں پر میرا اسلام خلوص

زینبؑ نے پوچھا: تم کرسی سے کیوں اتر گی؟

ہند نے جواب دیا: مدینے والوں کے احترام میں تواضع برتی ہے۔

اس کے بعد ہند نے جو ابھی زینبؑ کو پہچان نہ سکی تھی۔ بولی:

میں چاہتی ہوں آپ سے مدینے کے ایک گھر کا حال پوچھوں؟

زینبؑ نے کہا: جو چاہو پوچھو؟

ہند نے کہا: میں حضرت علیؑ کے گھر کا حال پوچھنا چاہتی ہوں۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے، میں عرصے تک ان کی کنیز رہی ہوں۔

زینبؑ نے پوچھا: تم حضرت علیؑ کے گھرانے میں کس کا حال پوچھنا چاہتی ہو؟

ہند نے کہا: میں امام حسینؑ کا حال پوچھنا چاہتی ہوں۔

ان کے بھائیوں کا حال، ان کے بچوں کا حال ان کی بہن جو میری مالکہ تھیں۔

زینبؑ اور ام کلثوم کا حال، میں حضرت فاطمہ کے گھرانے کی تمام عورتوں کا حال پوچھنا چاہتی ہوں۔

حضرت زینبؑ رونے لگیں، تڑپ کر فرمایا: اے ہند اگر علی کے گھر کا حال پوچھتی ہے تو میں نے مدینہ کا گھر چھوڑ دیا ہے اب علیؑ کے گھر والوں کے مرنے کی خبر لے جاؤں گی۔

"واما سئلت عن الحسینؑ فھذا راسه بین یدی یزید" اگر تو حسین کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہے تو یہ ہے یزید کے سامنے حسین کا سر۔

اور اگر عباس اور دوسرے فرزندوں کا حال پوچھنا چاہتی ہے تو میں ان کے پارہ پارہ جسم کربلا میں چھوڑ کر آ رہی ہوں۔

وہ گوسفندان قربانی کی طرح ذبح کر دئے گئے۔

اور اگر زین العابدین کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہے تو وہ شدت مرض سے حرکت کے قابل نہیں۔

"و ان سئلت عن زینب ،فانا زینب بنت علی و ھذہ ام کلثوم و ھولاء بقیة مخدّرات فاطمه الزھراءؑ" اور اگر زینبؑ کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہے تو یہ میں ہوں علی کی بیٹی زینب ،اور یہ ہے ام کلثوم اور یہ سب اہل حرم مخدرات فاطمہ زہراؑ ہیں۔

جس وقت ہند نے جناب زینبؑ کی باتیں سنیں تو چیخ پڑی۔ بلند آواز سے روتے ہوئے فریاد کرنے لگی۔"و اماماہ ،و اسیداہ ،واحسیناہ ،لیتنی کنت قبل ھذا الیوم عمیاء و انظر بنات فاطمة الزھراء علی ھذہ الحالة"

ہائے میرا امام ،ہائے میرا سردار ،ہائے حسینؑ ،کاش میں آج سے پہلے اندھی ہو گئی ہوتی ،اور

فاطمہ زہراؑ کی بیٹیوں کو اس حال میں نہ دیکھتی۔

اس کے بعد شدت غم کی وجہ سے زمین سے پتھر اٹھایا اور اپنے سر پر دے مارا، اس کے سر سے خون جاری ہوا اور وہ بے ہوش ہوگئی، ہوش آیا تو زینبؑ اس کے سرہانے آئیں اور فرمایا: اے ہند! اٹھ کر اپنے گھر جا، مجھے ڈر ہے کہ کہیں یزید تجھ پر مصیبت نہ ڈھائے۔

ہند نے کہا: خدا کی قسم! اس وقت تک نہ جاؤں گی جب تک اپنے آقا و مولا امام حسینؑ پر ماتم اور گریہ نہ کرلوں، میں آپ اور سبھی خواتین کو اپنے گھر لے جاؤں گی۔

اس کے بعد ہند اٹھی اور اپنے بال کھول دئے، کپڑے پھاڑ ڈالے اور ننگے پاؤں، یزید کے سامنے گئی جو مجمع عام میں تخت پر بیٹھا تھا، ہند چلانے لگی:

اے یزید! تو نے حکم دیا ہے کہ امام حسینؑ کا سر مقدس نیزے پر دروازۂ شام پر لٹکایا جائے۔

یزید اپنے سر پر حکومت کا رنگا رنگ تاج رکھے ہوئے، گاؤ تکیہ لگائے بیٹھا تھا، اپنی زوجہ کو اس حال میں دیکھ کر اٹھا، اسے چادر اڑھائی اور کہا:

ہاں! فرزند فاطمہ (س) کے لئے فریاد اور گریہ کرو۔

خدا لعنت کرے ابن زیاد پر کہ اس نے امام حسینؑ کے بارے میں جلدی کی اور انہیں قتل کرڈالا۔

خدا ابن زیاد کو قتل کرے۔

جس وقت ہند کو یزید چادر اڑھانے لگا، ہند چلاّئی" ویلک یا یزید اخذتک الحمیة علی، فلم لا اخذتک الحمیة علیٰ بنات فاطمه الزهراء ،هتکت ستورهنّ ،و ابدیت وجوههنّ ،و انزلتهنّ فی دار خربةٍ..." تف ہے تیرے اوپر اے یزید! تجھ کو میرے بارے میں تو غیرت آئی مجھے چادر اڑھادی، تجھے یہی غیرت فاطمہ زہراؑ کی بیٹیوں کے بارے میں کیوں نہ آئی، ان کو چادر اڑھائی ہوتی، ان کا سر برہنہ کیا اور خرابے میں ٹھہرایا ہے۔(۱)

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۱۷۳

ذاکری کی مختصر تاریخ

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ سید الشہداء کی روضہ خوانی وذاکری شیعوں کی اپج ہے۔یا یہ کہ نویں یا دسویں صدی میں کتاب روضۃ الشہداء (ملا حسین کاشفی) لکھنے کے بعد وجود میں آئی اس سے قبل اس کا وجود نہ تھا۔

لیکن شیعی روایات کی بنیاد پر یہ تصور قطعاً غلط ہے کیونکہ خود رسول خداؐ اور ہمارے اماموں نے امام حسینؑ پر روضہ خوانی کی ہے اور لوگوں کو روضہ خوانی کا شوق دلایا اور ابھارا ہے بلکہ گذشتہ انبیاء یہاں تک کہ حضرت آدمؑ نے بھی حسینؑ پر روضہ خوانی کی ہے۔ بنابریں یہ روضہ خوانی بہت پہلے سے ہے اور اسلام میں مذہبی شعائر اور سیاسی پروگرام کے طور پر رائج رہی ہے۔

اس مطلب کی تائید میں چند روایات لائق توجہ ہیں۔

اب آیۃ ’’فتلقیٰ آدم من ربّہ کلماتٍ‘‘ (۱) کی تفسیر میں روایت ہے کہ آدمؑ نے ساق عرش پر رسول خداؐ اور اماموں کے نام دیکھے اور جبرئیل نے سمجھایا کہ توبہ ومناجات کے وقت کہو:

’’یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمة یا محسن بحق الحسن والحسین و منک الاحسان‘‘۔

جس وقت جبرئیل نے حسینؑ کا نام لیا آدمؑ کی آنکھ سے آنسو جاری ہو گئے، دل رنج وغم سے بھر گیا، جبرئیل سے پوچھا کہ ذکر حسینؑ سن کر میری آنکھ سے آنسو کیوں جاری ہو گئے؟ جبرئیل نے آدمؑ سے مصائب حسینؑ بیان کئے اس وقت جبرئیل وآدمؑ جو بھی وہاں موجود تھے اسی طرح گریہ کرنے لگے جیسے ماں اپنے مردہ بیٹے کا ماتم کرتی ہے۔(۲)

۲۔حضرت علیؑ فرماتے ہیں: ایک دن ہم رسول خداؐ کی خدمت میں گئے آپ نے کھانے کے بعد وضو کیا اور قبلہ رو بیٹھ کر خدا سے راز و نیاز کرنے لگے کچھ دیر کے بعد آپ زمین پر گر پڑے آپ کی آنکھوں سے ساون کی جھڑی لگی تھی، حسینؑ آنحضرتؐ کی گود سے گر پڑے اور رونے لگے رسول خداؐ نے ان سے فرمایا:

۱۔سورۂ بقرہ ص ۳۷

۲۔ترجمہ نفس المہموم ص ۲۳

حضرت رقیہ (س) کے مصائب

امام حسینؑ کی ایک چھوٹی بچی کی قید خانہ شام میں شہادت کے بارے میں شیخ عباس قمی لکھتے ہیں:

کامل بہائی نے کتاب حاویہ سے نقل کیا ہے:

اہلبیت نبوت کی خواتین نے اپنے فرزندوں سے باپ کی شہادت کو چھپایا تھا، ان سے کہتی تھیں: تمہارے بابا سفر پر گئے ہیں، صورتحال اسی طرح رہی یہاں تک کہ یزید نے ان قیدیوں کو شام کے خرابے میں رکھا، امام حسینؑ کی ایک چھوٹی بچی چار سال کی تھی، ایک رات وہ خواب سے چونکی، سخت بے چین تھی اس نے کہا: میرے بابا کہاں ہیں؟ میں نے ابھی انہیں دیکھا ہے، تمام اہل حرم یہ سن کر رونے لگے، صدائے گریہ وزاری بلند ہوئی تو یزید نیند سے بیدار ہوا، اس نے پوچھا: کیا خبر ہے؟

لوگوں نے معلوم کر کے یزید کو بتایا، یزید نے کہا: اس کے باپ کا سر لے جاؤ، امام حسینؑ کا سر مقدس بچی کے سامنے لے جایا گیا تو اس نے پوچھا: یہ کس کا سر ہے؟

کہا گیا: تمہارے بابا کا سر ہے۔

اس بچی نے ڈر کے صدائے فریاد بلند کی جس کی وجہ سے وہ بیمار ہوگئی، غم کے مارے چند روز کے بعد انتقال کر گئی۔(۱)

وہ کتاب نفس المہموم میں لکھتے ہیں کہ یہ روایت بعض کتابوں میں تفصیلی لکھی گئی ہے، جب وہ سر لایا گیا تو اس کو ریشمی رومال سے ڈھانک کر بچی کے سامنے لایا گیا، رومال ہٹا کر کہا گیا، یہ تمہارے بابا کا سر ہے۔ اس بچی نے طشت سے اپنے بابا کا سر اٹھا کر گود میں لیا اور کہا:

بابا آپ کو کس نے خون سے خضاب کیا ہے؟

کس نے آپ کے گردن کی رگیں کاٹیں بابا،

کس نے مجھے یتیم کیا بابا، آپ کے بعد میرا کون سہارا ہے بابا، میں کس کے سہارے بڑی ہوں گی بابا؟

اسی طرح کی باتیں کر رہی تھی پھر اپنا دہن بابا کے دہن میں رکھ دیا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ روتے

۱۔ منتہی الآمال، ج ۱ ص ۳۱۶، نفس المہموم، ص ۲۶۰

روتے بیہوش ہوگئی اسے حرکت دی گئی تو دنیا سے گذر چکی تھی، اہل حرم نے جب دیکھا تو رونے چلانے لگیں، ان کا غم تازہ ہوگیا، دمشق میں جسے بھی یہ واقعہ معلوم ہوا وہ رویا۔(۱)

شہادت رقیہ (س) کا تفصیلی واقعہ

امام حسینؑ کی ایک چھوٹی بچی تھی جسے آپ بہت پیار کرتے تھے، وہ بھی بابا سے بڑی محبت کرتی تھی بعض نے کہا ہے کہ اس کا نام رقیہ تھا، وہ تین سالہ تھی اہل حرم کے ساتھ قید خانے میں تھی۔فراق پدر میں ہر وقت روتی رہتی، اس سے کہا گیا کہ تمہارے بابا سفر میں گئے ہیں، ایک رات باپ کو خواب میں دیکھا، جب جاگی تو بے چین ہوکر بولی: میرے بابا کو لاؤ، میری آنکھوں کا نور لادو۔

اہلبیتؑ نے ہر چند تسلی دی کہ خاموش ہوجائے اسے آرام نہ ہوا، وہ اس قدر تڑپ کے رو رہی تھی کہ سبھی اہلبیتؑ رونے لگے اپنے منھ پر طمانچے مارنے لگے، سر پر خاک ڈالنے لگے اپنے بال بکھرادئے، یزید نے ان کی صدائے گریہ سنی تو پوچھا: کیا بات ہے؟

واقعہ بتایا گیا تو کہا کہ اس کے بابا کا سر لیجاکر اس کے سامنے ڈال دو تاکہ اسے آرام مل جائے۔

امام کا سر بریدہ طشت میں رکھ کر لے جایا گیا اسے کپڑے سے ڈھانپا گیا تھا، رقیہ کے پاس لے جایا گیا اور سامنے رکھ دیا گیا۔

رقیہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ میں بابا کو چاہتی ہوں، کھانا نہیں کھاؤں گی۔

کہا گیا: تمہارا بابا اسی میں ہے۔

رقیہ نے کپڑا اٹھایا تو کٹا ہوا سر دیکھا، پوچھا: یہ کس کا سر ہے؟

کہا گیا: تمہارے بابا کا سر ہے

اس نے سر کو آغوش میں لیا اور سینے سے لگا کر رونے لگی، وہ یوں بین کرنے لگی:

”یا ابتاه من ذاالذی خضبک بدمائک“ اے بابا! کس نے آپ کو خون سے خضاب کیا؟

۱۔ترجمہ نفس المہموم، ص ۲۶۰

"یا ابتاہ من ذا الذی قطع وریدیک؟" اے بابا! کس نے آپ کی رگ گردن کاٹی؟

"یا ابتاہ من ذاالذی ایتمنی علیٰ صغر سنّی؟ اے بابا! کس نے مجھے اس کمسنی میں یتیم بنایا؟

"یا ابتاہ من للیتیمۃ حتیٰ تکبر ...؟" اے بابا! کون یتیمہ پرنوازش کر کے بہت چاہے گا۔

"یا ابتاہ لیتنی توسدت التراب و لا اری شیبک مخضباً بالدماء" اے بابا! کاش میں مٹی میں مل گئی ہوتی اور آپ کو خون میں آغشتہ نہ دیکھتی۔(۱)

یزید نے حکم دیا کہ رقیہ کو غسل دے کر کفن پہنایا جائے اور اسی قید خانے میں سپر دخاک کر دیا جائے۔(۲)

شام سے مدینے کی تیاری

ہم نے پہلے بیان کیا کہ امام سجادؑ اور حضرت زینبؑ کے خطبوں اور دیگر واقعات نے شامیوں میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔

یزید نے بغاوت کے خوف سے لوگوں کو بھلاوا دینے کے لئے پشیمانی کا اظہار کیا، ابن زیاد پر لعنت کی اور اسی کو قاتل کی حیثیت سے متعارف کرایا۔

دوسری طرف اہلبیتؑ سے اظہار محبت کیا، یہاں تک کہ انہیں اجازت دی کہ دمشق میں حسین اور شہداء کربلا کی عزاداری برپا کریں۔

اس کے بعد صورتحال کچھ ایسی ہوگئی کہ یزید نے اہلبیتؑ کا شام میں رہنا خطرناک سمجھا، انہیں مدینہ واپس کرنے میں جلدی کی، مندرجہ ذیل واقعات لائق توجہ ہیں۔

یزید نے امام سجادؑ سے کہا: آپ تین باتیں مجھ سے کہئے میں اسے پورا کروں گا، پھر کچھ مدت بعد امامؑ سے اس نے کہا: آپ مجھ سے تین باتیں کہئے میں اسے پورا کروں گا۔

امام سجادؑ نے فرمایا:

میرا پہلا مطالبہ ہے کہ اجازت دے کہ آخری بار اپنے بابا کا سر دیکھ لوں۔

۱۔ منتخب طریحی مطابق نقل معالی السبطین، ج۲، ص۱۷۰

۲۔ معالی السبطین بحوالہ منتخب طریحی، ج۲، ص۱۷۰

دوسرا مطالبہ ہے کہ جو کچھ غنیمت کے طور پر میرا مال لوٹا گیا ہے اسے واپس کر دے۔

تیسرا مطالبہ ہے کہ اگر تو نے میرے قتل کا ارادہ کیا ہے تو کسی کو ان اہلحرم کے ساتھ کر دے کہ حرم رسول مدینہ واپس جائیں۔

پہلے مطالبے پر یزید نے کہا: تم ہرگز اپنے باپ کا سر نہ دیکھ سکو گے۔

دوسرے مطالبے پر کہا: جو کچھ مال لوٹا گیا ہے اس سے زیادہ قیمت مجھ سے لے لو۔

امام نے فرمایا: میں تمہارا مال نہیں چاہتا بلکہ اپنا وہ سامان چاہتا ہوں جو لوٹا گیا ہے، کیونکہ حضرت فاطمہؑ کا گردن بند اور ان معظّمہ کا پیراہن ہے۔

یزید نے حکم دیا کہ تمام لوٹا ہوا مال لوٹا دیا جائے۔ پھر اس میں دوسو دینار کا اضافہ کیا۔ امامؑ نے وہ دوسو دینار فقراء میں تقسیم کر دیئے۔

لیکن تیسرے مطالبے پر کہا کہ میں اس پر عمل کروں گا ان خواتین کو تمہارے علاوہ دوسرا کوئی مدینہ نہیں پہونچائے گا۔(۱)

اس روایت کے مطابق یزید نے تینوں مطالبوں کے بارے میں دو کو قبول کیا اور تیسرا مسترد کر دیا جس میں سر حسین کے زیارت کی بات تھی۔

اس بارے میں کہ سر حسینؑ کہاں دفن ہے۔ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ الخواص میں پانچ قول نقل کئے ہیں۔

۱۔ مدینے میں قبر مادر کے پاس دفن کیا گیا۔

۲۔ دمشق میں دفن کیا گیا۔

۳۔ قاہرہ میں دفن کیا گیا۔

۴۔ امیر المومنینؑ کی قبر کے پاس نجف میں دفن کیا گیا۔

۵۔ کربلا میں امام حسینؑ کے جسد اطہر کے ساتھ دفن ہے۔

سب سے مشہور اور تمام علماء شیعہ کا اسی پر اتفاق ہے کہ سر امام حسینؑ امام سجادؑ کے توسط سے کربلا لایا

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۹۴، ترجمہ نفس المہموم ص ۲۶۸

گیا اور قبر امام حسینؑ کے پاس دفن کیا گیا۔(۱)

صاحب معالی السبطین لکھتے ہیں: روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شہیدوں کے پاکیزہ سر امام سجادؑ کے ہمراہ کربلا لائے گئے اور ان کی قبروں کے نزدیک دفن کئے گئے۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں: علماء امامیہ کے درمیان مشہور یہ ہے کہ امام حسینؑ کا سر مقدس ان کے جسد شریف کے ساتھ ایک جگہ دفن کیا گیا اور تمام علماء شیعہ کا عمل اسی پر ہے۔

تاریخ حبیب السیر میں ہے کہ یزید نے شہداء کے سر امام سجادؑ کے حوالے کئے اور آپ نے سفر کی بیس تاریخ کو (روز اربعین) کربلا میں لا کر ان کے اجساد مطہرہ سے ملحق کیا، اس کے بعد اہلبیتؑ مدینے کی طرف روانہ ہوگئے۔(۲)

اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ یزید نے امامؑ کے تینوں مطالبے مان لئے۔

جب اہل بیتؑ شام سے مدینہ روانہ ہونے لگے تو غارت شدہ مال ان کے حوالے کیا گیا، پھر اونٹوں پر محملوں کو آراستہ کیا گیا، ان پر ریشمی پردے لٹکائے گئے، ان میں بہت سی دولت رکھ دی گئی، یزید نے ام کلثوم سے کہا:

"خذوا هذه الاموال عوض ما اصابكم" تم لوگوں پر جو مصائب پڑے ان کے بدلے یہ مال لے لو۔

یزید نے چاہا تھا کہ اس تدبیر سے شہیدوں کے خون پاک کو بے قیمت بنا دے، اس مکاری سے اسکی کھوئی ہوئی عزت بحال ہو جائے۔

حضرت ام کلثومؑ جو دختر علی تھیں اور بیداری و ہوشمندی انہیں کے خاندان سے حاصل کی تھی۔ یزید سے آپ نے فرمایا:

"يا يزيد ما اقل حيائك و اصلب وجهك، تقتل اخي و اهل بيتي و تعطيني عوضهم مالاً، و الله لا كان ذلك ابدا" اے یزید! تو بھی کس قدر بے شرم ہے، کتنا بڑا سنگ دل ہے، تو نے میرے بھائی اور خاندان کو قتل کیا اور اس کے بدلے میں مال دے رہا ہے، خدا کی قسم ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

یزید نے سب کو نعمان بن بشیر کی سرپرستی میں جو صحابی رسول اور امانت دار تھے، روانہ کیا اور انہیں

۱۔ ترجمہ لہوف ص ۱۹۵

۲۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۹۰

تاکید کی کہ پورے احترام کے ساتھ مدینہ واپس لے جائے، نعمان نے انتہائی امانت داری کے ساتھ شام سے مدینہ کی طرف حرکت کی۔(۱)

رقیہ (س) کی یاد میں

بعض مقاتل میں ہے شام سے چلتے ہوئے زینبؑ اور تمام اہل حرم کو رقیہ کی یاد آئی، شام کی عورتیں رخصت کرنے آئی تھیں ان سے فرمایا:

ہم تمہارے درمیان سے جارہے ہیں لیکن ایک کمسن بچی چھوڑے جارہے ہیں وہ اس شہر میں غریب ہے۔ قبر پر آتی رہنا۔اسے فراموش نہ کرنا۔

زینبؑ اور تمام اہل حرم کی نگاہیں جب تک دیار شام کی دیواروں پر پڑتی رہیں، رقیہ کے لئے روتی رہیں، وہ ستمدیدہ بچی آئی تھی تو بلبل اہلبیتؑ تھی۔ برابر اپنے بابا کو تلاش کرتی رہی لیکن اب خاموش تھی، وہ قافلے میں نہیں تھی۔

اہلبیتؑ، شہداء کربلا کی قبروں پر

قافلہ اس طرح مدینے کے ارادے سے چلتا رہا، جب دوراہے پر پہونچا کہ ایک طرف کربلا کا راستہ تھا اور دوسرا مدینے کی طرف تو انہوں نے نعمان سے کہا: ہمیں راہ کربلا سے لے چلو۔ (تاکہ شہداء کی قبروں کی زیارت کرکے مدینہ جائیں)(۲)

جس وقت اہلبیتؑ کربلا میں پہونچے تو سیدھے قتلگاہ گئے، وہاں دیکھا کہ جابر بن عبداللہ انصاری اور دوسرے بنی ہاشم نیز دوسرے خاندان رسولؐ کے افراد امام حسینؑ کے قبر کی زیارت کے لئے آئے ہوئے ہیں، وہ سبھی نالہ وزاری اور عزائے حسینؑ میں مصروف تھے، ان اطراف کی عورتیں بھی جمع ہیں، کچھ دن (اور بقولے تین دن) اسی طرح گزرے۔(۳)

۱۔ نفس المہموم، ص ۲۶۸، معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۸۹

۲۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۹۶

۳۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۹۶

صاحب الدمعۃ الساکبہ نے لکھا ہے کہ حضرت زینبؑ نے شدت غم سے گریبان چاک کیا، تڑپ کے آواز دی:

"وا اخاه ،واحسيناه ،واحبيب رسول الله و ابن مكة و منىٰ و ابن فاطمة الزهراء و ابن على المرتضىٰ"

ہائے میرے بھائی، ہائے میرے حسین، ہائے محبوب رسول خداؐ، ہائے فرزند مکہ ومنیٰ، ہائے فرزند فاطمہ زہراؑ، ہائے فرزند علی مرتضیٰ۔

وہ اسی طرح چلاتی رہیں یہاں تک کہ قبر پر گر کر بیہوش ہوگئیں، تمام عورتیں جمع ہوئیں، آپ کے چہرے پر پانی چھڑکا گیا تو آپ کو ہوش آیا۔

فاطمہ بنت الحسین (زوجہ حسن مثنیٰ) بھی شدت غم سے گر کر بیہوش ہوگئیں باوفار باب زوجۂ امام حسینؑ نے ایک قول کی بناء پر ایک سال قبر امام حسینؑ کے قریب گزارا۔ وہ رات دن برابر امام حسینؑ پر روتی رہیں، یہاں تک کہ سائے میں بھی نہیں جاتی تھیں۔

بلکہ ہمیشہ دھوپ میں بیٹھ کر روتی تھیں، وہ فرماتی تھیں:

میرے والی کو جلتی دھوپ میں قتل کیا گیا۔(۱)

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جس وقت اہلبیتؑ کربلا میں پہونچے ان کے غم تازہ ہوگئے، انہوں نے گریبان پھاڑ ڈالے، بال بکھرادئے، دبے غم کھل گئے۔ انہوں نے چند دنوں تک عزائے حسین برپا کیا، جیسے وہ یہ مرثیہ پڑھ رہی ہوں:

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۱۹۷، ترجمہ نفس المہموم، ص۴۷۴

فقدنا ھیھنا قمراً مضیاً — بنور ھذہ یھدی التائھینا
فقدنا ھیھنا روحاً و روحاً — و ریحاناً و زیتونا و طینا
ھنا ذبح الحسین بسیف شمر — ھنا قد تربوا منہ الجبینا
ھنا العباس فی یوم عبوس — حیال الماء قد امسیٰ رھینا
ھنا ذبحوا الرضیع بسھم حقد — فما رحموا الصغار المرضعینا
ھنا صبغت نواصینا دماء — بذبح بنی امیر المومنینا
ھنا شالت روئوس بنی علی — روئوس بنی عقیل العاقلینا
ھنا مزقوا الخیام و حرّقوھا — و قسم فیئنا فی الخائنینا
ھنا قد طیّرت اسیاف جور — اکفّ القانتین المنفقینا

یہی وہ جگہ ہے جہاں ماہ درخشندہ کو ہم نے کھویا، کہ گمراہوں کو اس نور سے ہدایت حاصل کرنا تھی، انہوں نے تاریکی پھیلا دی۔

یہی وہ جگہ ہے کہ جہاں ہم نے اپنا روح و ریحان کھو دیا، اپنا زیتون اور طین کھو دیا۔

یہیں شمر کی تلوار سے سر حسین جدا ہوا، اسی جگہ ان کی پیشانی کو خاک پر ڈالا گیا۔

یہیں پر عباس سخت پیاس میں دریا پر گئے لیکن انہیں خیمے میں واپس نہیں آنے دیا گیا۔

اسی جگہ ایک کینہ توز کے تیر سے شیر خوار قتل ہوا، ہائے دودھ پیتے بچے پر بھی رحم نہیں کیا گیا۔

یہیں امیر المومنینؑ کے فرزندوں کے خون سے زمین کو رنگین کیا گیا۔

یہیں فرزندان علیؑ اور فرزندان عقیل کے سروں کو نیزوں پر بلند کیا گیا۔

یہی جگہ ہے کہ خیموں میں آگ لگائی گئی، درّانہ خیموں میں گھس آئے اور ہمارے مال کو خیانت کاروں نے لوٹ لیا۔

یہیں ظلم و ستم کی تلواروں نے ان ہاتھوں کو جدا کیا، جو خدا کی بارگاہ میں ہمیشہ اطاعت شعار رہے اور غریبوں کی مدد کرتے رہے تھے۔ (۱)

۱۔ تذکرۃ الشہداء، ص ۴۳۹، معالی السبطین، ج ۲، ص ۱۹۹

اربعین اور جابر و عطیہ کی زیارت

واقعہ اربعین اور جابر و عطیہ کی زیارت سمجھنے کے لئے چند باتوں کی طرف توجہ دینا ضروری ہے۔

ا۔ جابر و عطیہ قبر حسینؑ کے پاس

عطیہ عوفی بیان کرتا ہے کہ میں جابر بن عبد اللہ انصاری کے ساتھ زیارت قبر امام حسینؑ کے لئے گیا ، جب ہم کربلا پہونچے تو جابر نے فرات میں غسل کیا، ایک پٹکا کمر میں باندھا دوسرا دوش پر رکھا اس کے بعد ساتھ میں جو تھیلی تھی اس میں سے سُعد (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) نکالی اسے اپنے بدن پر چھڑکا اور مرقد مطہر کی طرف چلے۔ وہ ذکر خدا کرتے جاتے تھے۔ آہستہ چلتے ہوئے مرقد مطہر پر پہونچے۔ مجھ سے فرمایا: مجھے قبر حسینؑ تک پہونچا دو میرا ہاتھ مرقد پر رکھ دینا (جابر اس وقت نابینا ہو چکے تھے ان کا پچھتر سال سن تھا)۔

میں نے ان کا ہاتھ قبر پر رکھ دیا، جیسے ہی ہاتھ رکھا شدت اندوہ سے بیہوش ہو گئے اپنے کو مرقد پر ڈال دیا۔ میں نے پانی چھڑکا تو ہوش میں آئے اور تین بار کہا: ''یا حسین ،یا حسین ،یا حسین ''

اس کے بعد کہا: ''أحبیب لا یجیب حبیبة '' (کیا حبیب اپنے محبوب کا جواب نہیں دیتا؟)

پھر کہا: تم کیسے جواب دے سکتے ہو کہ تمہارے گلے کا خون تمہارے سینے اور شانے پر بہہ گیا ہے، تمہارے سر و بدن میں جدائی ہو گئی ہے۔

(جابر ذکر مصائب بیان کر رہے تھے ، ورنہ وہ مقام امامت کی معرفت رکھتے تھے۔ چنانچہ جابر کی زیارت سے واضح ہوتا ہے)

پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ختم رسل کے فرزند ہو، تم امیر المومنینؑ ، امام المتقینؑ کے فرزند ہو، ہادی و رہبر کے فرزند ہو، اصحاب کساء کی پانچویں فرد ہو، سیدۃ النساء کے فرزند ہو، ایسا کیوں نہ ہو کہ تم کو سید الانبیاء نے

پالا۔ اپنے دامن پاک میں بٹھایا، تم نے پستان ایمانی سے دودھ پیا، تمہاری زندگی بھی پاک اور موت بھی پاک و پاکیزہ، لیکن مومنوں کے دل تمہارے فراق میں جل گئے، انہیں ذرا شک نہیں کہ تم زندہ ہو۔ تم پر خدا کی خوشنودی اور سلام۔ (اس کے بعد آخر تک زیارت پڑھی)

اس کے بعد فرمایا: خدا کی قسم! تم پر جو مصائب ڈھائے گئے ہم تمہارے ساتھ شریک تھے۔

عطیہ کا بیان ہے کہ میں نے جابر سے پوچھا: ہم شہیدوں کے اجر وثواب میں کیسے شریک ہیں کیونکہ نہ ہم نے جہاد کیا نہ ہمارے جسم زخمی ہوئے؟

جابر نے جواب دیا: میں نے اپنے حبیب رسول خداؐ سے سنا تھا کہ جو شخص جس قوم کے عمل کو پسند کرتا ہے وہ اس قوم کے عمل میں برابر کا شریک ہے، خدا کی قسم میری نیت اور میرے اصحاب کی نیت وہی ہے جو حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کی تھی۔

(مطلب یہ ہے کہ جابر نابینا ہونے کی وجہ سے اور بڑھاپے کی وجہ سے جنگ میں شریک ہونے سے معذور تھے، لیکن انقلاب حسینؑ کو قبول کیا تھا۔ ان کا مقصد امام حسینؑ کے قیام کی تائید تھا۔ ایسی نیت اگر کسی عذر کی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اجر وثواب میں شہید کا مرتبہ عطا کرتی ہے اور اس مطلب کو مقصد میں شریک ہونے کے عنوان سے سمجھا جا سکتا ہے۔ چنانچہ نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۲ میں اس کی وضاحت کی گئی ہے)

عطیہ کا بیان ہے کہ زیارت پڑھنے کے بعد جابر نے کہا:

مجھے میرے گھر (کوفہ) لے چلو، میں انہیں کوفہ لے چلا، راستے میں مجھ سے فرمایا: اے عطیہ! میں تم سے وصیت کرتا ہوں کیونکہ میرا گمان ہے کہ دوبارہ تم سے ملاقات نہ کرسکوں، کیونکہ عطیہ کوفے میں رہتے تھے اور جابر مدینے میں۔

اے عطیہ! دوستان محمدؐ سے محبت رکھنا کیونکہ وہ دوستی کے سزاوار ہیں، ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھنا کیونکہ وہ اسی قابل ہیں چاہے وہ بہت روزہ رکھتے ہوں، اہلبیت کے دوستوں پر مہربان رہنا کیونکہ اگر گناہ میں ان کا ایک پاؤں پھسلتا ہے تو دوسرا محبت اہلبیتؑ میں استوار ہو جاتا ہے اور دوستوں کا انجام بہشت اور دشمنوں کا انجام دوزخ ہے۔ (۱)

۱۔ نفس المہموم، ص ۳۲۲، منتہی الآمال، ج ۱، ص ۳۲۱

میرے ماں باپ تم پر قربان۔ روتے کیوں ہو؟

حسینؑ نے عرض کی: نانا جان آج آپ کو اس طرح روتے دیکھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔

رسول خداؐ نے فرمایا: میرے لال آج میں تمہاری ملاقات سے اس قدر شاد و مسرور ہوا کہ اس سے پہلے نہیں ہوا تھا، میرے دوست جبرئیل میرے پاس آئے اور مجھے بتایا کہ تم قتل کئے جاؤ گے اور تم لوگوں کے قتل ہونے کی جگہیں ایک دوسرے سے دور دور ہوں گی اسی لئے غمگین ہوا اور تم لوگوں کے لئے خدا سے بھلائی کی دعا کی۔ (۱)

۳۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ جنگ صفین جاری تھی جب حضرت علیؑ صحرائے کربلا سے گذرے تو ٹھہر گئے اور فرمایا: اے ابن عباس! کیا تم اس سرزمین کو پہچانتے ہو، میں نے کہا نہیں، فرمایا: اگر میری طرح پہچان لیتے تو جب تک اچھی طرح روتے نہیں آگے نہیں بڑھتے پھر آپؑ نے اس قدر گریہ کیا کہ آنسو آپ کے سینے پر بہنے لگے اور اس طرح خطاب کیا: آہ۔ آہ۔ آل سفیان سے میرا کیا مطلب؟ آل حرب سے مجھے کیا سروکار؟ اے ابو عبد اللہؑ صبر کرو جو کچھ ان لوگوں سے تمہارا باپ بھگت رہا ہے تم بھی وہی دیکھو گے اس کے بعد آپ نے کچھ اور باتیں کہیں اور روتے رہے۔ (۲)

۴۔ ابو عمارہ کہتے ہیں کہ جب بھی کسی دن صادق آل محمدؐ کے سامنے نام حسینؑ لیا گیا آپ کو رات تک ہنستے نہیں دیکھا گیا، آپ فرماتے ہیں: "**الحسین عبرة کل مومن** "حسین ہر مومن کے گریہ کا سبب ہیں۔ (۳)

۵۔ حضرت صادق آل محمد کی بارگاہ میں ہارون مکفوف کا واقعہ اور امام کا شدید گریہ۔ (۴)

امام رضاؑ نے عاشور کے دن مجلس عزائے حسینؑ منعقد کی تھی اور دعبل نے مرثیہ خوانی کی تھی حضرت اور تمام حاضرین نے گریہ کیا۔ (۵)

ان کے علاوہ واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ روضہ خوانی اور ذاکری نیز سید الشہداءؑ پر گریہ دوسری صدی

۱۔ وفاء الوفا، ص ۴۶۸

۲۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۳۴

۳۔ ترجمہ نفس المہموم ص ۱۷

۴۔ ترجمہ نفس المہموم ص ۱۵

۵۔ عیون الاخبار، ج ۲، ص ۲۶۳، ۲۶۶

بعض تاریخوں میں جابر وعطیہ کی زیارت کا حال اس طرح ہے:

عطیہ کا بیان ہے کہ جس وقت جابر کو میں نے قبر امام حسینؑ کے قریب پہونچایا، انہوں نے اپنا ہاتھ قبر پر رکھا اور شدت غم سے روتے روتے بیہوش ہوگئے، ان کے چہرے پر پانی چھڑکا تو ہوش میں آئے اور تین بار فرمایا:

یا حسین، یا حسین، یا حسین

اس کے بعد انتہائی خضوع وخشوع کے ساتھ زیارت پڑھنے لگے۔

اس کے بعد میں نے نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ شام کی طرف سے ایک سیاہی نمودار ہے، میں نے جابر کو واقعہ سے آگاہ کیا، جابر نے اپنے غلام سے کہا کہ اس سیاہی کی طرف جاؤ، اگر وہ عمر سعد کی فوج ہے تو مجھے خبر دینا تاکہ میں اپنے کو چھپالوں اور ان کی طرف سے مجھے کوئی گزند نہ پہونچے اور اگر امام سجادؑ اور اہل حرم ہیں تو اس خوش خبری پر تجھے آزاد کردوں گا۔ (اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جابر کے ساتھ دو آدمی تھے ایک عطیہ اور دوسرا ان کا غلام)

جابر کا غلام تیزی سے اس سیاہی کی طرف بڑھا، وہاں پہونچ کر اس نے قافلہ اہلبیتؑ دیکھا تو تیزی سے جابر کے پاس آکر کہا: امام سجادؑ اہلبیت کے ساتھ آرہے ہیں۔

جابر سر و پا برہنہ اہلبیتؑ کے استقبال کے لئے گئے۔

جس وقت ملاقات ہوئی تو غم تازہ ہوگئے، ایک دوسرے سے بغلگیر ہوکر رونے لگے، امام سجادؑ نے جابر سے فرمایا:

"یا جابر ھیھنا واللہ قتلت رجالنا، و ذبحت اطفالنا، وسبیت نسائنا و حرقت خیامنا" اے جابر! یہاں خدا کی قسم! ہمارے مرد قتل ہوئے، ہمارے بچے ذبح کئے گئے، ہماری عورتیں اسیر ہوئیں اور ہمارے خیمے جلائے گئے۔(۱)

۱۔ بشارۃ المصطفیٰ، مطابق نقل اعیان الشیعہ طبع ارشاد، ج۴، ص۴۷

جابر و عطیہ کون ہیں؟

جابر بن عبداللہ انصاری، ہجرت کے لگ بھگ پندرہ سال قبل مدینہ کے قبیلہ خزرج میں پیدا ہوئے ،ان کے باپ عبداللہ بن حرام جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔

جابر اور ان کے والد سابقین اولین میں تھے، یہ لوگ رسول خداؐ کے مدینے آنے سے قبل ہی اسلام قبول کر چکے تھے۔

جابر برابر رسول کے ساتھ رہے، انیس جنگوں میں شرکت کی وہ جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے۔(۱)

بعد رسولؐ وہ حضرت علیؑ اور اہلبیتؑ سے وابستہ رہے جیسے کہ ان کی زندگی اہلبیتؑ کے لئے رہن تھی۔

وہ تشیع کے سچے مبلغ اور محدث تھے، اس راہ میں انہوں نے بڑی کوششیں کیں، وہ اولین زائر قبر امام حسینؑ ہیں، حجاج بن یوسف ثقفی نے محبت علیؑ کے جرم میں داغ لگایا تھا۔

ان کا سن ۹۴، ۹۵ یا ۹۶ سال تھا کہ ۷۴، ۷۵ یا ۷۸ ہجری میں مدینہ میں انتقال کیا، ان کی قبر جنت البقیع میں ہے۔(۲)

علامہ مامقانی نے تحقیق کی ہے کہ بعید نہیں ہے جابر امام محمد باقرؑ کی شہادت کے وقت جو ۱۱۶ھ یا ۱۱۷ھ میں واقع ہوئی، موجود ہوں۔(۳)

عطیہ عوفی، حضرت جابر کے لائق شاگرد اور قبیلۂ ہمدان کی فرد تھے مشہور محدث اور تابعی ہیں، وہ زمانۂ خلافت حضرت علیؑ کوفے میں پیدا ہوئے انکے باپ کا نام سعد بن جنادہ تھا، عطیہ دوستان اہلبیتؑ میں عالم و فاضل تھے، اس راہ میں وہ عرصے تک ایران آئے اور حاکم فارس نے حجاج کے حکم سے تشیع اور تبلیغ مذہب کے جرم میں قید کیا، چار سو کوڑے لگائے اور سر کے بال تراش کر چھوڑ دیا۔

۱۔ بہجۃ الآمال، ج ۲، ص ۴۸۵

۲۔ اسد الغابہ، ج ۱، ص ۲۵۶، الغدیر، ج ۱، ص ۲۱

۳۔ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۲۰۰، قاموس الرجال، ص ۱۹۹

عطیہ مشہور مفسر قرآن اور فضائل علیؑ بیان کرنے والے تھے، اس راہ میں انہوں نے بڑی کوشش کی۔(۱) انہوں نے جابر سے متعدد روایات نقل کی ہیں، جابر کے ساتھ زیارت قبر حسینؑ کے لئے آنا اس کا واضح ثبوت ہے کہ انہیں جابر سے بڑا اخلوص تھا، زیارت کے زمانے میں عطیہ حضرت جابر کے میزبان تھے۔

۳۔ وقت زیارت جابر

تاریخ وروایات کا تجزیہ کرنے اور علماء کے اقوال پر نظر کرنے سے جابر کی زیارت کے ماہ وسال اور دن کے سلسلے میں پانچ قول نظر آتے ہیں۔

۱۔ امام سجادؑ اور اہل حرم اربعین (چہلم) ۲۰ صفر ۶۱ھ کے دن شام سے کربلا آئے اور اسی روز جابر اور انکے ہمراہیوں سے قبر حسینؑ کے پاس ملاقات ہوئی۔

۲۔ یہ اتفاق دوسرے سال اربعین کے روز پیش آیا۔

۳۔ یہ اتفاق ایک سال بعد ۶۲ھ میں اربعین کے دن پیش آیا۔

۴۔ جابر اوران کے ساتھیوں کو روز اربعین (چہلم ۲۰ صفر ۶۱ھ) زیارت قبر حسین کی توفیق ہوئی، لیکن اہلبیتؑ سے جابر کی ملاقات کچھ دن بعد جب جابر زیارت کے لئے آئے تو ہوئی۔

۵۔ اہلبیتؑ بغاوت کوفہ کے بعد شام کے سفر میں پہلے کربلا آئے جو اربعین کے دن پیش آیا، اسی دن جابر سے ملاقات ہوئی۔ اس کے بعد اہلبیتؑ شام گئے۔

میرے خیال میں چوتھا اور پانچواں قول صحت سے زیادہ قریب ہے۔

۴۔ زیارت روضۂ امام حسینؑ کا ثواب

یہاں اس نکتے کو بیان کرنا بھی مناسب ہوگا کہ بہت سی روایات میں زیارت قبر امام حسینؑ کا ثواب بیان کیا گیا ہے یہاں تک کہ رسول خداؐ نے بہت زیادہ تاکید کی ہے۔ جسے صاحب وسائل الشیعہ نے دسویں جلد

۱۔ سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۲۰۵، طبقات، ج ۶، ص ۲۱۲

کے ص ۳۴۷ سے ۳۵۵ تک نقل کیا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ جابر نے اولین زائر کی حیثیت سے ان تاکیدوں پر عمل کیا ہے، وہی اس عظیم سنت کے بانی قرار پائے، ضریح مقدس کے اوپر آج بھی آیۂ نور کے بعد آب طلائے خالص سے یہ حدیث رسول لکھی ہوئی ہے: "یا جابر زر قبر الحسین فان زیارته تعدل مأة حجّة، و انّ قبر الحسین ترعة من ترع الجنة .... و ان کربلا ارض الجنة"

اے جابر! قبر حسینؑ کی زیارت کرو کیونکہ زائر قبر حسین کو سو حج کے برابر ثواب ملتا ہے، بلاشبہ قبر حسینؑ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے...اور سرزمین کربلا بہشت کی سرزمین ہے۔(۱)

شہیدوں کی قبر سے وداع

حسینیوں کے واقعات میں مدینہ سے کربلا، کوفہ و شام اور پھر مدینہ کی بازگشت میں چار وداع تھے، جن میں ہر ایک بہت دلخراش اور جانسوز ہے۔

۱۔ امام حسینؑ اور ساتھیوں کا قبر رسولؐ اور قبر فاطمہ زہراؑ سے وداع۔ مدینے سے حرم رسول کا وداع جس میں جوانان بنی ہاشم کا سفر شہادت شروع ہوا، یہ لوگ مدینے واپس نہیں آئے یہ وداع خود بنی ہاشم کے لئے جس قدر تڑپا دینے والا تھا، اس سے کہیں زیادہ اہل مدینہ اور مدینے کے درودیوار کے لئے تڑپا دینے والا تھا۔

۲۔ امام حسینؑ کا عاشور کے دن وداع، اپنی بہنوں، بیٹیوں اور شہیدوں کے پس ماندگان سے یہ دوطرفہ دلخراش تھا، واقعی یہ بڑا سخت و شدید تھا کہ زمین و زمان سوزش سے گریہ کناں تھے۔

۳۔ اہل حرم اور بچوں کا گیارہویں محرم کو شہیدوں کے پارہ پارہ جسموں سے وداع، یہ اسیری کا آغاز سفر بڑا سخت تھا، اسے احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

۴۔ زینبؑ اور سید سجادؑ کا اربعین کے دن کربلا آنے اور تین دن عزاداری کرنے کے بعد شہداء کی قبروں سے وداع، اب یہ لوگ مدینہ واپس جارہے تھے۔

۱۔ کتاب شہر حسین ص ۴۷۲

یہ وداع بھی بڑا سخت تھا، خاص طور سے اس جہت سے کہ تمام خواتین کے سروں سے ان کے شوہر کا سایہ اٹھ چکا تھا، بچے بے پدر ہو گئے تھے، ان عورتوں اور بچوں نے بڑے اندوہ کے ساتھ کربلا میں بسر کی، اب وہ مدینہ واپس جا رہے تھے، واقعی یہ لوگ کس طرح اور کس زبان سے بغیر حسین، بغیر عباس، بغیر اکبر اور.....مدینہ واپس جا رہے تھے۔

سکینہ (س) کا مرثیہ

امام سجادؑ فرماتے ہیں کہ وسائل سفر آمادہ ہو گئے کہ اب ہم کربلا سے سوئے مدینہ چلیں، اونٹوں پر محملوں کو رکھ دیا گیا، اس وقت سکینہ نے روتے ہوئے اہل حرم کو اپنے بابا کی قبر سے رخصت ہونے کے لئے بلایا، اہل حرم نے قبر حسینؑ پر حلقہ بنالیا اور سکینہ بابا کی قبر سے لپٹ گئیں۔

"و بكت بكاء شديداً وحنت و انّت و انشأت تقول"

(سکینہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں، نالۂ وشیون کے ساتھ یہ اشعار پڑھے)

الا یا کربلا نودعک جسما بلا کفن و لا غسل دفینا

الا یا کربلا نودعک روحاً لاحمد والوصی مع الامینا

ہاں اے کربلا۔ میں اب اس جسم کو وداع کر رہی ہوں جو بے غسل و کفن دفن کیا گیا۔

ہاں اے کربلا۔ ہم امین کے ہمراہ (سید سجادؑ) تجھے وداع کر رہے ہیں جو روح رسول تھا، روح وصی رسول تھا۔(۱)

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین روز کے قیام کربلا میں سید سجادؑ نے دیکھا کہ مدینہ واپس جانے کے سوا چارہ نہیں، کیونکہ آپ دیکھ رہے تھے کہ پھوپھیاں، بچے اور تمام اہل حرم رات دن گریہ کر رہے ہیں، ایک قبر سے دوسری قبر پر جا کر لیٹ جاتے ہیں، یہ صورتحال برداشت کے قابل نہ تھی۔(۲)

۱۔ معالی السبطین، ج۲، ص۱۹۸

۲۔ مقتل الحسین المقرم، ص۴۷۰

اہلبیتؑ کا مدینے میں داخلہ

اہل حرم کی مدینے میں واپسی کے مصائب بھی متعدد ہیں، یہاں ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

ا۔ مرثیہ ام کلثوم (س)

کارواں والے مدینے کی طرف بڑھ رہے تھے، جیسے جیسے مدینے سے قریب ہو رہے تھے، بجائے خوشحال ہونے کے غم واندوہ بڑھتا جا رہا تھا، کیونکہ یہاں سے نکلتے وقت امام حسینؑ اور آپ کے اعزہ وانصار ساتھ تھے لیکن اب ان مردوں میں سوائے زین العابدینؑ کے کوئی باقی نہیں، جس وقت ام کلثومؑ نے مدینے کی دیواروں کو دیکھا، روتے ہوئے یہ مرثیہ پڑھا:

مدینة جدنا لا تقبلینا — فبالحسرات والاحزان جئنا

الا فاخبر رسول الله عنّا — بانّا قد فجعنا فی ابینا

خرجنا منک بالاهلین جمعاً — رجعنا لارجال و لا بنینا

الا یا جدّنا قتلوا حسینا — و لم یرعوا جناب الله فینا

الا یا جدّنا بعلغت عدانا — مناها و اشتفی الاعداء فینا

لقد هتکوا النساء و حمّلوها — علی الاقتاب قهراً جمعینا

اے ہمارے جد کے مدینے! ہمیں قبول نہ کر کیونکہ ہم حسرتوں اور غم واندوہ کے ساتھ تیری طرف آرہے ہیں۔

اے مدینہ! ہماری طرف سے رسول خدا کو خبر دیدے کہ ہم اپنے والد کے بچھڑ جانے کے غم میں مبتلا کئے گئے ہیں۔

ہم جب تجھ سے نکلے تھے تو اپنے تمام رشتہ داروں کے ساتھ تھے۔

اب جب واپس ہوئے ہیں تو نہ ہمارے مرد ہیں اور نہ ہمارے بچے ہیں۔

ہاں اے جد بزرگوار، آپ کا حسین قتل کر دیا گیا اور ہمارے بارے میں آپ کی منزلت کا بھی خیال نہ

کیا گیا۔

ہاں اے جد بزرگوار! ہمارے دشمن اپنی آرزؤں کو پہونچ گئے۔

اوران کے دل ہمارے مصائب پر اچھی طرح شاد ہوئے۔

ہاں اے جد بزرگوار، انہوں نے اہل حرم کی عظمت کا بھی پاس ولحاظ نہ کیا، سب کو زبردستی اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کر کے پھرایا گیا۔

(ان اشعار کی تعداد چالیس سے زیادہ ہے لیکن یہاں صرف چھ اشعار نقل کئے گئے)(۱)

۲۔ بشیر کا اعلانیہ، مدینے والوں کو

جس وقت امام سجادؑ اہل حرم کے ساتھ قریب مدینہ پہونچے، امام گھوڑے سے اتر پڑے، سامان اتارا گیا، خیمے لگائے گئے، عورتوں کو محملوں سے اتارا گیا اور بُشیر بن جزلم (یا بشیر بن جذلم) سے فرمایا:

خدا تیرے باپ پر رحمت نازل کرے وہ شاعر تھا کیا تو بھی شعر کہتا ہے؟

بشیر نے عرض کی: ہاں اے فرزند رسول میں بھی شاعر ہوں۔

حضرت نے اس سے فرمایا: آگے جا کر مدینے میں شہادت حسینؑ کا اعلان کر دے۔

بشیر کا بیان ہے کہ میں گھوڑے پر سوار ہو کر مدینے گیا جب مسجد رسولؐ میں پہونچا تو بلند آواز سے روتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

(بعض روایات میں ہے کہ بشیر نے مسجد پہونچنے سے قبل کسی سے بات نہ کی)

یا اهل یثرب لا مقام لکم بها   قتل الحسین فادمعی مدرار

الجسم منه بکربلا مضرّج   و الراس منه علی القناة بدار

اے مدینے والو! اب مدینہ رہنے کی جگہ نہیں رہ گئی، یہاں سے رخت سفر باندھ لو کیونکہ حسینؑ قتل کئے گئے، اسی لئے میری آنکھوں سے اشکوں کا سیلاب رواں ہے۔

۱۔ نفس المہموم ص ۲۷۵، معالی السبطین، ج ۲ ص ۲۰۷، ناسخ التواریخ ص ۳۵۳

حسین کا جسم کربلا میں خاک وخون میں لپٹا ہوا ہے، آپ کے سر کو نیزے پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا گیا۔

اس کے بعد صدائے فریاد بلند کی، اے لوگو! اس وقت سید سجادؑ اپنی پھوپھیوں اور بہنوں کے ساتھ تمہارے قریب پہونچ چکے ہیں، پشت مدینہ اترے ہیں، میں ان کا پیام رساں ہوں۔

میں اس لئے آیا ہوں تا کہ ان کی اقامت گاہ سے تمہیں باخبر کروں۔

جس وقت بشیر نے یہ اعلان کیا، تمام مدینے والے خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ اہلبیتؑ کا استقبال کرنے کے لئے دوڑے، بشیر کا بیان ہے کہ کوئی پردہ نشین ایسی نہ تھی جو گھر سے باہر نہ آگئی ہو، اپنے بالوں کو پریشان کر کے چہرے نوچنے لگی، منھ پر طمانچے مارنے لگی۔

فریاد کر رہی تھی۔ واویلا. واثبوراً

یہ بھی صدائے فریاد بلند تھی: وامحمداہ، واحسیناہ

"فلم اربا كيا اكثر من ذلک اليوم و لا يوما امرّعلى المسلمين منه"

میں نے تمام عمر میں کوئی دن ایسا نہیں دیکھا جو آج سے زیادہ مسلمانوں نے گریہ کیا ہو، مجھے آج سے زیادہ تلخ تر دن یاد نہیں۔

ایک کنیز میرے قریب آئی اور تڑپا دینے والے اشعار سنا کر مجھ سے بولی، امام حسینؑ کے بارے میں ہمارے غموں کو تازہ کر دیا، ہمارے زخموں کو تازہ کر دیا، آخر تو کون ہے؟

میں نے کہا: میرا نام بشیر بن جذلم ہے، میرے مولا علی بن الحسینؑ نے تم لوگوں کے پاس مجھے بھیجا ہے، وہ اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ فلاں مقام پر ہیں۔

بشیر کہتا ہے: لوگ بڑی تیزی سے امام سجادؑ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ میں مدینہ میں اکیلا رہ گیا، میں نے اپنے گھوڑے پر زین کسی اور ان کی طرف میں بھی واپس ہوا، میں نے دیکھا تمام لوگ ہر راستے سے ننگے پاؤں اسی طرف رخ کئے ہوئے ہیں، میں گھوڑے سے اتر پڑا اور لوگوں کے کاندھے پر پھلانگتا ہوا امام سجادؑ تک پہونچا جو لوگوں کے درمیان تھے۔(۱)

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۱۹۷، ۲۰۰، نفس المھموم، ص ۲۷۲، ناسخ التواریخ ص ۳۵۵

ام البنین کی زینبؑ سے ملاقات

نقل ہے کہ جس وقت اہلبیتؑ وارد مدینہ ہوئے ام البنینؑ نے روضۂ رسول پر جناب زینبؑ سے ملاقات کی اور کہا:

اے بنت امیر المومنینؑ! مجھے میرے بیٹوں کی باتیں بتائیے۔

زینبؑ نے فرمایا: سبھی قتل کردئے گئے۔

ام البنین نے کہا: سبھی حسین پر قربان۔ فرمائیے حسینؑ کی خبر؟

زینبؑ نے فرمایا: حسین پیاسے قتل کئے گئے۔

ام البنین نے یہ بات سنی تو اپنے ہاتھ بلند کئے اور سر پیٹتے ہوئے روتی چلاتی ہوئی بولیں۔

واحسیناہ (ہائے میرے پیارے حسینؑ)

زینبؑ نے فرمایا: آپ کے فرزند عباس کی ایک یادگار لائی ہوں۔

ام البنین نے پوچھا: وہ یادگار کیا ہے؟

زینبؑ نے عباسؑ کے خون سے بھری ہوئی سپر چادر سے نکالی۔

ام البنین نے اسے دیکھا تو برداشت نہ ہوسکا اور چیخ مار کر بیہوش ہوگئیں (۱)

مدینہ والوں کے سامنے خطبۂ سجادؑ

مدینے والے بے تحاشا گریہ وزاری کررہے تھے، سب نے امام سجادؑ کے خیمے کے قریب اجتماع کیا، سبھی منتظر تھے کہ امام سجادؑ کو دیکھیں آواز گریہ ونالہ سے فضا پر تھی۔ ناگاہ امام سجادؑ اپنے ہاتھ میں رومال لئے اشکوں کو پونچھتے ہوئے خیمے سے برآمد ہوئے، آپ کے پیچھے آپ کا غلام کرسی لئے ہوئے آیا، کرسی رکھی تو امامؑ اس پر بیٹھ گئے ،آپ نے لوگوں کی طرف خاموش ہوجانے کا اشارہ کیا، تمام لوگوں کے رونے اور چلانے کی آوازیں بند ہوگئیں۔

۱۔ تذکرۃ الشہداء، حبیب کاشانی، ص ۴۴۳

امامؑ نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد ایسی باتیں کہیں جن میں سے بعض کا تذکرہ یہاں کیا جاتا ہے:

''اے لوگو! خداوند عالم نے ہمیں عظیم مصائب ورنج سے آزمایا اور اسلام میں عظیم رخنہ پیدا ہوا۔

ابو عبداللہ الحسینؑ قتل کئے گئے، ان کے حرم اور بچے قید کئے گئے، آپ کا سر مقدس نیزے پر بلند کر کے شہروں میں پھرایا گیا اس سے بڑی مصیبت اور کیا ہو سکتی ہے......؟

اے لوگو! کون سا دل ہے جو مصائب حسین سے ٹکڑے نہ ہو جائے اندوہگین نہ ہو، کون سی آنکھ ہے کہ آنسو نہ بہائے۔

تمام موجودات عالم ان کے لئے روئے، آگے فرمایا:

''واللّٰہ لو ان النبی تقدم الیھم فی قتالنا کما تقدم الیھم الوصایة بنا لما ازداد وا علی ما فعلوا بنا .....'' خدا کی قسم! اگر رسول خداؐ نے بجائے ان وصیتوں کے جو ہمارے بارے میں فرمائی ہیں اگر ہم سے جنگ کرنے کا حکم دیتے تو جو کچھ ان لوگوں نے ہمارے ساتھ کیا اس سے زیادہ نہ کرتے۔ انا للّٰہ و انا الیه راجعون '' واقعی حسین کی مصیبت کس قدر دردناک اور دلخراش ہے، وہ تمام مصائب جو ہم پر وارد کئے گئے خدا کے حوالے کرتے ہیں کہ وہی غالب انتقام والا ہے۔ (۱)

اہلبیتؑ کا مدینہ میں داخلہ

جس وقت اہلبیتؑ مدینے میں داخل ہوئے، کئی موقعوں پر ان کے غم تازہ ہوئے، مدینے کے تڑپا دینے والے مصائب کو کئی جہتوں سے ترسیم کیا جا سکتا ہے۔

(الف)۔ امام سجادؑ کی نگاہ اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے گھروں پر پڑی، آپ نے دیکھا کہ وہ گھر زبان حال سے نوحہ پڑھ رہے ہیں (فوجد تلک المنازل تنوح بلسان احوالھا...'' اور آنسو بہا رہے ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنے مددگاروں کو کھو دیا ہے وہ زبان حال سے ماں کی طرح غم کے مارے گریہ کر رہے ہیں اور ہر رہگذر سے اپنے مالکوں کے حال معلوم کرنا چاہتے ہیں، اپنے مقتولوں کے

۱۔ ترجمہ لہوف، ص ۲۰۱ نفس المہموم، ص ۳۷۳، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۴۸

ہجری میں پورے طور سے رائج تھا اور یہ ایک مذہبی لائحہ عمل کا جز تھا۔

لیکن روضۃ الشہداء کو کمال الدین حسین بن واعظ کاشفی نے لکھا ہے وہ وسط نویں صدی سبزوار میں پیدا ہوئے اور ۹۱۰ھ ہرات میں انتقال کیا صاحب روضات الجنات کے مطابق چونکہ یہ فارسی میں اولین مقتل ہے جسے واعظین و ذاکرین حضرات منبر پر پڑھتے تھے آپ کا نام روضہ (باغ) تھا، اسی لئے ذکر مصیبت حسین کا نام روضہ خوانی ہوگیا۔(۱)

ذکر حسینؑ اور پسماندگان کربلا

یہ بات بھی نظروں سے اوجھل نہیں ہونی چاہئے کہ خود امام حسینؑ نے اپنے اوپر روضہ خوانی کی ہے اور حضرت سجادؑ اور جناب زینبؑ نے بھی ذکر مصائب حسینؑ کا اہتمام کیا ہے بطور نمونہ:

عاشور کے دن امام حسینؑ ہر شہید کے قریب آتے تھے اور ان کے اوصاف بیان کر کے روتے تھے۔

گیارہ محرم کو جس وقت اہلحرم لاشہائے شہداء سے وداع ہو رہے تھے امام حسینؑ نے جناب سکینہؑ کو کچھ اشعار یاد کرائے کہ انہیں مدینہ جا کر شیعوں کے سامنے سنانا جس کا مطلع ہے:

"شیعتی مهما شربتم ماء عذبٍ فاذكرونی"

(اس کا تذکرہ آگے آئے گا) ان اشعار میں امام حسینؑ نے فرمایا کہ میرے اوپر نوحہ پڑھو، درمیان میں شہادت علی اصغرؑ کا بھی تذکرہ ہے۔(۲)

حضرت زینبؑ نے متواتر مصائب حسینؑ بیان کیا ہے چنانچہ کوفہ میں جس وقت حسینؑ کا کٹا ہوا سر دیکھا تو کچھ اشعار میں حسینؑ پر مرثیہ خوانی کی۔ اس کا ایک شعر ہے۔

ما توهّمت یا شقیق فؤادی كان هذا مقدّراً مكتوباً

اے بھائی، اے راحت قلب! میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ایسا کچھ مقدر ہے اور لکھا جا چکا ہے کہ آپ کا کٹا ہوا سر میرے سامنے آئے گا۔ (اس کا بیان آگے آئے گا)(۳)۔

۱۔ روضۃ الشہداء ص ۸

۲۔ مقتل الحسین المقرم، ص ۳۸۰

۳۔ منہاج الدموع ص ۳۶۷

لئے غموں سے بھرے ہیں، فریاد و امصیبتاہ ان سے بلند ہے، وہ کہہ رہے ہیں: اے لوگو! ہمیں اس نوحہ سرائی اور فریاد پر معاف کرنا، ہمارے ساتھ اس عظیم مصیبت پر ہمدردی کرو کیونکہ وہ مرد کہ جن پر ہم گریہ کررہے ہیں ہم ان کے پسندیدہ اخلاق کے گروی ہیں، وہ ہمارے شب و روز کے مونس تھے، وہ راتوں کا نور اور ہمارے اندھیروں کی سحر تھے، وہ ہمارے لئے مایۂ نازش وافتخار تھے۔ وہ ہماری عزت تھے.... ان کی مناجات سحری، ان کا راز و نیاز ہمارے کانوں میں موجود ہے، ان کے فضائل بہار مشام جان کو معطر کئے ہوئے ہیں۔

ہائے وہ ہمارے عزیز، دشمنوں کے درمیان غریب رہ گئے اور دشمنوں کے کینہ وعناد کے تیروں کا نشانہ بنے.... وہ نجمۂ کمالات تھے۔

شہر مدینہ زبان حال سے کہتا ہے: میں بہت پریشان ہوں کہ ہمارے باشندے ہماری نظروں سے غائب ہیں، جتنا روؤں کم ہے۔ ان کے سوا ہمارا کوئی علاج نہیں، بس وہی ہیں۔ آج ہم ان کے نہ ہونے سے غم کا لباس پہنے ہوئے ہیں، ہمارا جام صبر لبریز ہے گویا کہا جاسکتا ہے "**یا سلوۃ الایام موعدک الحشر**" اے ایام مسرت! قیامت میں ملاقات ہوگی۔

(ب)۔ جس دن امام سجادؑ اور اہل حرم مدینے میں داخل ہوئے، وہ جمعہ کا دن تھا، مدینے والے گریبان چاک کئے، سیاہ لباس پہنے، روتے ہوئے آمدورفت کررہے تھے۔

مسجد میں نماز جمعہ کے لئے مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد جمع تھی ولید بن عتبہ منبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا، اچانک نالہ وشیون کی آواز تمام مدینے سے بلند ہوئی، ولید نے پوچھا: کیا بات ہے؟

اس سے کہا گیا: یہ آواز بنی ہاشم کے عورتوں کی ہے، وہ حسین پر رورہی ہیں، ولید رونے لگا، اس کے رخساروں سے آنسو ڈھلک پڑے منبر سے نیچے اتر کر اپنے گھر چلا گیا۔ (۱)

دوسری روایت ہے کہ مسجد میں ٹھیک خطبۂ جمعہ کے وقت لوگوں کی صدائے واحسیناہ بلند ہوئی، وہ مسجد سے آئے، اس دن مدینے کی حالت وہی تھی جیسے رسول خدا کا انتقال ہوا ہو۔ (۲)

۱۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۰۸، ناسخ التواریخ ص ۳۵۷

۲۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۰۹ ناسخ التواریخ ص ۳۵۷

(ج)۔ جس وقت جناب زینبؑ مسجد النبی کے قریب پہونچیں دروازۂ مسجد کے دونوں پاٹ پکڑ کر بے اختیار رونے لگیں۔ آواز دی: " یا جدّاہ انی ناعیۃ الیک اخی الحسین " اے نانا! میں اپنے بھائی حسین کی خبر شہادت لے کر آئی ہوں۔

اوراسی طرح دیر تک روتی رہیں۔ جب بھی امام سجادؑ پر نظر پڑتی تو غم تازہ ہو جاتا تھا۔(۱)

(د)۔ حضرت عقیل کی دختر اور جناب مسلم کی بہن ام لقمان نے جس وقت شہادت حسینؑ کی خبر سنی تو اپنی بہنوں ام ہانی، اسماء، رملہ اور زینب بنت عقیل کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں، انہیں اپنی چادروں کا بھی ہوش نہ تھا۔

وہ سبھی شہداء کربلا پر گریہ وزاری کرنے لگیں۔

ام لقمان بنت عقیل نے یہ مرثیہ پڑھا:

ما ذا تقولون ان قال النبی لکم — ماذا فعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی وباھلی بعد مفتقدی — منھم اساریٰ و قتلیٰ ضرّجوا بدم

ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم — ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم

کیا جواب دوگے، جب تم سے رسول خداؐ سوال کریں گے کہ تم تو آخری امت ہو تو نے کیا کرتوت کئے؟

میری عترت اور خاندان کے ساتھ میرے بعد ان میں سے کچھ کو قیدی بنایا اور کچھ کو خون میں آغشتہ کیا، قتل کیا۔

میری نصیحتوں کی یہ جزا تو نہ تھی؟ کہ میرے بعد میرے نزدیکی رشتہ داروں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو۔(۲)

(یہ اشعار اہلبیتؑ کے کئی افراد کی طرف منسوب ہیں)

حضرت ام کلثوم روضۂ رسول پر پہونچیں تو تڑپ کر آواز دی "السلام علیک یا جداہ انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین " سلام ہو آپ پر اے نانا! میں آپ کے فرزند حسین کی سنانی لے کر آئی ہوں۔

اس کے بعد اپنے آنسو بھری آنکھوں کو منبر پر ملنے لگیں اور لوگ انہیں تسلی دے رہے تھے۔(۳)

۱۔ ترجمہ نفس المہموم، ص ۲۷۵

۲۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۲۹

۳۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۰۹

ھ۔اہلبیتؑ کی روضۂ رسولؐ اور مرقد فاطمہ سلام اللہ علیہا پر نوحہ خوانی

دوسری روایت میں ہے کہ ایک بار تمام پس ماندگان امام حسینؑ روضۂ رسول پر پہونچے، گریہ و نالہ کرتے ہوئے اپنے کو قبر رسول پر ڈال دیا۔ و ھم باکون ینادون یا جدّنا قتلوا حسینا بارض کربلا "وہ سب روتے ہوئے فریاد کر رہے تھے، اے ہمارے جد امام حسینؑ کربلا میں قتل کر دئے گئے۔

زینبؑ نے روضۂ رسول پر یہ مرثیہ پڑھا:

ان کنت اوو صیت بالقربیٰ بخیر جزاء　　فانھم قطعوا القربیٰ و ما وصدوا

حتیٰ ابادوھم قتلیٰ علیٰ ظماء　　من بارد الماء ماذا قوا و ما نھلوا

اے جد! اگر چہ آپ نے امت سے وصیت کی تھی کہ ہمارے قرابت داروں سے نیک برتاؤ کرنا، نہ صرف یہ کہ انہوں نے اچھا برتاؤ نہیں کیا بلکہ تمہارے قرابت داروں سے تمام رابطے توڑ لئے، یہاں تک کہ آپ کے اہلبیتؑ کو پیاسہ قتل کیا اور انہوں نے نہ پانی پلایا نہ پانی تک پہونچنے دیا۔

اہلبیتؑ مرقد زہراؑ پر

روایت میں ہے کہ اہلبیتؑ نے اپنی والدہ حضرت زہراؑ کی قبر کا رخ کیا اور اپنے مصائب بیان کر کے گریہ کیا وہ زبان حال سے فرما رہی تھیں:

افاطم لو نظرت الی السبایا　　بناتک فی البلاد مشتتینا

فلو دامت حیاتک لم تزالی　　الیٰ یوم القیامۃ تندبینا

اے فاطمہ! اگر آپ نے اپنے بیٹیوں کی اسیری کا منظر دیکھا ہوتا کہ کس طرح دیار بدیار پھرائی جا رہی ہیں۔

اگر آپ دنیا میں موجود ہوتیں تو ہمیشہ روتی رہتیں، یہاں تک کہ قیامت تک گریہ بند نہ ہوتا۔

جناب زینبؑ کو اپنے مصائب کا اس قدر احساس تھا کہ آپ بے ہوش ہو گئیں، ہوش آیا تو آواز دی:

اماں! اس قدر تازیانے مارے گئے کہ میرا سارا بدن زخمی ہے۔

اس کے بعد اپنے بھائی حسین کا جگہ جگہ سے پھٹا لباس نکالا اور قبر پر رکھتے ہوئے آواز دی:

اماں جان! آپ کے لئے کربلا سے ایک سوغات لائی ہوں لیجئے یہ لباس دیکھئے۔

جس وقت مدینے والوں نے یہ لباس دیکھا، صدائے گریہ آسمان سے باتیں کرنے لگی۔

(لہوف کی روایت کے مطابق اس پیراہن میں ایک سو بیس سے زیادہ سوراخ تھے)

زینبؑ نے فرمایا: مدینے والو! تم کربلا میں نہ تھے کہ دیکھتے کہ کس طرح میرے بھیا کو قتل کیا گیا، لباس میں جو سوراخ دیکھ رہے ہو یہ تیروں، نیزوں اور تلواروں کے نشانات ہیں۔

حضرت سکینہ (رقیہ) نے بھی مرثیہ پڑھا، وہ اشعار جو آپ کے پدر بزرگوار نے بتائے تھے، مدینے والوں کو سنایا جس کا ابتدائیہ ہے:

شیعتی ما ان شربتم ماء عذب فاذکرونی

او سمعتم بغریب او شهید فاندبونی

(میرے بابا نے فرمایا: اے میرے شیعو! جب بھی تم ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس یاد کر لینا، کسی غریب یا شہید کے بارے میں سننا تو میرے اوپر گریہ کر لینا)۔

آپ نے یہ بھی فرمایا: مدینے والو! کاش تم شام میں ہوتے اور دیکھتے کہ کس طرح شامیوں نے ہم پر سنگباری کی، ہمیں پتھروں اور لکڑیوں سے مارا، کاش تم دیکھتے کہ کس طرح یزید میرے بابا کے لب و دندان کو چھڑی سے مار رہا تھا۔

امام سجادؑ روضۂ رسولؐ پر آئے، غمناک انداز میں آنسو بہاتے ہوئے قبر کے پاس بیٹھ گئے، اپنا رخسار قبر سے ملتے ہوئے آنسو بہاتے رہے پھر کہا:

انا جیک یا جدّاہ یا خیر مرسل حبیبک مقتول و نسلک ضایع

اناجیک محزوناً علیلاً موجلاً اسیراً و مالی قطّ حام و دافع

سبینا کما تسبی الاماء و مسّنا من الضرّ ما لا تحتمله الاضالع

اے جد بزرگوار، اے انبیاء میں سب سے افضل!

آپ کا پیارا حسین قتل کر دیا گیا، آپ کی نسل برباد ہوگئی، میں یہی خبر لے کر آپ کے پاس آیا ہوں۔

میں یہ خبر لے کر آیا ہوں میں تو غمگین تھا بیمار تھا ہراساں تھا، کوئی بھی ہمارا پرسان حال نہ تھا۔

ہم اس طرح قیدی بنائے گئے جیسے کنیزیں قیدی بنتی ہیں۔اور اس قدر مصائب ڈھائے گئے کہ ہڈیوں میں برداشت کی طاقت نہیں۔(۱)

اس کے بعد آپ روتے ہوئے قبر رسول سے باہر آئے۔(۲)

محمد حنفیہ سے سید سجادؑ کی ملاقات

امام حسین کے بھائی محمد حنفیہ حضرت سجادؑ کے چچا تھے، جب انہیں اہلبیتؑ کے آنے کی خبر معلوم ہوئی تو گھوڑے پر سوار ہو کر تیزی سے گھر سے نکلے، مدینے کے باہر سیاہ پرچموں پر نظر پڑی شدت غم سے بیہوش ہو کر گھوڑے سے گر گئے۔

ایک شخص نے امام سجادؑ سے عرض کی: اپنے چچا کی خبر لیجئے قریب ہے کہ جان دے دیں، امام سجادؑ روتے ہوئے سرہانے آئے اور اپنے زانو پر سر رکھ لیا، محمد حنفیہ ہوش میں آئے اور جب ان کی نظر جمال امام سجادؑ پر پڑی تو تڑپ کر آہ کی۔

"بابن اخی این اخی ،این قرة عینی این ثمرة فوادی این خلیفة ابی این الحسین اخی "

اے بھتیجے میرے بھائی کہاں ہیں، میری آنکھوں کی ٹھنڈک کہاں ہیں، میرے میوۂ دل کہاں ہیں ،میرے باپ کے جانشین کہاں ہیں، میرے بھائی حسین کہاں ہیں؟

امام سجادؑ نے فرمایا: "یا عماه اتیتک یتیما قتلوا رجالنا و اسر و نسائنا "

اے چچا! ہم آپ کے پاس یتیم کی صورت میں آئے ہیں، ہمارے مرد قتل کئے گئے اور ہماری عورتوں کو قیدی بنایا گیا، کاش آپ موجود ہوتے تو اپنے بھائی کو دیکھتے کہ کس طرح مددگاروں کو آواز دے رہے تھے اور کوئی مدد کرنے والا نہ تھا۔

۱۔ مقتل ابی مخنف، ص ۲۰۶

۲۔ معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۱۱، ناسخ التواریخ، ص ۳۵۷

''یا عماۃ قتلوہ عطشانا و کل الحیوانات ریان''

اے چچا! بابا کو پیاسہ قتل کیا گیا جب کہ تمام حیوانات سیراب ہو رہے تھے۔

محمد حنفیہ نے یہ جملہ سن کر صدائے فریاد بلند کی اور بیہوش ہو کر زمین پر گر گئے، جب ہوش آیا تو پوچھا: اے بھتیجے! تم پر کیا گذری؟

امام سجادؑ نے تمام واقعات کو رو رو کر بیان کیا۔(۱)

مدینہ میں عزاداری

مدینے میں پندرہ روز تک عام عزاداری برپا رہی عورت و مرد چھوٹے بڑے دستہ دستہ عزاداری کرتے اور روتے رہے۔

لیکن بنی ہاشم کی عورتوں نے سیاہ لباس پہنے، انہوں نے سردی گرمی کی شکایت نہیں کی، امام سجادؑ کے حکم سے ان کے لئے طعام عزاداری تیار کیا گیا، پانچ سال تک تمام ہاشمی عورتوں نے آنکھوں میں سرمہ نہ لگایا ، بالوں میں مہندی نہ لگائی یہاں تک کہ کسی نے بھی ان کے گھروں سے دھواں اٹھتے نہ دیکھا، جو کہہ سکے کہ اس مدت میں انہوں نے ہاشمی عورتوں کو کھانا کھاتے دیکھا۔

جس وقت عبید اللہ بن زیاد ۶۷ھ میں مختار کے ہاتھوں قتل ہوا تو ان لوگوں نے عزاداری بند کی۔(۲)

حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: امام سجادؑ نے چالیس سال تک دن کو روزہ رکھا، راتوں میں عبادت کی، اپنے بابا کے مصائب پر گریہ کیا، جب آپ کا غلام کھانا سامنے لاتا اور کہتا کہ مولا کھانا کھایئے، آپ فرماتے:

''قتل بن بنت رسول اللہ عطشانا .قتل بن بنت رسول اللہ جائعا''

فرزند رسول پیاسہ قتل ہو گیا۔ فرزند رسول بھوکا قتل کر دیا گیا۔

ان جملوں کو بار بار دہراتے اور آنسو بہاتے رہتے تھے یہاں تک کہ تمام کھانا آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا، آپ آخر عمر تک اسی طرح روتے رہے۔(۳)

۱۔ناسخ التواریخ،ص۳۵۴

۲۔معالی السبطین ،ج۲،ص۲۱۱

۳۔ترجمہ لہوف،ص۲۰۹

ام البنین (س) کے مصائب

حضرت فاطمہ زہرؑا کی شہادت کے بعد حضرت علیؑ نے ام البنینؑ سے شادی کی، حضرت علیؑ نے اپنے نسب شناس بھائی عقیل سے کہا تھا کہ:

ایسی عورت میرے لئے تلاش کیجئے جو بہادر خاندان کی ہو۔

عقیلؑ نے پوچھا تھا: ایسی عورت آپ کیوں چاہتے ہیں؟

امامؑ نے فرمایا تھا: اس لئے کہ اس سے شجاع بیٹا پیدا ہو۔

عقیل نے فاطمہ بنت حزام بن خالد سے جو خانوادۂ بنی کلاب سے تھیں اور بڑی فضائل وکمالات والی معظّمہ تھیں شادی کرنے کا مشورہ دیا۔

امیر المومنینؑ نے ان سے عقد فرمایا۔ آپ کے پہلے فرزند حضرت عباسؑ ۴/شعبان المعظم ۲۶ھ مدینے میں پیدا ہوئے۔

حضرت علیؑ کے ام البنین سے چار فرزند پیدا ہوئے۔ عباس، عبداللہ، عثمان اور جعفر۔ جب ام البنین کے چار فرزند پیدا نہیں ہوئے تھے آپ کو فاطمہ کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ جب یہ چار فرزند پیدا ہوئے تو آپ کو ام البنین کے نام سے پکارا جانے لگا یعنی بیٹوں کی ماں۔

یہ چاروں بیٹے عاشور کے دن امام حسینؑ کی نصرت میں شہید ہوئے، حضرت عباسؑ کی عمر شہادت کے وقت ۳۴ سال تھی۔

ام البنین کربلا میں موجود نہ تھیں، بلکہ مدینے میں تھیں، مدینے میں چاروں بیٹوں کی خبر شہادت سنی، چاروں جوان بیٹوں کی عمریں (عباس ۳۴ سال، عبداللہ ۲۵ سال، عثمان ۲۱ سال اور جعفر ۱۹ سال) تھیں۔

یہ چار شہیدوں کی مادر امام حسینؑ سے والہانہ محبت کرتی تھی، جس وقت بشیر ماں سے اس کے بیٹوں کی خبر شہادت دیتے وہ فرماتی تھیں:

"اخبرنی عن ابی عبد الله الحسین اولادی و منتحت الخضراء کلهم فداء لابی عبد الله الحسین"

مجھے حسین کی خبر سناؤ، میرے فرزند اور جو کچھ آسمان کے نیچے ہے سب کچھ ابوعبداللہ الحسین پر نثار۔

بشیر نے کہا: حسین بھی قتل کیے گئے۔

ام البنین تڑپ کے بولیں "قد قطعت نیاط قلبی"

اے بشیر! تو نے میرے دل کی رگیں توڑ دیں۔

یہ رویہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بلند ترین مرحلۂ ایمان پر فائز تھیں، آپ نے اپنے چار جوان صالح فرزندوں کی شہادت کو امام حسینؑ کے مقابلے کمتر سمجھا۔(۱)

ام البنین (س) کا اپنے بیٹوں پر نوحہ

اس کے بعد ام البنین روزانہ جنت البقیع میں آتیں اور اپنے چاروں فرزندوں پر اس قدر روتیں کہ دوست دشمن سبھی رو دیتے، مروان بن حکم اپنی سنگدلی کے باوجود رو دیتا اور اپنے رومال سے آنسو پوچھتا، اکثر مدینے والے بقیع میں آ کر ام البنین کا نوحہ سنتے اور روتے تھے۔

جب عورتیں ام البنین کو تسلی دیتی تھیں کہ اے ام البنین خدا تمہیں صبر عطا کرے تو وہ جواب دیتیں۔

لا تدعونی ویک ام البنین   تذکرینی بلیوث العرین

کانت بنون لی ادعیٰ بھم   و الیوم اصبحت و لا من بنین

مجھے بیٹوں کی ماں (ام البنین) کہہ کر نہ پکارو۔ اس سے مجھے اپنے شجاع بیٹوں کی یاد آنے لگتی ہے۔

مجھے چار بیٹے خدا نے دئے تھے، اس لئے مجھے ام البنین کہا جاتا تھا۔

اب تو ایسی حالت میں صبح ہوتی ہے کہ میرے بیٹے نہیں ہیں۔

اربعة مثل نسور الربی   قد واصلوا الموت بقطع الونین

تنازع الخرصان اشلائهم   فکلهم امسی صریعاً طعین

یا لیت شعری اکما اخبروا   بانّ عبّاسا قطیع الیمین

۱۔ منتہی المقال مامقانی، ج ۳، ص ۷۰

میرے چار باز شکاری تھے، انہیں تیروں کا نشانہ بنایا گیا، ان کی رگ گردن کاٹ کر قتل کیا گیا۔ دشمنوں نے اپنے نیزوں سے انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، وہ میرے چاروں فرزند چاک چاک بدن کے ساتھ زمین کربلا پر پڑے ہیں۔

اے کاش! میں جانتی جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ کیا واقعی عباس کے ہاتھوں کو بدن سے جدا کیا گیا۔(۱)

بعض روایات میں ہے کہ ام البنین روزانہ عبیداللہ بن عباس کا ہاتھ پکڑ کر بقیع میں جاتی تھیں اور وہاں مرثیہ پڑھتی تھیں۔ مدینے کی عورتیں ان کا مرثیہ سننے کے لئے بقیع میں جمع ہوتیں۔

حضرت ام البنین کی طرف یہ اشعار بھی منسوب ہیں:

یا من رای العباس کرّ علی جماهیر النقد
ووراه من ابناء حیدر کل لیث ذی لبد
نبئت ان ابنی اصیب براسه مقطوع ید
ویلی علیٰ شبلی امال براسه ضرب العمد
لو کان سیفک فی یدیک
لما دنیٰ منه احد

اے وہ شخص جس نے عباس کو دیکھا ہے کہ وہ دشمنوں سے جنگ کر رہا تھا ان کے پیچھے حیدر کے اور بیٹے، شکاری شیر کی طرح انہیں کے ساتھ جنگ کر رہے ہیں۔

مجھے خبر دی گئی کہ جب دونوں ہاتھ شہید ہو گئے تو اس کے سر پر گرز آہنی لگا۔ ہائے میرا شیر بچہ جسے گرز آہنی مارا گیا۔

میرے پیارے عباس اگر تیرے ہاتھوں میں تلوار ہوتی تو کسی کو تیرے قریب آنے کی ہمت نہ ہوتی۔

۱۔ ریاحین الشریعہ، بحوالہ ارالعین، ج ۳، ص ۲۸۰، منتہی الآمال، ج ۱، ص ۲۸۰، سفینۃ البحار، ج ۱، ص ۵۱۰

حضرت فاطمہ زہرا(ص) کی عنایت عباسؑ پر

یہاں اس نکتے کا تذکرہ ضروری ہے کہ اگر ام البنین برابر امام حسینؑ ہی کے لئے پوچھتیں اور فرماتی تھیں کہ سب کچھ حسین پر نثار۔ تو حضرت زہراؑ بھی حضرت عباسؑ سے خصوصی توجہ کا مظاہرہ کرتے ہوئے عباسؑ کو اپنا بیٹا کہتی ہیں۔

نقل ہے کہ کربلا کا ایک باشندہ روزانہ ایک بار یا دو بار روضۂ حسینؑ کی زیارت کرتا، لیکن روضۂ عباس کی دس روز پر ایک بار زیارت کرتا، ایک رات خواب میں حضرت فاطمہؑ کو دیکھا تو بڑھ کر سلام کیا۔

حضرت زہراؑ نے اپنا منھ پھیر لیا، اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا:

تو میرے فرزند کی زیارت میں تاخیر کیوں کرتا ہے؟

عرض کی: میں روزانہ تین بار روضۂ حسینؑ کی زیارت کرتا ہوں، فرمایا: ہاں تو روضۂ حسین کی زیارت کرتا ہے، لیکن میرے فرزند عباس کی زیارت بہت کم کرتا ہے۔ (۱)

یہ بھی نقل ہے کہ قیامت کے دن رسول خداؐ حضرت علیؑ سے فرمائیں گے: فاطمہ سے پوچھو کہ امت کی شفاعت کے لئے تمہارے پاس کیا ہے؟

حضرت علیؑ رسول خداؐ کا پیغام فاطمہ تک پہونچائیں گے۔

فاطمہؑ جواب دیں گی:

"یا امیر المومنین! کفانا لاجل ھذا المقام الیدان المقطوعتان عن ابنی العباس"

اے امیر المومنین! عباس کے دو کٹے شانے شفاعت امت کے لئے کافی ہیں۔ (۲)

۱۔ کبیریت الاحمر، ص ۱۶۶

۲۔ اسرار الشہادۃ دربندی، معالی السبطین، ج ۱، ص ۴۵۲

حضرت سید سجادؑ نے بھی کئی بار روضہ خوانی کی آپ تو بعد کربلا سالہا سال مصائب کربلا بیان کرتے اور روتے رہے دوسروں کو رلاتے بھی رہے۔

حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: امام سجادؑ نے چالیس سال تک اپنے باپ پر گریہ کیا اس عرصے میں دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے، افطار کے وقت غذا لائی جاتی اور کھانے کے لئے کہا جاتا تو آنسو بہاتے ہوئے فرماتے: ”قتل ابن رسول الله جائعاً قتل ابن رسول الله عطشاناً“

”ہائے رسول خداؐ کا نواسہ بھوکا قتل کر دیا گیا، رسول خداؐ کا نواسہ پیاسا قتل کر دیا گیا“۔ اسے آپ بار بار دہراتے اور روتے جاتے یہاں تک کہ سارا کھانا آنسوؤں سے بھیگ جاتا وہ اسی طرح زندگی کی آخری سانسوں تک روتے رہے۔(۱)

بعض تذکروں میں ہے کہ آپ ۳۵ سال تک روئے کیونکہ وہ بعد پدر ۳۵ سال تک زندہ رہے۔

آپؑ اگر قصاب کو دیکھتے کہ گوسفند ذبح کر رہا ہے تو امام حسینؑ کی یاد میں تڑپنے لگتے اور فرماتے:

گوسفند کو بھی ذبح کے وقت پانی دیا جاتا ہے میرے باپ کو تو پیاسہ ذبح کیا گیا۔

ایک غلام نے کہا: گریہ نہ فرمایئے نقصان کا اندیشہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

حضرت یعقوبؑ پیغمبر کے بارہ فرزند تھے ایک ان میں سے (یوسف) غائب ہو گیا، حالانکہ وہ جانتے تھے کہ زندہ ہے لیکن اس کے فراق میں اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ میرا غم واندوہ کیسے ختم ہو سکتا ہے مجھے جب ان کی یاد آتی ہے بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔(۲)

امام زمانہؑ حضرت بقیۃ اللہ (عج) امام حسینؑ پر صلوٰت کے ضمن میں ایک جملہ فرماتے ہیں۔ ”السلام علی الجیوب المضرّجات“ سلام ہو ان گریبانوں پر جو غم حسین میں پارہ پارہ ہوئے۔(۳)

۱۔ لہوف، ص ۲۰۹

۲۔ مقتل الحسین مقرم، ص ۴۷۷

۳۔ الوقائع الحوادث، ج ۳ ص ۳۰۷

انقلاب مختار کی فہرست

اشارہ:

فطری بات ہے کہ ظالم اور پاپی افراد کو دنیا ہی میں بہت جلد اپنے کئے کا بدلہ مل جاتا ہے، کبھی ظالم پائدار نہیں ہوتا اور جلد پہونچنے والا عذاب اسے تلاش کرتا ہوا پہونچ جاتا ہے۔

امام حسینؑ اور آپ کے انصار کی شہادت کے وقت عاشور ہی کے دن ظالموں کے درمیان ہی سے انتقام کی آواز اٹھی، ایک دشمن فوج کی خاتون نے جو فوجی افسر کی زوجہ تھی اور اس کا تعلق قبیلۂ بکر بن وائل سے تھا، جس وقت اس نے دیکھا کہ بعد شہادت حسینؑ اشقیاء خیموں تک پہونچ گئے ہیں تو اس نے تلوار ہاتھ میں لی اور خیموں کے قریب آکر چلائی:

اے قبیلۂ بکر کے بہادرو! کیا رسول خداؐ کی بیٹیوں کے جسم کا کپڑا ابھی چھین لیا جائے گا۔ ناس ہو جائے اس حکومت طاغوت کا۔ "یا لثارات رسول اللہ"

اے طالبان انتقام رسول خدا!

اس کا شوہر قریب آیا اور ہاتھ پکڑ کر اپنے خیمے میں واپس لے گیا۔ (۱)

اسی طرح ہفہاف بن مہند کا واقعہ پہلے بیان کیا گیا۔ اس کے علاوہ امام سجادؑ اور جناب زینبؑ کے خطبے ...کوفہ وشام میں۔

ان تمام چیزوں نے انتقام کے بیج بودئے اور لوگوں کو حکومت یزید اور ابن زیاد کے خلاف انتقام پر ابھارا۔

۱۔ لہوف سید بن طاوٴس، ص ۱۳۲

اس راہ میں بہت سے بہادر کھڑے ہوئے، انہوں نے اعتراض کیا اور سلیمان بن صرد خزاعی جیسے لوگوں نے ۶۵ ھ میں قیام کیا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگوں نے بھی.....

ان مدبروں میں سب سے زیادہ جدوجہد کرنے والے جنہوں نے قاتلان حسین کے پاپی سرداروں کوموت کے گھاٹ اتارا، حضرت مختار بن ابی عبید ثقفی تھے۔ یہاں ان کے انتقام کی ایک اجمالی فہرست پر اکتفا کرتے ہیں۔ پہلے اس حدیث پر توجہ فرمائیے:

کوفے کے باشندے منہال بن عمرو کہتے ہیں کہ میں حج کے لئے مکہ گیا، اس کے بعد مدینے میں امام سجادؑ کی خدمت میں حاضری دی، آپ نے مجھ سے پوچھا:

حرملہ بن کاہل اسدی کیا کر رہا ہے؟

میں نے عرض کی: زندہ ہے کوفے میں رہتا ہے۔

امامؑ نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے فرمایا:

"اللھم اذقه حرّ الحديد اللھم اذقه حرّ النار" خدایا! اسے لوہے کا مزہ چکھا۔ خدایا! اسے آگ کا مزہ چکھا۔

منہال کہتے ہیں کہ میں کوفہ واپس آیا تو دیکھا کہ مختار کی حکومت ہے، ان کا چاروں طرف قبضہ ہو گیا ہے، میرا ایک دوست میرا مہمان تھا اس لئے میں مختار سے ملاقات نہ کر سکا۔

چندروز بعد اپنی سواری پر سوار ہو کر مختار سے ملاقات کے لئے گیا۔

ان سے گھر کے باہر ملاقات کی، مجھ سے فرمایا:

اے منہال تم میرے پاس اور میرے پرچم کے نیچے

کیوں نہیں آتے؟ تم نے مجھے مبارکباد بھی نہ دی، نہ میرے قیام میں شریک ہوئے؟

میں نے کہا: میں مکہ گیا ہوا تھا، اسی طرح باتیں کرتے ہوئے ہم میدان کناسہ تک پہونچ گئے، میں نے دیکھا کہ مختار کسی کے انتظار میں ہیں، وہیں ٹھہر گئے تو معلوم ہوا کہ ان کو حرملہ کا پتہ بتایا گیا ہے اور انہوں نے کسی کو حرملہ کی گرفتاری کے لئے بھیجا ہے۔

زیادہ دیر نہ ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ پکڑ کر حرملہ کو لے آرہے ہیں، کچھ لوگ مختار کے

سامنے آکر بولے اے امیر! مبارک ہو حرملہ گرفتار ہو گیا۔

حرملہ کو مختار کے پاس لایا گیا، مختار نے حرملہ سے کہا:

اس خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے تیرے اوپر مسلط فرمایا۔

پھر فرمایا: ''الجزّار ،الجزّار''(ایک لمبی سانس کھینچی)

جزّار آیا تو مختار نے اس سے کہا: حرملہ کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔

اس نے ایسا ہی کیا۔، پھر فرمایا: اس کے پاؤں بھی کاٹ ڈالو۔

اس نے اس حکم پر بھی عمل کیا۔

اس کے بعد مختار چلائے، آگ لاؤ۔

آگ اور لکڑیاں لائی گئیں، انہیں جلا کر خوب شعلہ ور کیا گیا، حرملہ کو اس آگ میں جھونک دیا گیا، وہ جل کر راکھ ہو گیا

میں نے کہا: سبحان اللہ۔

مختار نے کہا: ذکر خدا تو بہتر ہے لیکن تم اس وقت تسبیح کیوں پڑھ رہے ہو؟

میں نے کہا: سفر حج میں امام سجادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

امامؑ نے مجھ سے حرملہ کا حال پوچھا: میں نے کہا وہ کوفہ میں زندہ ہے۔

امامؑ نے ہاتھ بلند کر کے فرمایا: خدایا! اسے آگ اور لوہے کا مزہ چکھا۔

اس وقت آیا تو یہ منظر دیکھا۔

مختار نے پوچھا: کیا تم نے واقعی امام سجادؑ کی یہ بات سنی؟

میں نے کہا: ہاں خدا کی قسم۔

مختار اپنی سواری سے اتر پڑے، دو رکعت نماز پڑھی، اور طویل سجدہ کیا، پھر فرمایا: علی بن الحسینؑ نے لعنت فرمائی اور اس سے بددعا کا نفاذ میرے ہاتھوں ہوا، انہوں نے شکریہ میں روزہ رکھا۔(۱)

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۳۲

دوسری روایت میں ہے کہ حرملہ نے جب موت کا یقین کر لیا تھا مختار سے کہا: اب جبکہ آپ مجھے مار ڈالیں گے اتنی اجازت دیجئے کہ اپنے پاپ بیان کرلوں تا کہ آپ کا دل جلے۔

اے امیر میں تین بھال کے تین تیر لے گیا تھا، انہیں زہر میں بجھایا تھا، ایک سے گلوئے علی اصغر کو حسین کی آغوش میں زخمی کیا، دوسرا تیر قلب حسین پر اس وقت چلایا جب آپ پیشانی کا خون پاک کرنے کے لئے دامن اٹھانے لگے اور آپ کا قلب شگافتہ ہو گیا۔

تیسرے تیر سے عبد اللہ بن حسن کو زخمی کیا، جب وہ امام حسینؑ کی آغوش میں تھے۔ (خدا اور تمام موجودات کی لعنت حرملہ پر)(۱)

مختار کون تھے؟

مختار بن ابو عبید بن مسعود بن عمیر ثقفی ہجرت کے پہلے سال طائف میں پیدا ہوئے، آپ کے والد ابو عبید اللہ ثقفی سپاہ اسلام کے سردار تھے اور خلافت عمر کے زمانے میں جنگ قادسیہ میں قتل ہوئے، مختار اس وقت تیرہ سال کے تھے لیکن محاذ جنگ پر آئے تھے، وہ چاہتے تھے کہ دشمن کی فوج سے لڑیں لیکن باپ نے منع کر دیا۔

مختار ایک جوان مرد، نیک، سخی، مجاہد اور جری شخص تھے، بڑے ہوشمند اور مدبر تھے، باہوش اور عالی ہمت تھے۔

حالات سے نپٹنے کا بڑا اچھا تجربہ تھا، دوسروں کے مقابل معاملہ فہمی ان میں زیادہ دیکھی گئی۔

اصغ بن نباتہ سے نقل ہے کہ میں نے مختار کو بچپن میں حضرت علیؑ کے زانو پر دیکھا آپ اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے اور فرماتے تھے:

"یا کیّس یا کیّس" (اے ہوشمند، اے زیرک)

اسی مناسبت سے ان کے ماننے والوں کو "کیسانیہ" کہا گیا۔

امام باقرؑ فرماتے ہیں:

۱۔ منہاج الدموع، ص ۴۱۱

''لا تسبّوا المختار ،فانّه قتل قتلتنا و طلب ثارنا و زوّج ارملنا ، و قسّم فينا المال علی العسرة''

مختار کو گالیاں نہ دو، اس لئے کہ انہوں نے ہمارے قاتلوں کو قتل کیا، ہمارا انتقام لیا، ہمارے بیواؤں کی شادی کی اور تنگدستی کے زمانے میں ہمیں مال دیا۔

مختار کی حمایت مسلم اور اسیری

مختار کوفے میں رہتے تھے جس وقت حضرت مسلم نمائندہ امام حسینؑ بن کے کوفہ آئے تو مختار نے انکی حمایت میں لوگوں سے بیعت لینے میں بڑی جدوجہد کی، کئی دن ان کے میزبان رہے۔

مختار عراق میں آل محمدؐ کے شیعوں کے مرجع اور فضائل اہلبیتؑ کے ناشر کی حیثیت سے متعارف تھے ، وہ حضرت علیؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے شیفتہ تھے، انہیں دوسروں پر ترجیح دیتے تھے۔(۱)

حضرت مسلم کی شہادت کے وقت مختار کوفے میں نہیں تھے۔ شہادت مسلم کے بعد ابن زیاد نے اکثر شیعوں کو قید کیا تھا، تاکہ امام حسینؑ کی آمد کے موقع پر امام حسینؑ کی حمایت نہ کر سکیں۔ علامہؒ مامقانی لکھتے ہیں کہ جن لوگوں کو قید کیا گیا انکی تعداد ساڑھے چار ہزار تھی، بنابرایں جیسا کہ مشہور ہے اور ابن اثیر سے نقل کیا جاتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی جان کے خوف سے امام حسینؑ کی حمایت نہیں کی اور بعد شہادت امام حسینؑ سبھی پشیمان ہوئے اور سلیمان بن صرد خزاعی کی قیادت میں توابین کے عنوان سے جنگ کی، یہ صحیح نہیں ہے۔(۲)

حضرت مسلم کی شہادت کے بعد مختار کو ابن زیاد کے سامنے لایا گیا ابن زیاد نے ان سے کہا:

اے پسر عبید! تم ہی نے ہمارے دشمنوں کی بیعت کی تھی؟

عمرو بن حریث جو ابن زیاد کا درباری تھا اس نے مختار کی صفائی میں کہا کہ مختار نے ایسا کام نہیں کیا ہے۔

ابن زیاد نے مختار سے کہا: اگر ابن حریث کی گواہی نہ ہوتی تو تمہیں قطعی طور سے قتل کر دیتا۔

۱۔ اقتباس از بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۵۰، ۳۵۳

۲۔ تنقیح المقال، ج ۲، ص ۶۳

پھر مختار کو برا بھلا کہنے لگا، اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ اس سے مختار کو مارنے لگا کہ آپ کی پلکیں زخمی ہوگئیں، پھر حکم دیا کہ انہیں قید خانے میں ڈال دیا جائے، اسی ہنگام میثم تمار بھی قید خانے میں تھے مختار سے فرمایا:

تم ایک دن خروج کروگے اور دشمنوں سے انتقام خون حسینؑ لوگے اور یہ شخص (ابن زیاد) جو ہم لوگوں کو قتل کرنے کے درپئے ہے اسے تم قتل کروگے اور اس کا کٹا ہوا سر تمہارے قدموں کے نیچے ہوگا۔(۱)

اس طرح مختار، شہادت امام حسینؑ کے وقت کوفے کے قید خانے میں تھے، جس وقت امام حسینؑ کا سر کوفے میں ابن زیاد کے پاس لایا گیا ابن زیاد نے اپنی فتح مختار کو دیکھانے کے لئے حکم دیا کہ قید خانے سے مختار کو لایا جائے۔ مختار نے اس مجلس میں شدید گریہ کیا کہ بے ہوش ہوگئے ہوش میں آئے تو ابن زیاد سے کہا:

میں اس دن کے انتظار میں ہوں کہ تمہارا تیّا پانچہ کروں، ابن زیاد نے قتل کا ارادہ کیا لیکن اس کے ندیموں نے صلاح نہ دیکھی اور مختار کو قید خانے میں واپس کر دیا گیا۔

اس کی مزید تفصیل تنقیح المقال ج ۳، ص ۲۰۴ اور فرسان الھیجا، ص ۲۴۲ میں دیکھی جاسکتی ہے۔

واضح رہے کہ مختار کے بارے میں روایات مدح اور روایات مذمت دونوں ہی ملتی ہیں، بزرگ علماء شیعہ نے انہیں سراہا ہے اور مذمت کی روایات مسترد کی ہیں۔

قیام مختار کا آغاز

مختار اسی طرح قید خانے میں رہے، ان کے سینے میں انتقام خون حسین جوش مارتا رہا، یہاں تک کہ اپنی بہن صفیہ جو عبداللہ بن عمر کی زوجہ تھیں، انہیں پوشیدہ طریقے سے خط لکھا کہ اپنے شوہر کو مجبور کرو کہ وہ یزید کو خط لکھیں کہ مختار کو آزاد کیا جائے۔

صفیہ مدینے میں تھیں۔ انہیں زائدہ بن قدّامہ کے ذریعے خط بھیجا، عبداللہ بن عمر نے یزید کو خط لکھا ،یزید نے ابن عمر کی سفارش مان لی اور ابن زیاد کو خط لکھا کہ مختار کو آزاد کردے۔

ابن زیاد نے مختار کو آزاد کر دیا لیکن شرط لگادی کہ تین دن سے زیادہ کوفے میں نہ رہیں ورنہ قتل کر دیا جائے گا۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۵۳

مختار آزاد ہوکر کوفے سے حجاز بھاگ گئے، راستے میں ایک شخص جس کا نام صعقب بن زہیر یا ابن عرق نام کے شخص سے ملاقات ہوئی، اس نے پوچھا: یہ آپ کی آنکھ میں کیا ہوا ہے؟ مختار نے کہا: ابن زیاد نے چھڑی سے مارا جس کی وجہ سے پلکیں زخمی ہیں، خدا مجھے قتل کرے اگر اسے قتل نہ کروں اور اس کے جوڑ جوڑ نہ کاٹوں انتقام خون حسین میں اتنے لوگوں کو قتل کروں گا جتنے یحیٰؑ علیہ السلام کی شہادت میں قتل کئے گئے تھے۔ یعنی ستر ہزار افراد کو قتل کروں گا۔ (۱)

یزید کی ہلاکت

مختار برابر اپنے حالات ٹھیک کرنے کی کوشش میں لگے رہے تا کہ قیام کرسکیں، اسی درمیان جمعرات کے دن ۱۴؍ ربیع الاول ۶۳ھ میں یزید مر گیا، ایک قول کی بناء پر اس نے ۳۸ سال عمر پائی، اس کی مدت خلافت ۲ سال آٹھ ماہ تھی، بعض کہتے ہیں کہ ۳۷ سال عمر تھی۔ اور اس کی مدت سلطنت ۳ سال ۹ مہینے تھی۔

(ایک روایت کے مطابق یزید شکار کے لئے صحرا میں گیا۔ اور وہ اکیلا گیا، اس کے پاؤں رکاب میں پھنس گئے گھوڑا بھاگنے لگا اس طرح اس کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور وہ جہنم واصل ہوگیا (۲)

اسی سال ۶۳ھ میں لوگوں نے حجاز میں عبداللہ بن زبیر کی بیعت کرلی، شام میں مروان بن حکم کی بیعت کی گئی اور بصرہ میں عبیداللہ بن زیاد کی بیعت کی گئی۔

لیکن عراق والے پریشان تھے، وہ سخت پشیمان تھے کہ ہم نے امام حسینؑ کی حمایت کیوں نہ کی، کوفہ اور مضافات کی فضا قیام کے لئے سازگار تھی، سلیمان بن صرد خزاعی جن کی عمر ۹۳ سال تھی، انتقام خون حسین کے لئے کھڑے ہوگئے، بہت سے لوگوں نے ان کی حمایت کی، اس مرد خدا نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ کئی جنگیں لڑیں۔ ہزاروں دشمنوں کو قتل کیا، ان کی جنگوں سے بنی امیہ کے بارے میں یہ خیال ختم ہوگیا کہ انہیں کوئی شکست نہیں دے سکتا، اسی قیام کی وجہ سے مختار کے قیام کی فضا صاف ہوئی انہوں نے ۶۵ھ میں مروان کے زمانہ خلافت میں شہادت پائی، آپ کے سر کو ان کے ساتھیوں کے ساتھ مسیب بن نجبہ نے شام بھیجا۔ (۳)

۱۔ بحار الانوار، نفس المہموم، ص ۳۳۲

۲۔ ترجمہ مقتل ابی مخنف، ص ۲۵۲

۳۔ نفس المہموم، ص ۳۴۰ تا ۳۴۳ و ۳۷۳

مختار کی کامیابی

عبداللہ بن زبیر حجاز پر مسلط تھا، اس نے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ وعراق کا صوبیدار بنادیا تھا، اس کی حکومت وسیع ہوتی جارہی تھی۔

مختار نے حجاز میں عبداللہ بن زبیر سے ملاقات کی اور سمجھ لیا کہ وہ لوگوں سے اپنی بیعت کرانا چاہتا ہے ،وہ خاندان نبوت سے الگ ہے، انہوں نے اسے آل محمدؐ کا حمایتی نہ پایا لیکن ظاہری طور سے اپنی حفاظت اور سیاسی ہوشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حجاز سے کوفہ آگئے، یہاں انہوں نے ہانی ابی حیّہ سے ملاقات کر کے کوفے کے حالات معلوم کئے، اس نے کہا:

اگر کوئی زبردست آدمی پرچم لہرا کر لوگوں کو جمع کرے تو کامیابی کی امید ہے۔

مختار نے کہا: خدا کی قسم! میں ان لوگوں کو حق کی بنیاد پر اپنے گرد جمع کروں گا اور ان کے ہمراہ ہر سرکش ظالم سے جنگ کروں گا....

مختار نے اپنے قوی عزم کے ساتھ کوفے میں قدم رکھا، مسجد میں پہونچے اور نماز پڑھی ،لوگوں نے انہیں دیکھ کر ایک دوسرے سے کہا کہ حتمی طور سے مختار کسی اہم مقصد سے آئے ہیں۔

مختار اپنے گھر میں گئے اور معزز شیعوں کو اپنے گھر میں بلایا ان سے کہا کہ میں محمد حنفیہ کی طرف سے انتقام خون حسینؑ میں ان کے دشمنوں کو قتل کرنے کے لئے آیا ہوں۔

معزز شیعوں نے انہیں رائے دی کہ آپ اس کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اتنا صبر کیجئے کہ سلیمان بن صرد خزاعی کا معاملہ کہاں تک پہونچتا ہے۔

مختار اس راہ میں پوری ہوشمندی اور تدبر کے ساتھ اپنے مقصد کے لئے کام کرتے رہے، آخر کار عبداللہ بن زید (یا عبداللہ بن یزید) اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کہ یہ دونوں عبیداللہ بن زبیر کی طرف سے کوفہ و بصرہ کے گورنر تھے، ان دونوں کے حکم سے قید کر لئے گئے، جس وقت سلیمان بن صرد خزاعی شہید ہوئے مختار اس وقت قید میں تھے۔

مختار اسی قید خانے میں پوشیدہ طریقے سے لوگوں کو خط لکھتے رہے اور ملاقات کرتے رہے، آہستہ

آہستہ کوفہ والوں سے ان کا رابطہ بڑھتا گیا، ابھی وہ قید خانے ہی میں تھے کہ لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔

اپنی بہن کے شوہر عبداللہ بن عمر کی طرف سے ان دونوں گورنروں عبداللہ بن زید اور ابراہیم بن محمد بن طلحہ کو خط لکھا اور انہیں آزاد کرنے کی تشویق کی اور انہوں نے خط کے مطابق ضمانت لے کر قید سے آزاد کر دیا۔

عبداللہ بن زبیر کو جب معلوم ہوا تو اس نے دونوں کو معزول کر دیا، ان کی جگہ پر عبداللہ بن مطیع کو حاکم کوفہ اور حارث بن عبداللہ کو حاکم بصرہ بنا دیا۔

مختار آزاد ہو چکے تھے، لوگ ان سے ملتے رہے، وہ اپنے گھر میں لوگوں سے ملاقات کرتے رہے، گروہ گروہ لوگ آ کر ان سے بیعت کرتے رہے، دھیرے دھیرے ان کی تعداد بڑھ گئی، اسی درمیان بہادر شجاع سردار ابراہیم بن مالک اشتر بھی اپنے بہت سے طرفداروں کے ساتھ مختار سے مل گئے اور سخت جنگ کی نوبت آ گئی۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ حاکم کوفہ عبداللہ بن مطیع جو ابن زبیر کی طرف سے گورنر تھا باجود اس کے کہ اس کے حمایتی بہت زیادہ تھے مختار سے مقابلہ نہ کر سکا، ابن مطیع عورتوں کا لباس پہن کر دارالامارہ سے نکل بھاگا، اس کے ساتھیوں نے مختار سے پناہ طلب کی، انہیں امان دے دی گئی۔

مختار دارالامارہ میں داخل ہوئے، آہستہ آہستہ تمام کوفہ اور مضافات ان کے قبضے میں آ گئے۔

یہ واقعہ حضرت سلمان بن صرد خزاعی کی شہادت کے ایک سال بعد پیش آیا۔(۱)

اس موقع سے فائدہ اٹھا کر مختار نے حکم دیا کہ عمر سعد کے سرکردہ افراد جو خون حسین میں شریک تھے ،قید کر لیا جائے سب کو شدید ترین اذیتوں کے ساتھ ہلاک کر دیا۔

خولی، عمر سعد، شمر، حرملہ...کو سخت سزائیں دیں، منقول ہے کہ مختار نے اٹھارہ ہزار افراد کو جو خون حسینؑ میں شریک تھے قتل کیا۔(۲)

۱۔ بحار الانوار

۲۔ مزید تفصیل کے لئے رجوع کریں، نفس المہموم از ص ۳۶۰ تا ۳۶۸ و فرسان الھیجاء، ج ۲، ص ۲۱۴

ابن زیاد کی ہلاکت

مختار کو خبر ملی کہ ابن زیاد شام میں عظیم لشکر تیار کر رہا ہے اور اس نے کوفہ کی طرف آنے کا ارادہ کیا ہے ،بعض نے لکھا ہے کہ اسکے سپاہیوں کی تعداد اسی ہزار تھی۔

مختار نے اپنا لشکر ابراہیم بن مالک اشتر کی سر کردگی میں روانہ کیا ،زیادہ عرصہ نہ ہوا کہ موصل میں ابراہیم کی قلیل فوج نے ابن زیاد کی بڑی فوج کو شکست دی، دونوں طرف کے بہت سے لوگ قتل ہوئے۔

اس جنگ میں ابراہیم کے ہاتھوں ابن زیاد قتل ہوا۔

ابراہیم کے حکم سے ابن زیاد اور اس کے چند اہم سرداروں کا سر کاٹ کر مختار کے پاس بھیجا گیا، ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک سانپ ظاہر ہوا اور تمام سروں سے گذرتا ہوا ابن زیاد کے سر کے پاس آیا، کبھی اس کی آنکھ میں گھس جاتا ،کبھی اسکے کان میں گھس جاتا ،کبھی اس کی آنکھ میں گھس کر گلے سے باہر آتا، اس سانپ نے متواتر کافی دیر تک ایسا ہی کیا، تمام موجود لوگوں کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہو رہا تھا۔(۱)

اس کے بعد مختار نے ابن زیاد کا سر محمد حنفیہ کے پاس بھیجا، محمد حنفیہ وہ سر امام سجادؑ کے پاس لے گئے ،امام اس وقت کھانا کھا رہے تھے، سجدۂ شکر بجالائے اور فرمایا:

"الحمد للّٰہ الذی ادرک لی ثاری من عدوّی و جزی اللّٰہ المختار خیرا"

تمام تعریفیں اس خدا سے مخصوص ہیں جس نے ہمارے دشمن سے انتقام لیا، خداوند عالم مختار کو جزائے خیر دے۔

جس وقت ہمیں ابن زیاد کے سامنے لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے، میرے بابا کا سر اسکے پاس تھا میں نے دعا کی تھی کہ خدایا مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک ابن زیاد کا سر مجھے نہ دکھا دینا۔(۲)

مختار نے اٹھارہ مہینے حکومت کی۔(۱۴/ربیع الاول ۶۶ھ سے ۱۴/رمضان ۶۷ھ تک) آخر کار ۶۷ سال کی عمر میں عبداللہ بن زبیر کے بھائی مصعب کی فوج سے جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے، اس زمانے میں

۱۔سفینۃ البحار، ج۱ص ۴۳۵۔فرسان الھیجا، ج۲ص ۲۳۹

۲۔معالی السبطین، ج۲ص ۲۶۰۔فرسان الھیجا، ج۲ص ۲۴۰

زیرنظر کتاب

اگر چہ طویل زمانے میں دوسری صدی سے قبل کی بے شمار کتابیں لکھی گئیں، عصر حاضر میں بھی نفس المہموم، مقتل المقرم جیسی اچھی کتابیں لکھی گئیں لیکن ان کے مطالب منتشر ہیں اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ مطالب کو منظّم و مرتب شکل میں پیش کیا جائے اور ان منتشر مطالب سے متعلق اشعار اور مدارک کو بھی پیش کیا جائے اور طلبہ مداحوں اور مرثیہ خوانوں کی خدمت میں ایک مرتب اور جامع کتاب کی ضرورت تھی اسی لئے یہ کتاب لکھی گئی، امید ہے کہ اسی خلاء کو پُر کرنے کی طرف اقدام ثابت ہوگی۔

ملحوظ رہے کہ اس کتاب میں معالی السبطین ، کبریت الاحمر ، اسرار الشہادۃ ،روضۃ الشہداء ، دمعۃ الساکبہ ،منتخب طریحی اور تذکرۃ الشہداء جیسی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جن کا معتبر ہونا چنداں واضح نہیں ۔اگر چہ ان متذکرہ کتابوں سے جو مصائب نقل کئے گئے ہیں انہیں واقعاتی تناسب کے تحت درج کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔

۱۔ ذکر مصائب چہاردہ معصومینؑ

۲۔ ذکر مصائب شہداء کربلا تا ہنگام شہادت

۳۔ حوادث دلسوز بعد شہادت امام حسینؑ، کربلا سے شام و مدینہ تک

خدایا! ہماری زندگی اور موت آل محمدؐ کی زندگی و موت کے مطابق قرار دے۔

محمد محمدی اشتہاردی
حوزۂ علمیہ قم

مصعب عبداللہ بن زبیر کی طرف سے حاکم بصرہ تھا۔

کوفے میں مختار کی قبر شریف حضرت مسلم کے روضے کی راہداری میں واقع ہے۔

لشکر یزید میں ہونے کا عذاب دردناک

تمام قاتلان حسینؑ اور لشکر یزید میں شریک افراد کو سخت ترین عذاب بھگتنا پڑا، کچھ مختار کے حکم سے اور کچھ عظیم بلاؤں میں گرفتار ہوئے۔

آخر کتاب میں اس عبرت انگیز واقعہ پر توجہ فرمائیے!!

عبداللہ بن دیاح سے نقل ہے کہ میں نے ایک اندھے کو دیکھا جو خون حسین میں شریک تھا، پوچھا: تم اندھے کیوں ہو گئے؟

جواب میں بولا کہ میں عاشور کے دن عمر سعد کے لشکر میں تھا لیکن نہ تیر چلایا اور نہ نیزہ۔ نہ تلوار چلائی ،شہادت حسین کے بعد گھر واپس آ گیا نماز عشاء پڑھ کے سویا تو خواب میں ایک شخص میرے پاس آیا اور کہا کہ رسول خداؐ تجھے بلا رہے ہیں، ابھی چلو

میں نے کہا: مجھے رسول خداؐ سے کیا کام؟

اس نے میرا گریبان پکڑا اور کھینچتا ہوا رسولؐ کی خدمت میں لے گیا ناگاہ میں نے دیکھا کہ رسول خداؐ ایک صحرا میں بیٹھے ہیں۔ آستین چڑھائے ہوئے ہیں۔ ہاتھ میں ایک ہتھیار ہے۔ آپ کے سامنے ایک فرشتہ کھڑا ہے۔ ایک آتشی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ میرے نو ساتھیوں کو تلوار سے کاٹ کر وہ فرشتے آگ میں ڈال دیتے تھے۔ میں اسی حالت میں حاضر خدمت ہوا۔ دوڑا تو بیٹھ گیا میں نے سلام کیا۔ آپ پر سلام اے خدا کے رسول!

آنحضرتؐ نے مجھے جواب سلام نہ دیا، کافی دیر تک سر جھکائے رہے، پھر سر اٹھا کر فرمایا: اے دشمن خدا ،تو نے میرا احترام ختم کر دیا میرے خاندان کو قتل کیا۔ میرے حق کا خیال نہ کیا جو کچھ کیا کیا۔

میں نے عرض کی: اے رسول خداؐ! خدا کی قسم، میں نے نہ تلوار چلائی نہ نیزہ نہ تیر چلایا۔ فرمایا: تو نے سچ کہا: لیکن لشکر میں اضافہ تو کیا، میرے قریب آ۔

میں نزدیک گیا تو خون سے بھرا طشت سامنے تھا، جس میں امام حسینؑ کا خون تھا، فرمایا: یہ میرے

فرزند کا خون ہے، اس خون سے میری آنکھ میں سلائی پھیری، میں خواب سے بیدار ہوا، تو معلوم ہوا کہ اندھا ہوں۔ اس وقت سے آج تک کچھ نظر نہیں آتا۔(۱)

خدایا! چہاردہ معصومینؑ کے حق، مظلومیت اور شہداء واسراء اہل حرم کے صدقے میں مجھے سچے اور مخلص دوستوں اور پیروں میں قرار دے اور قیامت میں میری شفاعت فرما۔ آمین رب العالمین۔

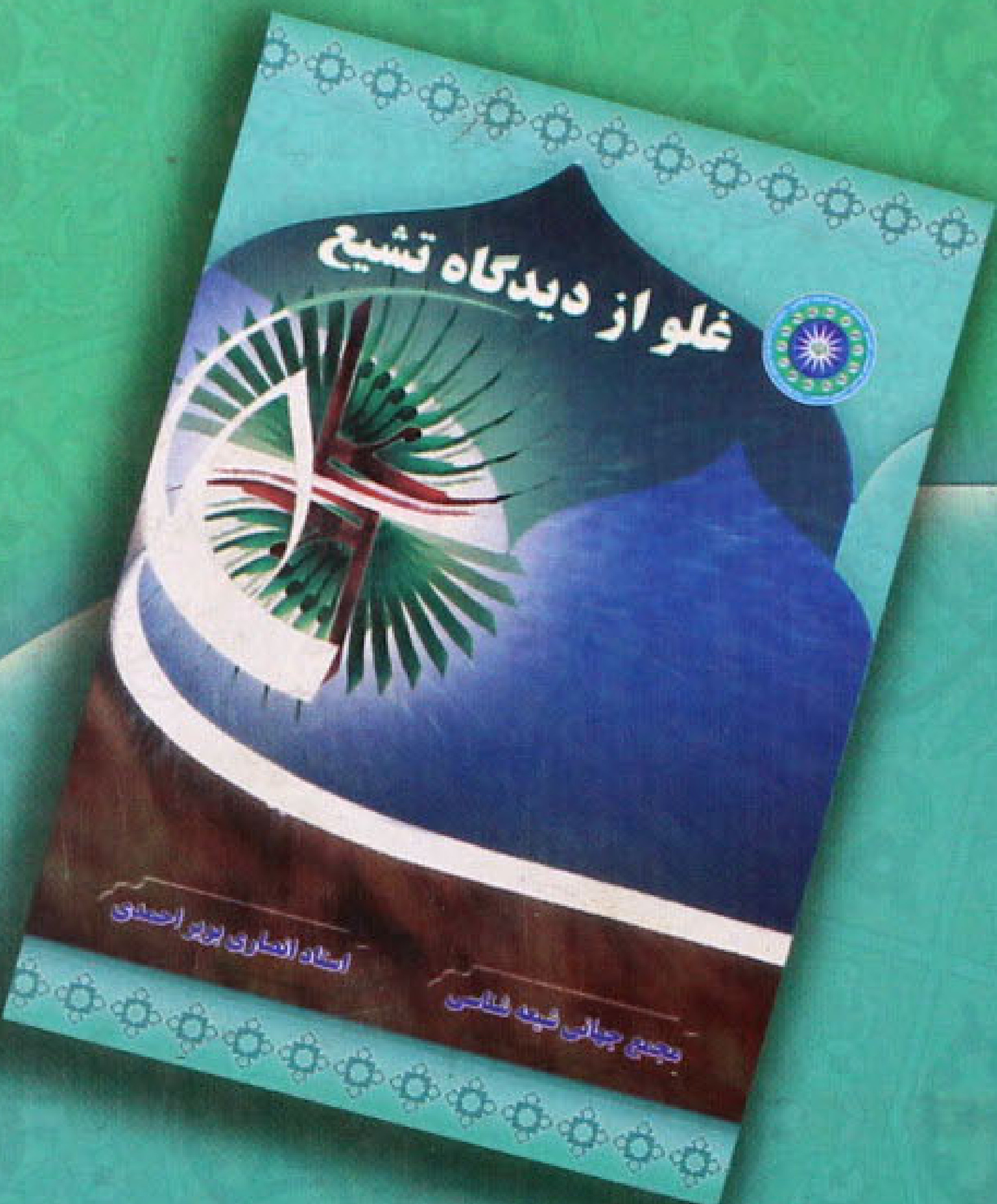
سید علی اختر رضوی گوپال پوری

۱۲/ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۱۹ھ

۹/ بجے شب

ا۔ اللہوف، ص ۱۲۱، بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۳۰۶

انتشارات
آشیانه مهر





مجمع جهانی شیعه شناسی

THE WORLD CENTER FOR SHIITE STUDIES

اَلمَجمَعُ العالَمِيُّ لِمَعرِفَةِ الشيعَةِ وَالتَشَيُّع

www.ShiaStudies.com

info@ShiaStudies.com

قم/۴۵ م عمار یاسر/ پ ۹۰/ص.پ ۶۴۴-۳۷۱۸۵

تلفن:۷۷۱۳۷۷۳-۷۷۵۶۰۹۲/دورنگار:۷۷۱۳۷۷۴

مصائب آل محمدؐ

حصّہ اول

ذکر مصائب چہاردہ معصومین

معصوم اوّل حضرت رسول خداؐ کے مصائب

رسول خداؐ روز جمعہ ۱۷ ربیع الاول ۵۷۱ء بعثت کے چالیس سال قبل مکہ میں پیدا ہوئے۔

اور بروز دوشنبہ ۲۸ صفر ۱۱ھ ترسٹھ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی، آپ کا روضہ مبارک مدینہ میں ہے۔

جنگ خیبر کے موقع پر جو ہجرت کے آٹھویں سال ہوئی ایک یہودی عورت نے دست گوسفند میں زہر ملا کر آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا اور آنحضرت کی اسی زہر سے وفات ہوئی، اگر چہ رسول خداؐ بہت جلد متوجہ ہو گئے اور آپ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا تھا لیکن کبھی کبھی اس زہر کا اثر ظاہر ہوتا رہتا تھا۔ آخر اس زہر کے اثر سے آپ صاحب فراش ہوئے اور رحلت فرمائی۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خداؐ مرض کی حالت میں تھوڑی دیر کے لئے بیہوش ہوئے اسی وقت دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔

جناب فاطمہؑ نے پوچھا: کون ہے؟

کہا گیا: مرد مسافر ہوں، رسول خداؐ سے کچھ پوچھنے آیا ہوں، بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت ہے؟

فاطمہؑ نے فرمایا: واپس جاؤ۔ خدا تمہیں بخشے اس وقت رسول خداؐ بیمار ہیں۔ وہ مسافر واپس گیا۔

تھوڑی دیر بعد پھر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا اور بولا۔ ایک مسافر ہے۔ رسول خداؐ سے حاضری کی اجازت چاہتا ہے۔ کیا مسافر کو حاضر ہونے کی اجازت ہے؟

اسی وقت رسول خداؐ نے غش سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: پیاری فاطمہؑ! جانتی ہو یہ کون ہے؟ یہ وہ

ہے کہ جمیعتوں کو پراگندہ کرتا ہے، لذتوں کو برباد کرتا ہے، یہ موت کا فرشتہ (عزرائیل) ہے۔ خدا کی قسم مجھ سے پہلے اس نے کسی سے اجازت نہیں لی، میرے بعد بھی کسی سے اجازت نہیں لے گا، خدا کے نزدیک میرے وقیع مرتبے کی وجہ سے مجھ سے اجازت مانگ رہا ہے، اسے آنے کی اجازت دیدو۔

فاطمہؑ نے کہا: اندر آؤ۔ خدا تمہیں بخشے۔

عزرائیل مانند نسیم، نرمی سے اندر داخل ہوئے اور کہا:

السلام علی اھل بیت رسول اللّٰہ (رسول خداؐ کے اہلبیتؑ پر سلام) (۱)

رسولؐ نے فاطمہؑ کو تسلی دی

جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ فاطمہؑ رسول خداؐ کے سرہانے بیٹھی تھیں۔ آپ نے تڑپ کر فرمایا:

و اکرباہ لکربک یا ابتاہ (ہائے واویلا آپ کی مصیبت پر اے باباجان)

رسول خداؐ نے فاطمہؑ سے فرمایا: آج کے بعد پیغمبر کو کوئی رنج نہیں ہے۔ اے فاطمہؑ! وفات رسول پر نہ گریبان چاک کرنا، نہ منھ پر طمانچے لگانا، نہ واویلا کہنا۔ لیکن تم وہی کہو جو رسولؐ نے اپنے فرزند ابراہیم کے موت پر کہا تھا۔ (آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل درد سے بھر جاتا ہے، لیکن وہ بات نہیں کہوں گا جس سے خدا ناخوش ہو اور اے ابراہیم ہم تمہاری مصیبت میں غمزدہ ہیں)۔ (۲)

فاطمہؑ رسولؐ کی آخری گھڑیوں میں

شیخ مفید روایت کرتے ہیں کہ اس کے بعد رسول خداؐ کی بیماری سخت وشدید ہوگئی، امیر المومنینؑ آپ کے سرہانے تھے، آپ انتہائی نزدیک تھے جس وقت روح بدن سے مفارقت کر رہی تھی رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا: میرا سر اپنی گود میں لے لو کیونکہ امر الٰہی پہونچ گیا، جب میری روح نکلے تو مجھے اپنے سے لپٹا لینا پھر مجھے قبلہ رو لٹا دینا اور غسل وکفن کے تمام کام تم خود انجام دینا۔ لوگوں

۱۔ انوار البہیہ ص ۱۶، ۱۷، کحل البصر ص ۱۹۲

۲۔ کحل البصر، ص ۱۹۳

سے پہلے تم ہی میری نماز جنازہ پڑھنا۔ جب تک مجھے دفن نہ کر لینا مجھ سے جدا نہ ہونا اور خدا سے مدد طلب کرنا۔

حضرت علیؑ نے آنحضرتؐ کا سر اپنے دامن میں لیا اسی وقت رسول خداؐ پھر بیہوش ہو گئے ۔ حضرت فاطمہؑ نے خود کو آنحضرتؐ پر گرادیا، انہیں دیکھ کر نوحہ پڑھنے لگیں ۔ اور حضرت ابو طالب کا یہ شعر پڑھنے لگیں:

و ابیض یستسقیٰ الغمام بوجھہ ثمال الیتامیٰ عصمة للارمل

(وہ سفید چہرے والے جن کی برکت سے لوگ طلب باراں کرتے ہیں، وہ یتیموں کی فریادرس اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہیں)

رسول خداؐ نے آنکھیں کھولیں اور کمزور آواز میں فرمایا: پیاری بیٹی ! یہ تو تیرے چچا ابو طالب کا شعر ہے، اسے نہ پڑھو بلکہ یہ آیت پڑھو:

و ما محمد الّا رسول ......علی اعقابکم ؟ (۱)

محمدؐ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ رسول ہیں ۔ ان سے پہلے اور رسول بھی گذر چکے ہیں ۔ پھر کیا اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دئے جائیں تو تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟

اس درمیان فاطمہ کا طویل گریہ شروع ہو گیا ۔ رسول خداؐ نے انہیں اشارہ سے پاس بلایا فاطمہؑ نزدیک آئیں تو رسول خداؐ نے آہستہ سے ان سے کوئی بات کہی جسے سن کر فاطمہؑ کا چہرہ کھل اٹھا۔ اسی وقت رسولؐ کی روح قبض کر لی گئی ۔ حدیثوں میں ہے کہ فاطمہؑ سے پوچھا گیا کہ رسول خداؐ نے آہستہ سے تم سے کیا کہا تھا جو تمہارخوشی کا باعث بنا ہے؟

فرمایا: رسول خداؐ نے مجھے خبر دی کہ اہلبیتؑ میں سب سے پہلے میں ان سے ملحق ہوں گی، کچھ ہی زمانہ گذرے گا کہ بابا سے مل جاؤں گی ۔

یہی خوش خبری میری خوشی کا باعث ہوئی ۔ (۲)

۱۔ سورۂ آل عمران/۱۴۴

۲۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۱ص ۱۷۶

حسنؑ و حسینؑ آغوش رسولؐ میں

شیخ صدوقؒ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جس وقت حسنؑ و حسینؑ روتے اور نالہ وفریاد کرتے گھر میں داخل ہوئے تو اپنے کو رسول خداؐ پر گرا دیا حضرت علیؑ نے چاہا کہ انہیں آنحضرتؐ سے الگ کریں کہ رسول خداؐ نے غش سے آنکھیں کھولیں اور فرمایا: اے علیؑ چھوڑ دو میں انہیں سونگھ لوں اور یہ مجھے سونگھ لیں، میں ان کے دیدار سے توشہ فراہم کروں اور یہ میرے دیدار سے توشہ فراہم کریں، سن لو کہ یہ دونوں میرے بعد ظلم وستم برداشت کریں گے اور مظلومانہ قتل کئے جائیں گے۔ اس کے بعد تین بار فرمایا: ان دونوں پر ظلم کرنے والوں پر خدا لعنت کرے۔ پھر اپنے ہاتھ پھیلائے اور علیؑ کو اپنی طرف بلایا اور انہیں اپنی چادر میں لے لیا جو رسول خدا کے اوپر پڑی ہوئی تھی، اپنا منھ ان کے منھ پر رکھ لیا اور بہت دیر تک ان سے راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کی روح بدن شریف سے پرواز کر گئی۔ اس وقت علیؑ نے اپنے کو رسولؐ کی چادر سے باہر نکالا اور فرمایا:

"اعظم اللہ اجورکم فی نبیّکم"

(خداوند عالم تم کو تمہارے رسولؐ کے سوگ میں اجر عظیم عطا کرے)

خدا نے انہیں اپنے پاس بلا لیا، جیسے ہی علیؑ نے فرمایا گھر والوں کی صدائے گریہ و نالہ وفریاد بلند ہوگئی۔(۱)

فراق رسولؐ میں علیؑ و فاطمہؑ کا مرثیہ

رحلت پیغمبرؐ تمام مسلمانوں خاص طور سے بنی ہاشم اور خصوصاً علیؑ (۲) و زہراؑ کے لئے جانگداز اور جگر سوز تھی جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

علیؑ نے یہ اشعار کہے:

"الموت لا والداً..."

موت نہ تو کسی پدر کو چھوڑتی ہے نہ کسی پسر کو اور یہ بات ہمیشہ ہوتی رہے گی یہاں تک کہ ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا۔

۱۔ کحل البصر، ص ۱۹۴

۲۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لئے نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۲۳۵ کی طرف رجوع کریں

موت نے رسول خداؐ تک کو امت کے لئے نہ چھوڑا، اگر خدا نے ان سے پہلے کسی کو ہمیشہ باقی رکھا ہوتا تو انہیں بھی باقی رکھتا۔

ہم ناگزیر طور سے تیر موت کا نشانہ ہیں جو کبھی خطا نہیں کرسکتی، اگر کوئی موت کے تیر سے آج بچ رہا ہے تو کل نہ بچے گا۔(۱)

فراق پدر میں حضرت زہرا کا حزن واندوہ بہت زیادہ تھا، وہ مرثیہ پڑھ کر اس قدر روتی تھیں کہ در و دیوار آنسو بہاتے تھے۔(۲)

آپ کے بہت سے اشعار میں سے دو یہ ہیں۔

''ماذا علیٰ من شمّ ...''

جو شخص خاک مرقد رسول کو سونگھ لے اگر وہ طویل عرصے تک کوئی خوشبو نہ سونگھے تو کیا؟ یعنی آخر عمر تک یہی خوشبو اس کے لئے کافی ہے دوسری کسی خوشبو کی ضرورت نہیں۔

مجھ پر مصائب اس طرح انڈیل دیئے گئے کہ اگر وہ دنوں پر انڈیلے جاتے تو سیاہ راتوں میں بدل جاتے۔

انس بن مالک کہتے ہیں رسول خداؐ کا جنازہ دفن کرنے کے بعد فاطمہؑ نے مجھے دیکھا اور غم انگیز انداز میں فرمایا: ''اے انس تمہارے دل نے کیسے قبول کیا کہ رسولؐ کے چہرۂ نازنین پر مٹی ڈال دی''۔ پھر روتے ہوئے فرمایا: ''ہائے بابا۔ ہائے میرے بابا۔ کہ دعوت حق قبول کی اور خدا نے اپنے پاس بلالیا۔''(۳)

قبر رسولؐ پر جناب زہرا نے یہ اشعار بھی پڑھے۔

نفسی علیٰ زفراتھا ....

باباجان! میری جان غم واندوہ کی وجہ سے سینے میں گھٹ رہی ہے، اے کاش فوراندوہ سے نکل جاتی، باباجان! آپ کے بعد تو زندگی میں کوئی بھلائی نہیں۔ میں اس خوف سے رو رہی ہوں کہ کہیں آپ کے بعد یہ زندگی طویل نہ ہوجائے۔(۴)

۱۔ انوار البہیۃ محدث قمی، ص ۲۴

۲۔ اس سلسلے میں بیت الاحزان کے آخر میں مراجعہ کریں

۳۔ کحل البصر، ص ۲۰۳

۴۔ بیت الاحزان، ص ۹۴

معصوم دوم حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے مصائب

حضرت صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہراؑ نے عین طلوع فجر کے وقت بروز جمعہ ۲۰ / جمادی الثانیہ بعثت کے پانچویں سال دنیا میں آنکھ کھولی اور ہجرت کے دوسرے سال جبکہ آپ کی عمر تقریباً ۹ / سال تھی حضرت علیؑ سے (جن کا سن اس وقت تقریباً پچیس سال تھا) آپ کی شادی ہوئی۔ آپ کے پانچ فرزند ہوئے۔ حسنؑ، حسینؑ، زینبؑ، ام کلثوم اور محسنؑ۔

آپ کے پدر حضرت رسول خداؐ اور مادر جناب خدیجہؑ تھیں۔ آپ نے مغرب و عشا کے درمیان تین جمادی الثانیہ سنہ ۱۱ھ اٹھارہ سال کی عمر میں شہادت پائی۔ آپ کا مرقد شریف مدینہ میں ہے اور تین جگہوں میں سے کوئی ایک جگہ (رسولؐ کے پہلو میں، قبرستان بقیع اور منبر و قبر رسولؐ کے درمیان مسجد النبیؐ میں) آپ کی قبر ہے۔

رسول خداؐ کی رحلت کے بعد جناب فاطمہؑ پر بہت زیادہ مصائب ڈھائے گئے، آپ رسول خداؐ کے بعد حضرت علیؑ کی طرفدار تھیں اور اس راہ میں آخر عمر تک حضرت علیؑ کی حمایت کی اور ان کا دفاع فرمایا اور اس راہ میں اپنی جان تک دیدی، آپ بعد رسولؐ ۷۵ دن یا ۹۵ دن سے زیادہ زندہ نہ رہیں لیکن اتنی ہی مدت میں آپ پر اس قدر مصائب ڈھائے گئے کہ ان کے بیان سے قلم عاجز ہے۔

فاطمہؑ پر دیوار و در کا فشار

رسولؐ کی رحلت کے بعد ایسے حالات پیش آئے کہ ابوبکر کی بیعت کر لی گئی، حضرت علیؑ جو رسولؐ کے برحق جانشین تھے گھر سے باہر نہ نکلے اور وصیت رسولؐ کے مطابق گھر میں قرآن جمع کرتے رہے۔

عمر نے ابوبکر سے کہا: تمام لوگوں نے آپ کی بیعت کر لی ہے سوائے اس شخص (علیؑ) اور اس کے گھر والوں کے۔ کسی کو ان کے پاس بھیجئے کہ وہ آئیں اور بیعت کریں۔

ابوبکر نے عمر کے چچیرے بھائی جس کا نام قُنفذ تھا اسے اس کام کے لئے منتخب کیا اور اس سے کہا: علیؑ کے پاس جاؤ اور کہو کہ دعوت خلیفۂ رسولؐ پر لبیک کہو۔

قنفذ کئی بار علیؑ کے پاس گیا اور ابو بکر کی بات پہونچائی لیکن علیؑ نے ابو بکر کے پاس جانے سے انکار کیا۔

عمر غصّے میں اٹھے اور خالد بن ولید اور قنفذ کو بلا کر حکم دیا کہ آگ اور لکڑی لے آئیں، انہوں نے عمر کی بات مانی اور آگ لکڑی لیکر عمر کے ساتھ خانۂ زہراؑ کی طرف چلے۔ فاطمہؑ پس دیوار تھیں، رحلت رسولؐ کی وجہ سے ابھی آپ کے سر پر شال عزا تھی، اس سوگ میں آپ بہت کمزور ہوگئی تھیں۔ عمر نے دروازے پر پہونچ کر ہاتھ مارا اور بلند آواز میں کہنے لگا:

اے ابو طالب کے بیٹے! دروازہ کھولو۔

فاطمہؑ نے فرمایا: ''اے عمر! تمہیں ہم سے کیا سروکار، ہم تو سوگ میں ڈوبے ہوئے ہیں، ہمیں ہمارے حال پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟''

عمر نے کہا: ''دروازہ کھولو ورنہ تمہارے سامنے اسے جلا دوں گا۔''

فاطمہؑ نے بہت سمجھایا لیکن عمر اپنے ارادے سے باز نہ آئے پھر آگ منگائی اور گھر میں آگ لگا دی۔ جب دروازے کا نصف حصہ جل گیا تو اسے جھٹکا دیا۔ اس طرح فاطمہؑ کا جسم نازنین در و دیوار کے فشار میں آگیا۔(۱)

معاویہ کو خط لکھتے ہوئے عمر نے اپنے اور فاطمہؑ کے درمیان متذکرہ برتاؤ کا اس طرح تذکرہ کیا ہے۔

فاطمہؑ پس دیوار تھیں، میں نے کہا: اگر علیؑ بیعت کے لئے گھر سے باہر نہ نکلے تو میں ڈھیر ساری آگ اور لکڑی لاکر اس گھر اور گھر والوں کو جلا ڈالوں گا یا پھر علیؑ کو بیعت کے لئے مسجد میں گھسیٹ کر لے جاؤں گا۔ اس وقت میں نے قنفذ سے تازیانہ لے کر فاطمہؑ کو مارا، پھر میں نے خالد بن ولید سے کہا: ''تم دوسروں کے ساتھ لکڑی لے آؤ اور فاطمہؑ سے کہا کہ میں گھر میں آگ لگا دوں گا۔ اسی وقت گھر کے اندر فاطمہؑ کا ہاتھ برآمد ہوا جو مجھے گھر میں داخل ہونے سے روک رہا تھا۔ میں نے ہاتھ ہٹایا اور دروازے کو جھٹکا دیا اور فاطمہؑ کے ہاتھ پر تازیانہ مارا تاکہ وہ دروازہ چھوڑ دیں۔ تازیانہ لگتے ہی وہ شدت درد سے چیخ پڑیں اور اس طرح رونے اور چلانے لگیں کہ قریب تھا کہ میرا دل نرم پڑ جائے اور میں واپس ہو جاؤں، لیکن اسی وقت مجھے کینۂ علیؑ اور ان کا حریصانہ طریقے سے قریش کو قتل کرنا یاد آگیا... میں نے دروازے پر زور سے پیر مارا لیکن فاطمہؑ دروازے کو زبردست

۱۔ کتاب سلیم بن قیس و بیت الاحزان ص ۹۰

طریقے پر تھامے ہوئی تھیں کہ دروازہ کھل ہی نہیں رہا تھا، جس وقت میں نے دروازے پر زور سے پیر مارا تو فاطمہؑ کی چیخ سنائی دی، یہ صدائے نالہ ایسی تھی کہ میں نے گمان کیا کہ مدینہ اتھل پتھل ہو گیا، شدت درد سے فاطمہؑ فریاد کر رہی تھیں۔

"یا ابتاه یا رسول اللهؐ هکذا یفعل بحبیبتک و ابنتک آه یا فضة الیک فخذینی فقد و الله قتل ما فی احشائی من حمل"

ہائے بابا جان! اے رسول خداؐ آپ کی محبوب و پیاری بیٹی کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا جارہا ہے، آہ اے فضہ! ذرا مجھے تھام لو کہ خدا کی قسم میرے رحم میں فرزند قتل کر دیا گیا۔

میں نے اسی وقت دروازے کو پھر جھٹکا دیا، اور وہ کھل گیا جس وقت میں گھر میں داخل ہوا فاطمہؑ اسی درد کی حالت میں کراہتے ہوئے میرے سامنے بیٹھ گئیں، لیکن مجھے اس قدر شدید غصہ تھا کہ جیسے میری آنکھوں پر پردے پڑے ہوں میں نے فاطمہؑ کو ایسا طمانچہ مارا کہ وہ زمین پر گر کر بیہوش ہو گئیں۔...(۱)

حضرت فاطمہؑ کی وصیتیں

امیرالمومنینؑ نے فاطمہ کے سرہانے ایک خط دیکھا، اسے اٹھا کر پڑھا، اس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ فاطمہؑ بنت رسولؐ کی وصیت ہے۔

۱۔ فاطمہؑ گواہی دیتی ہے کہ کوئی معبود سوائے خدا کے نہیں ہے۔

۲۔ اور محمدؐ خدا کے بندے اور رسولؐ ہیں۔

۳۔ بہشت و دوزخ حق ہے۔ اور مردوں کو زندہ ہونے اور قیامت برپا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۴۔ اے علیؑ! میں فاطمہ بنت محمدؐ ہوں کہ خدا نے مجھے آپ کی زوجہ قرار دیا تا کہ دنیا و آخرت میں آپ کے ساتھ رہوں آپ دوسروں کی بہ نسبت میرے نزدیک شائستہ تر ہیں۔ مجھے شب میں حنوط اور غسل دیجئے، شب ہی میں مجھ پر نماز پڑھئے اور دفن کر دیجئے، کسی کو بھی خبر نہ کیجئے آپ کو خدا کے سپرد کرتی ہوں اور اپنے بیٹوں پر قیامت تک سلام بھیجتی ہوں۔(۲)

۱۔ دلائل الامامہ طبری، ج ۲۔ بحار الانوار قدیم، ج ۸، ص ۲۲۲۔ بیت الاحزان ص ۹۶، ۹۷

۲۔ روایت کا فقرہ ہے کہ "حنّطنی و غسّلنی و کفّنی باللیل و صلّ علیّ و ادفنی باللیل"

رسولؐ کے چچا عباس نے فاطمہؑ کی عیادت کی

جس وقت حضرت فاطمہؑ بستر شہادت پر تھیں۔ ایک دن عباس عیادت کے لئے خانۂ زہراؑ پر آئے، کنیزوں نے ان سے کہا: زہراؑ کی حالت ٹھیک نہیں، حالت یہ ہے کہ کسی کو بھی ملاقات کی اجازت نہیں دیتیں۔

عباس لوٹ گئے اور کسی شخص کے ذریعے امیر المومنینؑ کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا، اے بھتیجے! تمہارا چچا سلام کہتا ہے۔ خدا کی قسم! رسولؐ کی حبیبہ، نور چشم فاطمہؑ کی بیماری کا سنکر اس قدر اندوہگیں ہوں کہ میری حالت دگرگوں ہے، میرے خیال میں وہی سب سے پہلے رسول خداؐ سے ملحق ہوں گی اور آنحضرتؐ نے انہیں کو بہشت کے بہترین درجے کے لئے چنا اور اپنے پاس بلایا ہے۔ اگر فاطمہؑ کی رحلت کا وقت آ گیا ہے تو مجھے اجازت دو کہ مہاجرین وانصار کو مطلع کروں تا کہ لوگ ان کی نماز اور تشیع جنازہ کے لئے جمع ہوں اور اجر پائیں، یہ کام شعائر اسلامی کے لحاظ سے مناسب اور نیک ہے۔

حضرت علیؑ نے عباس کی وفاداری اور محبت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا! میں آپ سے تقاضہ کرتا ہوں کہ ایسا کام نہ کریں کسی کو اطلاع نہ دیں، مجھے معاف کریں کیونکہ مجھے فاطمہؑ نے وصیت کی ہے کہ ان کے امور کو پوشیدہ رکھوں۔ (۲)

انہوں نے وصیت کی ہے کہ جنازہ کو رات میں غسل وکفن دوں اور نماز پڑھ کر رات ہی میں دفن کردوں۔

وضاحت کے لئے عرض کیا جاتا ہے کہ اگر ہم حضرت زہراؑ سے پوچھیں: آپ نے حضرت علیؑ سے وصیت فرمائی کہ مجھے رات میں دفن کیجئے۔ یہ وصیت خود آپ کے دل کے لئے تھی کہ آپ نہیں چاہتی تھیں کہ جنہوں نے آپ پر ظلم کیا ہے، آپ کا حق غصب کیا ہے وہ آپ کے دفن وکفن میں شریک ہوں۔

لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے یہ کیوں وصیت کی کہ رات ہی میں مجھے غسل دیں۔ شاید جواب ملے کہ یہ وصیت علیؑ کی خاطر سے تھی۔ کیونکہ آپ جانتی تھیں کہ رات کی تاریکی سے علیؑ آپ کے وہ زخم نہ دیکھ سکیں گے جو دشمنوں سے آپ کو پہونچے اور ان کا داغ تازہ ہو جائے۔

۱۔ بیت الاحزان ص ۱۵۲

۲۔ امالی شیخ مفید۔ بحار الانوار، ج ۴۳، ص ۲۱۰

ہاں فاطمہؑ کو فکر تھی علیؑ کے غم کی۔ امام محمد باقرؑ اپنے آباء کرام سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہؑ نے سخت گریہ کیا، علیؑ نے پوچھا: کیوں روتی ہو؟ فاطمہؑ نے جواب دیا "**ابکی لما تلقی بعدی**" (میں اس لئے رو رہی ہوں کہ میرے بعد ایک بڑے مصائب جھلیں گے)

علیؑ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا: گریہ نہ کرو خدا کی قسم یہ حادثے خدا کی راہ میں میرے لئے بہت معمولی ہیں۔ ("**لا تبکی فو اللّٰہ ان ذلک لصغیر عندی فی ذات اللّٰہ**"(۱)

شہادت زہراؑ کی غم انگیز گھڑی

ابورافع کی زوجہ سلمٰی کہتی ہے کہ میں فاطمہؑ کی آخری گھڑیوں میں رات دن تیمارداری کرتی تھی، ایک دن ان کی حالت بہتر ہوئی تو مجھ سے فرمایا: تھوڑا پانی لاؤ کہ غسل کروں۔

میں نے پانی لاکر دیا اور غسل میں مدد پہونچائی۔ فاطمہؑ نے غسل کر کے فرمایا: میرا بستر وسط خانہ میں بچھادو پھر آپ بستر پر رو بہ قبلہ لیٹ گئیں اور فرمایا: آج میں دنیا سے رخصت ہو رہی ہوں (خیال رہے کہ ضربت کے بعد آپ چالیس روز تک بستر پر رہیں) پھر آپ نے اپنا ہاتھ سر کے نیچے رکھا اور دنیا سے رخصت ہو گئیں۔

اسماء بنت عمیس کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت فاطمہؑ کا وقت احتضار آیا، اپنے کپڑے سے سر ڈھانکا اور فرمایا: ذرا صبر کرو اور میری منتظر رہو، پھر مجھے آواز دینا، اگر تمہارا جواب نہ دوں تو سمجھ لینا کہ میں اپنے بابا کی خدمت میں پہونچ گئی۔

اسماء نے تھوڑی دیر صبر کیا پھر آپ کو آواز دی۔ کوئی جواب نہ ملا تو فریاد بلند کی:

"**یا بنت محمد المصطفیٰ یا بنت اکرم من حملته النساء یا بنت خیر من وطا الحصیٰ**" (اے محمد مصطفیٰؐ کی بیٹی! اے بہترین انسان کی بیٹی، اے زمین پر چلنے والوں میں سب سے بہتر کی بیٹی!!!)

پھر بھی جواب نہ ملا۔ چادر ہٹائی تو سمجھ گئی کہ فاطمہؑ لقائے الٰہی سے ملحق ہو گئیں، اپنے کو چہرۂ فاطمہؑ پر گرادیا اور والہانہ بوسے دینے لگیں پھر عرض کی:

۱۔ بحار الانوار ج ۴۳، ص ۲۱۸

(اے فاطمہؑ! اپنے بابا کی خدمت میں پہونچئے تو میرا سلام پہونچایئے)

اسماء نے اپنے گریبان چاک کئے اور گھر سے سراسیمہ باہر آئیں، گھر کے باہر حسنؑ و حسینؑ پر نظر پڑی انہوں نے پوچھا:

ہماری اماں کہاں ہیں؟

اسماء نے کوئی جواب نہ دیا۔

وہ دونوں گھر میں آئے اور دیکھا کہ رو بہ قبلہ پڑی ہیں۔ حسینؑ نے شانہ ہلایا تو معلوم ہوا کہ اماں دنیا سے رخصت ہوگئیں، اپنے بھائی حسنؑ سے کہا (بھیا! خدا آپ کو والدہ کے سلسلے میں اجر کرامت فرمائے) ''آجرک اللہ فی الوالدۃ'' امام حسنؑ سامنے آئے اور اپنے کو مادر گرامی پر گرادیا، کبھی آپ کا بوسہ لیتے تھے اور کبھی کہتے تھے، اماں مجھ سے بات کیجئے اس سے قبل کہ آپ کی روح بدن سے نکلے۔

امام حسینؑ نے ماں کے پیروں کا بوسہ لینا شروع کیا اور کہتے جاتے تھے، اماں جان! میں آپ کا بیٹا حسین ہوں۔ اس سے پہلے کہ میرا دل ٹوٹ جائے اور میں مرجاؤں، مجھ سے بات کیجئے۔ (۱)

حضرت علیؑ فاطمہؑ کے سرہانے

رات کا وقت تھا، حضرت زہراؑ کی شہادت کے وقت حضرت علیؑ مسجد میں تھے، حسنؑ و حسینؑ مسجد کے طرف دوڑے اور مادر گرامی کی شہادت کی خبر دی۔

حضرت علیؑ اس خبر سے ٹوٹ سے گئے، آپ زمین پر گر پڑے، لوگوں نے آپ پر پانی چھڑکا، جب حالت سنبھلی تو سلگتے اور داغدار دل کے ساتھ اٹھے اور فرمایا:

''بمن العزاء یا بنت محمد کنت بک اتعزّی ففیم العزا من بعدک''۔

اے بنت محمدؐ! کسے تعزیت پیش کروں؟ جب تک تم زندہ تھیں اپنی مصیبتوں پر تمہیں کو تعزیت پیش کرتا تھا۔ اب تمہارے بعد کیسے چین ملے؟

۱۔ بیت الاحزان محدث قمی، ص ۱۵۱

معروف مورخ مسعودی نے حضرت علیؑ کے کچھ اشعار نقل کئے ہیں جسے آپ نے جنازہ زہراؑ پر سوز وگداز کے ساتھ پڑھے۔

"لکلّ اجتماع............"

ہر دو ساتھیوں کا اجتماع سرانجام جدائی سے دوچار ہوتا ہے اور ہر مصیبت فراق وجدائی کے بعد معمولی ہے۔رحلت رسولؐ کے بعد فاطمہؑ کی جدائی اس بات کا ثبوت ہے کہ کوئی دوستی باقی رہنے والی نہیں۔(۱)

جس وقت حضرت علیؑ جسد زہراؑ کو کفن پہنا رہے تھے، بند کفن باندھنے سے پہلے آواز دی۔

"اے ام کلثومؑ، اے زینبؑ، اے فضہؑ، اے حسنؑ اے حسینؑ " **ھلمّوا تزوّدوا من امّکم** " آؤ اور دیدار مادر کا توشہ فراہم کرو کہ یہ وقت فراق ہے۔

حسنؑ وحسینؑ آئے اور آہ ونالہ وفریاد بلند کرنے لگے، اے اماں، جب نانا جان کی خدمت میں پہونچئے تو ہمارا سلام کہئے گا۔ان سے کہئے گا کہ ہم آپ کے بعد یتیم ہوگئے۔آہ۔آہ۔نانا اور مادر گرامی کے فراق میں ہمارا شعلۂ غم کیسے کم ہوگا؟

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں:

"انّی اشھد اللّٰہ انّھا قد حنّت و انّت ...."

میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ فاطمہؑ نے نالۂ جانکاہ بلند کیا اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے اور اپنے فرزندوں کو دیر تک سینے سے چمٹائے رہیں۔

ناگاہ میں نے سنا کہ ہاتف نے آواز دی:

"یا ابا الحسن ارفعھما عنھا فلقد ابکیا و اللّٰہ ملائکۃ السماء" (اے ابوالحسنؑ! حسنؑ و حسینؑ کو ماں کے سینے سے ہٹا لو کیونکہ خدا کی قسم یہ حالت دیکھ کر آسمان کے ملائکہ رو رہے ہیں۔(۲)

۱۔ بیت الاحزان، ص ۱۵۲

۲۔ بیت الاحزان، ص ۱۵۴

حضرت علیؑ قبر فاطمہؑ پر

فتال نیشاپوری کی روضۃ الواعظین میں ہے:

رات گئے حضرت نے جناب فاطمہؑ کا جنازہ گھر سے باہر نکالا۔ آپ کے ہمراہ حسنؑ و حسینؑ، عمار، مقداد، عقیل، زبیر، ابوذر، سلمان، بریدہ اور چند دوسرے خواص بنی ہاشم تھے۔ ان لوگوں نے جنازے پر نماز پڑھی اور آدھی رات کو سپرد لحد کیا، قبر کے اطراف میں آپ نے سات دوسری قبریں بھی بنائیں تاکہ اصل قبر پہچانی نہ جائے اس وقت "ھاج به الحزن فارسل دموعه علی خدّیه" علیؑ کا غم واندوہ ہیجان میں آیا اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

آپ نے قبر رسولؐ کی طرف رخ کر کے کہا:

"السلام علیک یا رسول الله عنّی و عنّ ابنتک النازلة فی جوارک و الشریعة اللحاق بک قلّ یا رسول الله عن صفیّتک صبری ورقّ عنها تجلّدی"

(سلام ہو آپ پر اے خدا کے رسولؐ! میری جانب سے اور آپ کی خدمت میں آنے والی بیٹی کی جانب سے۔ جو بہت جلد آپ سے ملحق ہوگئیں۔ اے خدا کے رسولؐ! آپ کی بیٹی کے فراق میں میرا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ میری طاقت جواب دے گئی۔ انّا للّه و انّا الیه راجعون۔(۱)

امام جعفر صادقؑ اپنے آباء کرام سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے فاطمہؑ کو قبر میں لٹایا اور قبر برابر کی تو تھوڑا سا پانی بھی قبر پر چھڑکا پھر اس کے بعد روتے ہوئے قبر پر بیٹھ گئے۔ بہت دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کے چچا عباس نے آپ کا بازو تھاما اور پکڑ کر گھر لے گئے۔(۲)

۱۔ بیت الاحزان، ص ۱۵۴، ۱۵۵۔ نہج البلاغہ خطبہ ۲۰۲

۲۔ بیت الاحزان ص ۱۵۶

تیسرے معصوم حضرت علی علیہ السلام کے مصائب

حضرت علی بروز جمعہ ۱۳؍رجب، بعثت کے دس سال قبل، خانۂ خدا (کعبہ) میں پیدا ہوئے اور ۱۹؍رمضان المبارک ۴۰ھ کی صبح محراب مسجد کوفہ میں عبدالرحمٰن بن ملجم نے تلوار کا وار کیا، ۲۱؍رمضان المبارک کی رات اسی سال ۶۳؍سال کی عمر میں اپنے گھر کوفہ میں شہادت پائی آپ کی قبر شریف نجف اشرف میں ہے۔

حضرت علیؑ کی پنجسالہ حکومت

جب ۲۷ ذی الحجہ ۳۵ھ کو عثمان قتل کئے گئے تو مدینہ کے مسلمانوں نے متفقہ طور سے حضرت علیؑ کی بیعت کرلی، حضرت نے مسلمانوں کی حکومت سنبھال لی، آپ کی خلافت ورہبری چار سال نو مہینے تک رہی۔

آپ نے اس عرصے میں بے شمار دشمن پیدا کرلئے، ہر ایک اپنے انداز پر آپ کو خلافت سے برطرف کرنے کی سعی کرنے لگا، یہ تین گروہ تھے:

۱۔ قاسطین ... یہ معاویہ اور اس کے حمایتی تھے۔

۲۔ ناکثین ... یہ طلحہ وزبیر اور ان کے حمایتی تھے۔

۳۔ مارقین ... تقدس کا لبادہ اوڑھے کوردل اور کج فہم (جنہیں خوارج کہتے ہیں)۔

پہلے گروہ سے جنگ صفین ہوئی جو حضرتؑ کے خلاف اٹھارہ مہینے تک چلتی رہی۔

دوسرے گروہ سے جنگ جمل بصرے میں ہوئی انہوں نے حضرت کی حکومت میں بڑی دشواریاں کھڑی کیں۔

تیسرا گروہ وہی خوارج کا تھا جنہوں نے حضرت کے خلاف شدید داخلی جنگ چھیڑ رکھی تھی۔ آخر کار امیر المومنینؑ اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان سے جنگ کے لئے نکلے، یہ چار ہزار تھے، یہ سبھی سرزمین نہروان پر قتل کئے گئے، صرف دس باقی بچے، حضرت علیؑ کی فوج کے صرف ۹؍افراد شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ خارجیوں کے وہ دس افراد جو بھاگ گئے تھے انہیں بھگوڑوں میں عبدالرحمٰن بن ملجم مرادی (قاتل حضرت علیؑ) بھی تھا۔(۱)

۱۔ تتمۃ المنتہیٰ ص ۲۲، ۲۳.

خوارج کی تیاری

خوارج کے بچے کھچے لوگوں نے مکے میں پوشیدہ طور سے بات چیت کی اور اس نتیجے پر پہونچے کہ تین افراد کو قتل کیا جانا چاہئے۔ حضرت علیؑ کوفے میں۔ معاویہ شام میں۔ عمرو عاص کو مصر میں۔

ان میں تین خارجیوں عبدالرحمٰن بن ملجم، ترک بن عبداللہ، عمرو بن بکر میں باہم قول و قرار ہوا کہ انیس رمضان المبارک ۴۰ھ ابن ملجم کوفے میں علیؑ کو قتل کرے، ترک بن عبداللہ شام میں معاویہ کو قتل کرے اور عمرو بن بکر مصر میں عمرو عاص کو موت کے گھاٹ اتارے۔

ابن ملجم یمن کا باشندہ تھا، وہ عراق آیا اور جنگ نہروان میں علیؑ کے خلاف موجود تھا، وہ پوشیدہ طریقے سے کوفہ آیا اور قطام سے ملاقات کی (بعض روایات میں اس کا نام قطامہ ہے) قطام کے باپ اور بھائی جنگ نہروان میں قتل ہوئے تھے اس لئے وہ عورت علیؑ سے شدید کینہ رکھتی تھی، ابن ملجم اس کے جمال پر فریفتہ ہو گیا۔ اس سے نکاح کا خواستگار ہوا۔ اس نے کہا کہ میرا مہر تین چیزیں ہیں۔

تین ہزار درہم، ایک غلام اور ایک کنیز، علیؑ کا قتل۔ ابن ملجم نے جواب دیا جو کچھ تو نے کہا مجھے منظور ہے سوائے قتل علیؑ کے۔ کیونکہ یہ مجھ سے ممکن نہیں۔

قطام نے کہا کہ ''جس وقت علیؑ کسی کام میں مشغول ہوں تم اچانک ان پر حملہ کر کے انہیں قتل کر دو۔ اس طرح تم میرے کلیجے کو ٹھنڈک پہونچاؤ گے، پھر تو تمہارے ساتھ زندگی خوشگوار گذرے گی اور اگر تم قتل کر دئے گئے تو تمہارے لئے آخرت کا ثواب کہیں زیادہ ہے''۔

اس وقت ابن ملجم نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس شہر میں اسی لئے آیا ہوں۔

قطام اور دوسرے دو افراد جن کے نام وردان بن مجالد اور شبیب بن بجرہ ابن ملجم کے ساتھ معاون ہوئے تا کہ ۱۹ر رمضان المبارک کو سحر کے وقت مسجد میں اپنے ارادے کو پورا کریں۔ قطام نے مسجد کے قریب خیمہ ڈال لیا تھا تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ اعتکاف و عبادت میں مشغول ہے اور یہ تینوں اس خیمے میں قطام کے ساتھ موجود تھے۔

قطام نے شمشیر زہر میں بجھائی تھی اسے حوالے کر کے کہا: اسے اپنے کپڑے میں چھپالو۔

ان سب نے اپنے ارادے سے اشعث بن قیس کو بھی مطلع کر دیا تھا، اس نے رائے سے اتفاق کیا اور

ان کی مدد کے لئے مسجد میں رات کو آ گیا۔

اس رات حضرت علیؑ کے صحابی حجر بن عدی مسجد میں موجود تھے۔انہوں نے سنا کہ اشعث بن قیس نے ابن ملجم سے کہا: جلدی اپنا کام پورا کرو کیونکہ صبح قریب ہوتی جارہی ہے۔

حجر نے اشعث کا مطلب سمجھ لیا اور اس سے کہا: اے اندھے ملعون کیا تو علیؑ کو قتل کرنا چاہتا ہے؟ وہ جلد مسجد سے نکلے اور علیؑ کے گھر پہونچے تا کہ حضرت کو اس واقعے سے مطلع کریں، از قضا آپ دوسرے راستے سے مسجد تشریف لے گئے، جیسے ہی حضرت مسجد میں داخل ہوئے۔ابن ملجم نے آپ پر حملہ کر کے سر پر ضرب لگائی، جس وقت حجر بن عدی مسجد واپس ہوئے آپ سمجھ گئے کہ موقع ہاتھ سے نکل گیا ہے لوگ کہہ رہے تھے:

قُتِلَ اَمِیرُ المُومِنِینَ ؑ (امیر المومنینؑ قتل کر دئے گئے)(۱)

شہادت علیؑ کی خبر

اس سے پہلے رسول خداؐ نے شہادت علیؑ کی خبر دی تھی، خود حضرت علیؑ بھی اسے جانتے تھے، بارہا آپ نے اس کی خبر بھی دی اس سلسلے میں چار روایتیں غور طلب ہیں۔

۱۔ایک دن رسول خداؐ نے علیؑ سے فرمایا:

"یا علی اشقی الاولین عاقر الناقة و اشقی الآخرین قاتلک و فی روایة من یخضب هٰذه من هٰذا"

اے علی گذشتہ امت میں کمینہ ترین اور شقی ترین وہ شخص ہے جس نے ناقۂ صالح کو پے کیا تھا اور آخرین امت میں کمینہ ترین اور شقی ترین وہ شخص ہے جو تمہیں قتل کرے گا۔(۲)

(ایک روایت ہے کہ وہ شخص جو اسے اس سے رنگین کرے گا اشارہ تھا کہ داڑھی کو سر کے خون سے رنگین کرے گا)

۲۔حضرت علی نے جس ماہ رمضان کی انیس کو آپ پر ضرب لگی۔ایک رات اپنے فرزند امام حسنؑ کے

۱۔تتمۃ المنتہی الآمال، ص ۲۴، اعلام الوریٰ، ص ۲۰۱

۲۔نور الثقلین، ج ۵، ص ۵۸۷

پاس رہے، ایک رات اپنے فرزند حسینؑ اور ایک رات اپنے داماد عبداللہ بن جعفر کے ساتھ افطار کیا، آپ نے تین لقموں سے زیادہ تناول نہیں فرمایا: آپ کے ایک فرزند نے پوچھا: آپ کھانا کم کیوں کھا رہے ہیں؟

جواب دیا: ''یا بنیّ یاتی امر اللّٰہ و انا خمیص انما ھی لیلۃ او لیلتان'' بیٹا! امر خدا (موت) آنے والی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اس حال میں شکم خالی رہے، میری عمر کی ایک رات یا دو رات باقی رہ گئی ہے۔(۱)

۳۔ حضرت علیؑ اپنی عمر کی آخری رات گھر سے مسجد کی طرف نکلے تو مرغابیوں نے آپ کو گھیر لیا اور فریاد کرنے لگیں، لوگ انہیں ہنکاتے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اتر کو اھنّ فانّھنّ نوایح'' (انہیں چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں)

۴۔ کبھی آپ نے فرمایا: ''و اللّٰہ لتخضبنّ ھٰذہ من ھٰذہ'' خدا کی قسم! اس سے یہ خضاب آلود ہوگی (سر اور ریش اقدس کی طرف اشارہ کیا)(۲)

حضرت علیؑ نے تلوار کھائی

۴۰ھ کی انیس رمضان سحر کا وقت تھا، حضرت علیؑ معمول کے مطابق مسجد کوفہ میں نماز جماعت کے لئے گھر سے مسجد کی طرف چلے۔

مسعودی لکھتا ہے کہ اس رات گھر کا دروازہ کھولنا حضرت کے لئے مشکل ہو رہا تھا جو خرمے کی لکڑی کا تھا، آپ نے دروازے کو اکھاڑ کر الگ رکھا اور یہ شعر پڑھا: ''اُشْدُدْ حیازیمک .....''

موت کے لئے کمر بستہ ہو جاؤ کیونکہ موت تمہارا دیدار کرنے والی ہے، موت سے اندوہناک نہ ہو، بے تابی نہ کرو کہ تمہارے گھر میں آجائے گی۔(۳)

حضرت علیؑ مسجد کی طرف روانہ ہوئے، معمول کے مطابق دو رکعت نماز پڑھی پھر گلدستہ پر اذان کیلئے

۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۱، ص۳۲۱

۲۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج۱، ص۳۲۱

۳۔ انوار البہیہ قمی ص۶۱

تشریف لے گئے، اس قدر بلند آواز سے اذان کہی کہ تمام ساکنان کوفہ نے سنی، پھر نیچے اتر کر محراب میں آئے اور نافلہ صبح کی نماز پڑھنے لگے، جس وقت آپ رکعت اول کے پہلے سجدے سے سر اٹھانا چاہتے تھے کہ اس اندھیرے میں ابن ملجم نے آپ کے سر پر ضرب لگائی، اس ضرب سے آپ کا سر پیشانی تک شگافتہ ہو گیا، حضرت علیؑ نے اس وقت فرمایا:

"بسم اللّٰہ و باللّٰہ و علی ملۃ رسول اللّٰہ فزت و ربّ الکعبۃ" (۱)

پھر آپ نے محراب کی تھوڑی مٹی اٹھائی اور سر کے زخم پر چھڑکتے ہوئے یہ آیت پڑھی۔

"منھا خلقنا کم و فیھا نعید کم و منھا نخرجکم تارۃً اخریٰ" (۲)

جبرئیل نے زمین و آسمان کے درمیان صدائے فریاد بلند کی:

"تھدّمت و اللّٰہ ارکان الھدیٰ و انطمست اعلام التقیٰ و انفصمت العروۃ الوثقیٰ قتل ابن عمّ المصطفیٰ قتل علی المرتضیٰ قتلہ اشقی الاشقیاء"

(خدا کی قسم ہدایت کے ارکان منہدم ہو گئے، نشان تقویٰ بجھ گیا، اعتماد بھری رسّی ٹوٹ گئی، رسول کے چچیرے بھائی قتل کر دئے گئے، علی مرتضیٰ قتل کر دئے گئے، آپ کو تمام کمینوں میں سب سے بدتر کمینے نے قتل کیا۔) (۳)

ابن ملجم اور دو ساتھیوں کا واقعۂ فرار

دوسری روایت میں ہے کہ وہ تینوں افراد (ابن ملجم، شبیب اور وردان) اسی در میں گھات لگائے بیٹھے تھے جس میں حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ حضرت علیؑ جیسے ہی تشریف لائے ان تینوں نے ایک ساتھ آپ پر حملہ کیا۔ شبیب کی تلوار طاق مسجد پر لگی۔ لیکن ملجم کی تلوار ٹھیک حضرت علیؑ کے سر پر لگی۔ یہ تینوں بھاگے۔ شبیب اپنے گھر بھاگا۔ اس کے چچیرے بھائی نے دیکھا کہ اس کے سینے پر ریشم کا کپڑا بندھا ہے جسے قطام نے باندھا تھا۔ اس سے پوچھا شاید تو نے حضرت علیؑ کو قتل کیا ہے؟

۱۔ حضرت علیؑ نے کتنی جنگیں فتح کیں، کیسے کیسے عظیم کارہائے نمایاں انجام دئے فزت و ربّ الکعبہ نہ کہا۔ لیکن شہادت کے وقت ہی یہ جملہ کہا

۲۔ سورۂ طٰہٰ/۵۵

۳۔ منتہی الامال، ج۱، ص ۱۲۶، ۱۲۷

شبیب چاہتا تھا کہ نہیں کہے لیکن اس کے منھ سے جلدی میں ہاں نکل گیا۔اسی وقت چچیرے بھائی نے اس پر حملہ کیا اور اسے قتل کردیا۔

ابن ملجم دوسری طرف بھاگا، قبیلہ ہمدان کے ایک شخص ابوذر نامی نے اس کا تعاقب کیا اور چادر کا پھندا ڈال کر اس کو زمین پر دے پٹکا اور اس کی تلوار چھین لی، اسے امیرالمومنینؑ کی خدمت میں لائے، تیسرا شکار بھاگ کر او جھل ہوگیا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ قتل کردیا گیا۔

امیرالمومنینؑ نے ابن ملجم کے بارے میں فرمایا: اگر میں اس کی ضربت سے رحلت کر جاؤں تو اس سے قصاص لینا اور اگر میں زندہ بچ گیا تو میں اپنی رائے کے مطابق عمل کروں گا۔ایک دوسری روایت کے مطابق فرمایا:

اگر میں رحلت کر جاؤں تو اس کے ساتھ قاتلانِ انبیاء جیسا برتاؤ کرنا (یعنی قتل کرنا اور لاش جلا دینا)

ابن ملجم نے کہا:"واللّٰه لقد ابتعته بالف و سمّمته بالف فان خانني فابعده اللّٰه"

"خدا کی قسم! میں نے اس تلوار کو ہزار درہم میں خریدا ہے اور ہزار درہم کا زہر بجھایا ہے، اگر اس کے بعد بھی یہ خیانت کرے تو اس کے اوپر تف ہے"۔(۱)

حضرت علیؑ کو اسی حال میں کہ آپ خون میں ڈوبے ہوئے تھے ایک گلیم (ایک قسم کا فرش کہ روی یا ریشم کے دھاگے سے بنایا جاتا ہے) میں رکھ کر گھر لے آئے۔

لوگ گروہ گروہ حضرت کے گھر پر آنے لگے اور دیواروں سے سر ٹکرا کر روتے تھے۔

آپ کے علاج کے لئے کوفے کے اطباء کو بلایا گیا۔اثیر بن عمرو جو سب سے ماہر تھا امامؑ کے سرہانے بیٹھا۔اس نے زخم سر کو دیکھ کر کہا بکری کا پھیپھڑا لایا جائے۔فوراً حاضر کیا گیا۔اس نے پھیپھڑے سے ایک رگ نکال کر امامؑ کے مغزِ سر میں رکھا اور پھونکا۔تھوڑی دیر کے بعد باہر آکر اس رگ کو دیکھا تو اس میں مغزِ سر کے ذرات دکھائی دئے اس نے سمجھ لیا کہ ضربت مغزِ سر تک پہونچ گئی ہے۔گھر کے تمام افراد منتظر تھے کہ طبیب کیا کہتا ہے؟ ناگاہ انہوں نے سنا کہ امامؑ سے کہہ رہا ہے۔جلد وصیت کیجئے کیونکہ ضربت مغزِ سر تک پہونچ گئی ہے۔اس کا علاج ممکن نہیں۔(۲)

۱۔اعلام الوریٰ ص ۲۰۱، ۲۰۲، بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۲۳۹

۲۔تذکرہ ابن جوزی، ص ۱۰۱، ۱۰۵، کامل بن اثیر۔ج ۳، ص ۱۹۴

امامؑ نے جو وصیت فرمائی وہ نہج البلاغہ مکتوب ر۴۷ میں موجود ہے۔

حضرت زینبؑ کا بابا سے سوال و جواب

حضرت زینبؑ فرماتی ہیں کہ جس وقت میرے بابا علیؑ ضربت ابن ملجم سے صاحب فراش ہوئے، میں نے آپ کے چہرے پر موت کی علامت دیکھی۔ میں نے عرض کی: ام ایمن نے مجھ سے ایسی ایسی کچھ حدیث بیان کی ہے۔ (جن میں پنجتن جمع تھے، ناگہاں رسول خداؐ غمگین ہو گئے، آپ سے غم کا سبب پوچھا گیا، آپ نے فاطمہؑ، علیؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی شہادت بیان کی) میں آپ کی زبان سے سننا چاہتی ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: بیٹی! حدیث ام ایمن صحیح ہے، گویا میں تجھے اور دختران رسول گو دیکھ رہا ہوں کہ اسیری کی حالت میں لوگ انتہائی پریشان و حیران اس شہر (کوفہ) میں لا رہے ہیں، اس طرح کہ تم لوگ ہراساں ہو کہ لوگ جلدی سے ہلاک نہ کر دیں، پس تم صبر کرنا، صبر کرنا....

صبر و استقامت کا مظاہرہ کرنا، اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسان کی تخلیق کی، ان ایام میں تمام روئے زمین پر تمہارے سوا اور تمہارے دوستوں اور شیعوں کے سوا کوئی بھی ولی خدا نہیں ہوگا۔ رسول خداؐ نے مجھے ایسی ہی خبر دی تھی اور فرمایا تھا کہ اس وقت جتنے ابلیس ہیں اپنے بچوں اور مددگاروں کے ساتھ تمام روئے زمین پر گھومتے رہیں گے اور ابلیس ان سے کہے گا، اے شیطانوں کے گروہ! میں نے آدم کا انتقام ان کے بیٹوں سے لے لیا۔ ان کی ہلاکت میں بڑی کوشش کی۔ اب محنت کر کے لوگوں کو ان کے بارے میں شک و تردید میں مبتلا کر وا اور لوگوں کو ان کی دشمنی پر ابھارتے رہو۔ (۱)

سچا خواب

امام حسنؑ نے انیس رمضان کی سحر کو جبکہ حضرت علیؑ کے سر پر ضربت لگی فرماتے ہیں کہ شب گذشتہ اسی مسجد میں میرے بابا نے مجھ سے فرمایا:

بیٹا! میں نماز شب پڑھ کے سو گیا، رسول خداؐ کو میں نے خواب میں دیکھا تو ان سے اپنی حالت اور

۱۔ کامل الزیارات، ص ۲۵۷، ۲۶۶۔ بحار الانوار، ج ۴۵، ص ۱۸۳

جہاد سے اصحاب کی سستی کا شکوہ کیا، آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:

''ادع اللّٰہ ان یریحک و منھم فدعوت''

خدا سے دعا کرو کہ تمہیں ان کے چنگل سے راحت دے، میں نے یہی دعا کی۔ (۱)

اصغ بن نباتہ کی علیؑ سے ملاقات

اصبغ بن نباتہ حضرتؑ کے مخصوص صحابی تھے، وہ فرماتے ہیں: حضرت علیؑ پر ضربت کے بعد لوگ ہر طرف سے آکر حضرت کے مکان کے گرد جمع ہو رہے تھے اور انہیں ابن ملجم کے قتل ہونے کا انتظار تھا، امام حسنؑ گھر سے برآمد ہوئے اور فرمایا: اے لوگو! میرے بابا نے وصیت فرمائی ہے کہ ابن ملجم کے معاملے کو آپ کی وفات تک ملتوی کیا جائے اگر دنیا سے گذر گئے تو اس کا اختیار مجھے ہے وگرنہ وہ خود اس کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ اپنے گھروں کو واپس جاؤ، خدا تمہاری مغفرت فرمائے۔ (اس وقت بابا سے ملاقات ممکن نہیں، آپ کا مزاج تم لوگوں سے ملنے کا متقاضی نہیں)۔

لوگ واپس ہونے لگے لیکن میں ٹھہر گیا، امام حسنؑ نے فرمایا: اے اصبغ! میں نے بابا کی جو بات کہی وہ تم نے سنی نہیں؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! میں نے سن لی لیکن میں چاہتا ہوں کہ امام سے ملاقات کروں اور ان سے کوئی حدیث سنوں میرے لئے اجازت باریابی حاصل کیجئے۔

امام حسنؑ گھر میں واپس گئے۔ تھوڑی دیر بعد باہر آکر مجھ سے فرمایا اندر آجاؤ۔ میں اندر داخل ہو گیا اور امیر المومنینؑ کے بستر کے قریب پہونچ گیا میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی پر زرد رنگ کا رومال بندھا ہوا ہے لیکن آپ کے چہرے کی زردی اس رومال سے کہیں زیادہ ہے اور زہر کے اثر اور شدت تکلیف سے کبھی ادھر کروٹ بدلتے ہیں اور کبھی ادھر۔ اسی حالت میں آپ نے مجھ سے ایک حدیث بیان فرمائی۔ (۲)

کچھ لوگ نقل کرتے ہیں کہ کہا گیا کہ حضرت علیؑ کے لئے اس وقت دودھ بہت مناسب ہوگا، وہ

۱۔ عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۶۱

۲۔ انوار البہیہ ص ۶۲، ۶۳

مساکین کوفہ جن پر حضرت علیؑ بہت زیادہ لطف وکرم فرماتے تھے دودھ کے جام لئے حاضر تھے۔

توجہ طلب یہ ہے کہ امام حسنؑ جام شیر لئے بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ نے تھوڑا سا پی لیا اور فرمایا: باقی اپنے قیدی (ابن ملجم) کو دیدو۔ پھر امام حسنؑ سے فرمایا: تمہیں میرے حق کی قسم! جو لباس اور جو کھانا تم پہنتے اور کھاتے ہو وہی ابن ملجم کو بھی پہنانا اور کھلانا۔(۱)

دوسرا بیان ہے کہ امام حسنؑ نے بابا کا سر اپنی گود میں لیا اور رونے لگے، آنسوؤں کے قطرے حضرت علیؑ کے رخسار پر گرے تو امامؑ نے فرزند کو تسلی دی اور صبر کی تلقین کی۔ امام حسنؑ نے عرض کی: باباجان! کس نے آپ کو ضربت لگائی؟ آپ نے فرمایا: یہودی بچے عبدالرحمٰن بن ملجم نے۔(۲)

(ایک دوسری روایت ہے کہ آپ کی خدمت میں دو جام پیش کئے گئے۔ حضرت نے امام حسنؑ سے فرمایا: ایک جام اس قیدی کو دیدو۔ امام حسنؑ نے وہ جام ابن ملجم کو دیا جس وقت اس ملعون نے حضرت کا یہ احسان دیکھا پھوٹ کر رونے لگا۔(۳)

ابوعبداللہ الحسینؑ کا گریہ

محمد حنفیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے بابا نے فرمایا: مجھے اٹھا کر میرے نماز پڑھنے کی جگہ پر لے چلو۔ آپ کو نماز پڑھنے کی جگہ پر لے جایا گیا، لوگ زاروقطار رو رہے تھے اور اس طرح دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے کہ قریب تھا سب کی روح بدن سے نکل جائے، امام حسینؑ نے بابا کو دیکھ کر سخت گریہ کیا۔ اسی حالت میں بابا سے عرض کی: ہم آپ کے بعد کیا کریں؟ آپ کی رحلت رسول خداؐ کی رحلت کے مانند انتہائی اندوہناک ہے، خدا کی قسم! میرے لئے ناقابل برداشت ہے کہ میں آپ کو اس حال میں دیکھوں۔

حضرت علیؑ نے آواز دی: اے حسینؑ! ذرا میرے قریب آؤ۔ حسینؑ کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں، آپ کے قریب آئے، آپ نے حسینؑ کے آنسو پونچھے اور سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

۱۔ بحارالانوار، ج ۴۲، ص ۲۸۹

۲۔ بحارالانوار ج ۴۲، ص ۲۸۳، ۲۸۴

۳۔ عنوان الکلام ص ۱۱۸

"یا بنیّ قد ربط اللہ قلبک بالصبر" میرے لال! خدا تمہارے قلب کو صبر و استقامت عطا کرے اور تمہیں اور تمہارے بھائی کو عظیم اجر کرامت فرمائے، صبر کرو، گریہ نہ کرو۔ خداوند عالم اس غم کے بدلے تمہیں اجر عطا کرے۔

اس کے بعد دوسرے فرزندوں نے بھی آپ کے سرہانے حاضری دی اور روئے، امامؑ سب کو صبر کی تلقین کرتے رہے، کبھی کبھی تو خود بھی بے اختیار گریہ کرنے لگتے تھے۔ (۱)

فرزندان علیؑ آپ کے سرہانے

جس وقت حضرت علیؑ صاحب فراش ہوئے آپ کے ایک ایک فرزند آتے رہے اور پیروں پر سر رکھ کر روتے رہے، قدم مبارک کا بوسہ لیتے رہے، وہ کہتے تھے:

بابا جان! ہم آپ کی یہ کیا حالت دیکھ رہے ہیں، کاش ہماری ماں فاطمہؑ زندہ ہوتیں اور ہمیں دلاسہ دیتیں، کاش ہم رسول خداؐ کی قبر کے پاس ہوتے اور اپنا درد دل ان سے کہتے، ہائے ہماری یتیمی اور مسافرت....

ان لوگوں کا نالہ و شیون اس قدر جانسوز تھا کہ جو سنتا تھا اس کا کلیجہ پھٹتا تھا۔

امیر المومنینؑ نے یکایک انہیں اپنی آغوش میں لیا اور چومنے لگے، آپ فرماتے جاتے تھے: صبر کرو۔ ہم تمہارے نانا رسول خداؐ اور مادر گرامی فاطمہ زہراؑ کے پاس جا رہے ہیں، میں نے ان راتوں میں خواب میں دیکھا کہ رسول خداؐ اپنی آستین سے میرے چہرے کا غبار صاف کر رہے ہیں اور فرما رہے ہیں:

اے علیؑ جو کچھ تم پر لازم تھا تم بجالائے۔

اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ نقابِ جسم سے میری روح نکلنے والی ہے۔ (۲)

ایک دوسری روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے بستر سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور فرمایا:

"یا ابا عبد اللّٰہ انت شهید هٰذه الامة فعلیک بتقویٰ اللہ و الصبر علی بلایه"

اے حسینؑ! تم اس امت کے شہید ہو، تمہارے اوپر لازم ہے کہ تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور بلاؤں پر صبر کرو۔

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۲۸۸

۲۔ روضۃ الشہداء، ص ۱۷۰

واقعہ دفن جنازۂ حضرت علیؑ

بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی رحلت سے کچھ ساعت قبل امام حسنؑ و حسینؑ سے اس طرح وصیت کی۔

جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں، مجھے ایک تابوت میں رکھنا، پھر گھر سے باہر نکالنا، تابوت کے پائنتی سے اٹھانا سرہانے کا حصہ خود بخود اٹھ جائے گا، مجھے سرزمین غری (نجف) کی طرف لے جانا وہاں سنگ سفید بہت زیادہ درخشاں دیکھو گے وہیں کھودنا، ایک تختی دیکھو گے اسے اٹھانا اور وہیں مجھے دفن کر دینا۔

حضرت علیؑ نے ۲۱ رمضان کی پچھلی رات میں شہادت پائی آپ کے جنازے کو امام حسنؑ نے اپنے بھائی حسینؑ کی مدد سے غسل دیا، حنوط اور کفن سے فراغت کر کے نماز جنازہ پڑھی۔ پھر تابوت میں رکھ کر پائنتی اٹھایا۔ سرہانے کا حصہ خود بخود بلند ہو گیا اور امام حسنؑ، امام حسینؑ، عبداللہ بن جعفر اور محمد حنفیہ بس یہی چار افراد رات کے وقت جنازے کو سرزمین نجف پر لے آئے، وہاں انہوں نے چمکتا ہوا سنگ سفید دیکھا، وہیں کھودا تو ایک سفید تختی نظر آئی جس پر یہ عبارت تحریر تھی: ''یہ وہ قبر مطہر ہے جسے جناب نوح نے حضرت علیؑ کے لئے ذخیرہ کیا ہے'' چنانچہ آپ کے پیکر ملکوتی کو وہاں سپرد خاک کیا گیا اور زمین کو ہموار کر کے سب لوگ واپس کوفہ پلٹ گئے۔ (۱)

صادق آل محمدؑ سے روایت کی گئی ہے کہ امیر المومنینؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا: میرے لئے چار مختلف مقامات پر قبریں کھودنا، ۱۔ مسجد کوفہ میں، ۲۔ حبہ (صحن مسجد یا میدان کوفہ) میں، ۳۔ نجف میں، ۴۔ جعدہ بنت ھبیرہ کے گھر میں۔ تاکہ میری قبر مخفی رہے اور کسی کو اطلاع نہ ہو۔ (۲)

یہ وصیت اس لئے کی گئی تھی کہ آپ کی قبر اقدس دشمنان اہل بیتؑ کی نظروں سے پوشیدہ رہے اور کوئی دشمن آل محمدؐ آپ کی قبر کو کھود کر توہین و اہانت نہ کر سکے۔ بعض روایتوں کے مطابق امیر المومنین کی قبر اطہر حضرت امام صادق کے زمانۂ امامت تک اور ایک قول کے مطابق ہارون الرشید کے زمانہ تک مخفی رہی۔

۱۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۰۲۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۵۸

۲۔ منتہی الآمال، ص ۱۳۲

خطبۂ امام حسنؑ

پورا شہر کوفہ سوگواری میں ڈوبا ہوا تھا، ہر گھر ماتم کدہ بن چکا تھا، لوگ ٹولیوں کی صورت میں تعزیت پیش کرنے کے لئے خانۂ امام کی طرف بڑھ رہے تھے اور امام حسنؑ، امام حسینؑ اور خاندان علیؑ کے دوسرے افراد کو تسلیت پیش کر رہے تھے۔ لوگ مسجد کوفہ میں جمع ہوئے۔ امام حسنؑ نے لوگوں کے سامنے تقریر کی۔

بعد ثنائے الٰہی فرمایا: اے لوگو! اس رات ایسا شخص دنیا سے گذر گیا کہ گذرے لوگ اس پر سبقت نہ لے جا سکے نہ آئندہ لوگ اس تک پہونچ سکیں گے۔ وہ رسول خداؐ کا علمبردار تھا۔ جس کے داہنی طرف جبرئیل اور بائیں طرف میکائیل ہوتے تھے۔ اس نے میدان سے کبھی فرار اختیار نہیں کیا۔ بس خدا نے اس کے نصیب میں فتح و کامرانی لکھ دی تھی۔ خدا کی قسم اس نے دنیا کے درہم و دینار سے صرف سات سو درہم چھوڑے ہیں۔ وہ خود اسی کا حصہ تھا اور وہ چاہتا تھا کہ گھر والوں کے لئے ایک غلام خریدے۔ خدا کی قسم اس نے اسی رات انتقال کیا جس رات یوشع بن نون وصی موسیٰ نے وفات پائی تھی، اسی رات عیسیٰؑ آسمان پر اٹھائے گئے اور اسی شب قرآن اترا۔ (۱)

نابینا نے قبر علیؑ پر جان دی

روایت ہے کہ جس وقت امام حسنؑ و حسینؑ دفن پدر سے واپس ہو رہے تھے، دروازۂ کوفہ کے نزدیک ویران گوشے میں ایک نابینا کو دیکھا وہ سر جھکائے نالہ و فریاد کر رہا تھا، اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ کیوں اس طرح نالہ و فریاد کر رہے ہو؟ اس نے کہا: میں مفلس، غریب اور نابینا ہوں، میرا نہ کوئی مونس ہے نہ غمخوار۔ میں ایک سال سے اس شہر میں ہوں، روزانہ ایک مہربان مرد میرے پاس آتا تھا اور میرا حال پوچھتا تھا، مجھے کھانا پہونچاتا تھا، وہ میرا بڑا مونس اور بڑا مہربان تھا لیکن آج تین روز ہوئے وہ میرے پاس نہیں آیا ہے، نہ میرا حال پوچھتا ہے۔

پوچھا: اس کا نام جانتے ہو؟

بولا: نہیں

پوچھا: تم نے اس سے نام پوچھا تھا؟

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۵۷، عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۶۱

بولا: میں نے پوچھا تھا، لیکن کہتا تھا تمہیں نام سے کیا کام۔ میں تو صرف خدا کی خوشنودی کے لئے تیری سرپرستی کرتا ہوں۔

پوچھا: اے مسکین! اس کی شکل وصورت کیسی تھی؟

جواب دیا: میں نابینا ہوں، نہیں جانتا شکل وصورت کیسی تھی۔

پوچھا: اس کے کردار وگفتار کی کچھ نشانی بتاؤ گے؟

بولا: ہمیشہ اس کی زبان پر ذکر خدا رہتا تھا، جس وقت وہ تسبیح وتہلیل کرتا تھا، زمین وزمان، در ودیوار اس کے ہم آواز ہو جاتے تھے۔ جب بھی میرے پاس بیٹھتا تھا کہتا تھا:

''مسکین جالس مسکیناً غریب جالس غریباً''

مسکین، مسکین کے پاس بیٹھا ہے، غریب، غریب کے پاس بیٹھا ہے۔

حسنؑ وحسینؑ، محمد حنفیہ اور عبداللہ بن جعفرؓ نے اس اجنبی مہربان کو پہچان لیا، اس کی طرف دیکھ کر کہا:

تم نے جو یہ پہچان بتائی، یہ میرے باباعلیؑ ہیں۔

نابینا نے کہا: تو ان کو کیا ہوا کہ وہ آج تین دن سے نہیں آئے؟

انہوں نے کہا: اے مسافر، اے مسکین، ایک بدبخت نے ان کے سر پر ضربت لگائی، اب وہ اس دنیا سے جا چکے، ہم لوگ ابھی انہیں دفن کر کے آرہے ہیں۔

مسکین یہ سن کر تڑپ اٹھا اور چیخ ماری، زمین پر لوٹنے لگا، سر پر خاک ڈال کر کہنے لگا:

ہائے میں کس قابل تھا کہ امیرالمومنینؑ میری سرپرستی فرماتے تھے، انہیں کیوں قتل کر دیا گیا؟

حسنؑ وحسینؑ نے ہر چند اسے تسلی دی لیکن اسے چین نہ ملا، اس نے حسنؑ وحسینؑ کا دامن تھام لیا اور کہنے لگا: تمہیں تمہارے جد کی قسم! تمہیں تمہارے بابا کی روح کی قسم! مجھے ان کی قبر پر لے چلو۔

امام حسنؑ نے اس کا داہنا ہاتھ تھاما اور حسینؑ نے بایاں اور اسے قبر علیؑ پر لے آئے۔ اس نے اپنے کو قبر علیؑ پر گرا دیا، اور بے اختیار گریہ وزاری کرنے لگا اور کہا: ''خدایا مجھے اس پدر مہربان کے فراق کی تاب نہیں، تجھے اس صاحب قبر کا واسطہ میری بھی جان لے لے۔''

اس کی دعا قبول ہوئی اور اسی وقت وہیں مر گیا۔

امام حسنؑ و حسینؑ اس حادثے پر بہت زیادہ روئے، انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کے جنازے کو غسل وکفن دے کر نماز پڑھی اور اسی روضۂ پاک کے گرد دفن کر دیا۔(۱)

خوارج کو دنیا میں سزا ملی

اس سے پہلے تذکرہ کیا گیا کہ جس وقت ابن ملجم حضرت علیؑ کے قتل کے ارادے سے کوفہ آیا تو قطامہ اس کی معاون ہوگئی، دو آدمی اور بھی اس کے ساتھ ہو گئے جن کے نام تھے شبیب اور وردان۔

جب حضرت علیؑ کی شہادت واقع ہوگئی اور آپ کو دفن کر دیا گیا، اسی ۲۱ ر رمضان کو جبکہ آپ کے تمام بیٹے کوفے میں جمع تھے، ام کلثوم نے امام حسنؑ کو قسم دی کہ بھیا ایک لمحے کے لئے بھی ابن ملجم کو مہلت نہ دی جائے، زندہ نہ چھوڑا جائے، خیال رہے کہ امام حسینؑ چاہتے تھے کہ ابن ملجم کا معاملہ تین روز تک ٹالا جائے۔

امام حسنؑ نے ام کلثوم کو اثبات میں جواب دیا، اسی وقت اصحاب اور انصار کو جمع کیا اور ان سے مشورہ کیا، سب نے ایک رائے ہو کر کہا کہ ابن ملجم کو اسی جگہ جہاں مولا کو ضربت لگی تھی قتل کر دیا جائے لیکن کس طرح قتل کیا جائے؟ اس کے بارے میں سب کی الگ الگ رائے تھی، امام حسنؑ نے فرمایا:

میں بابا کی وصیت پر عمل کروں گا، جنہوں نے فرمایا تھا اسے صرف ایک ضربت لگانا تا کہ مر جائے اور اس کی لاش جلا ڈالنا۔

(واضح رہے کہ انبیاء واوصیاء کے قاتل کو قتل کے بعد جلا ڈالنے کا حکم ہے)

پھر امام حسنؑ نے حکم دیا کہ ابن ملجم کو وہیں لایا جائے جہاں حضرت علیؑ کو اس نے ضربت لگائی تھی، سارے لوگ جمع ہو گئے اور اس پر لعنت اور پھٹکار برسانے لگے، امام حسنؑ نے اس کے سر پر ضربت لگائی اور وہ واصل جہنم ہو گیا، اور اس کے بعد اس کی لاش جلا ڈالی۔

۱۔ روضۃ الشہداء، ص ۱۷۲، ۱۷۳

۲۔ بحارالانوار، ج ۴۲، ص ۲۹۷، ۲۹۸

اس کے بعد لوگ قطامہ کے سراغ میں نکلے اور اسے قتل کر دیا اور اس کی لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے پھر پشت کوفہ لے جا کر اس کی لاش جلا ڈالی اور اس کا گھر ملیامیٹ کر دیا۔

اور وہ دو افراد جو ابن ملجم کے معاون تھے۔ (وردان وشبیب) وہ اسی ضربت کی صبح لوگوں کے ہاتھوں قتل کئے جا چکے تھے۔

چوتھے معصوم امام حسن علیہ السلام کے مصائب

امام حسنؑ کی ہجرت کے تیسرے سال پندرہ رمضان المبارک کو مدینے میں ولادت ہوئی اور ۴۰ھ کو امامت ملی، آپ کی مدت امامت دس سال ہے، آخرکار ۲۸ صفر ۵۰ھ کو ۴۷ یا ۴۸ سال کی عمر میں معاویہ کے حکم سے بذریعہ جعدہ زہر دیا گیا اور مدینہ منورہ میں شہادت ہوئی، آپ کا مرقد جنت البقیع میں ہے۔

آپ حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد مسلسل دشمنوں کے مصائب کا نشانہ رہے، خاص طور سے معاویہ کے ظلم وستم برداشت کرتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے دوستوں نے بھی آپ سے بے وفائی کی۔ آپ نے چھ مہینے خلافت کی اور صلح کے بعد مدینہ چلے گئے اور تاعمر وہیں رہے۔

معاویہ کی خونخوار سازش

معاویہ کی قاتلانہ سازش یہ تھی کہ اس نے تہیہ کرلیا تھا کہ پوشیدہ طریقے سے امام حسنؑ کو قتل کردیا جائے اپنے اس ارادے کو پورا کرنے کے لئے اس نے چار منافقوں کا الگ الگ انتخاب کیا، ہر ایک سے کہا کہ اگر تم نے حسن بن علیؑ کو قتل کردیا تو میں تمہیں دو لاکھ درہم اور شام کا فوجی افسر بنادوں گا۔ اس کے علاوہ اپنی بیٹی سے شادی کردوں گا۔ ان چار کا نام تھا۔ ا۔ عمرو بن حریث ۔۲۔ اشعث بن قیس ۔۳۔ حجر بن الحارث اور ۔۴۔ شبث بن ربعی۔

معاویہ نے جن انعامات کا اعلان کیا تھا انہیں حاصل کرنے کے لئے ان سب نے حامی بھرلی۔

معاویہ نے ان سب پر جاسوس مقرر کردیئے جو پوشیدہ طریقے پر ان کی کارکردگی کی رپورٹ معاویہ کو بھیجتے رہتے تھے۔

امام حسنؑ کو اس سازش کی خبر ہوگئی۔ اس کے بعد آپ مکمل طور سے نگراں رہے کہ یہ سازش اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے کیونکہ آپ ہر وقت لباس کے اندر زرہ پہنتے تھے یہاں تک کہ اسی زرہ میں آپ نماز بھی پڑھتے تھے، آخر ایک سازشی نے حالت نماز میں آپ پر تیر چلادیا، لیکن اس زرہ کی وجہ سے تیر کا زخم بدن پر نہ لگا۔ (۱)

ا۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۳۳

خوارج کی سازش

دوسری طرف خوارج آپ کی گھات میں تھے، یعنی وہی تقدس مآب جاہل افراد آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے، ان کا بہانہ یہ تھا کہ آپ نے معاویہ سے جنگ کیوں نہیں کی، وہ آپ کو (معاذ اللہ) مشرک ومذل المومنین پکارتے تھے۔

انہیں خوارج میں ایک جراح بن سنان نامی شخص نے ساباط (مدائن) میں سرراہ امام حسنؑ کا لجام فرس پکڑ لیا اور تلوار سے آپ کو اس طرح مارا کہ ران کا گوشت شگافتہ ہو کر تلوار استخوان تک پہونچ گئی۔ امام نے درد کی شدت سے اس کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور دونوں زمین پر گر گئے، امام حسنؑ کے ایک شیعہ عبداللہ بن خطل نے لپک کر تلوار اس کے ہاتھ سے چھین لی اور قتل کر دیا، ایک دوسرے ساتھی کو بھی پکڑ کر قتل کر دیا۔

امام حسنؑ کو مدائن کے گورنر سعد بن مسعود ثقفی کے مکان پر لے گئے اور آپ کا علاج کرایا گیا۔ (۱)

امام حسنؑ کو زہر دیا گیا

جعدہ بنت اشعث امام حسنؑ کی زوجہ تھی، معاویہ نے اسے ایک لاکھ درہم بھیجا اور پیغام بھیجا کہ اگر امام حسنؑ کو زہر دیدوگی تو تمہاری شادی اپنے بیٹے یزید سے کردوں گا، جعدہ نے معاویہ کی یہ پیش کش قبول کر لی اور امام حسنؑ کو زہر دیدیا۔

معاویہ نے جعدہ کے پاس سیال زہر بھیجا، امام حسنؑ روزے سے تھے، ہوا گرم تھی، افطار کے وقت جعدہ نے وہ زہر آپ کے دودھ کے پیالے میں ملا کر امامؑ کی خدمت میں پیش کیا، امامؑ نے اسے پیا تو فوراً زہر محسوس کر لیا، جعدہ سے فرمایا:

''تو نے مجھے قتل کیا، خدا تجھے قتل کرے، خدا کی قسم تیری آرزو پوری نہ ہوگی، خدا تجھے ذلیل کرے گا۔''

دو روز کے بعد آپ نے اسی زہر سے شہادت پائی۔ معاویہ نے جعدہ سے جو قول وقرار کیا تھا اسے پورا نہ کیا، یزید سے اس کی شادی نہیں کی، اس نے امام حسنؑ کے بعد خاندان طلحہ کے ایک شخص سے شادی کر لی،

۱۔ ترجمۂ ارشاد شیخ مفید، ج۲، ص۸

اوراس سے کئی بچے ہوئے، جب ان بچوں کے خاندان اور خاندان قریش کے درمیان تکرار ہوتی تو انہیں کہا جاتا "یا بنی مسمّة الازواج" (اے ایسی عورت کے بیٹو جو اپنے شوہروں کو زہر دیتی ہیں)۔ (ارشاد شیخ مفید، ج ۲ ص ۱۳ پر روایت ہے کہ جعدہ معاویہ کے پاس گئی اور کہا: میری یزید سے شادی کردو۔ اس نے جواب دیا :"اذهبی فان الامرأة لا تصلح للحسن بن علی لا تصلح لابنی یزید" دفعان ہوجا! تیری جیسی عورت جب حسن بن علیؑ سے نباہ نہ کرسکی تو میرے بیٹے یزید سے کیا نباہ کرے گی۔(۱)

عمر بن اسحاق کا بیان ہے کہ میں حسنؑ و حسینؑ کے ساتھ گھر میں تھا اتنے میں امام حسنؑ طہارت کے لئے گھر سے باہر گئے، واپس آکر فرمایا کہ "کئی بار مجھے زہر دیا گیا لیکن اس مرتبہ سب سے شدید تھا، میرے جگر کا ایک ٹکڑا گرا، اسے میں نے اپنے اس عصا سے حرکت دی"۔

امام حسینؑ نے پوچھا: "کس نے آپ کو زہر دیا۔"

امام حسنؑ نے فرمایا: اس سے تم کیا چاہتے ہو؟ کیا اسے قتل کروگے؟ جسے میں سمجھتا ہوں اس پر تم سے زیادہ خدا عذاب کرے گا اور اگر وہ نہ ہو تو میں نہیں چاہتا کہ بے گناہ میری وجہ سے گرفتار ہو۔ (۲)

امام حسنؑ زہر کھانے کے بعد چالیس دن بیمار اور صاحب فراش رہے، آخر ماہ صفر میں آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ (۳)

ایک دوسری روایت میں حضرت صادق آل محمدؑ کا ارشاد ہے کہ جس وقت امام حسینؑ اپنے بھائی کے سرہانے آئے اور حالت دیکھی تو رونے لگے۔ امام حسنؑ نے پوچھا۔ بھائی کیوں روتے ہو؟

امام حسینؑ نے کہا: کیسے گریہ نہ کروں کہ آپ کو مسموم دیکھ رہا ہوں، لوگوں نے مجھے بے بھائی کا کردیا۔

امام حسنؑ نے فرمایا: میرے بھائی! اگرچہ مجھے زہر دیا گیا ہے لیکن جو کچھ (پانی، دودھ، دوا وغیرہ) چاہوں یہاں مہیا ہے۔ بھائی، بہنیں اور خاندان کے افراد میرے پاس موجود ہیں، لیکن

۱۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۴۸ و ۱۵۴

۲۔ بحار الانوار، ج ۴۴، ص ۱۴۸، ۱۵۴

۳۔ کشف الغمہ، ج ۲، ص ۱۶۳

"لا یوم کیومک یا ابا عبداللّٰہ ..."

اے اباعبداللہ! تمہاری طرح میری حالت تو نہیں ہے، تم پر تیس ہزار اشقیاء کا ہجوم ہوگا جو دعویٰ کریں گے کہ ہم امت محمدی ہیں۔ وہ تمہارا محاصرہ کرکے قتل کریں گے، تمہارا خون بہائیں گے، تمہاری عورتوں اور بچوں کو اسیر کریں گے، تمہارا مال لوٹ لیں گے، اس وقت بنی امیہ پر خدا کی لعنت روا ہوگی۔

میرے بھائی تمہاری شہادت دلگداز ہے کہ

"و یبکی علیک کلّ شئی حتیٰ الوحش فی الفلوات و الحیتان فی البحار" تم پر تمام چیزیں گریہ کریں گی یہاں تک کہ حیوانات صحرائی ودریائی تمہاری مصیبت پر روئیں گی۔(۱)

امام حسینؑ سے وصیت

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ امام حسنؑ پر حالت احتضار طاری ہوئی، امام حسینؑ سے کہا: میرے بھائی تم سے وصیت کرتا ہوں اس کا لحاظ کرنا اور پوری کرنا۔

جب میں مرجاؤں تو دفن کا انتظام کرنا، پھر مجھے قبر رسولؐ پر لے جانا تاکہ ان سے تجدید عہد کروں، پھر مجھے قبر مادر پر لانا پھر بقیع میں لیجاکر دفن کر دینا، یہ سمجھ لو کہ حمیرا (عائشہ) جس کی دشمنی وعناد میرے خاندان سے سبھی جانتے ہیں اس کی طرف سے مجھ پر مصیبت ڈھائی جائے گی۔

جس وقت حضرت نے انتقال کیا، جنازے کو تابوت میں رکھا گیا، جہاں رسولؐ نماز پڑھتے تھے وہیں لے جایا گیا امام حسینؑ نے نماز جنازہ پڑھائی، وہاں سے قبر رسولؐ پر لیجاکر تھوڑی دیر کے لئے رکھا گیا۔

اعتراض عائشہ اور امام حسینؑ کا جواب

عائشہ کو خبر کی گئی کہ بنی ہاشم جنازے کو قبر رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہیں، عائشہ ایک خچر پر سوار ہو کر وہاں پہونچ گئیں اور ڈیرا ڈال دیا، کہنے لگیں:

"نحّوا ابنکم عن بیتی ..."۔ اپنے فرزند کو میرے گھر سے باہر لے جاؤ کیونکہ یہاں کوئی چیز

۱۔ امالی صدوق مجلس ر۳۰، مقتل المقرم، ص ۲۴۰

دفن نہیں ہوسکتی، حجاب رسول کو پارہ نہیں ہونا چاہئے۔

امام حسینؑ نے ان سے فرمایا:

تم نے اور تمہارے باپ نے تو پہلے ہی حجاب رسول کو پارہ پارہ کر دیا ہے، تم نے رسول کے گھر ایسے کو (ابوبکر) پہونچا دیا ہے کہ رسول کو اس کی قربت ناپسند تھی، خدا تم سے اس کی باز پرس کرے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے بھائی حسنؑ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میرا جنازہ قبر رسولؐ پر لے جانا تا کہ تجدید عہد کروں۔ تم سمجھ لو کہ میرے بھائی تمام لوگوں سے زیادہ خدا ورسول اور معنی قرآن کو سمجھتے تھے، وہ حجاب رسول کے پارہ ہونے کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ اگر ان کا دفن ہونا میری رائے میں مناسب ہوتا تو سمجھ لو کہ تمہاری خواہش کے برخلاف یہاں ضرور دفن ہوتے۔ (لیکن رسولؐ کے قریب پھاوڑا چلانا میری نظر میں جائز نہیں)

اس کے بعد محمد حنفیہ اپنی بات کہنے لگے، فرمایا:

اے عائشہ! ایک دن تم خچر پر سوار ہوئیں اور ایک دن تم اونٹ پر سوار ہوئی تھیں، تمہیں جو بنی ہاشم سے نفرت ہے اس کی وجہ سے نہ تو تم اپنے اختیار میں ہو نہ چین سے رہ سکتی ہو۔

عائشہ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا: اے حنفیہ کے بیٹے! یہ فرزندان فاطمہؑ ہیں جو مجھ سے بات کر رہے ہیں، تم کیوں بیچ میں بول رہے ہو۔

امام حسینؑ نے فرمایا: محمد کو بنی فاطمہؑ سے الگ کیوں کر رہی ہو، خدا کی قسم! انہیں تین فاطمہ نے جنم دیا ہے۔ فاطمہ بنت عمران (مادر ابوطالب)، فاطمہ بنت اسد (مادر علیؑ) فاطمہ بنت زائدہ بن اصم (مادر عبدالمطلب)۔

عائشہ نے جھلا کر کہا: اپنے فرزند کو ہٹاؤ، لے جاؤ کہ تم لوگ عناد پرست ہو۔

امام حسینؑ جنازے کو بقیع کی طرف لے کر چلے گئے۔ (۱)

دوسری روایت ہے کہ غسل کے بعد جب جنازے کو قبر رسولؐ کی طرف لے چلے تو حاکم مدینہ مروان اور اس کے ساتھیوں نے یقین کر لیا کہ امام حسنؑ کو قبر رسولؐ کے پہلو میں دفن کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے تیاری شروع کر دی اور لباس جنگ پہن کر بنی ہاشم کے سامنے آگئے، عائشہ خچر پر سوار ہو کر فریاد کر رہی تھیں، مجھے پسند

نہیں کہ اپنے فرزند کو میرے گھر میں لاؤ۔

مروان نے کہا:

"یا ربّ هیجا هی خیر ..."

کتنے ہی موقعے ہوتے ہیں کہ جنگ آسائش سے بہتر ہوتی ہے، کیا عثمان مدینے کے کنارے دفن ہوں اور حسنؑ پیغمبر کے قریب دفن کئے جائیں...؟ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

قریب تھا کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ میں شدید جنگ چھڑ جائے کہ عبداللہ بن عباس نے مروان سے جا کر کہا: اے مروان! ہم چاہتے ہیں کہ قبر رسولؐ پر تجدید عہد کریں، ہم امام حسنؑ کو پہلوئے رسولؐ میں دفن نہیں ہونے دینا چاہتے، اس کے بعد عائشہ کی طرف رخ کیا:

یہ کیا ذلیل حرکت ہے عائشہ! ایک دن خچر پر ایک دن اونٹ پر۔ تم نور خدا کو بجھانا چاہتی ہو۔ دوستان خدا سے جنگ کرنا چاہتی ہو۔ واپس جاؤ کہ جو کچھ تم چاہتی ہو پا گئی ہو۔ (اطمینان رکھو کہ ہم امام حسنؑ کو پہلوئے رسولؐ میں دفن نہیں کریں گے) خداوند عالم اس خاندان سے انتقام ضرور لے گا چاہے عرصہ گذر جائے۔ (۲)

منعته عن حرم الرسول ضلالة وهو ابنه فلایّ امر یمنع

فکانّه روح النّبی و قد رأت بالبعد بینهما العلائق تقطع

(عائشہ نے ازروئے گمراہی جنازۂ امام حسنؑ کو حرم رسولؐ سے روکا حالانکہ وہ فرزند رسولؐ ہیں، انہیں کیوں روکا؟ حسنؑ مانند روح رسولؐ تھے اور عائشہ نے خیال کیا کہ ان دونوں میں جدائی ڈال کر رشتہ منقطع کر دے گی)۔

جنازے پر تیر بارانی

محدث قمیؒ نے مناقب بن شہر آشوب کے حوالے سے لکھا ہے کہ جنازۂ امام حسنؑ پر تیر بارانی بھی ہوئی۔ اور دفن کے وقت ستر تیر آپ کے جسد مبارک سے نکالے گئے۔ (۳)

۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۳۰۲، ۳۰۳

۲۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۵

۳۔ انوار البہیہ، ص ۸۳

اسی لئے ہم زیارت جامعہ میں پڑھتے ہیں:

"و انتم صریع قد فلق ...."

تم (خاندان نبوت والو) میں سے کسی کو محراب عبادت میں سر شگافتہ کیا گیا، دوسرے کو تابوت کے اندر تیر بارانی کی گئی، کسی کو بعد قتل نوک نیزہ پر سر بلند کیا گیا۔ اور بعض کو زندان کے گوشے میں کھینچا گیا اور اعضاء کو لوہے کا فشار دیا گیا۔ یا زہر کے اثر سے داخلی طور سے قطع قطع کیا گیا۔(۱)

امام حسینؑ جنازے کو بقیع میں گئے اور جدۂ ماجدہ فاطمہ بنت اسد کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

مرثیۂ امام حسینؑ

امام حسینؑ نے جنازے کو تابوت میں رکھتے ہوئے یہ اشعار پڑھے:

کیا میں سر میں تیل لگاؤں یا ریش کو عطر سے خوشبودار کروں؟ جبکہ میں آپ کے سر کو مٹی میں دیکھ رہا ہوں اور آپ کو کٹی شاخ یا پتے کی طرح دیکھ رہا ہوں۔

جب تک کبوتر کی آواز گونجے گی اور شمالی و جنوبی ہوا چلے گی میں آپ پر روتا رہوں گا۔

میرا گریہ طولانی ہے، میرے آنسو رواں ہیں، آپ مجھ سے دور ہیں اور قبر نزدیک ہے۔

جس کا مال چھین لیا گیا ہو، غارت شدہ نہیں ہے، بلکہ غارت شدہ وہ ہے جو اپنے بھائی کو خاک میں لٹائے۔(۲)

خونِ جگر طشت میں

جنادہ بن امیہ روایت کرتا ہے کہ جس بیماری میں امام حسنؑ نے شہادت پائی، میں انکی عیادت کے لئے گیا، میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس طشت رکھا ہے جس میں گلے سے خون کے لوتھڑے گر رہے ہیں، جس میں آپ کے جگر کے ٹکڑے تھے، میں نے عرض کی: اے مولا! علاج کیوں نہیں کرتے؟

فرمایا: اے بندۂ خدا! موت کا علاج کس چیز سے کروں؟

۱۔ یہ زیارت مصباح الزائر میں ائمہ اطہارؑ سے نقل ہوئی ہے اور مفاتیح الجنان میں بھی موجود ہے

۲۔ مناقب بن شہر آشوب، ج۴، ص۴۵

اس کے بعد میں نے عرض کی: مولا! مجھے موعظہ فرمائیے۔ فرمایا: "**استعد لسفرک ...**"

اے جنادہ! آخرت کے سفر کے لئے آمادہ ہو جاؤ اور عمر ختم ہونے سے پہلے توشۂ آخرت حاصل کرلو۔ سمجھ لو کہ تم دنیا کی طلب میں ہو اور موت تمہاری طلب میں ہے، کبھی آنے والے کل کا غم آج نہ کرو۔

جنادہ کہتے ہیں کہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ امام حسینؑ حجرے میں تشریف لائے حالانکہ امام حسنؑ کا رنگ زرد ہو گیا تھا، سانسیں رک رہی تھیں، امام حسینؑ نے خود کو برادر کے بدن پر گرا دیا اور سر آنکھوں کا بوسہ دینے لگے تھوڑی دیر آپ کے پاس بیٹھکر راز کی باتیں کرتے رہے۔(۱)

شہادت امام حسنؑ پر معاویہ کی خوشی

معاویہ کو شہادت امام حسنؑ کی خبر ملی تو بہت خوش ہوا۔ سجدے میں گر کر شکر خدا بجالایا۔ پھر تکبیر کہی۔ اس وقت ابن عباس شام میں تھے۔ معاویہ نے انہیں بلایا اور بڑے مسرور انداز میں تعزیت پیش کی۔ پھر ابن عباس سے پوچھا حسن بن علیؑ کی عمر کتنی تھی؟

ابن عباس نے جواب دیا۔ تمام قریش کے لوگ ان کے سن و سال سے آگاہ ہیں۔ تعجب ہے کہ تم ناواقفیت ظاہر کر رہے ہو۔

معاویہ نے کہا: سنا ہے کہ حسن کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں؟

ابن عباس نے کہا: ہر چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔ اور یہ سمجھ لو کہ ہمارے بچے بھی بوڑھوں کی طرح ہوتے ہیں۔ سچ بتاؤ کہ وفات حسنؑ سے تم اتنے خوش کیوں ہو؟ خدا کی قسم ان کی موت تمہارے اجل کو ٹالے گی نہیں نہ ان کی قبر تمہاری قبر کو بھرے گی۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے بعد میری اور تمہاری عمر کس قدر مختصر ہے۔(۲)

۱۔ انوار البہیہ، ص ۸۰

۲۔ عقد الفرید، ج ۴، ص ۳۶۲

پانچویں معصوم امام حسین علیہ السلام کے مصائب

حسین بن علیؑ کی تیسری شعبان ہجرت کے چوتھے سال مدینہ منورہ میں ولادت ہوئی اور روز عاشور ۶۱ھ کربلا میں ۵۷ رسال کی عمر میں شہادت ہوئی، آپ کا روضہ عراق کے شہر کربلا میں ہے۔

آپ نے لگ بھگ گیارہ سال امامت کی، اس میں لگ بھگ دس سال معاویہ کی خلافت کے زمانے میں اور لگ بھگ چھ مہینے یزید کی خلافت کے زمانے میں گذرے۔

آپ اور آپ کے انصار کی شہادت کا واقعہ بہت تفصیلی ہے جسے اس کی دوسری جلد میں بیان کیا جائے گا، یہاں آپ کی شہادت کی نوعیت کو اختصار سے بیان کیا جارہا ہے۔

جب آپ کے اعزہ اور انصار شہید ہو گئے تو آپ تنہا رہ گئے آپ مانند شیر غضبناک میدان کی طرف گئے اور دشمنوں سے جنگ کی، داہنی اور بائیں جانب حملہ کیا، آپ یہ شعر پڑھ رہے تھے:

الموت اولیٰ من رکوب العار   والعار اولیٰ من دخول النار

ذلت قبول کرنے سے بہتر ہے موت آجائے اور ذلت قبول کرنا جہنم میں داخل ہونے سے بہتر ہے۔

آپ نے بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے شعر پڑھا۔

انا الحسین بن علی الیت ان لا انثنی   احمی عیالات ابی ، امضی علی دین النبی

میں حسین ہوں، علی کا فرزند، قسم کھائی ہے کہ دشمن کے سامنے سر نہ جھکاؤں گا میں اپنے باپ کے اہل و عیال کی حمایت کروں گا اور رسول خداؐ کے دین پر قتل ہو جاؤں گا۔

آپ نے اس طرح جنگ کی کہ زخمیوں کے علاوہ ساڑھے نو سو افراد کو قتل کیا۔

عمر سعد چلّایا: تم پر تف ہے، کیا تم جانتے ہو کہ کس سے جنگ کر رہے ہو؟ یہ موٹے سینے اور قوی قامت کا فرزند ہے، یہ اس کا فرزند ہے جس نے مشرکان عرب کو قتل کیا، اس پر چاروں طرف سے حملہ کرو۔

فوجیوں نے چاروں طرف سے حملہ کیا۔ امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کے جسم پر تین سو بیس سے

زیادہ تیر وتلوار کے زخم تھے۔آپ کی زرہ پر جو تیر پیوست تھے اس کی وجہ سے آپ سیاہی کی طرح نظر آتے تھے۔(۱)

شمر چلایا: حسین کو قتل کرنے سے کیوں کترا رہے ہو؟ کس بات کا انتظار ہے، کیا نہیں دیکھتے کہ ان کا بدن تیروں تلواروں سے داغ داغ ہے۔ان کی طاقت جواب دے گئی ہے ان پر حملہ کرو، فوجیوں نے حملہ کیا جس کے پاس جو ہتھیار تھا اس سے آپ کے جسم نازنین پر حملہ کرنے لگا۔(۲)

ہلال بن نافع (فوج شام کا ایک سپاہی) کہتا ہے کہ میں حسینؑ کے قریب بیٹھا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ آپ تڑپ رہے ہیں، خدا کی قسم میں نے کبھی ایسا مقتول نہیں دیکھا جو اپنے خون میں اس طرح آغشتہ ہو اور اس کا چہرہ اتنا نورانی ہو، آپ کے چہرے کی ہیبت کی وجہ سے میں نے ان کے قتل کا ارادہ بدل دیا، اسی حالت میں آپ نے پانی مانگا لیکن کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا، ایک گستاخ نے کہا: جب تک تم دوزخ کا پانی نہ پی لو تمہیں پانی نہیں ملے گا۔

آپ نے جواب دیا: میں اپنے نانا رسول خداؐ کی خدمت میں جاؤں گا، ان کے جوار میں رہوں گا، تم سے جو ستم ہوئے ہیں ان کی شکایت کروں گا۔

دشمنوں کو آپ پر اس قدر غصہ تھا کہ جیسے خدا نے ان کے دل میں ذرہ برابر بھی رحم نہیں دیا تھا۔(۳)

آپ آخری وقت یہ مناجات کررہے تھے۔

”صبراً علیٰ قضائک یا ربّ لا الٰہ سواک ...“

تیرے فیصلے پر صبر ہے اے پروردگار! تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے پناہ دینے والوں کی پناہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔تیرے حکم پر صبر ہے، اے وہ ذات جو بے پناہوں کی پناہ ہے، اے خدا جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے، اے مردوں کو زندہ کرنے والے! اے وہ ذات جو ہر شخص کے اعمال کا ناظر ہے، میرے اور ان دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر۔تو ہی سب سے بہتر حکم کرنے والا ہے۔(۴)

۱۔مناقب بن شہر آشوب، ج۴، ص۱۱۰، ۱۱۱

۲۔مقتل خوارزمی، ج۲، ص ۳۵

۳۔مثیر الاحزان ابن نما ص ۳۹، مقتل المقرم ص ۳۴۴

۴۔۱۔ریاض المصایب، ص ۳۳۔مقتل الحسینؑ مقرم، ص ۳۴۵

عمر سعد چلایا: جا کر حسینؑ کو راحت پہونچاؤ، شمر حسینؑ کے سینے پر سوار ہوا اور ریش اقدس کو ہاتھ میں لیکر گیارہ ضربیں لگائیں اور امامؑ کے نازنین سر کو بدن سے جدا کر دیا۔(۱)

۱۔ مقتل خوارزمی، ج۲،ص۳۶

چھٹے معصوم امام سجاد علیہ السلام کے مصائب

حضرت علی بن الحسین امام سجادؑ پانچ شعبان یا ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور ۱۲۔ ۱۸/ اور مشہور قول کی بناء پر ۲۵/ محرم ۹۵ھ کو ۵۶/ سال کی عمر میں زہر سے شہید کئے گئے، آپ واقعہ کربلا میں ۲۳ سال کے تھے، آپ کا روضۂ مبارک جنت البقیع میں امام حسنؑ کے پہلو میں ہے۔

آپ کا زمانۂ امامت ۳۵/ سال ہے، آپ نے امویوں کا ظلم وستم سے بھرپور زمانہ (یزید سے عبدالملک تک) دیکھا۔

امام سجادؑ نے اپنی زندگی میں بڑے مصائب وآلام جھیلے، واقعہ کربلا میں آپ پر سخت ترین ستم ڈھائے گئے، اس کے بعد جب مدینہ تشریف لائے تو مسلسل ۳۵/ سال تک واقعہ کربلا کو یاد کرتے اور روتے رہے۔ حالت یہ تھی کہ آنسو بہاتے تھے اور فرماتے تھے:

قتل ابن رسول اللّٰہ جائعاً قتل ابن رسول اللّٰہ عطشاناً

فرزند رسول بھوکا قتل کیا گیا، فرزند رسولؐ پیاسہ قتل کیا گیا۔(۱)

ایک دن ان کے غلام نے پوشیدہ طریقے پر آپ کو دیکھا کہ سجدے میں ہیں اور رو رہے ہیں، عرض کی: کیا غم ختم ہونے کی گھڑی نہیں آئی؟

امامؑ نے اس سے فرمایا: تف ہے تیرے اوپر، تیری ماں تیرے سوگ میں بیٹھے۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ فرزند تھے، ایک گم ہوگیا تو روتے تھے اور کہتے تھے کہ:

"یا اسفی علی یوسف و ابیضّت عیناه من الحزن وهو کظیم"(۲)

افسوس ہے یوسف کے جان پر، اور اتنا روئے کہ غم سے آنکھیں سفید ہوگئیں اور وہ غصے میں بھرے رہتے تھے۔ اور میں نے تو نزدیک سے اپنے باپ اور رشتہ داروں کا سر کٹتے دیکھا کیسے گریہ نہ کروں؟

۱۔لہوف، ص۲۰۹

۲۔سورۂ یوسف/۸۴

آپ حضرت جعفرؑ کی بہ نسبت ذریت عقیل پر زیادہ مہربان تھے، جب اس کی وجہ پوچھی گئی تو فرمایا: جب میں ان کے پدران کو یاد کرتا ہوں کہ امام حسینؑ پر والہانہ اپنی جان فدا کر رہے تھے تو میرا دل سلگ اٹھتا ہے۔(۱)

امام سجادؑ کو زہر دیا گیا

حضرت سید الساجدین کا حجاز والوں کے دل میں جو مرتبہ اور معنوی مقام تھا، اس کی وجہ سے ولید بن عبدالملک کی حکومت کے زمانے میں ہشام بن عبدالملک نے آپ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی۔

اس نے اپنے چند راز داروں کے ذریعے آپ کو زہر دیا اور آپ صاحب فراش ہو گئے، کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا اور شہادت ہو گئی۔(۲)

بعض روایات میں ہے کہ ہشام بن عبدالملک (چھٹا اموی خلیفہ) کے زہر سے شہادت ہوئی (اور یہ قول تاریخی اعتبار سے صحیح معلوم ہوتا ہے) یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کو ہشام کی ریشہ دوانی سے اس کے بھائی عبد الملک نے زہر دیا ہو۔ اور دونوں ہی اس جرم میں شریک ہوں۔

اللھمّ ارحمنی فانّک کریم   اللھمّ ارحمنی فانّک رحیم

خدایا! مجھ پر رحم فرما کیونکہ تو کریم ہے۔ خدایا! مجھ پر رحم فرما کیونکہ تو رحیم ہے۔(۳)

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ جب میرے بابا کا وقت وفات قریب آیا تو مجھے اپنے سینے سے لپٹا لیا اور فرمایا: پیارے بیٹے! کسی ایسے پر ظلم کرنے سے بچو جس کا مددگار خدا کے سوا کوئی نہ ہو۔(۴)

حضرت ابوالحسنؑ فرماتے ہیں: جب امام سجادؑ کا وقت وفات قریب آیا، آپ تین بار بیہوش ہوئے پھر آپ نے آنکھ کھولی اور سورۂ واقعہ اور سورۂ فتح پڑھی، پھر فرمایا:

۱۔ کامل الزیارۃ، ص ۱۰۷، بحار، ج ۴۴، ص ۱۱۰

۲۔ اس مطلب کو مصباح کفعمی سے لیا گیا ہے، منتخب التواریخ ص ۳۵۰

۳۔ منتہی الآمال، ج ۲، ص ۲۷، ۲۸

۴۔ اصول کافی، ج ۲، ص ۳۳۱۔ انوار البہیہ، ص ۱۲۸

”الحمد للّٰہ الذی صدقنا وعدہ و اورثنا الارض تتبوّء من الجنّۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین “۔(۱)

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے مخصوص ہیں جس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا اور بہشت میں ہم جہاں چاہیں ٹھہرا یا کس قدر خوشگوار ہے نیک عمل کی جزا۔

اور آپ نے دنیا سے انتقال فرمایا۔(۲)

امامؑ کے شتر نے تڑپ کر جان دی

امام محمد باقرؑ فرماتے ہیں کہ بابا کی ایک اونٹنی تھی، جس سے آپ نے ۲۲ رسفر حج کئے تھے، آپ نے اسے ایک تازیانہ بھی نہیں مارا تھا، حضرت کی وفات کے بعد ہم اس سے بے خبر تھے، ناگاہ ایک غلام نے خبر دی کہ اونٹنی گھر سے نکل کر امام سجادؑ کی قبر پر بیٹھ گئی ہے، اپنی گردن قبر پر ملتی جاتی ہے اور نالہ کرتی ہے، حالانکہ اس نے امامؑ کی قبر نہیں دیکھی تھی۔(۳)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام محمد باقرؑ اس اونٹنی کے قریب گئے دیکھا کہ زمین پر لوٹ رہی ہے اور آنسو بہا رہی ہے، اس سے فرمایا: اب بس کر اپنی جگہ پر واپس جا۔ وہ واپس ہو کر اپنی جگہ پہونچ گئی۔ تھوڑی دیر بعد پھر سراسیمہ امام سجادؑ کی قبر پر پہونچی اور خاک پر لوٹ کر آنسو بہانے لگی۔ امامؑ اس کے پاس پہونچے اور فرمایا: اب بس کر۔ اٹھ جا۔ لیکن وہ نہ اٹھی، فرمایا: اسے چھوڑ دو وہ وداع ہو رہی ہے، تین دن تک اسی حال میں رہی اور مرگئی۔(۴)

۱۔ سورۂ زمر ر۷۴

۲۔ اصول کافی، ج۱، ص ۴۶۸، بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۴۷

۳۔ اصول کافی، ج۱، ص ۴۶۸۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۱۴۷

۴۔ انوار البہیہ ص ۱۲۸

جسمِ امامؑ پر خراشیں

جب امامؑ کی وفات ہوئی تو مدینہ والوں نے سمجھا کہ آپ سو خاندانوں کو غذا پہو نچایا کرتے تھے۔ تمام فقراء مدینہ نہیں جانتے تھے کہ انکی روزی کہاں سے آتی ہے، جس وقت امامؑ دنیا سے تشریف لے گئے تو وہ سمجھے کہ وہی رات میں اجنبی کی طرح اپنی پشت پر اٹھا کر ان کی غذا پہو نچایا کرتے تھے، امامؑ کو غسل دیا جارہا تھا تو آپ کے بدن پر غذا و طعام کے بوجھ کے نشانات تھے جو راتوں کو اٹھا کر فقراء تک پہو نچاتے تھے۔(۱)

بعض روایات میں ہے کہ امام محمد باقرؑ غسل دیتے ہوئے چیخ مار کر روئے۔ بعض اصحاب نے پوچھا تو فرمایا: غسل کے وقت میں نے بابا کی گردن میں طوق کا نشان دیکھا تو آپ کی اسیریٔ شام یاد آ گئی۔

۱۔ کشف الغمہ، ج۲، ص۲۶۶

ساتویں معصوم امام محمد باقر علیہ السلام کے مصائب

پانچویں امام حضرت محمد باقرؑ کی پہلی رجب یا تیسری صفر ۵۷ھ مدینے میں ولادت ہوئی، آپ کی والدہ فاطمہ بنت حسنؑ تھیں، اور آپ نے روز دوشنبہ ۷/ذی الحجہ ۱۱۴ھ ستاون سال کے سن میں مدینے میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مرقد جنت البقیع میں امام سجادؑ کے پہلو میں ہے۔

آپ نے انیس سال دس مہینے بارہ روز امامت کی (۹۵ تا ۱۱۴) آخر کار دسویں اموی خلیفہ ہشام بن عبد الملک کے حکم سے آپ کو زہر دیا گیا۔

آپ واقعہ کربلا میں اپنے والد کے ساتھ تھے، اس وقت آپ کی عمر تین سال چھ مہینے دس روز کی تھی (معالی السبطین، ج ۲، ص ۲۳ میں ہے کہ چار سال عمر تھی، اپنی والدہ کے ساتھ کربلا میں تھے) آپ نے تمام واقعہ کربلا اور اسیری کو قریب سے دیکھا تھا اور خود بھی اس کے مصیبت زدہ تھے، ایک قیدی بچے کی طرح اسیری کے مصائب جھیلے، ظاہراً آپ کی والدہ فاطمہ بنت حسنؑ بھی کربلا میں موجود تھیں اور اپنے بھائیوں اور چچاؤں کے مصائب کا تحمل کیا تھا۔ اسیری میں سختیاں بھی جھیلی تھیں۔

امامؑ پر ہشام کی سختیاں

آپ کا زیادہ تر زمانۂ امامت ہشام کے عہد طاغوت میں گذرا، اس درمیان امامؑ اور آپ کے اصحاب سخت نظر بندی اور گھٹن میں رہے۔ صفوان بن یحیٰی اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے امامؑ کے گھر پر حاضری دی اور داخل ہونے کی اجازت چاہی، مجھے اجازت نہیں دی گئی لیکن دوسروں کو اجازت دیدی گئی، میں مغموم واپس آ گیا اور تخت پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ کیوں امامؑ نے مجھ سے بے اعتنائی برتی؟ میں نے دل میں کہا کہ فرقۂ زیدیہ، خوارج اور قدریہ کے لوگ امامؑ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر دیر تک رہتے ہیں لیکن میں شیعہ ہوں اور میرے ساتھ یہ برتاؤ؟

اسی فکر میں تھا کہ اچانک کسی نے مجھے پکارا، اٹھ کر دروازہ کھولا دیکھا کہ امامؑ کا فرستادہ ہے کہنے لگا: اسی وقت امامؑ کی خدمت میں چلو، کپڑے پہن کر امامؑ کی خدمت میں پہونچا تو مجھ سے فرمایا: اے محمد! قدریہ، زیدیہ اور

خوارج کی بات نہیں! بلکہ میں نے ان لوگوں کی وجہ سے تم کو نظر انداز کیا اور آپ نے جاسوسوں کی طرف اشارہ کیا کہ کہیں یہ میرے دوستوں کو پہچان کر اذیت نہ دیں۔ امامؑ کے اس ارشاد کو میں نے قبول کیا، پھر مجھے اطمینان ہو گیا۔(۱)

امامؑ قید خانے میں

اگرچہ امام محمد باقرؑ کا انداز حیات اعلانیہ امویوں سے محاذ آرائی کا نہیں تھا لیکن آپ کے تمام پروگرام ایک طرح اسی طاغوت کی مخالفت کے تھے، آخر کار ہشام نے مصمم ارادہ کر لیا کہ آپ کو مدینے سے شام جلاوطن کیا جائے۔

ہشام کے کارندے امامؑ کو ان کے فرزند صادق آل محمدؑ کے ساتھ شام لے آئے اور آپ کی توہین کی غرض سے تین روز تک دربار میں حاضری کی اجازت نہ دی، یہاں تک آپ کو غلاموں کے محلے میں ٹھہرایا گیا، ہشام نے اپنے دربان سے کہا: جس وقت محمد بن علیؑ بزم میں آئیں، پہلے میں ان کی سرزنش کروں گا، جب میں چپ ہو جاؤں تو تم سب مل کر ان کی سرزنش کرنا۔

ہشام کے حکم سے آپ کو دربار میں داخل ہونے کی اجازت ملی، آپ نے ہاتھوں سے تمام اہل بزم کو اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: السلام علیکم۔

ہشام نے دیکھا کہ امامؑ نے خاص طور سے اسے سلام نہیں کیا، اس کے علاوہ بغیر اجازت بیٹھ گئے، وہ اور بھی غضبناک ہوا، کہنے لگا: اے محمد بن علیؑ! تم میں کا ایک شخص مسلسل لوگوں کے درمیان اختلاف پیدا کر رہا ہے اور اپنی بیعت کی دعوت دے رہا ہے، اپنے کو امام کہتا ہے، اس طرح بہت زیادہ سرزنش کی۔

جیسے ہی وہ خاموش ہوا، تمام اہل بزم نے پہلے سے طئے شدہ پروگرام کے مطابق آپ کی سرزنش شروع کر دی، جب سبھی خاموش ہو گئے تو امامؑ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

اے لوگو! تم کہاں جا رہے ہو اور تمہیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ خدا نے تم لوگوں کی ہمارے پہلے شخص سے ہدایت کی اور تمہارے آخری شخص کو ہدایت کرنے والا بھی ہم میں سے ہوگا، اگر تم چند دن کی بادشاہی پر

۱۔ رجال کشی، ص ۲۲۳۔ بحار الانوار، ج ۴۶، ص ۳۷۱

مست ومگن ہوتو ابدی بادشاہی ہی ہمارے لئے ہے چنانچہ خدا خود فرماتا ہے:

"والعاقبة للمتقين "(۱)

ہشام نے حکم دیا کہ انہیں قید کر دیا جائے۔

لیکن زیادہ عرصہ نہ گذرا کہ امامؑ کے طور طریقے سے تمام قیدی آپ کی طرف مائل ہو گئے، اس کی خبر ہشام کو دی گئی، آخر کار ہشام نے حکم دیا کہ کڑی نگرانی میں آپ کو مدینہ پہونچا دیا جائے۔(۲)

راستے میں جو واقعات پیش آئے انہیں اختصار کے مد نظر ترک کیا جاتا ہے۔

امامؑ کو زہر دیا گیا

یہ بات تاریخی اعتبار سے مسلّم ہے کہ پوشیدہ طریقے پر ہشام نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، لیکن اس کے عوامل متعین نہیں ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ ہشام کے بھتیجے ولید نے آپ کو زہر دیا۔(۳)

بعض نے لکھا ہے کہ زید بن حسن نے ہشام کے حکم سے گھوڑے کی زین کو زہر سے بجھا کر امامؑ کی خدمت میں پیش کیا اور سوار ہونے پر اصرار کیا، امام مجبوراً اس پر سوار ہوئے اور زہر کا اثر تمام بدن میں پھیل گیا، چنانچہ آپ کی ران میں ورم آ گیا، تین روز تک بستر علالت پر رہے اور آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

آپ نے آخری گھڑیوں میں وصیت فرمائی کہ مجھے اس سفید جامہ احرام میں کفن دیا جائے جس سے میں نے حج کئے ہیں۔(۴)

۱۔سورہ قصص/۸۳

۲۔اصول کافی، ج۱،ص ۴۷۱

۳۔مناقب بن شہر آشوب، ج۴،ص ۲۱۰۔منتخب طریحی،ص ۴۱۶

۴۔الخرائج راوندی،ص ۲۳۰۔بحار الانوار، ج ۴۶،ص ۳۳۱

آپ کی شہادت کے کچھ دنوں بعد زید بن حسن پاگل ہو گئے، اول فول بکنے لگے، نماز پنجگانہ بھی چھوڑ دیتے تھے اسی حال میں مر گئے۔(۱)

امامؑ کی وصیت

حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ میرے بابا نے ہنگام وفات جو کچھ آپ کے اردگرد (کتابیں، ہتھیار اور امامت کی نشانیاں) تھیں میرے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے پاس گواہوں کو لے آؤ، میں نے قریش کے چار اشخاص کو جس میں عبد اللہ بن عمر کا غلام نافع بھی تھا۔ حاضر کیا، آپ نے فرمایا: لکھو...

یہ وہ ہے جس کی وصیت ابراہیم و یعقوب نے اپنے بیٹوں سے کی۔

اے بیٹو! بلاشبہ خدا نے تمہارے لئے مقدس آئین منتخب فرمایا ہے لہذا تم اسی حال میں مرنا کہ مسلمان رہو۔(۲)

اور محمد بن علیؑ نے جعفر بن محمدؑ کو وصیت کی کہ انہیں اسی چادر کی جس میں نماز جمعہ پڑھتے تھے کفن دیں، ان کے عمامہ کو کفن کا عمامہ قرار دیں، قبر کو چوکور بنائیں اور زمین سے چار انگل ابھار دیں اور دفن کرتے وقت بند کفن کھول دیں۔

پھر فرمایا: سبھی گواہ چلے جائیں۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے عرض کی: اس وصیت میں گواہ کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا: بیٹا! میں نہیں چاہتا کہ تم امر امامت میں مغلوب رہو اور لوگ کہیں کہ امام باقرؑ نے وصیت نہیں کی ہے، چاہتا ہوں کہ تمہارے پاس حجت و دلیل رہے۔(۳)

۱۔ الخرائج راوندی، ص ۲۳۰۔ بحار الانوار۔ ج ۴۶، ص ۳۳۱

۲۔ سورۂ بقرہ ۱۳۲/

۳۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۳۰۷

آٹھویں معصوم صادق آل محمد علیہ السلام کے مصائب

چھٹے امام حضرت صادق آل محمد علیہ السلام کی ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ مدینے میں ولادت ہوئی اور ۲۵ ر شوال ۱۴۸ھ ۶۵ سال کی عمر مدینے میں شہادت ہوئی، آپ کی قبر شریف جنت البقیع میں امام حسنؑ کے پہلو میں ہے۔

آپ کی امامت ۳۴ ر سال (۱۱۴ تا ۱۴۸) تک تھی، آپ نے بنی امیہ اور بنی عباس کی جنگ سے بھرپور استفادہ کیا، یہاں تک کہ لگ بھگ چار ہزار شاگردی کی تربیت کی اور حقیقی اسلام پر ظالم حکمرانوں نے جو پردے ڈال رکھے تھے، انہیں ہٹایا۔

منصور دوانیقی دوسرا عباسی طاغوت ۱۲ ر ذی الحجہ ۱۳۶ھ کو مسند خلافت پر بیٹھا اور ۶ ر ذی الحجہ ۱۵۸ھ کو دنیا سے گذر گیا، اس طرح اس نے ۲۲ ر سال حکومت کی (۱) امامؑ کی زندگی کے آخری ۱۲ ر سال خلافت منصور ہی کے زمانے میں گذرے، آخر کار اسی کے حکم سے زہر سے شہید کیا گیا۔

پاپی منصور بہت خونخوار طاغوت تھا، اس نے اپنی حکومت کے تحفظ کے خیال سے بہت سے اہم علوی سادات کو تہہ تیغ کیا، عظیم مسلمانوں کے خون سے اس کا کہنیوں تک ہاتھ ڈوبا ہوا تھا۔ (۲)

منصور نے کئی بار امامؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن اسے کامیابی نہ ملی۔ آخر کار زہر سے شہید کیا۔ اس مطلب کی وضاحت کے لئے ان واقعات پر خاص طور سے توجہ دینی چاہئے۔

ا۔ امامؑ پر منصور کی سختیاں

ایک دن منصور نے اپنے دربار کے وزیر ربیع کو حکم دیا کہ ابھی امام صادقؑ کو یہاں حاضر کرو۔

ربیع نے حکم کے مطابق امامؑ کو دربار میں حاضر کیا، منصور نے انتہائی تلخی اور غصے میں امام سے کہا:

خدا مجھے قتل کرے اگر تمہیں قتل نہ کروں۔ کیا تم میری سلطنت پر اعتراض کرتے رہتے ہو؟

ا۔ تتمۃ المنتہیٰ ص ۱۱۳

۲۔ ملاحظہ ہو تتمۃ المنتہیٰ سے ص ۱۲۷، ۱۷۴

امامؑ نے فرمایا: تمہیں جس نے یہ خبر دی ہے وہ جھوٹا ہے۔

ربیع کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جس وقت امامؑ دربار میں تشریف لا رہے تھے، آپ کے لب میں حرکت تھی، منصور کے پہلو میں بیٹھے اس وقت بھی حرکت کر رہے تھے، لحظہ بہ لحظہ منصور کا غصّہ ٹھنڈا پڑنے لگا، اس وقت امامؑ منصور کے پاس سے چلے گئے تو میں نے امامؑ کا تعاقب کیا اور قریب جا کر پوچھا: جس وقت منصور کے پاس گئے وہ آپ پر انتہائی غضبناک تھا لیکن جس وقت آپ قریب پہونچے تو آپ کے لب ہل رہے تھے، منصور کا غصہ ٹھنڈا پڑ گیا، آپ اپنے لب کے اندر کیا حرکت دے رہے تھے؟

امامؑ نے فرمایا: میرے لب اپنے جد امام حسینؑ کی دعا دہرا رہے تھے وہ دعا یہ ہے۔

”یا عدّتی عند شدّتی و یا غوثی عند کربتی احرسنی بعینک الّتی لا تنام و اکفنی برکنک الذی لا یرام“

اے مجھے طاقت عطا کرنے والے دشواریوں میں، اور اے اندوہ میں پناہ دینے والے اپنی نہ سونے والی آنکھ سے میری حفاظت کر اور مجھے استوار ستون کے سائے میں قرار دے۔(۱)

۲۔ گھر میں آگ لگا دی

مفضل بن عمر کہتا ہے کہ منصور دوانیقی نے مکہ و مدینہ کے گورنر حسن بن زید کو پیغام بھیجا کہ امام صادقؑ کا گھر جلا دو، اس نے اس حکم پر عمل کیا۔ پورے گھر میں آگ پھیل گئی تو امامؑ گھر سے باہر تشریف لائے، آگ پر قدم رکھ کر فرمایا: ”انا ابن اعراق الثریٰ انا بن ابراھیم خلیل اللّٰہ“

میں اس (اسماعیلؑ) کا فرزند ہوں جس کی فرایت رگ وریشے کی طرح تمام اطراف زمین میں پھیلی ہے، میں ابراہیم خلیل اللہ کا فرزند ہوں (جس کے لئے آتش نمرود سرد ہوئی)۔(۲)

۱۔ اعلام الوریٰ، ص ۲۷۰، ۲۷۱۔ ترجمہ ارشاد شیخ مفید، ج ۲، ص ۱۷۸

۲۔ ۱۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۴۷۳

۳۔ مسئلہ پوچھنے کے لئے تگڑم

ایک شیعہ نے اپنی زوجہ کو ایک ہی نشست میں تین طلاق دیدی پھر اس نے علماء شیعہ سے پوچھا، انہوں نے کہا: ایسی طلاق صحیح نہیں۔ لیکن اس کے شوہر نے کہا کہ جب تک یہ مسئلہ امام صادقؑ سے نہ پوچھوں میرا دل راضی نہ ہوگا۔

وہ زمانہ ابوالعباس سفاح کا تھا، امامؑ اس وقت حیرہ (نجف وکوفہ کے درمیان بستی) میں سکونت پذیر تھے۔

اس عورت کے شوہر کا بیان ہے کہ میں حیرہ گیا، مجھے امامؑ تک پہونچنے کی فکر تھی کہ کیسے مسئلہ پوچھوں، ناگاہ میں نے ایک ککڑی بیچنے والے کو دیکھا، میں اس کے پاس گیا، میں نے اس کی تمام ککڑیاں خریدیں اور تھوڑی دیر کے لئے اس کا لباس بھی مانگ کر پہن لیا اور ککڑی فروش کی طرح آواز لگائی۔

ککڑی لے لو۔ ککڑی لے لو۔

اس بہانے میں امامؑ کے گھر کے نزدیک پہونچا ایک لڑکے نے گوشے سے آواز دی:

اے ککڑی بیچنے والے تجھے امام بلا رہے ہیں۔

جب امامؑ کی بارگاہ میں پہونچا تو امامؑ نے فرمایا:

تو نے اچھا ڈھب نکالا ہے، کیا مسئلہ پوچھنا ہے؟ میں نے امامؑ سے مسئلہ بیان کیا، امامؑ نے فرمایا: اپنی زوجہ کے پاس جاؤ تمہاری طلاق باطل ہے، تم پر کوئی کفارہ بھی نہیں۔ (۱)

۴۔ منصور نے امامؑ سے منھ کی کھائی

ایک رات منصور کے حکم سے امامؑ کو ننگے پیر ننگے سر اس کے دربار میں حاضر کیا گیا، اس نے انتہائی گستاخانہ لہجے میں کہا: (اے جعفر! تم بوڑھے ہو گئے شرم نہیں آتی کہ حکومت کے طلبگار ہو۔ چاہتے ہو کہ مسلمانوں کے درمیان فتنہ وفساد پھیلاؤ۔)

پھر نیام سے تلوار نکالی تا کہ امامؑ کی گردن مار دے، ناگاہ اس نے اپنے سامنے رسول خداؐ کو دیکھا۔

۱۔ انوار البہیہ ص ۱۷۵

تلوار نیام میں رکھ لی۔

دوسری بار بھی یہی حرکت کی اور رسول خداؐ کو اپنے سامنے دیکھا، تیسری بار یہی حرکت کی اور رسول خداؐ کو دیکھا اور قتل امامؑ سے باز آیا۔(۱)

۵۔امام صادقؑ بستر شہادت پر

آخر کار منصور نے انگور میں زہر ملا کر امامؑ کو کھلایا، دوسرے دن سے آپ کی حالت گرنے لگی، ایک صحابی نے پوچھا: آپ اس قدر لاغر کیوں ہو رہے ہیں، آپ کے جسم میں کچھ باقی نہیں رہ گیا؟ پھر اس کا دل بھر آیا اور رونے لگا۔

امامؑ نے اس سے فرمایا: گریہ نہ کرو کیونکہ تمام نیکیاں مومن کو پیش کی جاتی ہیں، اگر اس کے تمام اعضائے بدن کو جدا کر دیا جائے تو اس کے لئے بھلائی ہی ہے اور اگر وہ مشرق و مغرب کا مالک ہو جائے پھر بھی اس کے لئے بھلائی ہے۔ (یعنی مومن رضائے خدا پر راضی ہے۔)(۲)

آنحضرتؑ کئی بار بیہوش ہوئے، ذرا دیر ہوش میں آئے اور کچھ بات کی پھر بیہوش ہو گئے۔

۶۔صلۂ رحم اور نماز کی تاکید

آپ کے زریں ارشادات میں یہ ہے کہ وقت شہادت امامؑ نے دو باتوں کی طرف خاص توجہ مبذول کرائی۔

۱۔ جب بھی آپ ہوش میں آتے قریب بیٹھے رشتہ داروں سے ان کا نام پوچھتے یہاں تک کہ جن لوگوں نے آپ کے خلاف تلوار اٹھائی تھی ان کے بارے میں بھی کہتے تھے کہ فلاں فلاں کو اتنا روپیہ دیدینا۔

آپ کی ایک کنیز سالمہ نے عرض کی: جس نے آپ سے دشمنی کی اسے روپیہ دے رہے ہیں؟ فرمایا: چاہتا ہوں کہ میں بھی ان لوگوں میں شامل ہو جاؤں، جن کے بارے میں خدا نے فرمایا ہے:

"والذین یصلون ما امر اللہ بہ ان یوصل و یخشون ربّھم و یخافون سوء الحساب"(۳)

۱۔منہاج الدموع، ص۲۴۲۱۔

۲۔انوار البہیہ، ص۱۷۸۔ منتخب التواریخ، ص۴۶۵

۳۔سورۂ رعد ۲۱۔۲۲

اور جو لوگ ان تعلقات کو جوڑتے ہیں جن کا خدا نے حکم دیا ہے (یعنی صلہ رحم کرتے ہیں) اور خدا سے ڈرتے ہیں اور قیامت کا خوف کرتے ہیں... انہیں کے لئے عاقبت نیک ہے۔

۲۔ ابو بصیر کہتے ہیں کہ شہادت امامؑ کے بعد میں تعزیت کی غرض سے آپ کی کنیز اور زوجہ ام حمیدہ کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے رونا شروع کر دیا، میں بھی رو رہا تھا۔ پھر کہا: اے ابو بصیر! اگر تم امام جعفر صادقؑ کو شہادت کے وقت دیکھتے تو عجیب چیز مشاہدہ کرتے۔ آپ نے اس وقت اپنی آنکھیں کھولیں اور فرمایا: بلا شبہ ہماری شفاعت انہیں نہیں حاصل ہوگی جو نماز کو سبک سمجھیں۔ (۱)

اس طرح امامؑ نے اپنا آخری پیغام پہونچایا اور حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کو دوسری وصیتیں فرمائیں اور قضائے الٰہی کو لبیک کہی۔

خبر شہادت پر منصور کا رد عمل

ابوایوب نحوی کہتا ہے: منصور نے مجھے آدھی رات میں طلب کیا، میں پہونچا دیکھا کہ ایک کرسی پر بیٹھا ہے، اس کے پہلو میں شمع روشن ہے، اس کے ہاتھ میں ایک خط ہے، میں نے سلام کیا تو اس نے وہ خط میری طرف بڑھا دیا اور رونے لگا اور کہا کہ یہ خط گورنر مدینہ محمد بن سلیمان کا ہے، اس نے لکھا ہے کہ صادق آل محمدؑ نے وفات پائی۔ پھر اس نے تین بار کہا: " انا للّٰہ و انا الیہ راجعون " کہاں کوئی مثل جعفر ہو سکتا ہے؟

پھر مجھ سے کہا: محمد بن سلیمان کو لکھ دو کہ اگر امام صادقؑ نے کسی معین شخص کے لئے وصیت کی ہو تو اسے بلا کر اس کی گردن مار دے۔

جواب آیا کہ انہوں نے پانچ شخصوں کو وصیت کی ہے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ ابو جعفر منصور، محمد بن سلیمان، عبد اللہ اور موسیٰ اور حمیدہ (مادر امام کاظمؑ)

دوسری روایت میں ہے کہ جواب دیا۔ پانچ افراد کے لئے وصیت کی ہے۔ ابو جعفر منصور، عبد اللہ، موسیٰ، محمد بن جعفر اور اپنا ایک غلام۔

۱۔ انوار البہیہ ص ۱۷۹، ۱۸۰

منصور دوانیقی نے کہا:

"لیس الیٰ قتل ھؤلاء سبیل "(ان سب کا قتل کرنا ممکن نہیں)۔(۱)

واضح رہے کہ آپ کی یہ وصیت از روئے تقیہ تھی ورنہ اصلی اور حقیقی وصی آپ کے امام موسیٰ کاظمؑ تھے۔

۱۔اصول کافی ،ج۱،ص۳۱۰